

انحاز عیسوی

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نابدر علمی تحریر
اردو کے نئے پیر ہیں — تردید عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حاشی

حضرت مولانا حبش محمد تقی عثمانی صاحب مظلّم

جناب مولانا محمد محترم فیہم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

ادارۃ اسلامیت

۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور

e-Book by:

umarkairanvi@gmail.com

islaminhindi.blogspot.in & islamhindimen.wordpress.com

With thanks: Abdur Rehman 'Adeeb' Kairanvi

ایجازِ عیسوی

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نابذ علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن ہیں۔ — ترجمہ عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا حبیب الرحمن محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فیض عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

ادارۃ اسلامیت

۱۹۰- اناہ کلی ○ لاہور

اعجازِ عیسوی جدید

تألیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن میں — تردید عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا حبش محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

الذکرہ اسلام آباد

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

اعجازِ عیسوی جدید

تألیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

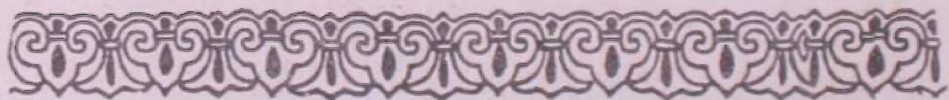
تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن میں — ترویج عیسائیت پر حوالہ کی شہرہ کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا حبش محمد تقی عثمانی صاحب مظلّم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب



الذّارۃ الاسلامیہ

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور ۲



نام کتاب	اعجاز عیسوی (جدید)
کل صفحات	۷۷۶
باہتمام	اشرف برادران سلمہم الرحمن
بتعاون	حضرت مولانا محمد مسعود شمیم صاحب مظلّم، مدرسہ صولتیہ مکہ المکرمہ
ناشر	ادارہ اسلامیات - انارکلی لاہور ۲
مطبع	وفاق پریس لاہور
قیمت	اعلیٰ ایڈیشن مجلد - / ۱۲۰ روپے
کتابت	مشاق احمد جلالپوری

— ملنے کے پتے —

- ادارہ اسلامیات - ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲
 ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۳
 مکتبہ دارالعلوم ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
 دارالاشاعت - اردو بازار کراچی ۱۵

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۸	کتاب نشید الانشاد کا مصنف	۹	پیش لفظ از مولانا محمد تقی عثمانی
۳۹	کتاب حزقی ایل کا مصنف	۱۳	پیش لفظ از مصنف
۳۹	کتاب دانی ایل کا مصنف		تحریر کا مطلب
۴۰	کتاب یوئیل کا مصنف	۲۰	مقدمہ - فصل اول
۴۰	کتاب عوبدیا کا مصنف		عہد عتیق کی کتابیں اور ان کے مصنفین
۴۱	کتاب ناحوم کا مصنف	۲۰	موجودہ تورات کا زمانہ تصنیف
۴۱	کتاب حبوق کا مصنف	۲۴	کتاب یوشع کا مصنف
۴۲	کتاب ملاخیا	۲۶	کتاب القضاۃ کا مصنف
۴۲	عہد عتیق کی دوسری قسم کی کتابیں	۲۸	کتاب راعوت کا مصنف
۴۵	فصل دوم	۲۹	کتاب سموئیل کا مصنف
۴۵	عہد جدید کی کتابیں اور ان کے مصنفین	۳۰	کتاب سلاطین و توالدین کا مصنف
۴۵	انجیل متی کا مصنف	۳۱	کتاب نحیمیاہ کا مصنف
۵۰	انجیل مرقس کا مصنف	۳۲	کتاب ایوب کا مصنف
۵۱	انجیل لوقا کا مصنف	۳۵	کتاب زبور کا مصنف
۵۲	انجیل یوحنا کا مصنف	۳۷	کتاب امثال سلیمان کا مصنف
۵۴	کتاب اعمال کا مصنف	۳۸	کتاب جامعہ کا مصنف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	مقصد دوم: تورات کے واعدہ عتیق کی دوسری کتابیں	۵۴	پولس کے خطوط کا مصنف
	فصل اوّل	۵۶	عہد جدید کی دوسری قسم کی کتابیں
۱۳۸	گمشدہ کتابیں	۶۲	کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں
۱۵۴	جمہور عیسائیوں کے نزدیک غیر معتبر کتابیں	۶۴	اسلاف کے فیصلوں پر وٹسٹنٹ فرقہ کی بغاوت
	فصل دوم		فصل سوم
۱۵۵	کتاب یوشع میں الحاقی جملے		کتاب مقدسہ میں تحریف کے اسباب و وجوہ
۱۶۰	کتاب نحیاء میں الحاقی جملے	۶۷	نوا سباب
۱۶۰	کتاب امثال سلیمان میں الحاقی جملے	۵۹	
۱۶۲	کتاب امثال میں الحاقی جملے		مقصد اوّل: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتابیں
۱۶۳	کتاب یرمیاہ میں الحاقی جملے	۸۰	
۱۶۴	کتاب یسعیاہ میں الحاقی جملے	۸۱	فصل اوّل
	فصل سوم		حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں
۱۶۵	بابل میں تحریف کے دلائل	۸۴	فصل دوم
۱۸۷	تحریف کی اکتیس مثالیں شواہد		موجودہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام
۱۸۸	دیگر مثالیں		کی تصنیف نہیں تیرہ دلائل
	فصل چہارم	۱۰۰	فصل سوم
	دوایات کا فساد		بائبل کے عبرانی، سامری اور یونانی
۱۸۹	تضادات کی پینسٹھ مثالیں	۱۰۱	نسخوں میں اختلاف
۲۷۳	تضادات و اختلافات	۱۳۲	تئیس اختلافات
۲۷۴	کی مزید ستر مثالیں		فصل چہارم
	تنبیہات	۱۳۳	روایات کے
۳۶۰		تا	چودہ اختلافات
۳۶۸		۱۴۵	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
		۳۶۹	مقصد سوم :- عہد جدید کی کتابیں
۴۷۹	۲۔ انبیاء اور حواری گناہوں سے معصوم نہیں تھے	۳۷۰	فصل اول
۴۷۹ تا ۴۹۳	بارہ شواہد	۳۷۰	عہد جدید کی کتب میں تحریف کے دلائل
۴۹۴	۳۔ کرامت کا صدور اور محض روح القدس سے مستفیض ہونا	۳۸۶	فصل دوم
۴۹۴	نہ نبوت کی دلیل ہے نہ ایمان کی	۴۰۶	تحریف کے بارے میں عیسائی علماء کے اعتراضات
۵۰۳	چھ اعترافات	۴۰۶	الحاق و تحریف کے دس شواہد
۵۰۴	خلاصہ بحث اور مزید شواہد	۴۵۲	فصل چہارم
۵۲۵	بائبل کے دوسرے ترجمے		انجیلوں کے تضادات و اختلافات
۵۲۹	دوسرے ترجموں پر عیسائی علماء کا تبصرہ		اکیس شواہد
۵۳۹	حصہ دوم		فصل چہارم
	مشہور عیسائی پادری فنڈز کی کتاب "میزان الحق" کا جواب	۴۵۲ تا ۴۵۷	انبیاء اور حواریوں کے بارے میں عیسائی اقوال
۵۴۰	میزان الحق کے باب اول کی تیسرے فصل کا جواب	۴۵۸	۱۔ انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں
۵۴۸	بائبل میں لفظی تبدیلی کی مثالیں	۴۶۶	سات شواہد
۵۵۴	زیادتی کے ساتھ تحریف کی مثالیں	۴۶۷	انجیل لوقا کے بارے میں عیسائیوں کے عذر اور ان کی تردید
۵۵۶	کمی اور نقصان کے ساتھ تحریف کی مثالیں	۴۷۰	انجیل مرقس الہامی نہیں
۵۵۹	عیسائیوں کا تحریف قرآن کا دعویٰ	۴۷۱	انجیل متی اور یوحنا بھی الہامی نہیں
۵۶۰	الزامی جواب	۴۷۲	خلاصہ بحث
۵۷۰	تحقیقی جواب	۴۷۲ تا ۴۷۸	انجیلوں کے علاوہ باقی کتابیں بھی الہامی
			حواریت کی دینی معاملات میں غلطیاں، گیارہ دلائل

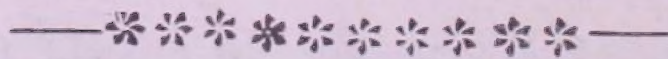
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۵۵ تا ۶۸۹	پادری صاحب کے استدلال { اور ان کا جواب	۵۷۷ تا ۵۸۲	صحابہ کرام کے مؤمن ہونے کی { قرآن کریم سے بارہ شہادتیں
۶۹۰	”کتاب دو استفسار“ { پر اعتراضات کے جواب	۵۸۲	خلفائے ثلاثہ کے حق میں اہلیت کی شہادتیں
۷۰۷	کتابت قرآن میں سہو کاتب کی حقیقت	۵۸۸	قرآن کریم کی حقانیت پر { شیعہ علماء کے اقوال
۷۲۰	بائبل کے احکام کی منسوخی	۵۹۴	تدوین قرآن سے متعلق احادیث { اور پادری صاحب کے اعتراض
۷۴۷	خاتمہ	۶۰۱ تا ۶۱۱	مذکورہ اعتراضات کا جواب
۷	عیسائی مذہب	۶۱۲	بائبل میں تحریف کے ثبوت
۷	تاریخ و ترویج	۶۱۴	کتب مقدسہ میں تحریف کے { بارے میں مغالطے اور ان کا جواب
۷۶۶	عیسائیوں سے ایک { دل سوزانہ درخواست	۶۲۶	کتب مقدسہ کے تحریف { سے محفوظ ہونے کا دعویٰ اور اس کی حقیقت
۷۷۱	مناجات بدگاہ خداوند قدوس	۶۳۹	مسیحی مشائخ کی کتابوں سے { صداقت، انجیل کی حقیقت
۷۷۲	تمت		
	❖		



وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي
رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ
مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي
اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ - وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ
افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يُدْعَى إِلَى
الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ -
يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ
نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ -

(القرآن الحكيم)

سورة الصف آيت ٦-٧-٨



: جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل
 میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو
 توراۃ آچکی ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے
 بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں۔ جنکا نام احمد ہوگا۔ میں اُن
 کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس
 کھلی دیلیس لائے تو وہ لوگ کہنے لگے۔ یہ صریح جادو ہے۔
 اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ بانٹھے
 حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں
 کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔
 یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں۔
 حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔ گو کافر لوگ
 کیسے ہی ناخوش ہوں۔

القرآن الحکیم

(سورۃ الصف آیت ۶-۷-۸)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی تصنیف ”اعجاز عیسوی“ کی روشنی میں

مولانا حکیم عبدالقوی صاحب دریا بادی ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ

مجاہد عظیم حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی باقی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا نام نہ صرف اس حیثیت سے زندہ و تابندہ ہے کہ انہوں نے قلب اسلام حجاز کے مرکزی اور قدس ترین شہر مکہ معظمہ میں دینی تعلیم کا ایک معیاری ادارہ اور مرکز ”مددسہ صولتیہ“ کے نام سے قائم کر کے وہاں دینی علوم کی تعلیم و تکمیل کا انتظام کر کے ایک کمی کو پورا کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی ہندوستان کے زمانہ قیام میں مسیحی مبلغین (مشرکین) سے جو مسلمانوں کی متاع ایمانی پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے مختلف شکلوں میں مصروف تھے، مقابلہ خوب ڈٹ کر کیا۔ زبانی میدان مناظر میں ان دشمن اسلام پادریوں کے سرخیل پادری فنڈر سے بارہا بازی جیتی اور اس کے دلائل کو رد کر کے اسلام کا علم سر بلند کیا اور اس سے بھی بڑھ کر اس کی مجموعہ باطل تصانیف جو اسلام کے رد اور مسیحیت کی نصرت میں لکھی گئی تھیں کے رد میں متعدد مدلل کتابیں لکھیں اور خود عیسائی مستند مصنفین و محققین کی کتابوں کے حوالہ سے مروجہ مسیحیت کو بے نقاب کیا۔ انگریزی زبان اور مغربی مضامین سے ناواقفیت کے باوجود دین مبین کے اس قلمی مجاہد (جو اس سے قبل ہندوستان کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جہاد بالسیف میں بھی سرگرم حصہ لے چکا تھا) نے اسلام کی تائید و حقانیت اور تبلیغی مسیحیت کی تردید میں دفتر کے دفتر تیار کر دیئے۔ ان میں سے ہر کتاب پڑھنے کے قابل اور اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی اپنے

لے اذنامہ ذکر و فکر دہلی بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۸ء خاص شمارہ بیادگار حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی

مضامین کے اعتبار سے اپنی تازگی و تاثیر میں جوں کی توں اور اسلامی تبلیغ کے اہم کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے خطرناک دور میں مسلمانوں کو نہ صرف سیاسی لحاظ سے غلام بنایا جا رہا تھا بلکہ پادریوں کے ذریعے ان کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی منظم کوششیں حکومت کی سرپرستی میں جاری تھیں۔ علمی انداز سے جن محدودے چند افراد نے ان کوششوں کا مقابلہ ظاہری بے سرو سامانی اور حالات کی سخت ناسازگاری اور خطرات کے باوجود ہمت سے کام لے کر کیا ان میں مولانا رحمت اللہ کا نام نامی سب سے بلند و ارفع نظر آتا ہے۔ ان کے اس وقت کے رفقاء میں ڈاکٹر وزیر خاں بھی ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ انگریزی زبان سے بھی خوب واقف تھے اور اسی حیثیت سے وہ مولانا کے خصوصی رفیق و معین کا رہتے۔

ہندوستان کے متعدد مناظروں میں پادری فنڈر کو شکست فاش دینے کے بعد جب اس پادری نے ہندوستان سے فراہ کے بعد دار الخلافہ قسطنطنیہ (ترکی) پہنچ کر یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ زمانہ قیام ہندوستان میں اپنی تصانیف اور مسلمان علماء سے مناظرہ کرنے کے ذریعہ اسلام کو شکست دیکر عیسائیت کا فاتحانہ پرچم بلند کر چکا ہے تو اس وقت کے خلیفہ المسلمین سلطان عبدالعزیز خاں کو بڑا صدمہ ہوا اور انہوں نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی اس سلسلہ میں شہرت سُنکر ان کو قسطنطنیہ بلایا۔ پادری فنڈر آپ کی آمد کی خبر سننے ہی راتوں رات قسطنطنیہ سے فوج پر ہو گیا اور اسے پھیلی شکستوں کے پیش نظر مولانا کے سامنے آنے کی ہمت پھر زندگی بھر نہ ہو سکی۔ خلیفہ کے دربار میں مولانا کی بڑی پذیرائی ہوئی وہیں آپ نے رد مسیحیت میں اپنی معرکہ الآراء کتاب ”اظہار الحق“ بہت قلیل مدت میں تصنیف کر کے خلیفہ کی خدمت میں پیش کی۔ ان کی اس سلسلہ کی دوسری تصانیف جن میں سے بعض کی اشاعت کا سلسلہ اب تک جاری ہے چند کے نام حسب ذیل ہیں :

بعض تصانیف دوسرے موضوعات پر ہیں اور وہ بھی اپنے رنگ میں خوب ہیں لیکن مولانا کا نام ان کی ان تصانیف کے باعث زندہ ہے جو انہوں نے مسیحیت مروجہ کی تردید میں لکھیں۔ ان کتابوں میں اظہار الحق سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے تراجم ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں میں ہو کر ہزاروں کی ہدایت یابی کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ”بائبل سے قرآن تک“ کے نام سے طباعت و کتابت کی ظاہری خوبیوں سے مزین مولانا محمد تقی عثمانی کی شرح و تحقیق کے

ساتھ پاکستان سے شائع ہو کر بہت مقبول ہو چکا ہے۔

آگرہ میں مولانا مرحوم اور پادری فنڈر سے جو مناظرہ ہوا تھا اُس کی روداد کتابی شکل میں اس خاکسار نے اب سے ساٹھ سال قبل تقریباً بارہ سال کی عمر میں بڑے شوق سے اس زمانہ میں پڑھی تھی جبکہ ہر چھپی ہوئی چیز کو بخشی جنتری سے لے کر سیر النبی شبلی تک یکساں دلچسپی و انہماک سے خواہ کتاب کا متنوں پوری طرح سمجھ میں نہ آئے پڑھتا تھا۔ اس کتاب (جبکانام) افسوس ہے کہ اب یاد میں کے مطالعہ سے اسلام پر سچو سچوں کے اعتراف اور ان کے جو مسکت و شافی جوابات مولانا کیرانوی نے دیئے تھے وہ باوجود اسکے کہ یہ موضوع بالکل نیا تھا اور کتاب کا انداز تحریر نسبتاً پرانی اور کسی حد تک مغلق اردو میں تھا میں نے بڑے شوق سے پڑھے اور یہ چیزیں پوری طرح ذہن میں راسخ ہو گئیں اور اسی وقت سے بخوش طبعی اب تک قائم ہے کہ اگر کہیں کسی مستحی مناظرے سے سابقہ پڑا تو میں اُس سے پوری طرح مقابلہ کر سکوں گا۔ اس مناظرہ کی روداد میں ڈاکٹر وزیر خاں کا نام بھی بارہا نظر سے گزرا اور وہ نام آج تک یاد ہے۔ مولانا کیرانوی کی گرانقدر تصانیف میں اعجاز عیسوی کو خاص درجہ حاصل ہے اس میں مولانا نے موجودہ بائبل جسکی ترویج و اشاعت میں عیسائی مبلغین نے کیا کے ہر گوشہ میں ساعی نظر آتے ہیں اور اسے قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں تفصیلی نظر ڈالکر اس میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تحریفات کو نہ صرف ظاہر کیا ہے بلکہ اسکی تمام تحریفات و اکاذیب کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اس کتاب کے جدید ترین ایڈیشن کے پیش لفظ میں مولانا محمد تقی عثمانی کی یہ یہ رائے بالکل صحیح نظر آتی ہے :

”اس میں انہوں نے تحریف بائبل پر سب سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے اور

اس لحاظ سے اس کتاب کی کوئی نظیر عربی فارسی یا اردو میں موجود نہیں ہے بلکہ انگریزی

زبان کی بھی کسی کتاب میں اتنے استقصاء کے ساتھ بائبل کے تضادات غلطیوں اور

تحریفات کا بیان میری نظر سے نہیں گزرا“

یہ کتاب عرصہ دراز سے نایاب اور تقریباً ناپید تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کیرانوی کے پوتے اور جانشین جناب مولانا محمد شمیم صاحب جو ان کے قائم کردہ اور عالمی شہرت والے مدرسہ صولتیہ کو بڑے خوش اسلوبی کے ساتھ چلانے کے علاوہ خدمت حجاج پر بھی اپنے بزرگوں کی طرح مہم مہم عمل رہتے ہیں اس

کتاب کی از سر نو اور پہلے سے بہتر طباعت و اشاعت کا انتظام پاکستان میں کرایا اور اس کا زیر مطالعہ نیا ایڈیشن جو (۷۷) صفحات پر مشتمل ہے چونکہ مصنف کی عبارت امتدادِ زمانہ کے باعث ایک حد تک متروک اور موجودہ اردو داں نسل کے لئے جو عربی و فارسی سے نسبتاً کم واقف ہے بہت مشکل ہو کر رہ گئی تھی اس کو آج کی مروجہ سلیس و عام فہم اردو میں منتقل کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا نفع عام ہو سکے۔ اگر اہم کام کو مولانا محمد تقی عثمانی نے بڑی محنت و خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے اور ساتھ ہی مولانا کی اول الذکا اور مشہور ترین کتاب ”اظہار الحق“ کے نئے ایڈیشن پر مولانا عثمانی نے جو حواشی لکھے تھے ان میں سے وہ حواشی جو اس کتاب کے مضامین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بھی درج کر دیا ہے جس پر صدقِ دل سے ان کے لئے اور بڑا دم مولانا شمیم کے لئے دُعا ئے خیر نکلتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اہم کام یہ بھی کیا گیا ہے کہ مولانا نے بائبل کے جزو نسخوں سے جو ان کے وقت میں رائج تھے جو عبادت میں نقل فرمائی تھیں وہ اب بہت فرسودہ اور قدیم ہو چکے تھے اور اب ان کے جو جدید ترجمے شائع ہیں وہ قدیم اور مولانا کے پیش نظر نسخوں کے مقابلہ میں خاصے مختلف ہیں ان اختلافات کی بھی توضیح حاشیہ کے ذریعہ کر دی گئی ہے تاکہ عمداً غلط فہمی کی مناظرین کو اعتراض کا کوئی موقع نہ ہو سکے۔

مصنف والا نشان نے جو مقدمہ یا تمہید اعجازِ عیسوی کے شروع میں تحریر فرمائی ہے اس میں اس کتاب کی تالیف کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریف کا مطلب واضح کیا گیا ہے اور بائبل کے ان تراجم کے حوالے دیئے گئے ہیں جن سے مولانا نے عبادت میں تعلق کر کے بائبل میں ہونے والی تحریفات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ بائبل عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے نام سے دو حصوں میں منقسم ہے مولانا نے ان دونوں میں شامل جملہ کتب کے نام لکھ کر ان میں موجود تحریفات کی وضاحت کی ہے اور اس اختلاف کو بھی واضح کیا ہے کہ موجودہ تواریخ (عہدِ عتیق) کے زمانہ تصنیف سے متعلق اور یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کو کہ کتابِ پیدائش سے لے کر کتابِ استثناء تک پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ کی تصنیف ہیں (وحی الہی کے قرآنی تصور سے بالکل مختلف) لیکن یہ دعویٰ ان پانچوں کتابوں کے ہر باب اور ان کے ہر فقرہ کے بارے میں بالکل غلط ہے اس کو مولانا نے بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے۔

اسی طرح عہدِ جدید پر مشتمل کتب میں ایک وہ جن کی محنت مسیحیوں کے مقدمہ جہور نے تسلیم کی ہے مثلاً انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل یوحنا، انجیل لوقا اور دوسری وہ کتابیں جن کی صحت کے بارے میں مسیحیوں میں اختلاف ہے پر مولانا نے تحقیقی نظر اختصار کے ساتھ ڈالی ہے اور ان کے مصنفین کے بارے میں جو اختلاف چلا

آ رہا ہے اس کو بتایا ہے اور ان کتب مذہبی کی تحقیق کے سلسلہ میں زمانہ قدیم میں عیسائی علماء کی جو مجلسیں مختلف مقامات پر ہوئیں اور ان میں متعدد کتب کو مشکوک و نامعتبر قرار دیکر خارج کر دیا تھا اور بعض نئی کتب کو واجب التسلیم قرار دیا تھا ان کی تفصیل درج کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اس وقت موجودہ مسیحیوں کے اخلاص نے جو فیصلے ان کتب مذہبی کے استناد کے بارے میں کئے تھے ان کو رو من کی تھولک مسیحی اب تک صحیح مانتے ہیں لیکن بعد میں مارٹن لوتھر کے قائم کردہ فرقہ پروٹسٹنٹ نے ان میں سے اکثر کو تسلیم کرنے سے بالکل انکار کر دیا ہے۔ کتاب کی تیسری فصل میں ان مقدس سمجھی جانے والی کتب میں وقتاً فوقتاً جو تحریفات ہوئی ہیں ان کے اسباب تفصیل سے بتائے گئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر تحریف کے ساتویں سبب کی ایک عبارت ملاحظہ ہو :

وحواریوں کے زمانہ ہی سے ملحدوں اور بددیانت لوگوں کو کتب مقدسہ میں تحریف اور جعل سازی کا پورا پورا موقع میسر آ گیا انہوں نے یہ سوچ کر کہ اچھے لوگ تو مصائب میں مبتلا ہونے کے سبب ان کی تحریف و جعل سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکتے لہذا ہمارے جعل سازی کا کام چاہے گی۔ کتب مقدمہ میں تحریف و جعل سازی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہوگا۔^۹ تک اس جعل سازی کا بازو خوب گرم رہا اور دسویں صدی میں تو جعل سازی کا کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔“ (صفحہ ۷۵ - ۷۶)

کتاب کی فصل میں صفحہ ۸۴ سے ۹۶ تک اس دعویٰ پر دلائل قائم کئے گئے ہیں کہ موجودہ تورات حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں اور اس دعویٰ کے اثبات میں موجودہ عبادتوں ہی سے دلائل فراہم کئے گئے ہیں مثلاً کتاب گنتی کے باب ۱ کی آیت ۲ اس طرح ہے :

”اور موسیٰ روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا۔“

اسپانی نوزا کا قول ہے کہ یہ جملہ اس بات کا غماز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف میں ہو سکتے کیونکہ متکبر سے متکبر انسان بھی اپنی تعریف میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا چہ جائیکہ موسیٰ جیسا بغیر مذاہب کہہ قرین قیاس ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ کا عقیدہ مند کوئی دوسرا ہی شخص تھا۔ تورات ن تحریف اور اس میں مندرج اختلافات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد عہد جدید کی کتابوں پر بھی اسی حقانہ انداز میں مولانا نے روشنی ڈالی ہے اور ان میں پائی جانے والی تحریفات کو دلائل کے ساتھ پیش فرمایا ہے

اور اس سلسلہ میں عیسائی علماء کے اعترافات جو اس سلسلہ میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں پیش کئے ہیں۔ اس موضوع کی فصل چہارم میں انبیاء اور حوالہ یوں کے بارے میں عیسائیوں کے اقوال پیش کئے گئے ہیں جن کی رو سے ان کی تمام تحریریں الہامی نہیں قرار پاسکتی ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ انجیل کی تحریر انجیل نویسوں کے سہ اور کوتاہیوں سے خالی نہیں اور اکثر مقامات میں ان کی روایتوں میں اتنا شدید اختلاف ہے کہ دور اندک تاویلات سے بھی مشکل کچھ توافق پیدا ہوتا ہے مثلاً وہ اختلاف جو مسیح کے ولادت کے زمانہ کے باب میں اناجیل لوکا اور متی اور ان کے ترجموں میں پایا جاتا ہے۔

ایک فصل (صفحہ ۴۵۲) میں بتایا گیا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انبیاء گناہوں سے حتیٰ کہ سب سے بڑے گناہ ثمرک اور بت پرستی سے بھی معصوم نہ تھے اور کرامت کا صدور اور روح القدس سے محض مستفیض ہونا نہ نبوت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی۔ اس سلسلہ میں ان مقدس کتب کے حوالہ سے حضرت میلان پر بت پرستی، حضرت لوط پر اپنی بیٹیوں سے حالت مدہوشی میں زنا، حضرت نوح پر شراب نوشی اور حضرت داؤد پر زنا و ظلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب پر جھوٹ کے الزامات صاف لفظوں میں عائد کئے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ انبیاء تبلیغ دین میں بھی جھوٹ بولتے تھے۔ معاذ اللہ۔

کتاب میں شہور پادری فنڈر جس کا ذکر اوپر چکا اس کی کتاب میزان الحق کے ایک باب کی تیسری نسل جس میں مسلمانوں (جن کے لئے پادری مذکور نے قصداً محمدیوں کا لفظ استعمال کیا ہے) کے ان دعوؤں کا جو وہ عیسائیوں کی تردید میں لاتے ہیں رد پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی مثلاً یہ دعویٰ کہ عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں تحریف و تبدیلی ہوئی باطل ہے مولانا کیرانوی نے عام مناظرین کی طرح تلخ و تند لہجہ اختیار کئے بغیر متانت و سنجیدگی سے ان مسیحی پادریوں کے تمام دلائل کے شافی اور مسکت جوابات دیئے ہیں مثلاً یہ دکھایا ہے کہ بائبل میں فلاں جگہ تاریخ میں تبدیلی پائی جاتی ہے اور فلاں جگہ مقامات کے نام میں فرق ملتا ہے۔ فلاں جگہ پوری آیت تبدیل شدہ نظر آتی ہے اور فلاں جگہ گنتی میں فرق نظر آتا ہے۔

تحریف اناجیل کے جواب میں پادری صاحب نے تحریف قرآن کا جو انوکھا دعویٰ اپنی اس کتاب میں فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں شیعہ فرقہ کے بعض مزعومات کو دلیل راہ بنایا ہے۔ مولانا نے اس کے الزامی اور تحقیقی دونوں طرح کے جوابات دے کر پادری صاحب کے سارے دعوؤں کی عمارت بالکل منہدم کر کے رکھ دی ہے اس سلسلہ میں مولانا نے شیعہ علماء کے بھی وہ اقوال درج کئے ہیں جن قرآن کی پوری حقانیت

کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ پادری صاحب قرآن کی کتابت میں سہو کاتب مختلف مقامات پر ثبات فرما چاہا ہے، مولانا نے اس کو ہر اعتبار سے غلامناک اور پادری صاحب کی خیال آرائی کو محض توہم ٹھہرایا ہے اور پادری صاحب کو چیلنج دیا ہے کہ وہ کسی ایک جگہ بھی قرآن میں عبارت کے ایسے اختلاف کی نشاندہی کریں جس سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ کون سی عبارت اہلی ہے اور کونسی اپنی طرف وضع کی گئی ہے۔ (جیسا کہ مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں کثرت نظر آتا ہے اور جسے خود مسیحی محققوں نے بھی تسلیم کیا ہے، تو ان کے اس قسم کے دعاوی سہو کاتب وغیرہ کو درست مانا جاسکتا ہے۔

خاتمہ کتاب میں عیسائی مذہب میں ہونے والے گونا گوں تغیرات جو ان کی کتب مقدسہ میں مسلسل تحریف کے نتیجہ میں ہوئے، کو دکھایا گیا ہے کہ اہل مسیحی مذہب باقی نہیں ہے اور اسکی جگہ دین پولسی لے چکا ہے اور دین پولسی بھی (مسیحی فضلاء کے بیانوں کے مطابق) کئی سو سال تک دجالوں اور بہت پرستوں کے زیر اثر رہا اور مسیحیوں کی کتب مقدسہ مدت دراز تک انہی دجالوں کے پاس رہیں۔ اسکے بعد مولانا نے آج کے عیسائیوں سے درمندانہ خطاب کیا ہے :-

”و بھلا اب تم کس لئے ایسے دین اور ایسی کتب کے حامی بنے ہوئے ہو۔ کیوں نہیں تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ابدی نجات حاصل کر لیتے ہو؟“

آخر میں مولانا کی بڑی مؤثر مناجات درج ہے۔ یہ غالباً من وعن مولانا ہی کی عبارت میں ہے۔ اس کے چند تمہیدی جملے ملاحظہ ہوں :

”اے رب العالمین تو جو ساری چیزوں پر قادر ہے اور نبی آدم کے دلوں کو شیطان کے وسوسوں سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں راہِ راست پر لا اور ان کو جو تعصب کی راہ سے دین محمدی کے دشمن ہو رہے ہیں تعصب سے چھڑا اور انکو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ کو تلاش کریں اور تیرے نبی آخر الزمان پر ایمان لا کر نجات ابدی اور حیاتِ مرمی پائیں۔ (ص ۷۷)

میرے لئے یہ امر انتہائی فخر و اعزاز کا باعث اور انشاء اللہ موجب خیر و برکت ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ کی انویٰ جیسے مجاہد عظیم اور عالم جلیل کی اس قدر مہتمم بالشان کتاب پر کچھ لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں اس کا حق ادا نہیں کر سکا مگر مجھے یقین ہے کہ اس

حقیقت کے اعتراف میں کسی کو ذرا بھی تردد اور شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی انوی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی رد عیسائیت، ابطال تثلیث، اسلام کے بنیادی عقائد و مسائل کے دفاع و تحفظ میں تمام تصانیف اپنی جگہ ہمیشہ اور ہمیدہ وقیع و اہم ہیں جن کا رد یا جواب آج تک عیسائی اور یہودی علماء نہ دے سکے۔ اسلام کی حقانیت، تحفظ ختم نبوت اور رسالت محمدی، قرآن کریم کا غیر منحرف ہونا اور اسی نوع کے بیشمار بنیادی و فروعی مسائل جو اعدائے اسلام نے پیدا کر رکھے ہیں ان کے سد باب میں حضرت مولانا کیرانوی صاحب کی کتابیں واحد مرجع، مستند ماخذ اور بیحد کاآمد تھیاد کا مصداق ہیں۔

اس زمانہ میں قادیانیت، شیعیت، یہودیت، بہائیت اور اسی نوع کے فتنوں کے مقابلہ اور روک تھام کے لئے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی تصانیف پورا دفاع کیا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر یہ کتاب ”اعجاز عیسوی“ تو ان تمام امثلہ، دلائل و براہین اور دقیق علمی و تحقیقی حوالوں کا یکجائی ذخیرہ ہے جن سے اسلام کے خلاف تمام شکوک و شبہات، گمراہ کن نظریات اور مذاہب باطلہ کی بے بنیادی ثابت ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر انجیلوں اور بائبل کا کھوکھلا پن عیاں ہو جاتا ہے کہ ان میں سوائے من مانی تحریفات کے اور کچھ نہیں۔

دل چاہتا ہے کہ ہمارے دینی و عربی مدارس میں فارغ ہونے والے طلباء کے لئے اور مدرسین اساتذہ کرام کے لئے اس قسم کی چند کتابوں سے استفادہ و مطالعہ لازمی قرار دیا جائے کہ زمانہ اور حالات اس کے مقتضی ہیں۔ ہر ملک میں جگہ جگہ اسلام کے خلاف جو ذہنی، فکری اور علمی سازشوں کا زور شور بڑھتا جا رہا ہے وہ کسی صاحب عقل و ہوش سے پوشیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام علماء کو اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ اپنی کاوشوں اور قربانیوں سے ہمارے لئے علوم و معارف کے یہ خزانے چھوڑ گئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلٰی اٰخِرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اٰجَمَعِیْنَ ۝

حکیم محمد عبد القوی دہریا بادی

لکھنؤ

۱۵ اگست ۱۹۸۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى

پیش لفظ

ان حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نائب صدر دارالعلوم کراچی
جسٹس سپریم کورٹ (شرعیٹ اپیلٹ بینچ) پاکستان

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آخری دور میں
عیسائی مذہب کی تنقید و تردید کے لئے گویا خاص طور پر چن لیا تھا۔ انہوں نے ردِ عیسائیت کے موضوع
پر اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں اپنی گرانقدر تالیفات کا جو عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے، ماضی میں اس
کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے عیسائیت کی تردید پر قلم اٹھانے سے پہلے اس مذہب کا اس کے
مستند علماء کی معتبر کتابوں کے ذریعے بنظر غائر مطالعہ فرمایا اور اس مقصد کے لئے نہ صرف انگریزی بلکہ
عبرانی، سریانی اور یونانی زبان کی کتابوں سے استفادہ کیا اور اس کام میں ان کے معاون خصوصی
ڈاکٹر وزیر خان صاحب مرحوم نے ان کی بطور خاص مدد کی۔ یہاں تک کہ شاید ہندوستان کا کوئی
بڑے سے بڑا پادری بھی عیسائی مذہب کی معلومات میں حضرت مولانا کی ہمسری نہ کر سکتا ہو۔

اس وسیع و عمیق مطالعہ کے بعد انہوں نے عیسائیت کی ایک ایک گمراہی پر جس بسط و تفصیل
اور تحقیق و تنقید کے ساتھ قلم اٹھایا۔ اس نے صحیح معنی میں عیسائیت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔
اور عیسائی علماء کے دلائل کے پر خچے اڑا دیئے۔

ردِ عیسائیت کے موضوع پر حضرت مولانا کی جامع ترین کتاب ”اظہار الحق“ ہے جو عربی زبان
میں بار بار شائع ہوئی ہے اور اس کے ترجمے دنیا کی مختلف زبانوں میں چھپ چکے ہیں۔ سب
سے آخر میں اس کا اردو ترجمہ احقر کے استاذ محترم حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا تھا جس کی تکمیل اور تشریح و تحقیق کی سعادت مجھے ناچیز کو حاصل ہوئی۔ یہ ترجمہ احقر کے

مقدمے اور حواشی کے ساتھ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے تین جلدوں میں مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہو چکا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس کی اشاعت سے اس موضوع پر عہد حاضر کا ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہوا ہے اور اس کی بدولت کجنامہ شدہ بہت سے عیسائیوں کو اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی ہے۔

حضرت مولانا کی دوسری کتاب "اعجازِ عیسوی" اردو زبان میں ہے اور اس میں حضرت مولانا نے بائبل کی تحریف کے موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اگرچہ تحریفِ بائبل کا باب "اظهار الحق" میں بھی موجود ہے اور اس موضوع پر انہوں نے اپنی بعض دوسری کتابوں میں بھی تفصیل بحث کی ہیں، لیکن "اعجازِ عیسوی" صرف اسی بحث کے لئے مخصوص ہے اور اس میں انہوں نے تحریفِ بائبل پر سب سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے اور اس لحاظ سے اس کتاب کی کوئی نظیر عربی، فارسی یا اردو میں موجود نہیں ہے بلکہ انگریزی زبان کی کسی کتاب میں بھی اتنے استقصاء کے ساتھ بائبل کے تضادات، غلطیوں اور تحریفات کا بیان میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب عرصہ دراز سے بالکل نایاب تھی۔ بعض کتب خانوں میں اور بعض اہل ذوق کے پاس اس کے چند قدیم اور بوسیدہ نسخے ہوں تو ہوں، لیکن عام طور سے یہ کتب خانوں میں بھی دستیاب نہ تھی۔

حضرت مولانا کیرانوی قدس سرہ کے نبیرہ محترم برادرِ مکرم جناب مولانا محمد شمیم صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ صولیتہ مکہ مکرمہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے کا داعیہ پیدا فرمایا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مجھ ناکارہ سے اس کی طباعت و اشاعت کے انتظام کے لئے اصرار فرمایا۔ بلکہ کتاب کے دو نسخے بھی ہندوستان سے مہیا کر کے بھجوا دیئے اور اس کو منظرِ عام پر لانے کے لئے مالی انتظام کا بھی وعدہ فرمایا۔ لیکن کتاب کو جوں کاتوں شائع کرنے میں ایک دشواری یہ تھی کہ کتاب کی اردو زبان اتنی پرانی تھی کہ آج کے اردو داں حضرات کے لئے اس کو سمجھنا اور روانی کے ساتھ اسے پڑھ کر اس سے استفادہ کرنا بہت مشکل تھا۔ دوسری

طرف کتاب کے الفاظ اور عبارتوں کو حضرت مصنفؒ کی وفات کے بعد بدلنا بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔
بالآخر سوچ بچار کے بعد یہ صورت ذہن میں آئی کہ کتاب کی عبارت آج کی زبان کے مطابق سلیس
بنا کر لکھ دی جائے تاکہ قارئین کے لئے اس سے استفادہ ممکن ہو اور اس کو بعینہ ”اعجازِ
عیسوی“ نہ کہا جائے بلکہ ”اعجازِ عیسوی“ پر اپنی ایک نئی کتاب ”اعجازِ عیسوی جدید“ قرار دیا جائے۔
آج کل اس طرح بہت سی قدیم کتابیں نئی عبارتوں کے ساتھ شائع کرنے کا رواج ہو گیا ہے
جسے تحریرِ جدید (Rewriting) کہا جاتا ہے، چنانچہ بنام خدا تعالیٰ ”اعجازِ عیسوی“
کی تحریرِ جدید کا فیصلہ کر لیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی دو مزید کام ضروری معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ احقر نے ”بائبل
سے قرآن تک“ پر جو حواشی لکھے تھے وہ متعلقہ مضامین کی تفہیم اور تشریح و تفصیل کے لئے
مفید ثابت ہوئے تھے۔ خیال ہوا کہ اس کتاب میں بھی متعلقہ مقامات پر وہ حواشی منتقل کر
دیئے جائیں تاکہ قارئین کے لئے مزید بصیرت کا موجب ہوں۔ دوسرے یہ کہ حضرت مولانا
کیرانوی قدس سرہ نے بائبل کے جن نسخوں سے عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ اب بہت ہی
پرانے ہو چکے اور ان کے بعد جو جدید ترجمے شائع ہوئے ہیں ان میں قدیم ترجموں کے مقابلہ
میں خاص اختلافات بھی ہیں لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ ان اختلافات کو بھی حواشی کے
ذریعے واضح کیا جائے۔

احقر کے لئے اپنی گونا گوں مصروفیات کی بنا پر یہ سارے کام ممکن نہ تھے۔ اس لئے
احقر نے یہ کام مولانا حسین احمد نجیب صاحب کے سپرد کئے جو اس وقت دارالعلوم کے شعبہ تالیف و
تصنیف کے رفیق تھے۔ انہوں نے ما شاء اللہ تحریرِ جدید کا کام تو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور
کہیں کہیں ”بائبل سے قرآن تک“ کے حواشی بھی منتقل کر دیئے اور چند مقامات پر خود اپنی طرف
سے بھی بعض حواشی کا اضافہ کیا۔ لیکن حواشی کی تکمیل نہ کر سکے تھے کہ ان کو بعض دوسری مصروفیات
پیش آگئیں اور وہ اس کام کی تکمیل کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

اس کے بعد احقر نے اپنے برادرِ غم زاد جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی صاحب درخواست کی کہ باقیماندہ کام کی تکمیل وہ فرمادیں۔ چنانچہ انہوں نے بحمد اللہ مختصر مدت میں متعلقہ مقالات پر ”اظہار الحق“ کے حواشی کو یہاں منتقل بھی فرمادیا اور ساتھ ساتھ بائبل کے ترجموں کے اختلافات کو نئے حواشی کے ذریعہ واضح بھی فرمادیا۔ مولانا نجیب صاحب نے اصل متن میں بائبل کے موجودہ تراجم کی عبارتیں نقل کی ہیں اور مولانا محمد محترم صاحب مدظلہم نے اختلافات کے مقام پر حاشیے میں ان قدیم نسخوں کی عبارتیں درج فرمادی ہیں جو حضرت مولانا کیرانوی قدس سرہ کے پیش نظر رہے ہیں۔

اس طرح بحمد اللہ حضرت مولانا کیرانویؒ کی کتاب ”اعجازِ عیسوی“ اپنے جدید پیرہن میں اشاعت کے لئے تیار ہو گئی۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی میں زیر اشاعت کتب کی فہرست خاصی طویل تھی اور اس کتاب کا نمبر آتے آتے وقت لگ جاتا اس لئے احقر کے برادرِ ارادہ عزیز مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور نے اس کو اپنے ”ادارہ اسلامیات“ سے شائع کرنے کا بیڑہ اٹھالیا اور اب ان کی محنت و کوشش سے بفضلہ تعالیٰ تحریفِ بائبل کے موضوع پر گرانقدر معلومات کا یہ بے نظیر ذخیرہ پہلی بار منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ یہ لفظ بہ لفظ مولانا کیرانویؒ کی اصل کتاب ”اعجازِ عیسوی“ تو نہیں ہے، لیکن اعجازِ عیسوی ہی کے مضامین و معانی کی جدید تعبیر ہے اور بحمد اللہ اس بات کا اطمینان کر لیا گیا ہے کہ مفہوم و معنی میں کہیں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازیں اور یہ کہ کتاب عیسائی صاحبان کے لئے ذریعہ ہدایت، مسلمان اہل علم کے لئے ذریعہ معلومات اور اس کے مصنف، مؤلف، ناشر اور اشاعت کی کوشش کرنے والے تمام حضرات کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہو۔ آمین !

محمد تقی عثمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ مصنف

لاکھ لاکھ شکر اور تعریف اس خدائے پاک کو کہ جس نے ہم کو اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل خلعتِ ایمان سے ممتاز کر کے یہ توفیق دی کہ ان شبہات و اعتراضات کو ہم دور کریں جو اسلام کے منکر اور ملحدین ملتِ اسلامیہ پر تعصب یا بے وقوفی کے سبب سے وارد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان خرابیوں سے واقف کر دیا جو پھلی کتب مقدسہ میں ملحدین کی خباثت یا ان لوگوں کی ثمرات کے سبب واقع ہو گئی تھیں جو ٹھیک ٹھیک اس آیت کے مصداق ہیں کہ :-

”قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا -

”پس خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان خرابیوں سے ہمیں اس طرح باخبر فرما دیا کہ ہمارے لئے آسانی سے ان کتابوں میں تحریف کا اثبات ممکن ہو گیا۔ اور ہزار ہزار درود و سلام سرورِ انبیاء و محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جن پر وہ معجزانہ کلام نازل ہوا جس کے ایک حرف میں بھی کسی ملحد یا منکر کو تحریف کی جرات نہ ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ :-

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ -

”بلاشبہ ہم نے ہی، نصیحت کی کتاب اتاری ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کر نیوالے ہیں۔“

اور خدا کی سینکڑوں رحمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر جن کے وسیلہ سے کفر و گمراہی کا نقش دنیا سے مٹا اور مخلوق کے دل میں بت پرستی، آتش پرستی اور تثلیث کے خار و خس کے بجائے توحید کے پودے پروان چڑھے۔

اما بعد !

اگر فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادری صاحبان صرف بائبل کے ترجمے بانٹنے اور سننے پر اکتفا کرتے تو مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن یہ لوگ اپنی تقریر و تحریر میں نہ صرف اصول اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، بلکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی تحریر و تقریر میں یہ دعوے بھی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان اعتراضات کا جواب دے گا

۱۔ آج کل عیسائیوں کے دو بڑے فرقے معروف ہیں، ایک فرقہ رومن کیتھولک (Roman Catholic)

کہلاتا ہے، یہ عیسائیوں کا قدیمت پسند فرقہ ہے اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عیسائیت کے اصلی اور قدیم اعمال و نظریات پر قائم ہے۔ دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ (Protestant) کہلاتا ہے۔ یہ فرقہ سولہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی مارٹن لوتھر نے یہ دعوے کیا تھا کہ کلیسا کے پاپاؤں نے عیسائیت کی اصل شکل و صورت بگاڑ دی ہے اور اس میں بہت سی بدعتیں شامل کر دی ہیں۔

”پروٹسٹنٹ“ کے لغوی معنی ”اجتہاد کرنے والے“ کے ہیں۔ اور چونکہ اس فرقہ نے کلیسا کے پاپاؤں سے ان بدعتوں پر احتجاج کیا تھا اس لئے اس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے درمیان بہت سے نظریاتی اختلافات ہیں۔ جن میں سے اہم ترین یہ ہیں کہ مؤخر الذکر فرقہ ہیتسمہ اور عشار ربانی کے سوا کسی اور مذہبی رسم کا قائل نہیں جب کہ رومن کیتھولک کلیسا میں بہت سی مذہبی رسوم ابھام دی جاتی ہیں۔ نیز رومن کیتھولک فرقہ چودہ ایسی کتابوں کو بھی بائبل میں شامل کرتا ہے جو کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے نزدیک اس میں شامل نہیں ہیں۔ :-

توہیں کوئی رنج نہیں ہوگا۔

جن مسائل میں ہمارا عیسائیوں سے اختلاف ہے اور جن پر ان کی طرف سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہے ان میں سے ایک اہم مسئلہ تحریف کا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باقی تمام مسائل اسی کی فرع ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے اور اس میں عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی کتابوں کا حال ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ اس سے مسلمانوں کے دعویٰ کی حقانیت بخوبی واضح ہو سکے۔

تحریف کا مطلب

سب سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں :-
 ۱) تحریف کا مطلب ہے کسی بات کو بدل ڈالنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحریف معنوی یعنی کسی عبارت کے الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی رد و بدل نہ کیا جائے لیکن اس کے معنی بگاڑ دیئے جائیں۔ دوسری تحریف لفظی یعنی عبارت کے الفاظ ہی میں ترمیم کر دی جائے۔ پھر ”تحریف لفظی“ کی بھی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ رکھ دیا جائے۔ دوسری یہ کہ عبارت میں کوئی لفظ اپنی طرف سے بڑھا

۲) یعنی مسلمان یہ کہتے ہیں کہ بائبل کی کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے اور وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں جبکہ عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ الہامی کتابیں ہیں اور ان میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

۳) عہدِ عتیق یا پرانا عہد نامہ old testament بائبل کا پہلا حصہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت ملاخیا ملاکی (علیہ السلام تک مختلف پیغمبروں پر نازل ہونے والے صحیفے جمع کئے گئے ہیں اور ”عہدِ جدید“ یا ”نیا عہد نامہ“ New testament بائبل کا دوسرا حصہ ہے جس میں چاروں انجیلیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف منسوب خطوط اور مکاشفات وغیرہ ہیں۔

دیا جائے اور تفسیری یہ کہ عبارت کا کوئی لفظ حذف کر دیا جائے۔

(۲) تحریف معنوی کے مسئلہ میں ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، یعنی عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بائبل کی تشریح و تعبیر میں تحریف معنوی واقع ہوئی ہے اور لوگوں نے اس کی عبارتوں کو من مانے مفہوم پہنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ تحریف لفظی کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ بائبل میں تحریف نہیں ہوئی اور ہمارا دعوے ہے کہ ان میں تحریف ہوئی ہے لہذا اس کتاب میں تحریف معنوی سے کوئی بحث نہیں ہوگی۔ اس کتاب میں ہمارا موضوع تحریف لفظی کا اثبات ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے تین مقصدوں میں اسی تحریف لفظی کو ثابت کیا جائے گا۔ یعنی اصل موضوع تو اسی کا بیان ہو گا خواہ ضمتا کوئی دوسری بات بھی آجائے۔

(۳) اس کتاب میں خود عیسائی مذہب کے محقق علماء کے اعتراضات سے انشاء اللہ یہ بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کہ ان کی مقدس کتابوں میں بعض جگہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل گیا ہے، بعض جگہ کوئی لفظ یا جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا گیا اور بعض جگہ سے کوئی لفظ یا جملہ سرے سے اڑا دیا گیا ہے اور اسی کو ہم تحریف کہتے ہیں۔ خواہ عیسائی حضرات اس کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ تبدیلی بددیانت لوگوں کی شرارت سے قصداً ظہور میں آئی، خواہ یہ کہیں کہ اس کا سبب تو اثر لفظی کا مفقود ہونا ہے، خواہ یہ کہیں کہ کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے اور خواہ یہ کہیں کہ اصلاح دینے والوں سے وہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے دعوے میں ”تحریف“ عام ہے، خواہ وہ قصداً واقع ہوئی ہو یا بغیر قصد و ارادہ کے۔

(۴) اس کتاب میں عیسائیوں کی جو بات بھی نقل کی جائے گی وہ پروٹسٹنٹ یا رومن کیتھولک فرقوں کی معتبر اور مستند کتابوں سے منقول ہوگی۔ مثلاً یوسی بیس کی تاریخ تفسیر ہارن مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء یا ہنری واسکاٹ کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۶ء یا لارڈ ٹرنر کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۶ء (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) اور جارج ڈاہلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر

مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء لیکن چونکہ اردو ادرا انگریزی زبان کے محاوروں میں بڑا فرق ہے اس لئے ان کتابوں کے اقتباسات مجموعی مفہوم اور حاصل مضمون کے مطابق ہوں گے، ان کا لغوی ترجمہ نہیں ہوگا۔

(۵) کتب مقدسہ (بائبل) کی عبارتوں کا وہ ترجمہ نقل کیا جائے گا جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادریوں نے کیا ہے۔ یہ اقتباسات حسب ضرورت کبھی صرف اردو ترجموں سے لئے جائیں گے۔ کبھی اردو اور فارسی دونوں سے اور کبھی اردو، فارسی اور عربی تینوں سے، اور کبھی زیادہ ضرورت ہوگی تو انگریزی ترجموں کا حوالہ بھی دے دیا جائے گا۔ کیونکہ پروٹسٹنٹ حضرات کی عادت یہ ہے کہ جب بائبل کی کوئی عبارت اُن کے خلاف پڑتی ہے تو وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں مترجم نے ترجمہ غلط کیا ہے، حالانکہ وہ مترجم بھی انہی کے فرقہ کا ہوتا ہے۔ متعدد تراجم نقل کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ جب مختلف مترجموں کے ترجمے سامنے آئیں گے تو شاید وہ ایسا ارشاد نہ فرمائیں اور اگر فرمائیں بھی تو فریق ثانی کو اس صورت میں کافی گنجائش ہوگی۔ (۶) چونکہ بائبل کے ترجمے بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہاں ہم اُن ترجموں کے حوالے درج کئے دیتے ہیں جن سے ہم نے اقتباس لئے ہیں۔

(i) (۱) صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں (تورات) کا ترجمہ جو ۱۸۲۲ء میں شیولرام پور کے چھاپہ خانہ میں چھپا ہے۔

(ii) پورے عہد عتیق کا اردو ترجمہ جو کلکتہ سے دو جلدوں میں چھپا ہے، پہلی جلد کتاب پیدائش سے لے کر کتاب استراک ہے اور ۱۸۲۲ء میں طبع ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب ایوب سے کتاب ملاکیا (یا ملاکی) تک ہے اور ۱۸۲۳ء میں چھپی ہے۔

(iii) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور چار جلدوں میں طبع ہوا ہے پہلی جلد کتاب پیدائش سے کتاب استثنائہ تک ۱۸۳۹ء میں لندن سے چھپی

ہے اور باقی تین جلدیں ۱۸۳۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی ہیں۔

(۱۷) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور دو جلدوں میں ۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۱ء میں شہر اڈنبرگ سے شائع ہوا ہے۔

(۱۸) عربی ترجمہ جو عہد عتیق اور عہد جدید دونوں پر مشتمل ہے اور ۱۸۳۱ء میں لندن سے ایک ہی جلد میں چھپا ہے۔

(۱۹) صرف عہد جدید کے اردو ترجمہ جو ۱۸۲۶ء، ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوئے ہیں۔

(۲۰) صرف عہد جدید کا فارسی ترجمہ جو ۱۸۴۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا ہے۔

(۲۱) پروٹسٹنٹ اراکے انگریزی سرشار تراجمہ جو ۱۸۱۱ء، ۱۸۲۰ء، ۱۸۳۰ء اور ۱۸۳۶ء میں چھپے ہیں۔

(۲۲) رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ جو ۱۸۱۱ء میں ڈبلن سے شائع ہوا۔

(۲۳) اس کتاب میں بسن مقامات پر ہم کچھ لہجہ کے کتبوں سے جس اقتباسات نقل کریں گے اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم خدا نخواستہ ان ملحدوں کا اچھایا ان کے کلام کو سند سمجھتے ہیں یا ان کی تشریروں ہمیں پسند ہیں، حاشا وکلا! واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام ملحدین ہمارے نزدیک کافر اور مردود ہیں اور ان کی باتیں کافرانہ اور قابل نفرت ہیں۔ کیونکہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دشمن کو ایسا ہی قابل نفرت سمجھتے ہیں جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کو، اور یہ عقیدہ ہمارے مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ لیکن ان ملحدوں کے اقتباسات ہم نے صرف اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے پادروں نے جو اعتراضات اسلام پر یا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں وہ ان اعتراضات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں جو ملحدین نے تورات، انجیل اور دوسری کتب مقدسہ پر یا

حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں بلکہ درحقیقت پرنسٹن فرقی نے ایسے بے سرو پا اعتراضات انہی ملحدوں سے سیکھے ہیں اور بعض جگہ تو ان ہی کے اعتراضات کو جوں کا توں نقل کر دیا ہے۔

یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں رہ سکتی جس نے ملحدین کی کتابیں دیکھی ہوں۔ مثلاً اسپالی نوزا کی تصانیف، ٹولینڈ کی کتاب آمن ٹو مطبوعہ ۱۶۵۸ء، ولسٹن کے چھ رسالے جو ۱۸۲۶ء سے ۱۸۲۹ء تک چپے ہیں، کتاب مورل فلاسفر جو ۱۶۴۲ء میں چھپی ہے اور کتاب چپ جو ۱۶۴۸ء میں چھپی ہے، کتاب کسی ہومو مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ء، کتاب ٹومس پین کے اور کتاب جے ہوا ان ویلڈ (یعنی یہوداہ کی نقاب کشائی) مطبوعہ لندن ۱۸۱۶ء، کتاب بولنجر جس کا ترجمہ جانسن نے کیا ہے اور ۱۸۱۹ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے، کتاب کلاڈک مطبوعہ لیڈن ۱۸۳۹ء، کتاب ڈیوٹ مطبوعہ بوٹن ۱۸۴۳ء، کتاب لارڈ بولنگ بروک، کتاب ماس جو جرمنی زبان میں ہے، کتاب الایویامر، والٹیئر کی تصانیف، رسوا اور پالفری کی تصانیف، کتاب ریس گریفیہ کتاب اسمتھ اور کتاب نیومن فیزس آف فنیٹ وغیرہ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے اور ان میں سے اکثر ناموں کی فہرست پارکر کی کتاب کے آخر میں لگی ہوئی ہے اور اس قسم کی اکثر کتابیں لندن کے چاپ میں پریس میں چھپی ہیں اور مسلسل چھپ رہی ہیں۔ غرض الحاد نے جرمنی میں نہایت زیادہ اور وائس میں بکثرت سراٹھایا ہوا ہے اور لندن میں بھی اس قسم کے لوگوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔

(۸) اس کتاب کو ہم نے ایک مقدمہ تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے اور اس کا نام ”اعجاز عیسوی“ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسم باستمی بنائے اور اس کے مولف کا خاتمہ بخیر کر کے اُسے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اس کتاب کی تصنیف کا آغاز و اختتام ۱۲۶۰ھ میں ہوا۔

مقدمہ

فصل اول

عہد عتیق کی کتابیں اور ان کے مصنفین

عہد عتیق کی کتابیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ کتابیں جن کی صداقت کو تمام مسیحی اسلاف تسلیم کرتے تھے اور دوسری وہ کتابیں جن کی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا۔ پہلی قسم میں اڑتیس کتابیں ہیں :-

۱۔ عتیق کے معنی ہیں کہنہ، پرانا۔ چنانچہ زمانہ مسیح سے پیشتر جو کتابیں موجود تھیں ان پر عہد عتیق کی کتابوں کا اطلاق کیا گیا۔ منہ

۲۔ یہاں ان کتابوں کا مختصر تعارف ہو گا۔ پہلی پانچ کتابوں کے بارے میں عیسائی اور یہودی علماء کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بذریعہ وحی لکھی تھیں۔ انہی پانچ کتب کو یہ لوگ ”تورات“ یعنی (Pentateuch) کہتے ہیں۔ کتاب پیدائش میں حضرت آدم سے حضرت یوسف تک کے حالات ہیں۔ ”خروج“ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بنی اسرائیل کے صحرا میں خیمہ زن ہونے تک کے واقعات ہیں۔ ”اساء“ میں موسوی شریعت کے احکام ہیں، ”گنتی“ میں بنی اسرائیل کی مردم شماری اور یعنی واقعات و احکام مذکور ہیں۔ ”استنار“ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک کے حالات و واقعات اور احکام پر مشتمل ہے۔ یوشع یا یثوع میں حضرت یوشع علیہ السلام کے حالات ہیں اور قضاۃ یا قاضیوں کی کتاب بنی اسرائیل کے اس دور کی داستان ہے جب ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا بلکہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ ص ۳ سے آگے) ۱۵۹ اپنے قائد کو قاضی کہتے تھے۔ راعوت یا روت حضرت داؤد علیہ السلام کی پردادی کا نام ہے اور یہ کتاب انہی کے حالات پر مشتمل ہے۔ سموئیل کی دونوں کتابیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جن کے عہد میں طالوت اور جالوت کی لڑائی پیش آئی۔ سلاطین اول و دوم حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر شاہ صدقیاہ تک بنی اسرائیل کے مختلف بادشاہوں کی تاریخ ہے اور یہی موضوع اخبار الایام (موجودہ نام: تواریخ) کی دونوں کتابوں کا بھی ہے۔ کتاب اول عزرا حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس میں سائرس شاہ ایران کی مدد سے بنی اسرائیل کے یروشلم کو دوبارہ تعمیر کرنے کے واقعات مذکور ہیں۔ کتاب دوم عزرا کو آج کل خفیا کہتے ہیں اور اس کا موضوع بھی دوبارہ یروشلم کی تعمیر کے واقعات ہیں۔ کتاب ایوب حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی آزمائش کے قصے پر مشتمل ہے اور ادبی اعتبار سے بائبل کی مؤثر ترین کتابوں میں سے ہے۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والے حمد و ثنا کے ترانوں کا مجموعہ ہے۔ امثال سلیمان، حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقولہ ہائے حکمت کا مجموعہ ہے۔ کتاب جامعہ کو آج کل کتاب واعظ کہتے ہیں۔ یہ دونوں نام حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کے ہیں اور اس کتاب میں ان کی نصیحتیں مذکور ہیں۔

نشیۃ الانشاؤد کو آج کل غزل الغزلات کہتے ہیں اور یہ بقول نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہے ہوئے گیتوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب اشعیا یا الیسیاہ حضرت اشعیا بن اموص علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس میں ان کی بعثت کے حالات اور ان کی پیشین گوئیاں وغیرہ مذکور ہیں۔ کتاب یرمیاہ حضرت یرمیا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت اشعیا علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اس کتاب میں ان کی بعثت کے واقعات مذکور ہیں اور بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی چونکہ آپ ہی کے زمانہ میں ہوئی اس لئے اس میں یہ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مراثی الدنیا (جسے آج کل نوحہ کہتے ہیں) یروشلم کی تباہی پر کہے ہوئے مراثیوں کا مجموعہ ہے جسے اہل کتاب حضرت یرمیا علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حزقی ایل حضرت حزقیلؑ (باقی حاشیہ اگلے ص ۲۲ پر)

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱ سے آگے) پر نازل ہونے والی نصیحتوں اور پیشین گوئیوں کا مجرّم ہے۔ دانی ایل حضرت دانیال علیہ السلام کا صحیفہ ہے جن کو بخت نصر گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا۔ لیکن ان کی حکمتوں کی بنا پر انہیں صوبہ بابل کا گورنر بنا دیا گیا۔ اس میں بابل کے بادشاہوں اور خود حضرت دانیال علیہ السلام کے خواب مذکور ہیں۔

ہوشع یا ہوسیع علیہ السلام نویں صدی قبل مسیح کے اسرائیلی پیغمبر ہیں اور ان کے اس صحیفے میں رموز و تمثیلات کے پیرائے میں بنی اسرائیل کو ان کی بد اعمالیوں پر متنبہ کیا گیا ہے۔ یہی موضوع حضرت یوشل علیہ السلام اور حضرت عاموس علیہ السلام کے صحیفوں کا ہے۔ کتاب عبدیہ، حضرت عبدیہ علیہ السلام کے ایک خواب پر مشتمل ہے جس میں شہر اودم کے متعلق پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ کتاب یونان کا نام آج کل یونانہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کا نام ہے اور اس میں حضرت یونسؑ کے مبعوث ہونے کا واقعہ مذکور ہے جو مسلمانوں کے یہاں معروف قصہ سے قدرے مختلف ہے۔ کتاب مینیا یا میکاہ حضرت مینا موشی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو نویں صدی قبل مسیح کے اسرائیلی پیغمبر ہیں اور شاہ حزقیہ نے ان کی دعوت قبول کر کے نیکی اختیار کر لی تھی۔ ناحومؑ بھی بابل کے مطابق نبی ہیں۔ ان کے صحیفے میں ایک خواب مذکور ہے جس میں نینوا کی تباہی کی پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ جبوتق علیہ السلام بھی بقول تورات نبی ہیں اور ان کا زمانہ بعثت مشکوک ہے۔ بنظاہر آپ بخت نصر کے حملے سے پہلے کے ہیں۔ ان کے صحیفے میں ایک خواب مذکور ہے جس میں بخت نصر کے حملہ کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ صفنیہ یا صفونیہ علیہ السلام شاہ یوستیاہ کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ ان کے صحیفے میں بنی اسرائیل کو بخت نصر کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ حضرت حجّی اور حضرت زکریا علیہما السلام اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ بنی اسرائیل ایران میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان دونوں نے بنی اسرائیل کو یروشلم کو دوبارہ تعمیر کرنے کی ترغیب دی۔ واضح رہے کہ یہ وہ ذکر یا علیہ السلام نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ملاکی یا ملاخیا علیہ السلام عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں اور ان کے صحیفے میں بنی اسرائیل کی ناشکری (بقیہ حاشیہ ص ۲۳ پر)

۱۱، کتاب پیدائش (۲) کتاب خروج (۳) کتاب احبار (۴) کتاب گنتی ۱۲

(بقیہ حاشیہ ۲۲ سے آگے) پر ملامت کی گئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت ہے۔

۱۱ اردو ترجمے میں اس کا نام پیدائش ہے اور انگریزی میں (Genesis) ہے۔ اس میں زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانہ کی تاریخ ہے اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات پر ختم ہو گئی ہے اس کے ۵۰ باب ہیں۔ تقی

۱۲ اردو میں اس کا نام خروج ہی ہے اور انگریزی میں (Exodus) ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر ان کی دعوت اسلام، فرعون کے غرق اور کوہ سینا پر اللہ سے ہم کلامی کے واقعات اور تورات کے احکام مذکور ہیں اور یہ بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے واقعات پر ختم ہو گئی ہے۔ اسے خروج اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے مہرے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے اس میں کل چالیس باب ہیں۔ تقی

۱۳ اردو میں بھی اس کا نام "احبار" ہی ہے اور انگریزی میں (LEVITICUS) اس میں وہ احکام مذکور ہیں جو بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے دوران انہیں دیئے گئے۔ اس کے ۲۷ باب ہیں۔ تقی

۱۴ اردو میں گنتی اور انگریزی میں (Numbers) اس میں بنی اسرائیل کی مردم شماری سے لے کر ان کے کفان جانے سے پہلے تک کے احوال اور وہ احکام مذکور ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اردن کے کنارے دیئے گئے ہیں اس کے کل باب ۳۶ ہیں۔

(تقی)

(۵) کتاب استثناء (۶) کتاب یوشع (۷) کتاب القضاۃ (۸) کتاب راعوت (۹) کتاب اوسمویل (۱۰) کتاب دوم سموئیل (۱۱) کتاب اول سلاطین (۱۲) کتاب دوم سلاطین (۱۳) کتاب اول اخبار الایام (۱۴) کتاب دوم اخبار الایام (۱۵) کتاب اول عزرا (۱۶) کتاب دوم عزرا جس کو نحیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور داؤد (۱۹) امثال سلیمان (۲۰) کتاب جامعہ (۲۱) نشید الانشاد (۲۲) کتاب اشعیا (۲۳) کتاب یرمیاہ (۲۴) مراثی یرمیاہ (۲۵) کتاب حزقی ایل (۲۶) کتاب دانیال (۲۷) کتاب ہوشع (۲۸) کتاب یوسیل (۲۹) کتاب عاموس (۳۰) کتاب عبیدیا (۳۱) کتاب یونان (۳۲) کتاب مینا (۳۳) کتاب ناحوم (۳۴) کتاب حبوق (۳۵) کتاب صفونیا (۳۶) کتاب حجی (۳۷) کتاب نہکریا (۳۸) کتاب ملاخیا۔
ان کتابوں کو یہودی بھی الہامی تسلیم کرتے ہیں، البتہ یہودیوں کا سامری فرقہ ان میں سے صرف پہلی سات کتابوں کو ماننا ہے، باقی کتابوں کو نہیں۔

مروجہ تورات کا زمانہ تصنیف

یہود و نصاریٰ کا خیال یہ ہے کہ کتاب

پیدائش سے لے کر کتاب استثناء تک پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہیں (اگرچہ ان کا یہ دعویٰ ان پانچوں کتابوں

لے اے اردو میں بھی استثناء اور انگریزی میں (Deuteronomy) کہا جاتا ہے اور اس میں وہ احکام اور واقعات مذکور ہیں جو گنتی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک پیش آئے اس کے کل ۳۴ باب ہیں۔ تقی

لے سامری فرقہ (Somarians) فلسطین کے شہر سامرہ (موجودہ نابلس) کی طرف منسوب۔ علم یہودیوں سے اس فرقہ کا اختلاف ایک تو کتبِ مسلمہ کی تعداد میں ہے جیسا کہ مصنف نے بیان فرمایا۔ دوسرے اس فرقہ کی عبادت یروشلم کے بجائے کوہ جریم پر ہے جہاں شاہ منسی نے چوتھی صدی قبل مسیح میں ایک ہیکل تعمیر کیا تھا۔ ۱۲

کے ہر مہرباب اور ہر مہر فقرے کے بارے میں غلط قرار پاتا ہے۔ جیسے کہ انشاء اللہ مقصد اول کی دوسری فصل میں واضح ہو گا) یوسی بیس اور بعض اس کے بعد کے محققین کا کہنا ہے کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت لکھی ہے جب وہ مدین میں اپنے خسر کے گھر بکریاں چراتے تھے اور تھیوڈورٹؒ کہتا ہے کہ مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لانے کے بعد لکھی ہے۔ اور ربؒ موسیٰ بن نکمان کا خیال ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن پہاڑ پر رہے تھے اُس وقت اس کتاب کے مضامین اللہ تعالیٰ نے ان پر اقواء فرمادیئے تھے۔ پھر پہاڑ سے اترنے کے بعد انہوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ یہی قول بعض دوسرے علماء یہود کا بھی ہے اور اکثر علمائے متاخرین نے دوسرے قول (یعنی تھیوڈورٹؒ کے قول) کو اختیار کیا ہے۔ اگر پہلے (یعنی یوسی بیس کے) قول کو اختیار کیا جائے تو اس سے یہ لازم لاتا ہے کہ یہ کتاب الہامی نہ ہو۔

اور کتاب خروج کے بارے میں اہل کتاب کا گمان یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواح کے مل جانے اور صندوق کے تیار ہو جانے کے بعد لکھی

۱۔ یوسی بیس (Eusebeus) مشہور یہودی مورخ ہے۔ ت

۲۔ تھیوڈورٹ (Theodoret) مشہور عیسائی بشپ اور مورخ ہے، اس نے بائبل کی مختلف کتابوں پر مختصر شرحیں لکھی ہیں اور مذہب کی تاریخ بھی ماتب کی ہے۔ اندازاً ۴۵۰ء تک زندہ تھا۔ (برطانیکا)

۳۔ ”رب“ یا ”ربتی“ یہودی علماء کا لقب ہے۔ ت

۴۔ کیونکہ جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر کے یہاں بکریاں چراتے تھے، اس وقت تک آپ کو نبوت عطا نہیں ہوئی تھی۔ لہذا اس وقت نزول وحی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہے۔ اور کتاب گنتی کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ میدان موآب میں لکھی گئی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۳۶ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کتاب استثناء کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کچھ روز پہلے میدان موآب ہی میں لکھی گئی۔ جیسا کہ کتاب استثناء کے باب اول آیت ۵ اور باب ۳۴ آیت ۱ کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۱۔ ”الواح“ سے مراد وہ تختیاں ہیں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھیں اور ”سندوق“ سے مراد ”سندوق شہادت“ The Ark of the Venant ہے۔ عہد نامہ قدیم میں مذکور ہے کہ اسے بنانے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا تھا اور اس میں بنی اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام کے تبرکات رکھے تھے۔ یہ وہی تابوت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ بقرہ میں کیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھیے خروج ۲۵: ۱۰ تا ۲۲ و شیعہ ۱۵: ۳، ۱۱: ۴، ۱۱: ۶، ۱۱: ۷، ۱۰: ۱۔ سموئیل ۱۱: ۴ و باب ۶، ۲ و سموئیل باب ۶ و ۱۵: ۲۲ تا ۲۹، ۱۰: ۱۔ تواریخ باب ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰۔ لگا۔ اور

۱۲۔ ”جو احکام اور فیصلے خداوند نے موسیٰ کی معرفت موآب کے میدانوں میں جویر یجو کے مقابل یردن کے کنارے واقع ہیں، بنی اسرائیل کو دیئے ہیں وہ یہی ہیں“ (گنتی ۱۳: ۳۶)۔ تو اس کے بعد یردن کے پار موآب کے میدان میں موسیٰ اس شریعت کو یوں بیان کرنے لگا۔ اور

دو موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہ نبو کے اوپر پہنچے کی چوٹی پر جویر یجو کے مقابل ہے چڑھ گیا۔ (۱: ۳۴)۔

کتاب یوشع کا مصنف کتاب یوشع کے مصنف کے بارے میں پانچ مختلف قول ہیں جس سے زمانہ تصنیف میں بھی اختلاف لازم ہے۔

لہذا اس کتاب کا نہ مصنف متعین ہے اور نہ زمانہ تصنیف۔

جبر بادو، ڈیوڈیتی، ہیوٹ، بشپ پیٹرک اور ٹاملائن اور ڈاکٹر گدی کے نزدیک یہ کتاب یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر لائٹ فٹ کے نزدیک یہ فینیاہ کی تصنیف ہے۔ کالون کے نزدیک العازر کی۔ ہنری کے نزدیک یرمیا علیہ السلام کی اور وائٹل کے نزدیک سموئیل علیہ السلام کی۔ اور اس کتاب کے ۱۵: ۶۳ کو ۲: سموئیل ۵: ۶، ۷، ۸ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سات سال پورے ہونے سے پہلے لکھی گئی ہے اور اس کا مصنف حضرت

۱۔ اس کا نام اردو ترجمے میں "یشوع" اور انگریزی میں Joshua لکھا گیا ہے۔ یہ حضرت یوشع بن نون کی طرف منسوب ہے جو حضرت موسیٰ کے خلام خاص تھے۔ ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے اور بنی اسرائیل کو لے کر عمالقا سے جہاد کیا جس میں وہ فتح یاب ہوئے۔ اس کتاب میں ان کے واقعات ان کی وفات تک مرقوم ہیں۔ اس میں ۲۴ باب ہیں۔ ت

۲۔ فینیاہ کی تصنیف ہارون علیہ السلام کے پوتے ہیں جن کا ذکر گنتی ۲۵: ۱۰، ۳۱: ۶ و زبور ۱۰۶: ۳۰ و یوشع ۲۲: ۱۳ و قضاة ۲۰: ۲۸ میں آیا ہے۔

۳۔ اس لئے کہ یوشع ۱۵: ۶۳ میں مذکور ہے کہ یہودیوں کو جویر و شلم کے باشندے تھے، بنی یہوداہ نکال نہ سکے، سو یہودی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بسے ہوئے ہیں۔ اور کتاب سموئیل دوم ۱۵: ۶ تا ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی حضرت داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے ساتویں سال تک یروشلم میں بسے رہے۔ کتاب یوشع کا مصنف اسے آج کے دن تک "قرار دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سات سال پورے ہونے سے پہلے لکھا ہے۔"

یوشع علیہ السلام کے زمانے سے اس وقت تک کوئی شخص ہے۔

کتاب القضاة کتاب القضاة کے بارے میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ اسے
فینئاس کی تصنیف بتاتے ہیں۔ بعض حزقیاء کی، بعض یرمیا کی،
بعض حزقیل کی اور بعض عزرا کی۔

پھر ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ کتاب قضاة کے مصنف نے یہ کتاب ملفوظات
(زبانی روایتوں) کی بنیاد پر مرتب کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تحریری دفتروں سے دیکھ کر
لکھا ہے اور یہودیوں کا خیال یہ ہے کہ یہ سموئیل علیہ السلام کی تصنیف ہے اور اگر اس کتاب
کو حزقیاء کی تصنیف مانا جائے تو یہ الہامی نہیں ہو سکتی، کیونکہ حزقیاء کوئی نبی نہیں ہے بلکہ
ایک بادشاہ تھا۔

۱۔ اسے اردو میں بھی قضاة اور انگریزی میں Judges کہا گیا ہے۔ اس میں حضرت یوشع علیہ السلام
کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی حالتِ نادر کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس میں ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا
ان کی بت پرستی اور بدکاریوں کی بنا پر بار بار اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی اجنبی بادشاہ مقرر کر دیتا جو ان
پر ظلم کرتا۔ پھر جب وہ خدا تعالیٰ سے توبہ و فریاد کرتے تو ان کے لئے کوئی قائد بھیجا جاتا جو
انہیں اس مہیبت سے بجات دلاتا۔ مگر وہ پھر بدکاریاں کرتے اور کوئی اور بادشاہ ان پر مسلط
ہو جاتا اور چونکہ اس زمانے میں جو قائد ہوتا اسے وہ قاضی کہتے تھے اور اس زمانے کو
قاضیوں کا زمانہ کہتے ہیں اس لئے اس کتاب کا نام ”قضاة“ ہے اور اس باب میں
۲۱ باب ہیں۔ ت

۲۔ یہ بنی اسرائیل سلطنتِ یہوداہ کا بادشاہ تھا۔ حضرت شعیاء علیہ السلام اسی کے عہدِ سلطنت
میں ہوئے ہیں۔

کتاب راعوت کتاب راعوت (روت) میں بھی اختلاف ہے۔ بعض لوگ اسے حزقیہ کی تصنیف کہتے ہیں۔ بعض عزرا (علیہ السلام) کی اور یہودی اور اکثر عیسائی قیاس و تخمین کی بنیاد پر اسے سموئیل علیہ السلام کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور اگر پہلا قول اختیار کیا جائے کہ یہ حزقیہ کی تصنیف ہے، تو یہ کتاب بھی الہامی نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کتاب کے مصنف کے بارے میں تین مختلف اقوال ہوئے اور اس سے منہا زمانہ تصنیف کا اختلاف بھی سمجھ میں آگیا۔ ۱۸۱۹ء میں اشار برگ سے جو بائبل چھپی ہے اس کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ”کتاب راعوت ایک گھر کا قفقہ ہے اور کتاب یونان (یوناہ) ایک کہانی ہے“ (کیٹھولک ہیرالڈ ج ۷ ص ۲۰۵ مطبوعہ ۱۸۴۴ء بحوالہ مقدمہ بائبل)۔

۱۔ اس کا نام اردو میں ”روت“ اور انگریزی میں Ruth ہے۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے دادا عوبید کی والدہ جناب راعوت کے احوال مذکور ہیں جو ایک موآبی خاتون تھیں۔ پھر بیت اللحم میں آگئیں اور وہاں بو عزر سے شادی کی جن سے عوبید پیدا ہوئے۔ ان سے لسی اور ان سے حضرت داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے اس میں چار باب ہیں۔ تفسیر

۲۔ کیٹھولک ہیرالڈ (Catholic Herald) ایک ہفتہ وار اخبار تھا جو امریکہ کے شہر فلاڈلفیا سے شائع ہوتا تھا۔

رمان خود از رسالہ فرانسیسی ترجمہ اظہار الحق۔

(بائبل سے قرآن تک)

(۶۲۴:۱)

کتاب سموئیل کتاب سموئیل اول میں چوبیس باب تو حضرت سموئیل علیہ السلام کی تصنیف بتائے جاتے ہیں اور اسی کتاب کے باقی ابواب، نیز پوری کتاب سموئیل دوم کو گاڈ اور نہمان کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کتنا گاڈ کا لکھا ہوا ہے اور کتنا نہمان کا؟

کتاب سلاطین و تواریخ کتاب سلاطین اول و دوم میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت

۱۔ اس کا نام اردو میں سموئیل اور انگریزی میں Samuel مذکور ہے۔ یہ حضرت سموئیل کی طرف منسوب ہے جو حضرت کالب علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کے آخری قاضی تھے۔ انہی کے عہد میں طالوت بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا۔ کتاب سموئیل اول میں آپ کی نبوت، طالوت (جس کو بائبل میں ساؤل کہا گیا ہے) کی بادشاہی، حضرت داؤد کا جالوت کو قتل کرنا اور طالوت کی وفات تک کے واقعات مذکور ہیں۔ اور اس میں کل ۳۱ باب ہیں۔ تقی

۲۔ اسے اردو میں سلاطین اور انگریزی میں Kings کا نام دیا گیا ہے اس کے پہلے حصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بڑھاپے، وفات، حضرت سلیمان کی تخت نشینی، ان کے دور حکومت، ان کی وفات، اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے احوال، شاہ اخی اب کی وفات تک مذکور ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر بھی اسی پہلے حصہ میں آیا ہے۔ اس کے کل ۲۲ باب ہیں۔ دوسرے حصہ میں اخی اب کی وفات سے صرقیہ کی سلطنت تک کے احوال مرقوم ہیں اور اس میں حضرت الیاس اور حضرت الیسع کے احوال بھی آگئے ہیں۔ اس کے کل ۲۵ باب ہیں۔ تقی

۳۔ اس کو اردو میں تواریخ اور انگریزی میں Chronicles کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت آدم سے لے کر حضرت سلیمان تک کا شجرہ نسب اور حضرت داؤد علیہ السلام تک کے اجمالی حالات اور حضرت داؤد کے حکومت کے قدرے تفصیلی حالات مذکور ہیں۔ اور اس میں ۲۹ باب ہیں۔

سلیمان علیہ السلام اور حزقیاہ نے خود اپنی اپنی سلطنت کا حال لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کتابیں گاؤں، نحقان، شعیاء علیہ السلام، یرمیا علیہ السلام اور سلطنت یہوداہ و اسرائیل میں مبعوث ہونے والے دوسرے پیغمبروں نے لکھی ہیں۔ اور اخبار الامام (کتاب تواریک) اول و دوم کو عبری لوگ عزرا (علیہ السلام کی تصنیف بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے بابل کی اسیری سے رہائی کے بعد حضرت حجی اور نہ کر یا علیہما السلام کی مدد سے یہ کتاب لکھی ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف وہی ہے جو کتاب سلاطین کا مصنف ہے۔ لیکن بائبل کے شارحین نے ان دونوں اقوال کو مخدوش قرار دیا ہے اور (مفسر بائبل) ہوورن صاحب کے قول کے مطابق اس کا مصنف عزرا (علیہ السلام) کے زمانے کے بعد کا کوئی شخص ہے۔

کتاب نحمیاہ | انہانیٹیس، اپنی قی نیس اور کریمز اسٹم وغیرہ کتاب نحمیاہ کو عزرا (علیہ السلام) کی تصنیف بتاتے ہیں اور بعض لوگ اسے نحمیاہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور یہی قول عام طور سے پسندیدہ سمجھا گیا ہے لیکن اس قول کے مطابق بھی یہ پوری کتاب نحمیاہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی جیسا کہ انشا اللہ تعالیٰ مقصد ۲ فصل ۲ میں مفصل بیان آئے گا۔

۱۔ نحمیاہ (Nahemiah) شروع میں یہ آرتخششتا (Artaxerxes) شاہ فارس کے خادم تھے۔ جب انہیں بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کے اُڑنے کی خبر ملی تو یہ بادشاہ سے اجازت لے کر یروشلم پہنچے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ مل کر اس کی دوبارہ تعمیر کی۔ اس کتاب میں یہ تمام واقعات مفصل ذکر کئے گئے ہیں۔ نیز جن لوگوں نے یروشلم کی تعمیر میں حصہ لیا ان کے نام بھی اس میں مذکور ہیں۔ یہ واقعات تقریباً ۴۴۵ ق م میں پیش آئے۔ اس کتاب کے کل تیرہ باب ہیں۔ تقی

کتاب ایوبؑ | اور کتاب ایوب کی حالت تو بہت ہی بُری ہے، اس لئے کہ اول تو اسی میں اختلاف ہے کہ ایوب (علیہ السلام) کوئی واقعی شخصیت ہیں یا یہ محض ایک فرضی نام ہے۔ یہودیوں کا مشہور عالم ربّ ممانی ڈیر، لیکرک، میکالس سملر اور بشپ اسٹاک وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوب محض ایک فرضی نام ہے اور جو کتاب اُن کی طرف منسوب ہے وہ محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے۔ لیکن کاسٹ اور کاسٹل وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام واقعی شخصیت ہیں۔

پھر بنو لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے حقیقی وجود کے قائل ہیں، اُن کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ وہ کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاصر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یوشع علیہ السلام کے بعد

۱۔ یہ کتاب حضرت ایوب علیہ السلام ۵۸۵ کی جانب منسوب ہے جن کے صبر و ضبط کی تعریف قرآن نے بھی کی ہے۔ بحریت سے مشرق میں ایک شہر عوص کے نام سے تھا۔ آپ وہاں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کے ساتھ آزمائشیں پیش آئیں۔ قرآن نے ان آزمائشوں کی تفصیل نہیں بنائی۔ تو رات میں کہا گیا ہے کہ آپ کو بلدی امراض ہو گئے تھے۔ اس کتاب میں انہی آزمائشوں کی کہانی ہے اور اس کا زیادہ حصہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تین دوستوں تیمانی، الیفز، سوخی بلرد اور نعماتی عنوفر کے ساتھ مکالموں پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں درست یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت ایوبؑ پر یہ بلائیں اُن کی کسی خطا کے سبب آئی ہیں اور آپ انکار کرتے تھے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مذکور ہے۔

اس کتاب میں ۲۲ باب ہیں اور یہ اپنی شاعری اور ادبیت کے اعتبار سے بہت بلند سمجھی جاتی ہے۔ تقی

۲۔ ”ربّ“ اور ”ربّی“ (Ribbi) یہودی علماء کو کہتے ہیں۔

قاضیوں کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اہاسی روس یا ایران کے بادشاہ اردشیر دور کے ہیں۔ بعض لوگوں نے انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر بتایا ہے۔ بعض نے بخت نصر کا اور بعض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا، اور بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کنعان تشریف لانے سے پہلے کسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ بائبل کے مفسر ہوورن کہتے ہیں کہ ان خیالات کی سطحیت اُن کے کمزور ہونے کی کافی دلیل ہے۔

پھر تیسرا اختلاف اسی میں ہے کہ کتاب ایوب کے پہلے ہی فقرہ میں غوط نامی جس بستی کا ذکر ہے وہ کس ملک میں واقع تھی؟ بوچارٹ، سپاٹم اور کامسٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے ریگستانی علاقوں میں کسی جگہ واقع تھی۔ مکالس اور الجن اس کا محل وقوع درہ دمشق بتاتے ہیں۔ بشپ لوڈ، آرچ بشپ مارجی، ڈاکٹر ہیملز، ڈاکٹر گوڈ اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ غوط اور ادومیہ کا نام ہے۔

چوتھا اختلاف اس مصنف کے بارے میں ہے۔ بعض حضرات نے اس کا مصنف الیہو بتایا ہے۔ بعض نے ایوب (علیہ السلام) کو، بعض نے موسیٰ علیہ السلام کو، بعض نے لے "قوط" اعجاز عیسوی میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے۔ بائبل کے موجودہ ترجموں میں اس بستی کا نام "عوض" مذکور ہے۔ (ایوب ۱: ۱) - ۱۲

لے ادومیہ (Indumia) بنو ادوم کی سرزمین کا نام ہے جو بحر میت اور خلیج عقبہ کے بیچ میں واقع ہے (برطانیکا) اس کے شمال میں بحر میت اور فلسطین، جنوب میں شمال خلیج عقبہ اور مدین، مغرب میں جزیرہ نمائے سینا اور مشرق میں ارض موآب اور جنوب عرب شمال ہے۔ شام و فلسطین کی جانب جنوبی اور مغربی گوشہ میں ملک عرب کی یہ آخری حد ہے۔ (ارض القرآن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ کراچی)۔

لے الیہو بن براکیل بوزی ان لوگوں میں سے تھا جن کا حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ کالم کتاب ایوب میں مذکور ہے۔

سلمان علیہ السلام کو اور بعض نے شعیاً علیہ السلام کو، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف بادشاہ منستی کے زمانے کا کوئی نامعلوم شخص ہے۔ بعض لوگوں نے حزقیلؑ اور بعض نے عزرا (علیہ السلام) کو اس کا مصنف قرار دیا ہے۔ اور الجن نے کہا ہے کہ اس کا مصنف الیہو کی اولاد میں کوئی شخص ہے۔

پھر جن لوگوں نے اس کتاب کا مصنف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے اُن کے درمیان بھی اختلاف ہے۔ بعض متقدمین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً اسے عبرانی زبان میں لکھا ہے اور اور یجن کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سریانی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

اس طرح اس کتاب کے بارے میں بائیس طریقوں سے اختلاف پایا جاتا ہے (یعنی دو قول تو حضرت ایوب علیہ السلام کے وجود کے بارے میں ہی ہیں۔ سات قول زمانہ وجود کے بارے میں، تین آپ کے وطن کے بارے میں اور دس اس کتاب کے مصنف کے بارے میں) اور شاید انہی اختلافات کا لحاظ کر کے فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا اور دین عیسوی کے مصلح جناب لومقر نے اس کتاب کے بارے میں یہ فرمایا ہوگا کہ :-

”وہ تو ایک کہانی ہے“

جیسا کہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب کے اغلاط نامے میں نقل کیا ہے۔

۱۔ موجودہ تحقیقات کے مطابق یہ پوری کتاب ایک شخص کی تصنیف نہیں بلکہ ایک سے زائد مصنفوں نے اسے مختلف زمانوں میں لکھا ہے اور مصنفین کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ متن کتاب سے مصنف کی چند صفات تو متبیط ہوتی ہیں۔ لیکن کسی شخص کو معین طور سے نہیں بتایا جاسکتا کہ فلاں شخص کی تصنیف ہے۔

(دیکھئے برٹانیکا مقالہ Jobs مطبوعہ ۱۹۵۰ء)

۱۰ کتاب زبور کا حال بھی کتاب ایوب کے قریب قریب ہے۔ چنانچہ سب سے پہلا
اختلاف اس کے مصنف کے بارے میں ہے۔ اور کچن، کمریزاسٹم، اگسٹائن، انبروس
یوٹیمیسیس اور دوسرے قدیم علماء تو یہ کہتے ہیں کہ ساری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام
کی تصنیف ہے اور اُن کے مقابلے میں ہیلرسی، اتھانیسیس، جیروم، یوسی بیس وغیرہ
اس کے منکر ہیں۔ ہارن صاحب کہتے ہیں کہ پہلا قول بالکل غلط ہے (کیونکہ اس کتاب میں
بعض زبوریں داؤد علیہ السلام سے پہلے کی اور بعض آپ کے بعد کی اُس دور کی بھی موجود
ہیں جب بنی اسرائیل بابل میں جلاوطن تھے اور بعض دوسرے زمانوں کی زبوریں بھی موجود
ہیں لہذا پوری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟)۔

بابل کے بعض مفسرین نے کہا ہے بعض زبوریں مکابہوں کے زمانے میں تصنیف
ہوئی ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے۔ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق تفصیل یہ ہے :-

وہ زبوریں جن کا مصنف معلوم نہیں	کل ۳۰ عدد
وہ زبوریں جو حضرت موسیٰؑ کی تصنیف ہیں	کل ۱۰ عدد (از زبور ۹۰ تا ۹۹)
مصنف داؤد علیہ السلام	کل ۷۱ عدد
مصنف اساف (مگر زبور ۷۴، ۷۹، جو اسان کی طرف منسوب ہیں انکے بارہ میں بعض محققین اساف کی تصنیف ہوئیے انکار کیا ہے)	کل ۱۲ عدد

۱۱ اے عربی میں ”سفر مزامیر“ بھی کہا جاتا ہے اور انگریزی میں اس کا نام Psalms ہے۔ یہ اسی کتاب کی محرف شکل ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے کہ ”ہم نے
داؤد کو زبور عطا کیا“۔ یہ زیارہ ترجمہ و شمار اور نصیحت کے نعمات پر مشتمل ہے۔ اس میں
۱۵۰ نغمے (مزامیر) ہیں۔ تقی

کل ۱۱ عدد

تورج کے تین بیٹوں کی تصنیف (مگر
ان گیارہ کے بارے میں بھی بعض محققین نے
اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کسی معلوم شخص
تصنیف کر کے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں)

مصنف ہیماں

ایک عدد (ذہور ۸۸)

مصنف امتحان

ایک عدد (ذہور ۸۹)

مصنف سلیمان علیہ السلام

۲ عدد (ذہور ۱۲۷، ۱۲۸)

مصنف جدو تھن

۳ عدد

خلاصہ یہ کہ تیس ذہوریں ایسی ہیں جن کا مصنف معلوم ہی نہیں۔ کچھ ذہوریں موسیٰ علیہ السلام
داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہیں اور کچھ کے مصنف اساف، ہیماں،
امتحان، جدو تھن اور تورج کے تین بیٹے ہیں۔ (مگر تورج کے بیٹوں کی طرف منسوب ذہوریں
کو بھی کسی اور نامعلوم شخص کی تصنیف بتایا جاتا ہے)۔

کامٹ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تصنیف کردہ ذہوروں کی کل
تعداد صرف پینتالیس ہے۔ ان کے علاوہ باقی ذہوریں دوسرے لوگوں کی تصنیف کردہ
ہیں۔ علماء یہود کا کہنا ہے کہ درحقیقت ذہوریں تصانیف تو آدم، ابراہیم، موسیٰ، اساف
ہیماں، جدو تھن اور تورج کے تین بیٹوں کی ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے صرف یہ کیا کہ
ان سب منتشر ذہوروں کو ایک جلد میں یکجا کر دیا۔ یعنی داؤد علیہ السلام ان ذہوروں کے
مصنف نہیں بلکہ صرف ایک جلد میں جمع کرنے والے ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے۔
ہارن صاحب کہتے ہیں کہ متاخرین علماء یہود اور بائبل کے تمام عیسائی مفسرین کا اس
پیر اتفاق ہے کہ ذہور، موسیٰ، داؤد، سلیمان، اساف، ہیماں، امتحان، جدو تھن
اور تورج کے تین بیٹوں کی تصنیف کردہ ہے۔

دوسرا اختلاف زبور کے ایک جلد میں یک جا کئے جانے کے زمانے میں ہے۔ بعض کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جمع کی گئیں اور بعض کے نزدیک حزقیاہ کے دور میں اُن کو جمع کیا گیا۔ کیونکہ زبوروں کو یکجا کرنے والے حزقیاہ کے ملازمین اور دوست تھے اور بعض نے دوسرے مختلف زمانوں کی نشاندہی کی ہے۔

تیسرا اختلاف ان زبوروں کے ناموں کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کے بارے میں ہے (بعض کا قول ہے) کہ کسی نامعلوم شخص نے جو نبی نہیں تھا، ان ناموں سے موسوم کر دیا۔

کتاب امثال سلیمان | کتاب امثال سلیمان کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ مگر یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ محاورات کا اختلاف اور جملوں کا تکرار، نیز باب ۳۰ اور اس کا مضمون اس کتاب کے سلیمان کی تصنیف ہونے کے احتمال کی تردید کرتے ہیں۔ اور انشاء اللہ اس کا مفصل تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کتاب کو جمع ہی کیا ہو۔ چنانچہ جمہور علمائے اہل کتاب نے اعتراف کیا ہے۔ حزقیاہ، اشعیا اور عزرا وغیرہ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی اسے جمع کیا ہے۔

آجور اور لموئیل کے بارے میں آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکی کہ یہ دونوں حضرات کون تھے؟ بعض کا خیال ہے کہ آجور اور لموئیل دونوں سلیمان کے نام ہیں۔ چنانچہ مسٹر مولٹن نے اس خیالِ باطل کی پُر زور تردید کی ہے۔ نیز تیسویں اور اکتیسویں باب کا مضمون اس لغو رائے کا بطلان واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۔ اسے اردو میں "امثال" اور انگریزی میں Proverbs کہتے ہیں۔ یہ امثال اور حکمتوں کا مجموعہ ہے اور نصرانی حضرات کا دعویٰ ہے کہ اسے حضرت سلیمان نے مرتب فرمایا تھا چنانچہ سلاطینِ اول (۳۲: ۴) میں ہے کہ "اس نے تین ہزار مثلیں کہی ہیں۔ اس میں ۳۱ باب ہیں۔ تقی ۵۰

کتاب جامعہ | اس میں بھی شدید ترین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ دوسری قسمی جو کہ بڑا مشہور یہودی عالم

ہے اس کا قول ہے کہ یہ شعیان علیہ السلام کی تصنیف کردہ ہے۔ تالموڈ کے علماء کہتے ہیں کہ یہ حقیقہ کی تصنیف ہے۔ کروٹس کہتا ہے کہ ایک شخص زربابل کے ایماء پر اس کے بیٹے ابی یہود کی تعلیم کے لئے کسی نامعلوم شخص نے تصنیف کی تھی۔ مشہور مسیحی عالم جہان اور بعض جرمنی علماء کا کہنا ہے کہ یہ کتاب یہودیوں کے بابل کی قید سے آزاد ہونے کے بعد ہی تصنیف کی گئی ہے۔ زرقیل کا قول ہے کہ یہ انیکوس ایپی فانس کے دور میں لکھی گئی۔ بابل کی قید سے رہا ہونے کے بعد یہودیوں نے اس کتاب کے مضامین کو مجموعہ بدعات اور مختلف فیہ قرار دے کر اس کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے۔ مگر بعد میں پھر ان کتابوں میں شامل کر لی گئی (حالانکہ بدعات اور مختلف فیہ مضامین بدستور موجود تھے)

نشد الانشاد | اس کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام یا ان کے کسی معاصر کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر کنی کاٹ اور بعض متاخرین علماء کی رائے

ہے کہ یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے قطعی غلط ہے۔ کیونکہ یہ ان کی وفات سے عرصہ دراز کے بعد لکھی گئی ہے۔ سوشیا کے بشپ پادری تھیوڈور جو پانچویں صدی میں گزرا ہے وہ اس کتاب کی اور کتاب ایوب کی شدید مذمت کرتا ہے۔ سیمین اور

۱۰ اسے آج کل اردو میں "واعظ" اور انگریزی میں Ecclesiastes کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام "جامعہ" یا "واعظ" تھا اور اس کتاب میں اسی کی نصیحتیں مذکور ہیں۔ اس کے کل ۱۲ باب ہیں۔ تقی

۱۱ اس کا نام اردو میں "غزلات" اور انگریزی میں Song of Solomon ہے اور یہ

بقول نصاریٰ ان گنتوں کا مجموعہ ہے جو حضرت سلیمان نے کہے تھے اور جن کا ذکر کتاب سلاطین اول میں ہے کہ

اور اس نے تین ہزار شلیں کہیں اور اس کے ایک ہزار پانچ گیت تھے (۳۲: ۴) اس کے آٹھ باب ہیں۔ تقی

لیکھ کر اس کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دشمن کتاب ہے کہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے۔ کتب
مقدسہ سے اس کا خارج کیا جانا ضروری ہے۔ بعض متاخرین نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ بلکہ
کا قول ہے کہ یہ جعلی کتاب ہے۔ وارڈ کیتھولک نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں کاسٹیلیو کے
بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اس کتاب کو عبد عتیق کی کتابوں سے خارج کر دینے کا
حکم صادر کیا تھا کیونکہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں علمائے یہود میں شدید اختلاف رہا
کتاب حزقی ایل ہے کہ آیا اس کو کتب مقدسہ میں شامل کیا جائے

یا نہیں ؟

اس کتاب کی حالت بھی خراب ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے
کتاب دانی ایل زمانے کے یہودی، نیز متاخرین یہودی بھی دانیال علیہ السلام کو نبی ہی
نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے ان کی حیثیت بابل کے بادشاہ کے ایک ملازم سے زیادہ نہیں تھی

۱۰ حزقی ایل کبارانیہ علیہم السلام میں سے ہیں آپ کا نام تاریخ کی عام کتابوں میں حزقیل عربی کی بائبل میں حزقیال
بن بوزی اور اردو ترجمے میں حزقی ایل مذکور ہے۔ آپ لاوی (levi) بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد
میں سے ہیں جب ۵۸۶ ق م میں بابل کے نمر (Nabuchodonosor) نے یروشلم پر حملہ کیا تو آپ نے
اہل شہر کے ساتھ مل کر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ کتاب انہی حزقیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اس کا نام
اردو میں "حزقی ایل" اور انگریزی میں EZEKIEL ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی زبانی اس میں اللہ کا
(مبینہ) کلام بیان کیا گیا ہے جو پیشگوئیوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ تقی

۱۱ اردو میں اس کا نام دانی ایل اور انگریزی میں Daniel ہے۔ یہ حضرت دانیالؑ کی طرف منسوب جن کے
بارہ میں تورات کی یہ روایت ہے کہ بابل کے نمر جن حکمران کو یہوداہ سے جلاوطن کر کے بابل لے گیا تھا ان میں یہ بھی تھے اور بادشاہ کے
بعض خواہوں کی صحیح تعبیر بتانے پر انہیں صوبہ بابل کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ اس کتاب شروع میں بابل کے بادشاہوں کے خوابوں کے
مستقبل سے متعلق ہیں مذکور ہیں، پھر خود حضرت دانیالؑ کے خواب ہیں جو بنی اسرائیل کے مستقبل سے متعلق ہیں اور ان میں
حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہے اس کے ۱۲ باب ہیں۔ تقی

چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک کتاب دانیال الہامی کتاب شمار نہیں ہوتی۔ البتہ یوسی فیس واحد شخص ہے جو دانیال کے نبی ہونے کا قائل ہے۔

کتاب یوئیل | اس کتاب کے بارے میں یہی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی۔ نیز اس کے مصنف یوایل علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یکس زمانے میں ہوئے ہیں اور کہاں وفات پائی ہے؟ (لہذا جب مصنف کا زمانہ وجود ہی معلوم نہ ہو تو اس کی تصنیف کا زمانہ کیسے متعین کیا جاسکتا ہے) رب قمیچ مشہور یہودی عالم اور بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ (یوایل) یورام کے عہد سلطنت میں ہوئے ہیں۔ یہود کی مشہور تاریخ کی کتابوں صدر اولام خورد اور صدر اولام بزرگ کے مصنف، جارجی اور دیگر علمائے یہود نیز دروسیس اور آدچ لبشپ نیوکم اور دیگر عیسائی علماء کے خیال میں منسائین کے دور حکومت میں ہوئے ہیں۔ ٹارنولیس، اکرمین، کامٹ اور بعض دوسرے لوگ یوسیا کے دور حکومت میں ان کا وجود بتلاتے ہیں اور وٹرنیکا مولڈن ہور، روزن ملر اور ابارنبل وغیرہ بہت سے متاخرین کا خیال ہے کہ یہ عزریاہ کے دور حکومت میں گزرے ہیں۔

کتاب عبودیہ | اس کتاب کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی۔ جیروم اور علماء یہود کا خیال ہے کہ یہ وہی عبودیہ ہیں جو اچاٹ کے بادشاہ کی طرف سے ایک صوبے کا گورنر تھا۔ محققین کا قول ہے کہ یہ شخص یوسیا کی طرف لے اردو میں بھی اں کا نام یوایل اور انگریزی میں Joel ہے۔ یہ بقول تورات نبی ہیں اور اس تین بابوں پر مشتمل کتاب میں اُن پر نازل شدہ کلام مذکور ہے جس میں بد اعمالیوں سے باز آنے اور روزہ رکھنے کا حکم اور اس کے اچھے نتائج بتائے گئے ہیں۔ تقی

۱۱۱ عبودیہ obadiah یہ ۲۱ آیتوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا صحیفہ ہے جس میں بقول نصاریٰ حضرت عبیدیہؑ کا ایک خواب مذکور ہے۔ اس خواب میں شہر ادم کے متعلق کچھ پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ تقی

سے بیت المقدس کا داروغہ مقرر کیا گیا تھا۔ کتاب تواریخ ۱۴: ۳۴ میں ان کا حال درج ہے۔
ڈیوین کا قول ہے احازہ کے دور حکومت میں تصنیف کی گئی۔ کرویٹس، ہیوٹ، ڈاکٹر لارٹ
فٹ اور دیگر مفسرین اس کو ہوشع، یوآیل اور عاموس کے زمانہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔
آرچ بشپ نیوکم کا خیال ہے کہ یرمیاہ علیہ السلام کے زمانہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

کتاب ناحوم اس کتاب کا زمانہ تصنیف بھی معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ناحوم علیہ السلام
یوئام کے دور حکومت میں ہوئے ہیں اور بعض ان کا وجود ۵۸۶ ق م
کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔

کتاب حبقوق اس کتاب کا حال بھی مذکورہ کتابوں جیسا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ منائین
کے دور حکومت میں ہوئے ہیں۔ آرچ بشپ اشرمیو یا قیم کے دور
حکومت میں یرمیاہ علیہ السلام کے ہم عصر بتاتا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا کس قوم سے تعلق
تھا اور وہ کس علاقے میں ہوئے ہیں۔

۱۵ باب ۳۴ درس ۱۲ کی عبارت کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح پر ہے اور وہ لوگ امانت کے ساتھ کام کرتے
تھے اور ان پر بنی مراری میں سے ”وحدت“ اور ”عوبد یا“ جولادی تھے۔ نیز بنی قیامت میں سے ذکر کیا اور
مسلم خبرداری و نگهبانی کے کام پر مقرر تھے الخ۔ منہ

۱۶ ناحوم NAHUM بقول تورات یہ بھی بنی ہیں ان کے زمانے اور سوانح کا ہمیں سراغ نہیں لگا۔
ان کی کتاب میں جس کے تین باب ہیں ان کا ایک خواب مذکور ہے جس میں نینوا کی تباہی کی پیشین گوئی
کی گئی ہے۔ تقی

۱۷ حبقوق Habakuk یہ بھی بقول تورات بنی ہیں اور ان کا زمانہ بعثت مشکوک
ہے۔ تورات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبوکدنصر کے حملہ پر و شلم سے قبل تھے۔ کتاب
حبقوق میں ان کا ایک خواب مذکور ہے جس میں بنی اسرائیل کو ان کی کج ادائیگوں پر توبیخ اور حملہ نبوکدنصر
کی پیش گوئی ہے۔ اس کے تین باب ہیں۔ تقی

کتاب ملاخیا | اس کتاب کی حالت بھی مذکورہ کتابوں جیسی ہی ہے۔ ارجن کا قول ہے کہ ملاخیا نسل انسانی میں سے ہی نہیں تھے۔ بلکہ حقیقت میں فرشتہ تھے جس نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی۔ کامٹ، جیروم اور دیگر متقدمین کا کہنا ہے کہ ملاخیا دراصل عزرا ہی کا دوسرا نام ہے۔ مگر وزن ملر کا قول ہے کہ یہ عزرا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ ارجن بشپ نیوک ۱۷۳۶ء قبل مسیح کا شخص کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کنیٹ ۱۷۲۰ء قبل مسیح علیہ السلام میں ان کا موجود ہونا بتاتا ہے۔ اور یہی ڈاکٹر ہتلیز کی تحقیق ہے۔ ہارن صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ہیں تو عزرا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص۔ البتہ یہ عزرا کی وفات کے بعد اس وقت ہوئے ہیں جب یہودی دوبارہ غلط راستوں پر چل نکلے تھے۔

عہد عتیق کی دوسری قسم کی کتابیں

گزشتہ صفحات میں عہد عتیق کی پہلی قسم کی کتابیں (یعنی جن کی صداقت کو تمام سچی اسلاف تسلیم کرتے ہیں) کا مختصر تذکرہ قارئین نے ملاحظہ کیا۔ اب دوسری قسم کی کتابوں (یعنی جن کی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا) کی حالت بھی ملاحظہ ہو۔ اس قسم میں کل نو کتابیں شامل ہیں :-

۱۔ اس کا نام اردو میں ملاکی Malachi ہے۔ یہ حضرت ملاخیا علیہ السلام کی جانب منسوب ہے جو عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں۔

اس کتاب میں بنی اسرائیل کی ناشکری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی مذکور

ہے۔ اس کے چار باب ہیں۔ تفسیر :-

(۱) کتاب اِستَر (۲) کتاب باروخ (۳) کتاب دانیال کا ایک جزو (۴)
کتاب طوبیا (۵) کتاب یہودیت (۶) کتاب دانش (۷) کلیعائی پند و نصائح۔

۱۔ اسے اردو میں "اِستَر" Ester کہتے ہیں۔ یہ ایک یہودی عورت تھی جو بخت نمر کے حملہ کے بعد بابل جلاوطن کئے جانے والوں میں شامل تھی ایران کے بادشاہ اخویرس Akasuerus نے اپنی پہلی بیوی سے ناراض ہو کر اس سے شادی کر لی۔ اس کے وزیر ماہان نے اِستَر کے باپ مروکے سے ناراض ہو کر تمام جلاوطن یہودیوں پر ظلم ڈھانے کا ارادہ کیا تو اِستَر نے بادشاہ کے ذریعے اس کو روک دیا۔ یہی واقعہ اس کتاب میں مذکور ہے جو دس بابوں پر مشتمل ہے۔ تقی

۲۔ اس کا نام اردو میں "باروک" Baruck ہے اور یہ حضرت باروخ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت ارمیا علیہ السلام کے شاگرد اور ان کے کاتب وحی تھے۔ ہر دکہ درد میں ان کے ساتھ رہے۔ جیسا کہ کتاب یرمیاہ (۳۲: ۱۳ تا ۱۶ اور ۳۶: ۲۲ تا ۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے۔ یہ کتاب فرقہ پروٹسٹنٹ کی بائبل میں (جو آج کل زیادہ رائج ہے) موجود نہیں کیونکہ بائبل میں ہے۔ تقی

۳۔ طوبیا Tobit نعتی نسل کا ایک یہودی تھا جو جلاوطنی کے ایام میں اشور چلا گیا تھا اس کا لقب "اباز" (نیک) ہے کتاب طوبیا میں اس کے اور اس کے بیٹے کے ایک طویل اور پرخطر سفر اور اس کی عشقیہ داستان کا تذکرہ ہے اور توکل علی اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب ادبی اعتبار سے بہت بلند ہے اور یہ بھی پروٹسٹنٹ بائبل میں موجود نہیں۔ تقی۔

۴۔ "یہودیت" Juddith ایک یہودی عورت کی طرف منسوب ہے جس نے اپنی بہادری سے اپنی قوم کو شاہ اسور کے مظالم سے رہائی دلائی اس کا ایک عشقیہ واقعہ اس میں مذکور ہے۔ تقی ۵۔ اسے دانش سليمان Wisdom of Solomon بھی کہتے ہیں یہ بالکل کتاب اشال کی طرح ہے۔ تقی

۶۔ کلیسائی پند و نصائح Ecclesiasticus یا "تہق" کے ایک شخص مسیح ابن سروش کے پوتے کی طرف منسوب ہے اور اس میں ابن سروش کی کچھ حکمتیں درج ہیں ادبی اعتبار سے اس کا پایہ بلند ہے۔ تقی

(۸) کتاب المقابین^۱ اول (۹) کتاب المقابین^۲ دوم ۔

یہ نو کتابیں یہودیوں کے نزدیک تو کلی طور پر غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں البتہ عیسائیوں میں ان کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے ۔ انشاء اللہ دوسری فصل میں ان کا تذکرہ آ رہا ہے ۔



۱۔ مکابیوں کی پہلی کتاب ہے اور اس میں ان کی بغاوت کی سرگزشت ہے ۔ تقی
 ۲۔ مکابیوں کی دوسری کتاب میں چند سالوں کی تاریخ اور نہایت بے ہودہ قسم کی روایات
 ہیں ۔ ان کتابوں کے علاوہ پہلا اور دوسرا ایسڈریس ، تین بچوں کا گیت ، لسل اور
 اٹدہا اور منسی کی دعا ۔ یہ پانچ کتابیں بھی مختلف فیہ ہیں اور انہی چودہ کتابوں کے مجموعے کو
 ”اپاکرِفا“ Apocrypha کہا جاتا ہے اور فرقہ پردیسٹنٹ انہیں الہامی تسلیم
 نہیں کرتا ۔ تقی ۔

فصل دوم

عہدِ جدید کی کتابیں اور ان کے مصنفین

عہدِ جدید کی کتابیں بھی دو قسم کی ہیں، ایک وہ کتابیں جن کی صحت کو جمہورِ متقدمین نے تسلیم کیا ہے اور دوسری وہ کتابیں جن کی صحت میں ان میں اختلاف ہے۔

پہلی قسم کی کتابیں | اس قسم میں یہ کتابیں ہیں :- انجیلِ متی، انجیلِ مرقس، انجیلِ لوقا، انجیلِ یوحنا، کتابِ اعمالِ حواریین، پولس کے تمام خطوطِ رالبتہ۔
عبرانیوں کے نام اس کا خطِ تسلیم شدہ نہیں، پطرس کا پہلا رسالہ، یوحنا کا پہلا رسالہ۔
آئیے عہدِ جدید کی ان مسلمہ کتابوں کا بھی ذرا تحقیقی جائزہ لیں۔

انجیلِ متی | انجیلِ اربعہ میں انجیلِ متی کو اول مقام حاصل ہے۔ مگر اس کی حالت بہت خراب ہے۔ کیونکہ متی حواری نے تو اس کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا۔ لیکن متاخرین عیسائی اسے تسلیم نہیں کرتے اور یہ عبرانی نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے۔ کسی نامعلوم شخص نے یونانی زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا اور یہی ترجمہ عبرانی نسخہ کے بجائے تسلیم شدہ قرار پا گیا۔ آپو فیئیس نے ثابت کیا ہے کہ متی نے انجیل کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا۔

لے متی، ادنا مقصورہ کے ساتھ (Maththew) حضرت عیسیٰ کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کفرناحوم (Chaparnahum) میں یونانیوں کا ایک شہرِ شامی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کو شہید کیا گیا مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کب اور کہاں؟ یہ انجیل انسانی حواری کی طرزِ منسوب ہے اور اسے عیسائی حضرات قدیم ترین انجیل مانتے ہیں۔ اگرچہ یہ انجیل درحقیقت متی حواری کی ہرگز نہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰ کے نسب نامے سے لیکر عروجِ مہدی کے واقعات درج ہیں۔ ضمناً بہت سے احکام آئے ہیں۔ اس کے کل باب ۲۸ ہیں۔ تقی۔

یونانی زبان میں نہیں، اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ متی نے عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں انجیل لکھی تھی بالکل غلط ہے۔

دو صاحب نے اپنی کتاب تاریخ انجیل میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ متی نے انجیل یونانی زبان میں لکھی تھی۔ چنانچہ یوسی تبیس نے اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے اور بیٹر عیساٹی محققین نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے کہ متی نے انجیل یونانی زبان کے بجائے عبرانی زبان میں ہی لکھی تھی۔ جیروم کا کہنا ہے کہ پینٹی ٹنس کو انجیل کا ایک عبرانی نسخہ انڈیا (حبش) میں ملا تھا۔ اس نے وہ نسخہ اسکندریہ میں سی سیریا کے کتب خانہ میں رکھ دیا مگر وہاں سے گم ہو گیا۔ البتہ اس کا یونانی ترجمہ موجود رہا۔ مگر اس کے مترجم کا نام اب تک نہیں معلوم ہو سکا۔ یہ تو تھی دو صاحب کی تحقیق۔

ہنری اور اسکاٹ کی تفسیر میں اس عبرانی نسخہ کی گمشدگی کا سبب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ ابیونیہ نے جو سیح کی الوہیت اور خدائی کا منکر تھا اس نسخہ میں تحریف کی اور پھر وہ یروشلم کی تباہی کے بعد ضائع ہو گیا۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ ناصری لوگ یا وہ یہودی جو سیحی مذہب میں داخل ہو گئے تھے انہوں نے عبرانی انجیل میں تحریف کی تھی اور فرقہ ابیونیہ نے بہت سے جملے اس میں سے نکال ڈالے اور یوسی تبیس نے اپنی تاریخ میں ارنیوس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی۔

لارڈز نے اپنی تفسیر (کلیات) کی جلد ۲ ص ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ یوپیاس نے لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی اور ہر شخص نے اس کا ترجمہ اپنی لیاقت کے مطابق کیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۰ پر کہتا ہے کہ ارنیوس نے لکھا ہے کہ متی نے یہودیوں کے لئے اپنی انجیل ان کی زبان میں اس وقت لکھی تھی جبکہ روم میں پولس اور بطرس وعظ کہتے پھرتے تھے۔ پھر صفحہ ۲۱۴ پر یوسی تبیس کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ پینٹی ٹنس جب انڈیا (حبش) آیا تو وہاں

اُسے انجیل کا ایک عبرانی نسخہ ہاتھ لگا جو کہ وہاں کے باشندوں تک برتولما حواری کے ذریعہ پہنچا تھا اور اُن کے پاس اسی وقت سے محفوظ تھا اور جیروم کا کہنا ہے کہ پہنچائی گئی تھی وہ نسخہ وہاں سے اسکندریہ پہنچا دیا۔ لارڈز، یوسی بیس کے اس قول کی تصدیق کرنے کے بعد مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵۷ پر رقمطراز ہے کہ آریجن کے تین جملے ہیں :-

پہلا تو یہ ہے جسے یوسی بیس نے نقل کیا ہے کہ متی نے ایماندار یہودیوں کو عبرانی زبان میں انجیل عطا کی تھی۔ دوسرا یہ کہ متی نے سب سے پہلے انجیل لکھی اور یہ انجیل عبرانیوں کو دی۔ تیسرا یہ کہ متی نے انجیل عبرانیوں کے لئے لکھی تھی جو اس شخص کے منتظر تھے جس کا وعدہ ابراہیم و داؤد (علیہما السلام) کی نسل سے کیا گیا تھا۔ پھر مذکورہ کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۹۵ میں کہتا ہے کہ :-

”یوسی بیس نے لکھا ہے کہ متی نے عبرانیوں کو وعظ سنانے کے بعد جب دوسری قوموں کے پاس جانے کا قصد کیا تو انجیل ان کی زبان میں لکھ کر ان کو عطا کی“

مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۶۵ پر اتھائی سیش کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں یروشلم میں لکھی۔ پھر یعقوب خداوند کے بھائی نے اس کا یونانی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ صفحہ ۱۷۴ پر لکھا ہے کہ ”سرل کا قول ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی تھی“ صفحہ ۱۸۷ پر کہتا ہے کہ اپنی فینیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی اور اسی کا وعظ کرتا تھا۔ عہد جدید کی تحریر میں اس زبان کے استعمال کرنے میں بھی یہ شخص منفرد ہے“ صفحہ ۳۹ پر یوں رقمطراز ہے کہ ”جیروم نے لکھا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی علاقے میں لکھی تھی۔ اور شریعت کے سایہ کو انجیل کی صداقت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا“ صفحہ ۴۴ میں کہتا ہے کہ ”جیروم نے مورخین کی فہرست میں لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی سرزمین میں عبرانی زبان

اور عبرانی حروف میں لکھی تھی اور یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ اس کا ترجمہ یونانی میں ہوا، اور نہ ثابت ہوا کہ اس کا مترجم کون ہے؟ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اس کی عبرانی انجیل کا نسخہ سوریہ کے اس کتب خانہ میں موجود ہے جس کو سیمپلس شہید نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا اور میں نے اس کی نقل ان مددگاروں کی اجازت سے حاصل کی جو سوریہ کے ضلع بریا میں رہتے تھے اور ان کے استعمال میں بھی عبرانی نسخہ تھا۔“ صفحہ ۵۰۱ میں لکھا ہے کہ ”آگسٹائن لکھتا ہے کہ متی نے چاروں انجیل والوں میں سے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی اور دوسروں نے یونانی میں۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۵۳۸ میں کہا ہے کہ ”کریزسٹیم لکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کی درخواست پر عبرانی زبان میں لکھی تھی۔“

پھر لارڈز نے اپنی اس کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ پر لکھا ہے ”اسی دور لکھتا ہے کہ ان چاروں انجیلوں کے مصنفوں میں سے صرف متی نے عبرانی زبان میں لکھی تھی اور باقی دوسروں نے یونانی میں۔“

ڈائیلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں ہے کہ ”پچھلے دور میں بڑا سخت اختلاف پیدا ہوا کہ یہ انجیل کس زبان میں لکھی گئی تھی۔ مگر چونکہ بہت سے متقدمین نے تصریح کی ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی جو فلسطین کے باشندوں کی زبان تھی اس لئے یہ اس سلسلہ میں قول فیصل ہے۔“

ہورن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۳ میں ان لوگوں کے ناموں کی فہرست پیش کرتے ہوئے جو اصلی انجیل کے عبرانی زبان میں لکھے جانے کے قائل ہیں، رقمطراز ہیں کہ :-
 بلرمن، کروٹمیس، کسآبن، بشپ والکن، بشپ ٹاملاسن، ڈاکٹر کیو، ہمڈ، ویل،

۱۔ اگرچہ مندر قول ان کا یہ ہے کہ غالباً انجیل متی عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں مرقم

ہوئی ہوگی۔ منہ

ہارڈرڈ، اوڈن، وکین ہل، واٹی تھارک، سائمن، ٹلی منٹ، اوڈوین، کامٹ، میکالس،
 اریٹس، آریجن، سمرل، اپی فینٹس، کمریز اسٹیم اور جیروم وغیرہ ان علماء متقدمین اور
 متاخرین نے پے پیاس کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔
 ان اقوال سے معلوم ہو گیا کہ تقریباً تمام کبار عیسائی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متی نے
 اپنی انجیل صرف عبرانی زبان ہی میں لکھی تھی اور عبرانی انجیل کا یہ نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے
 اور یہی رائے قرین قیاس بھی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے
 جو کہ عبرانی زبان ہی بولتے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیمات یقیناً عبرانی زبان میں ہی ہوں گی
 اور خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کی زبان ہی عبرانی تھی اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ متی
 نے اپنی یہ انجیل یروشلم اور اس کے گرد و نواح کی اُس قوم کے لئے لکھی تھی جو صرف
 عبرانی زبان ہی جانتی تھی، اس لئے اس کو یونانی زبان میں لکھنے کا سوال ہی نہیں
 پیدا ہو سکتا۔

فاسٹس چوتھی صدی کا عالم ہے۔ اس نے تو یہاں تک کہ دیا کہ متی کی طرف
 منسوب انجیل اس کی اپنی تصنیف ہی نہیں ہے۔ پروفیسر ہائر جرمینی (جسے عیسائی اچھے
 الفاظ میں یاد نہیں کرتے) کا قول ہے کہ یہ پوری انجیل جھوٹی ہے۔ شیوز اور شلٹس
 انجیل متی کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ ڈاکٹر اولیمن اور فرقہ
 یونی ٹیرن کے نزدیک انجیل متی کے باب اول اور دوم الحاقی ہیں۔ کیونکہ فرقہ
 ایونیم کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔ انجیل متی کے لاطینی ترجمہ (جو کہ
 عیسائیوں کے ہاں معتبر مانا جاتا ہے) اور رومن کیتھولک کے نزدیک تو وہ بہت ہی
 معتبر ہے) سے نسب نامہ کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔

انجیل مرقس

انجیل مرقس کے بارے میں کاؤتس اور ملر ملٹن کا خیال ہے کہ درحقیقت یہ لاطینی زبان میں تھی۔ پھر اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا چنانچہ لاطینی نسخہ کے کچھ اجزاء وینس کے کتب خانہ میں موجود بھی ہیں اور وینس کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہی اصلی انجیل مرقس ہے۔ اسی کتب خانہ میں انجیل مرقس کا ایک سریانی زبان کا نسخہ بھی موجود تھا جس پر یہ تصریح تحریر تھی کہ مرقس نے اپنی انجیل لاطینی زبان میں لکھی تھی۔ مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ انجیل مرقس اصل میں یونانی زبان ہی میں تصنیف کی گئی۔

وارڈ صاحب نے اپنے اغلاط نامہ میں کہا ہے کہ جیروم نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین علماء کو اس انجیل کے آخری باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں تردد تھا۔

۱۔ یہ انجیل مرقس (میم اور قاف پر پیش) کی طرف منسوب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جناب پطرس کے شاگرد ہیں۔ جناب پطرس اپنے پہلے خط (باب ۵ درس ۱۳) میں اُن کو بیٹا کہتے ہیں اور اعمال (باب ۱۲ درس ۱۲) نیز کلیسیوں کے نام خط (باب ۱۰ درس ۱۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مرقس یروشلم کی رہنے والی مریم (جس کے گھر میں حواری اور اولین عیسائی جمع ہوئے تھے) کے بیٹے اور برنابہ کے بھانجے تھے۔

عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ اسکندریہ کا کلیسا انہوں نے ہی قائم کیا تھا۔ انہیں ۳۹۱ء میں قتل کیا گیا۔ ان کی انجیل سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بشارتوں سے شروع ہوتی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے بارے میں دی گئیں اور حضرت عیسیٰ کے عروج آسمانی پر ختم ہو جاتی ہے اس میں سولہ باب ہیں اور انگریزی میں اسے Mark کہا جاتا ہے۔ تقی۔ منہ ۲۰

انجیل لوقا^۱ | اس انجیل کو لوقا کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ بعض متقدمین کو اس انجیل کے باب ۲۲ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدمین اس کے پہلے دو

بابوں میں شک کرتے تھے چنانچہ فرقہ مارسلونی کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی اور عیسائی مذہب کے مشہور مصلح مارٹن لوتھر کو ان مذکورہ تینوں انجیلوں کی صداقت میں شک تھا اور وہ ان کو ناکارہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چار انجیلوں کے وجود کا قول جھوٹا، لغو اور واجب الرد ہے۔ صرف یوحنا کی انجیل ہی صحیح انجیل ہے۔ آگے لکھتے ہیں ان تینوں انجیلوں کے مقابلہ میں پولس اور پطرس کے خط بہت اچھے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں۔ ان تینوں کلام میں ایسی زائد کوئی چیز نہیں جسے دوسرے لوگوں نے نہ لکھا ہو۔ نیز جن لوگوں نے الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو مدارِ نجات ہونے کے مسئلہ کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے وہی انجیل کے بہترین مصنف ہیں۔ چنانچہ ہم قرش متی اور لوقا کی انجیلوں کے مقابلہ میں پولس کی انجیل کو ہی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ عہد جدید کے تمام رسائل میں پطرس کا خط سب سے بہتر اور اچھا ہے لہذا سچی اور پاک انجیل صرف یہی ہے۔

۱ لوقا Luke اپنے زمانہ میں طبیب تھے پولس کے سفروں میں اس کے ساتھ رہے جیسا کہ کلیسیوں کے نام خط (۴: ۱۴) اور اعمال ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً سنہ ۵۰ میں انتقال ہوا۔ ان کی انجیل حضرت یحییٰ کے پیدائش کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور ۲ بابوں میں عروجِ آسمان تک کے واقعات و احکام درج ہیں (لوقا شام کے دار الخلافہ انطاکیہ کے رہنے والے تھے ان کی قومیت میں اختلاف ہے۔ باسیلین اور فی بری شمس نیز ڈاکٹر لارڈز بعض قدما کے قول کی موافقت میں اور اس امر کا لحاظ کر کے کہ یہ پولس کے ساتھ رہے ان کو یہودی کہتے ہیں جب کہ میکائلس کلیسیوں کے نام خط (باب ۱۰، ۱۱، ۱۲) سے سند پکڑ کر کہتا ہے کہ لوقا یہودی نہ تھا۔ اس کے برخلاف بولٹن اور کونلی کہتے ہیں کہ لوقا شروع میں غیر قومیت سے تھا مگر جوانی میں یہودی بن گیا تھا۔ تقی

انجیل یوحنا ۱۸۲۲ء میں لکھا ہے کہ اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلا شک

و شبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے۔ ہورن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴م قسم ۲ میں لکھتے ہیں کہ دوسری صدی عیسوی کا فرتہ الوجن اس انجیل کا منکر تھا۔ اسی طرح یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتا تھا۔

مشہور محقق عالم برٹشینڈر کہتا ہے کہ یہ ساری انجیل اور اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اُس کی

۱۸ یوحنا (حائے مفتوح) John، حبیب بن زبیدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ انجیل آپ ہی سے منسوب ہے۔ نیز عمدنامہ جدید کے مجموعہ میں تین خط اور ایک کتاب مکاشفہ بھی آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آپ نے عمر بھر یہودیوں کے ظلم و ستم برداشت کئے اور پہلی صدی عیسوی ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ یاد رہے کہ عیسائی حضرت حضرت یحییٰؑ کو بھی یوحنا کہتے ہیں مگر اس کے ساتھ ”المعتمد“ کی قید ہے۔ یہاں وہ مراد نہیں ہیں۔ یوحنا کی انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد کے حالات سے حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی ملک کے حالات درج ہیں اور اس کے ۲۱ باب ہیں۔ تقی

۱۹ یعنی یوحنا حواری کی تصنیف ہرگز نہیں اور ایسا ہی اس انجیل کے باب ۲۱ درس ۲۴ مطبوعہ ۱۸۲۳ء سے معلوم ہوتا ہے جس کی عبارت یوں ہے۔ ”یہ وہ شاگرد ہے جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اور ہم کو یقین ہے کہ گواہی اس کی سچی ہے۔“ انتہی۔ اس میں یوحنا کے حق میں وہ شاگرد اور اس کی گواہی کے ”انفعا صیغہ غائب کے ساتھ وارد ہوئے ہیں نیز ہم کو یقین ہے الخ“ صیغہ متکلم کے ساتھ آئے ہیں یہ صاف دلالت ہے کہ کس بات کی کہ انجیل کا لکھنے والا یوحنا کے سوا کوئی اور ہے۔ شاید مدبر سکندریہ کے اس طالب علم نے جس کا حوالہ اسٹاولن نے دیا ہے یوحنا کی کوئی تحریر پا کر اس میں سے اس انجیل کو مرتب کیا ہو اور یوحنا کی تحریر انجیل متی عبرانی کی طرح گم ہو گئی ہو۔ منہ

طرف منسوب کر دی ہیں۔ جمہور سچی علماء نے اس انجیل کے ساتویں اور آٹھویں باب کی بعض آیات کا انکار کیا ہے۔ مقصد سوم کی دوسری فصل میں انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔ مشہور محقق عالم کروٹیس کہتا ہے کہ اس انجیل میں بیس ابواب تھے۔ افسس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے۔ اناجیل ارتجہ کی تالیف کے زمانہ میں مذکورہ شدید اختلاف سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ان کتابوں کی کوئی بھی متقل سند نہیں ہے۔

ہوٹون صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۲ میں ۲ باب ۲ میں لکھتے ہیں :-
 ”ہم کو مورخین کنسیہ کی معرفت انجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں، جن سے کسی معین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی اور ان کو قلمبند کر ڈالا۔ بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی چیزوں کو ان مشائخ کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کاتب سے دوسرے کاتب تک پہنچتی رہیں۔ مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہو گیا۔“
 اسی جلد میں دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

”پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۳۹ء یا ۴۰ء یا ۴۱ء یا ۴۲ء یا ۴۳ء یا ۴۴ء میں تالیف کی گئی۔ دوسری انجیل ۵۶ء یا اور اس کے بعد ۶۵ء تک کسی وقت میں۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف ہوئی۔ تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی اور چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۷۱ء یا ۷۲ء یا ۷۳ء یا ۷۴ء یا ۷۵ء یا ۷۶ء یا ۷۷ء یا ۷۸ء یا ۷۹ء یا ۸۰ء میں تالیف ہوئی۔“

کتاب اعمال | فرقہ ولن ای انجیلی، فرقہ مارسلونی، سویرینس اور فرقہ مانی کیز کے بعض لوگوں نے کتاب اعمال کی صداقت کے انکار کیا ہے۔

پولس کے خطوط | پولس کے اکثر خطوط کے سن تحریر میں شدید اختلاف ہے نیز ان میں سے بعض کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اختلاف ملاحظہ ہو۔ پولس کا خط رومیوں کی جانب ۵۵ء یا ۵۶ء یا ۵۷ء یا ۵۸ء میں یا

۱ء اردو میں اس کا نام "رسولوں کے اعمال" Arts of apostles ہے اور کہتے ہیں کہ لوقا نے اپنے شاگرد تھیفلس کو یہ صحیفہ لکھا تھا جس میں حضرت عیسیٰ کے بعد حواریں کی کارگزاریاں بالخصوص پولس کے تبلیغی سفروں کا حال اس کے روم پہنچنے تک (تقریباً ۶۲ء) مذکور ہے۔ اس میں ۲۸ باب ہیں۔ تھی

۲ء پولس (لام کے پیش کے ساتھ) Paul نصاریٰ کا ایک مقدس پیشوا ہے جس کے ہم خطوط بائبل کے موجودہ مجموعے (عہد نامہ جدید) میں موجود ہیں بزرگ نصاریٰ نصرانی مذہب کی تبلیغ میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ شروع میں عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اس کا نام ساؤل تھا اور یہ یہودی تھا اس نے یروشلم میں عیسائیوں پر بڑے ظلم و ستم ڈھائے۔ بعد میں یہ دمشق گیا تو ایک غیر معمولی واقعہ سے مرعوب ہو کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیوں کا زبردست مبلغ بن گیا (یہ واقعات کتاب اعمال باب ۸ اور باب ۹ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ شمالی جزیرہ عرب اور ایشیائے کوچک Asia minor کے مختلف شہر مقدونیہ وغیرہ اس کی تبلیغ کا اہم مرکز رہے ہیں۔ اسے بیت المقدس میں دو مرتبہ قید کیا گیا پھر روم میں لے جا کر سلسلہ میں قتل کر دیا گیا۔ تھی

۳ء اس خط میں پولس نے روم کے باشندوں کو خطاب کیا ہے جو آجکل اٹلی کا دارالسلطنت ہے اور دریائے ٹیبر Tiber کے مخرج سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے (اعمال ۱۸: ۲) اس خط میں اولاً تبشیر ہے، پھر کائنات کا مقصد تخلیق اور عیسائیوں کو ہدایات ہیں۔ تھی

۵۸ء کے آخر اور ۵۹ء کے ابتداء میں لکھا گیا۔ تہمتی کا پہلا خط ۵۲ء یا ۵۸ء یا ۶۴ء یا ۶۵ء میں تحریر ہوا۔ تہمتی کا دوسرا خط روم میں پولس کے پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ مقید ہونے کے وقت لکھا گیا۔ تہمتی کا خط ۵۲ء یا ۵۶ء یا ۵۸ء یا ۶۴ء یا ۶۵ء میں تحریر ہوا۔

فلیمون کی طرف پولس کے خط کو جیروم کے دور کے عیسائی علماء نے ایک گھریلو خط قرار دے کر اس کو عہد جدید کی کتب میں سے نکال دینے پر بہت زور دیا ہے اور انہوں نے تو اس کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ کلیتہاً ایک ہیروالڈ ج ۷ ص ۲۰۶ میں درج ہے کہ روز صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں۔ شیلے میچر نے تیمتھس کے نام پہلے خط کی اور الکھارن نے تیمتھس کے نام دونوں خطوں اور ططس کے نام خط کی شدید مذمت کی ہے اور ان کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

۱۔ یہ خط تہمتی یا تیمتھس کے نام ہے جو پولس کا شاگرد اور بعض سفروں میں اس کا ساتھی تھا۔ (اعمال ۱۶: ۱، ۳) و (۱۴: ۱۶)۔ پولس اس پر اعتماد کرتا اور لوگوں سے اس کی عزت کرتا تھا (۱ کرنتھیوں ۱۶، ۱۰) و (فلپیوں ۲: ۱۹) اس خط میں عبادات و اخلاق سے متعلق ہدایات ہیں اور یہ ۵ باب پر مشتمل ہے۔ تہمتی

۲۔ اس خط میں بعض لوگوں کے مرتد ہونے کا ذکر ہے اور تیمتھس کو تبلیغ سے متعلق ہدایات اور آخر زمانے سے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ یہ خط چار بابوں پر مشتمل ہے۔ تہمتی

۳۔ تہمتی Titus یا ططس پولس کے سفروں میں اس کے ساتھ رہا ہے (کلیون ۲: ۱) پولس اس سے محبت کرتا تھا (۲ کرنتھیوں ۱۳: ۲) پولس نے اُسے کریتے Crete شہر میں چھوڑا تھا تاکہ وہ تبلیغ کرے (ططس ۱: ۵) اس خط میں تبلیغ کے طریقے اور بپتوں کی صفات مذکور ہیں۔ اسے ۳ باب ہیں۔ تہمتی

۴۔ فلیمون Philemon پولس کا ہم سفر اور ساتھی تھا۔ انیسویں کو اس کے پاس بھیجتے وقت پولس نے یہ خط لکھا ہے۔ تہمتی

عہد جدید کی دوسری قسم کی کتابیں

دوسری قسم میں یہ کتابیں شامل ہیں :-

پولس کا خط عبرانیوں کی طرف؁ پطرس کا دوسرا سالہ؁ یوحنا کا دوسرا اور تیسرا سالہ۔ یعقوب؁ کا سالہ۔

۱۔ اصل میں عبرانی یہودیوں کو کہتے ہیں اور یہ عابر کی طرف نسبت ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ وجہ تسمیہ میں علماء لغت و تاریخ کا اختلاف ہے۔ انگریزی میں انہیں Hebrews کہتے ہیں۔ عبرانیوں کے نام پولس کے اس خط میں مختلف اخلاقی و مذہبی ہدایتیں ہیں۔

۲۔ پطرس (پا اور را مضموم) Peter حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا اصلی نام سمعان تھا مچھلیوں کے شکار پر گزارہ کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تو آپ نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر ان کا نام پطرس رکھا جس کے معنی چٹان کے ہیں۔ شروع میں یہ انطاکیہ میں رہے۔ پھر انہیں روم لے جایا گیا اور وہیں پچاسی دی گئی (پیدائش تقریباً شہ ق م اور وفات ۶۷ء) عہدِ جدید کے موجودہ مجموعہ میں ان کے دو خط شامل ہیں جن میں سے محولہ بالا خط دوسرا ہے۔ اس خط میں جھوٹے نبیوں اور استادوں سے متعلق ہدایات ہیں اور مستقبل کی کچھ پیشگوئیاں ہیں۔ تقی۔

۳۔ یہ خط ایک خاتون کے نام ہے جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اس میں بارہ آیتیں ہیں۔ تقی۔
۴۔ یہ خط گیس Gaius کے نام ہے جو یوحنا کا شاگرد تھا۔ اس میں چودہ آیتیں ہیں اور زیادہ تر مخاطب کی تعریف اور ہمت افزائی ہے۔ تقی۔

۵۔ یہ یعقوب James بن یوسف بنحاریں جو بارہ حواریوں میں سے ہیں۔ کتاب اعمال میں آپکا ذکر کثرت آیا ہے۔ آپ کو شہید کیا گیا (یاد رہے کہ حواریین میں سے ایک یعقوب بن زبدي یوحنا کے بھائی ہیں وہ یہاں مرلونیس انہیں یعقوب الاکبر کہتے ہیں) اس عام خط میں انہوں نے مختلف ہدایات دی ہیں۔ تقی۔

یہودا کا رسالہ اور مشاہدات یوحنا۔

یوسی بیوس نے اپنی کتاب تاریخ کلیسا کی کتاب باب میں لکھا ہے کہ :-

”پطرس کا رسالہ نمبر ۱ سچا ہے۔ البتہ دوسرا رسالہ کسی زمانہ میں بھی کتب مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکا۔ مگر پولس کے چودہ رسالے ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگوں نے یہاں عبرانیہ کو خارج کر دیا ہے۔“

پھر کتاب مذکورہ کے باب ۲۵ میں تصریح کی ہے کہ :-

”اس امر میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ رسالہ یعقوب، رسالہ یہودا اور پطرس کا رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲، ۳، ۴ انجیل والوں کے لکھے ہوئے ہیں، یا کسی دوسرے اشخاص کے جو انہی ناموں سے موسوم تھے۔ اور یہ بات سمجھ لین چاہیے کہ اعمال پولس اور بائبل اور مشاہدات پطرس اور رسالہ برینا اور وہ کتاب جس کا نام انٹیٹوشن حواریین ہے یہ سب جعلی اور فرضی کتابیں ہیں۔ اور اگر ثابت ہو جائے تو مشاہدات یوحنا کو بھی ایسا ہی شمار کرنا چاہیے۔“

یوسی بیوس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۶ باب ۲۵ میں آریجن کا قول رسالہ عبرانیہ کے حق میں یوں نقل کیا ہے :-

وہ حال جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس رسالہ کو

۱۔ یہودا تھاداس Jude Thaddaeus یعقوب کے بھائی اور بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں۔ ان کا ذکر یوحنا (۲۲: ۱۴) میں ہے۔ اس خط میں جھوٹے دعویداروں سے اجتناب اور دوسری مذہبی ہدایتیں ہیں (یاد رہے کہ وہ یہود نے جس نے بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر لیا تھا یہ نہیں، وہ یہود اسکر یوتی ہے، تقی۔

۲۔ یہ ایک مکاشفہ ہے جو بقول نصاریٰ یوحنا کو ہوا تھا اس میں کچھ پیشگوئیاں ہیں اس کا انگریزی نام Revelations ہے۔ تقی :-

روم کے بشپ کلیمنٹ نے لکھا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کو
لوقا نے ترجمہ کیا ہے۔“

ارنیس پشپ لیس جو ۷۸ء میں گزرا ہے اور ہپ پولیس جو ۲۲۰ء میں
گزرا ہے اور روم کا بڑا پادری نوٹیس جو ۲۵۱ء میں ہوا ہے، انہوں نے اس کا
سرے سے ہی انکار کیا ہے۔ ٹرٹولین، کا تھیج کا بڑا پادری متوفی ۲۰۰ء کہتا ہے
کہ یہ برتیا کا رسالہ ہے۔ روم کا پادری کیس متوفی ۲۱۲ء نے پولس کے رسالوں کو
تیرہ شمار کیا ہے اور اس رسالہ کو شمار نہیں کیا۔

ساٹی پرن، کا تھیج کا لاطھ پادری متوفی ۲۴۸ء بھی اس رسالہ کا ذکر نہیں کرتا اور
سریانی گرجا آج تک پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ۲، ۳ کو تسلیم کرنے
سے منکر ہے۔ اور اسکا لچر کہتا ہے کہ جس شخص نے پطرس کا رسالہ نمبر ۲ لکھا اُس نے
اپنا وقت ضائع کیا۔ یوحنا کے رسالہ نمبر ۱ کے باب نمبر ۵ کی بعض آیتوں کو جمہور محققین
نے بالکل غلط بتایا ہے۔

لارڈز اپنی تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ میں کہتا ہے کہ ”سرل اور اسی طرح یروشلم کے گرجے
اپنے زمانے میں کتاب المشاہدات کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کا نام
بھی اس قانونی فہرست میں نہیں پایا جاتا جو اُس نے لکھی تھی“ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ
اس فہرست میں کتاب باروخ اور رسالہ یرمیاہ کا تذکرہ موجود ہے۔

۱۷ یوسی بس اپنی تاریخ کی چھٹی کتاب کے پچیسویں باب میں نقل کرتا ہے کہ ”ارجن نے پانچویں جلد
شرح انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھ کے نہیں بھیجا مگر بعض کو جو لکھا تو یہی
دو چار سطر عبارت۔“ انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبرانیوں کے نام لکھے جانے والے خط کی طرح اور
خطوط بھی بے سند ہیں اور کسی اور نے لکھے ہیں نہ کہ پولوس مقدس نے۔ ممکن ہے بعض خطوط میں
دو، چار سطر پولوس مقدس کی بھی ہوں۔ منہ

یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۷ باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ ”دیونیسس کہتا ہے کہ بعض متقدمین نے کتاب المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے اور اس کے رد میں مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ ہے اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی طرف غلط ہے۔ اس کا مصنف نہ تو کوئی حواری ہو سکتا ہے نہ کوئی نیک شخص اور نہ کوئی عیسائی، اس کی نسبت یوحنا کی طرف درحقیقت ایک بددین اور ملحد شخص سمرن تھسن نے کی ہے۔ مگر میں اس کو کتب مقدسہ سے خارج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ بہت سے بھائی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے، میں یہ تو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کسی الہامی شخص کی تصنیف ہے مگر یہ بات آسانی سے نہیں مان سکتا کہ یہ شخص حواری تھا اور زبیدی کا بیٹا، یعقوب کا بھائی اور انجیل کا مصنف تھا۔ بلکہ اس کے برعکس محاورات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حواری ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کا مصنف وہ یوحنا ہو سکتا ہے جس کا ذکر کتاب الاعمال میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا ایشیا میں آنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ یوحنا کوئی دوسری شخصیت ہے جو ایشیا کا باشندہ ہے۔ افسس میں دو قبریں موجود ہیں جن پر یوحنا کا نام لکھا ہوا ہے۔ عبارت اور مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجیل والا یوحنا اس کا مصنف نہیں ہے۔ کیونکہ انجیل اور اس کے رسالہ کی عبارت یونانیوں کے اسلوب کے مطابق بڑی پاکیزہ ہے۔ اس میں کچھ مشکل الفاظ کی بھرمار نہیں ہے اس کے برعکس مشاہدات کی عبارت یونانی محاورات کے قطعی خلاف ہے۔ اس میں

۱۰ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس خیال سے اپنا نام یوحنا رکھ لیا تھا کہ جیسے اس نام والے کو اللہ نے ملت مسیح میں عزیز کیا ہے ہم کو بھی ایسا ہی عزیز کرے۔ اسی خیال سے اکثر لوگوں نے اپنے نام پطرس اور پولوس بھی رکھے ہیں۔ منہ

۱۱ ان دو قبروں میں سے شاید ایک وہ ہو جو مشاہدات کا مصنف ہے اور دوسرا حواری ہو۔ منہ

نامانوس اسلوب استعمال کئے گئے ہیں۔ نیز حواری اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کرتا۔ نہ انجیل میں اور نہ رسالہ عامہ میں، بلکہ اپنے کو متکلم یا غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتا ہے اور مقصود کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے۔ اس کے برعکس اس شخص نے باب میں یسوع مسیح کا وہ مکاشفہ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے عطا کیا تھا تاکہ بندوں کو وہ چیزیں جن کا عنقریب ہونا ضروری ہے ظاہر کرے اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کی۔

اور چوتھی آیت میں ہے کہ ”یوحنا کی جانب سے ان سات کلیساؤں کے نام“ آیت ۹ میں ہے۔ ”یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع کی مصیبت اور بادشاہی اور صبر میں تمہارا شریک ہوں“

باب ۲۲ آیت ۸ میں لکھا ہے کہ ”میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا“ ان آیتوں میں لکھنے والے نے حواریوں کے طریقے کے خلاف اپنے نام کو ظاہر کیا ہے۔

کیٹھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۲ء جلد ۷ صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ ”روز نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے پروٹسٹنٹ محققین، کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتے اور پروفیسر ایوالڈ نے مضبوط اور قوی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ یوحنا کی انجیل اور اس کے خطوط اور کتاب المشاہدات (مکاشفہ) ایک مصنف کی ہرگز تصانیف نہیں ہو سکتیں“

یو سی بیس اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۲ باب ۲۲ میں یعقوب کے رسالہ کی نسبت یوں لکھتا ہے کہ ”خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور فرضی ہے، مگر بہت سے متقدمین نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال ہمارا یہودا کے رسالہ کی نسبت بھی ہے۔ مگر بہت سے گرجوں میں اس پر بھی عمل درآمد ہوتا ہے“ اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی

مارٹن لوتھر رسالہ یعقوب کی نسبت کہا کرتے تھے کہ یہ تو گھاس پھونس کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

بیشتر متقدمین عیسائی علماء یہود کے رسالہ کی صداقت کے منکر تھے۔ چنانچہ تاریخ بائبل مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں کہا گیا ہے کہ ”کروٹیس کہتے ہیں کہ یہ رسالہ یہود نامی اس پادری کا ہے جو ایڈرین کے دور سلطنت میں یروشلم کا پندرہواں پادری تھا۔ مارٹن لوتھر کا شاگرد و رشید اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا بہت بڑا عالم یوآن لکھتا ہے کہ یعقوب نے اپنے رسالہ کا اختتام بہت ہی لغو و بے ہودہ طریقہ سے کرتا ہے اور کتابوں کے حوالے ایسے غلط انداز سے نقل کرتا ہے کہ اس میں روح القدس کا وجود نہیں پایا جاسکتا۔ اس لئے اس رسالہ کو کتب مقدسہ میں شامل نہ کیا جائے۔ نمبر گ کا پروٹسٹنٹ مبلغ دی ٹس تھیوڈور کا کہنا ہے کہ مشاہدات یوحنا اور یعقوب کے رسالہ کو ہم نے قصداً متروک قرار دیا ہے۔ کیونکہ یعقوب نے اپنے رسالہ میں جن مقامات پر اعمال کو ایمان پر فوقیت دی ہے صرف وہی قابل ملامت نہیں ہیں بلکہ اس کے بیشتر مضامین اور ان کے معنی ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہیں۔

میک ڈمی برجن سینٹیورٹس کہتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ حواریوں کی تعلیمات کے بہت خلاف ہے۔ چنانچہ بعض مقامات پر اس نے نجات کو صرف ایمان پر موقوف ہونے کے بجائے اعمال کو بھی مدارِ نجات قرار دیا ہے۔ اسی طرح تورات کو انہیں آزادی قرار دیتا ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت بڑے عالم راجرس نے اپنے فرقہ کے ان بہت سے عیسائی علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے مندرجہ ذیل کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر کتب مقدسہ سے خارج کر دیا۔

رسالہ عبرانیہ، یعقوب کا رسالہ، یوحنا کا دوسرا، تیسرا رسالہ، یہود کا رسالہ اور مشاہدات یوحنا۔

پروٹسٹنٹ فرقہ ہی کا ایک زبردست عالم ڈاکٹر پلس کہتا ہے کہ تمام کتابیں یسوی پس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں۔ نیز یعقوب کا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یوحنا کا دوسرا و تیسرا رسالہ کے حواریوں کی تصنیفات نہ ہونے پر اصرار کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا اور سریانی گرجوں نے پطرس کے رسالہ نمبر ۲، یوحنا کے رسالہ نمبر ۲، ۳، یہود کا رسالہ اور کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا۔ یہی کچھ حالت عرب کے گرجوں کی تھی، مگر ہم تسلیم کرتے ہیں۔

راجرس کا قول ہے کہ اگرچہ بعض متقدمین نے عہد جدید کی تمام کتابوں کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ لیکن آخر کار متفقہ طور پر سب کو تسلیم کر لیا گیا۔

الغرض ۳۲۵ء تک عہد عتیق اور عہد جدید کی تمام کتب کی صداقت کے بارے میں زبردست اختلاف رہا ہے۔

کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں

۳۲۵ء میں بادشاہ قسطنطین کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں منعقد ہوا۔ بڑی تحقیق اور مشورے کے بعد ان علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے۔

یہ بات اس مقدمہ سے خوب واضح ہو جاتی ہے جو اس کتاب پر

۱۔ قسطنطین اول (Constantine) ہے جس کے نام پر ہینرٹطیہ کو قسطنطنیہ کہا گیا۔ کیونکہ اس نے اسے اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ وفات ۳۳۷ء میں ہوئی۔ ۱۲ د

۲۔ شہر نائس۔ اس شہر کا مشہور نام نیقیہ (Nicaea) ہے اور یہاں جو عیسائیوں کی کونسل ہوئی

تھی اسے نیقاوی کونسل کہا جاتا ہے۔ ۱۲ د

جیروم نے لکھا ہے۔ چنانچہ نائیس کے اجتماع کے بعد کتب مقدسہ میں ایک کتاب کا مزید اضافہ ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دوسری مجلس ۳۶۲ء میں منعقد ہوئی جو لوڈیشیا کی مجلس کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس نے عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

(۱) کتاب اِستَر (۲) یعقوب کا رسالہ (۳) پطرس کا دوسرا رسالہ (۴) و (۵) یوحنا کا دوسرا و تیسرا رسالہ (۶) یہودا کا رسالہ (۷) پولس کا رسالہ عبرانیوں کے نام۔ اس مجلس نے اپنے فیصلہ کو عام پیغام کے ذریعے مؤکد کر دیا اور کتاب مشاہدات یوحنا ان دونوں مجلسوں میں بدستور فہرستِ مسلمہ سے خارج اور مشکوک رہے۔

اس کے بعد ۳۹۷ء میں ایک اور بڑی مجلس جو کارتیج کی مجلس کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے شرکاء میں عیسائیوں کا مشہور فاضل آگسٹائن اور ایک سو چھیالیس دوسرے مشہور علماء تھے۔ اس مجلس نے مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا اور کتاب یہودیت کی صداقت کا واجب التسلیم ہونا مؤکد کر دیا۔ اضافہ شدہ کتابوں کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) کتاب دانش (۲) کتاب طوبیا (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب کلیسائی پند و نصائح (۵) و (۶) مقابین کی دونوں کتابیں (۷) کتاب مشاہدات یوحنا

اس مجلس کا فیصلہ ٹرٹو کی چھٹی مجلس میں بھی برقرار رہا۔ البتہ اس مجلس کے شرکاء نے

۱. St. Jerome عیسائیوں کا مشہور عالم اور فلاسفر ۳۴۲ء میں پیدا ہوا۔ اسی

نے بائبل کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور بائبل کے علوم میں معروف ہوا۔ اس سلسلہ میں اُس کی بہت سی

تصانیف ہیں۔ ۲۴۲ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بظاہر جان ہنس کا

شاگرد جیروم متوفی ۴۱۶ء مراد ہے۔

کتاب باروخ کو کتاب یرمیاہ کا تقریباً جزو قرار دیا۔ اس لئے کہ باروخ علیہ السلام، یرمیاہ علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے۔ اسی لئے ان لوگوں نے اسماء کتب کی فہرست میں کتاب باروخ کا نام علیحدہ نہیں لکھا۔

مجلس ٹرٹو، مجلس فلورنس اور مجلس ٹرنٹ نے بھی پہلی کارہیج کی مجلس کے فیصلہ کو قائم اور باقی رکھا۔ صرف آخر کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام ان کتابوں کی فہرست میں علیحدہ لکھ دیا۔

ان مجالس کے منعقد ہونے کے بعد وہ کتابیں جو تقریباً تین صدی تک مشکوک اور غیر معتبر سمجھی جاتی رہیں، تسلیم شدہ قرار پائیں اور تقریباً بارہ سو برس تک عیسائیوں کے تمام فرقوں کے نزدیک واجب التسلیم رہیں اور آج بھی رومن کیتھولک والے ان سب کو واجب التسلیم قرار دیتے ہیں۔

اسلاف کے فیصلوں سے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بغاوت

پروٹسٹنٹ فرقہ نے کتاب اُستر کے بعض ابواب، کتاب باروخ، کتاب طوبیا، کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب پند و نصائح کلیسا اور مقابہین کی دونوں کتابوں کو کتب مقدسہ سے خارج کر کے ان کی صداقت کو واجب التسلیم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور دیگر دلائل کے علاوہ مندرجہ ذیل دلائل بھی پیش کئے کہ :-

- تمام عیسائیوں نے ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا۔
- ان میں زبردست تحریف ہوئی ہے۔
- من گھڑت اور خود ساختہ ہیں اور ان میں جھوٹی باتوں کی بھرمار ہے۔

ہم اُن کے ان دلائل کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے اپنے اعتراف سے یہ حقیقت پائیدار ثبوت تک پہنچ گئی کہ چوتھی صدی عیسوی اور اس کے بعد کے سخی اسلاف اور

بزرگ سرے سے ناقابل اعتبار پائے گئے۔ لہذا ان کے اجماع اور اتفاق کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ لوگ دیانت و صداقت سے بالکل بے بہرہ تھے جس کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں علماء متفقہ طور پر جھوٹی اور تحریف شدہ کتابوں کو واجب التسلیم قرار دے کر تمام عیسائیوں کو بے ایمانی پر مجتمع کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور جن چیزوں کو واجب الرد قرار دینا چاہیے تھا ان کو واجب الاعتقاد ثابت کرتے رہے۔

اس فرقہ کے نزدیک روٹن کیتھولک فرقہ جو کہ ان سے تعداد میں چھ گنا سے بھی زائد ہے ابھی تک اسی مصیبت میں مبتلا ہے۔

ان لوگوں کے اعتراف کے بموجب کتب مقدسہ میں اسلاف سے بھی تحریف ثابت ہو گئی۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دلیل اول مذکورہ کی رو سے مذکورہ بالا کتابوں کو تو کتب مقدسہ سے خارج قرار دیا گیا مگر اس دلیل کا مقتضی یہ بھی تو ہے کہ پوری کتاب آستر، مشاہدات یوحنا، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یہودا کا رسالہ، یعقوب کا رسالہ اور رسالہ عبرانیہ کو بھی کتب مقدسہ سے خارج قرار دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا حالانکہ ان مجلسوں سے پیشتر ان کتابوں کو بھی تمام عیسائیوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور اس معاملہ میں مشاہدات اور کتاب آستر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ حتیٰ کہ کتاب مشاہدات کو بعض لوگوں نے ایک ملحد شخص سرن تحسن کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کو غیر معقول، بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ کہا گیا ہے۔ نیز عبادت اسلوب بتاتا ہے کہ اس کا مصنف انجیل والا یوحنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور کتاب آستر کے سیاق سے اس کا کتاب مقدس ہونا ہی معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ پورا کتاب میں کہیں بھی خدا کا ذکر تک نہیں آیا اور نہ ہی اس کے مصنف کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا۔ بائبل کے مفسرین محض ظن و تخمین سے کام لے کر اس کے تعین کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض عیسائیوں کا خیال ہے کہ یہ ان علماء کی تصنیف ہے جو عزرا کے عہد سے

سائنس کے زمانہ تک ہوئے ہیں۔

فلو یہودی کا قول ہے کہ یہ یہویا کین کی تصنیف ہے جو یسوع کا بیٹا تھا اور بابل کی قید سے آزاد ہو کر آیا تھا۔

اگسٹائن کہتا ہے کہ یہ عزرا کی تصنیف ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ یہ مرد کے کی لکھی ہوئی ہے اور بعض مرد کے اور آستر دونوں کی تصنیف بتاتے ہیں اور بیشتر عیسائی متقدمین نے اس کتاب کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا ہے۔

کیٹھولک ہیرالڈ ج ۲ صفحہ ۳۴ میں ہے کہ سینٹ ملیٹون نے واجب التسلیم کتب مقدسہ کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کیا۔ چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۴ باب ۲۶ میں کہا ہے کہ سینٹ گرگوری نازین زن نے اپنے اشعار میں تمام واجب التسلیم کتابوں کے نام ضبط کئے ہیں مگر اس کتاب کا نام ان میں نہیں لکھا اور نہ ہی سینٹ ایم فی بولکس نے اپنے ان اشعار میں جو اس نے سلبوکس کو لکھے تھے اور ان میں تمام کتب مقدسہ کے نام درج کئے تھے، اس کتاب کا نام شامل کیا بلکہ اس کے واجب التسلیم ہونے پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ سینٹ انتھانیسٹیس نے اپنے انتالیسویں خط میں اس کتاب کو مردود اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح مصنف سناپسس نے بھی اس کو مردود قرار دیا ہے۔ غرضیکہ مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اہل کتاب کے پاس ان کی کتب مقدسہ کی کوئی بھی متوصل موجود نہیں ہے۔



فصل سوم

کُتبِ مقدسہ میں تحریف کے اسباب و وجوہ

کُتبِ مقدسہ میں تحریف کے مختلف اسباب و وجوہ ہوئے ہیں۔ مثلاً

تحریف کا پہلا سبب | زمانہ قدیم میں لکھنے کے ناقص طریقوں کو بتایا جاتا ہے، چنانچہ تاریخ کی ایک کتاب میں جو ۸۵۰ء میں چارلس ڈالین پریس لندن سے شائع ہوئی۔ اس کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے :-

و زمانہ قدیم میں کسی چیز کو لکھ کر محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ شیشے، موم یا لکڑی کی تختیاں بنا کر لوہے، پتیل یا ہڈی کی سلاخ سے لفظوں کے نقوش ان تختیوں پر کندہ کر دیئے جاتے تھے۔ پھر اہل مصر نے سب سے پہلے ان تختیوں کے بجائے پیرسٹ نامی ایک درخت کے پتوں کو اس کام کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد شہریرگس کے باشندوں نے گھاس پھونس سے جھلی نما کاغذ تیار کیا۔ اٹھویں صدی میں رومی اور ریشم سے کاغذ تیار کیا گیا۔ جو کہ تیرہویں صدی میں کپڑے سے تیار کیا جانے لگا۔ ساتویں صدی میں قلم ایجاد ہوا۔ چنانچہ زمانہ قدیم میں کتابیں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بہت بڑے کاغذ کے ایک ہی جانب لکھا جاتا جسے حفاظت کے لئے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا اور جب پڑھنے کے لئے کھولا جاتا تو کافی جگہ میں پھیل جاتا۔ اس کے بعد چوکور اوراق پر دونوں طرف لکھنے کا رواج ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں آج کل

لے Papyrees دریائے نیل کے کناروں پر یہ پودا بکثرت پیدا ہوتا ہے (ہماری

کے طریقے پر کتابوں کا لکھنا، ان کا ترجمہ کرنا، ان کو پڑھنا اور پھر کتاب کو محفوظ رکھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ چنانچہ اس دور میں کتابوں میں تحریف اور جعل سازی کا امکان بہت ہی آسان تھا، قطع نظر اس سے کہ تحریف کا سبب بددیانتی ہوتا یا اس کی کوئی دوسری وجہ ہوتی۔ جہاں تک تورات اور انجیل میں تحریف کا تعلق ہے اس کا سبب بڑا سبب ملحدوں کی کاذب گزاریاں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے مذکورہ بیان سے دیگر اسباب تحریف کے علاوہ اس عیسائی مؤرخ کا یہ اعتراف کہ تورات و انجیل میں تحریف و جعل سازی کا کام ملحدین کی طرف سے بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ اور یہ صرف اسی مؤرخ کا اعتراف نہیں بلکہ دوسرے انگریز مؤرخ بھی مذکورہ وجوہات کا برملا اعتراف کرتے ہیں، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچوں کتابوں میں جو کہ ۵۲۰ قبل مسیح علیہ السلام کے زمانہ کی تصنیف ہیں، ساتویں صدی عیسوی میں کاغذ کی ایجاد تک جن کو دو ہزار سال سے زائد عرصہ ہو چکا تھا نیز عہد عتیق کی دوسری کتابوں کے عرصہ دراز تک اور تقریباً سات سو سال تک انجیل کے نسخے بہت ہی کم تعداد میں موجود ہوں گے اور ملحدوں کو ان میں جعل سازی اور تحریف کا بہت ہی زیادہ موقع ملا ہوگا۔

دوسرا سبب | بخت نصر کا یہودیوں پر زبردست حملہ ہے جس میں یہودیوں کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑا۔ ہیکل گرا دیئے گئے، بے شمار یہودی قتل کر دیئے گئے اور باقی ماندہ قیدی بنائے گئے۔ اس وقت تک

۱۔ بخت نصر جسے نبوکدنصر Nabuchodonosor بھی کہتے ہیں۔ (تورات میں

یہی نام مذکور ہے) بابل کا بادشاہ تھا، جس نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے بری طرح تاخت و تاراج کیا۔ بے یاب و آباد کیا جو بنی اسرائیل کی بد اعمالیوں کی بنا پر بھیجا گیا تھا اور جس کی پیشگوئیاں کئی انبیاء علیہ السلام نے کی تھیں۔ "تقی

عہدِ عتیق کی کتابوں کے جتنے پرانے نسخے بھی موجود تھے اس حادثہ میں سب کے سب ضائع ہو گئے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر عزرا پیدا نہ ہوتے اور تورات کی دوبارہ تدوین نہ کرتے تو ان کے زمانہ میں ہی یہ کتابیں موجود نہ ہوتیں۔ دوسرے زمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

تیسرا سبب یہ ہوا کہ جب عزرا (علیہ السلام) نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو دوبارہ لکھا تو ۱۶۸ قبل مسیح علیہ السلام میں انتوکس^۱ کے دورِ حکومت میں یہودیوں کو ایک اور تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔ اس حادثہ میں عزرا علیہ السلام کے مذکور^۲ دیکھے ۲۔ ایسڈریس^۳ جس میں ان کتابوں کے نذرِ آتش ہونے کا واقعہ مذکور ہے۔ کیتھوک فرقہ اس کتاب کو اب بھی تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ پروٹسٹنٹ سرے سے اس واقعہ کا ہی منکر ہے (ہماری کتب مقدسہ ص ۵۴) لیکن نحمیاہ کے باب میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ایسڈریس کی تائید کرتا ہے۔ اس سے بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ کتابِ تورات ضائع ہو گئی تھی اور حضرت عزرا نے لکھ کر پھر سب لوگوں کے سامنے اسے پڑھا۔ عجیب بات ہے کہ کیتھک بائبل Knox Vessian مطبوعہ ۱۹۶۳ء میں بھی ایسڈریس سے وہ باب ہی حذف کر دیا گیا ہے جس میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس نسخہ میں ایسڈریس کی دوسری کتاب تیرہویں باب پر ختم ہو گئی ہے۔ ہمارے پاس اگرچہ ایسڈریس کا اس کے سوا کوئی نسخہ نہیں ہے جس سے وہ عبارت نقل کی جائے لیکن خود عیسائی حضرات کی کتابوں میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ایسڈریس میں یہ واقعہ موجود ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے یقینی طور پر ہم ۲ ایسڈریس ۱۴: ۲۰ تا ۲۹ میں یہ روایت پڑھتے ہیں کہ تورات چونکہ جل چکی تھی اس لئے عزرا نے اسے دوبارہ لکھا، (ص ۱-۵ جلد ۳ مقالہ بائبل بحث عہدِ قدیم فہرست مستمہ) پادری جی ٹی مینلی نے بھی بائبل ہیمنڈ بک میں ایسڈریس کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے (ص ۵۴)۔ تقی

^۱ انتوکس چہارم ایسی فینس Anliochas ایشیائے قریب کا مشہور بادشاہ جس نے ۶۸ ق م میں یروشلم پر قبضہ کر کے اس کو تباہ کر دیا تھا اور ایک مرتبہ بھرت نھر کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ تقی

شدہ نسخوں کے علاوہ عہدِ عتیق کی دوسری کتابوں کے بھی نسخے اس ظالم بادشاہ نے تلاش کر کے ضائع کر دیئے۔ مکاتیبوں کی پہلی کتاب کے باب میں اس تباہی کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے :-

ووانیتوکس شہنشاہ فرنگستان نے یردشلم کو فتح کر کے عہدِ عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے جہاں سے اُسے ملے پھاڑ کر جلا دیئے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہدِ عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجالائے گا اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہر مہینہ میں اس کی تحقیق و تفتیش عمل میں آتی تھی اور جس کے پاس سے عہدِ عتیق کی کوئی کتاب برآمد ہو جاتی یا یہ بات ثابت ہو جاتی کہ وہ رسم شریعت بجالاتا ہے تو اس شخص کو قتل کر دیا جاتا اور کتاب بھی تلف کر دی جاتی تھی۔“

عیسائی کتبِ تواریخ کے مطابق یہ سنگین حادثہ ساڑھے تین سال تک برابر جاری رہا۔ جان ملز کمپٹونک اپنی کتاب مطبوعہ ڈربی ۱۸۴۳ء کے صفحہ ۱۱۵ میں یوں لکھا ہے :-

”اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ اصل تواریات کا نسخہ اور اسی طرح عہدِ عتیق کی کتابوں کے اصل نسخے بخت نصر کے فوجیوں کے ہاتھوں یردشلم اور ہیکل کی تباہی کے وقت سب کے سب ضائع ہو گئے اور جب ان کی صحیح نقلیں عزرا علیہ السلام پیغمبر کے ذریعہ دوبارہ شائع ہوئیں تو وہ بھی انیتوکس کے حادثہ میں ضائع ہو گئیں اور پھر ان کتابوں کی سچائی کی شہادت اس وقت تک میسر نہیں ہو سکی جب تک کہ مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں نے ان کی صدا پر شہادت نہیں دے دی۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ عیسائی عالم عہدِ عتیق کی کتابوں کے ضائع ہو جانے کا کتنے کھلے الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے۔ مسیح علیہ السلام اور حواریوں کی شہادت کا مفصل ذکر مقصد دوم کے آخر میں مذکور ہو گا۔

چوتھا سبب | حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے بعد شاہانِ فرنگ کی دشمنی کے سبب اُن کے ہاتھوں اور بھی مختلف اور متعدد حوادث سے یہودیوں کو دوچار ہونا پڑا جن میں عہدِ عتیق کے وہ نسخے جو انتیکوس کے حادثہ میں کسی طرح ضائع ہونے سے بچے رہے تھے اور وہ نسخے بھی جو اس حادثہ کے بعد تالیف کئے گئے، سب کے ضائع ہو جانے کا گمان یقین کو پہنچ جاتا ہے۔ ان میں سے ایک حادثہ طیطوس رومی کا ہے جو مسیح علیہ السلام کے عروج سے ۳۷ سال بعد پیش آیا۔ مشہور مورخ یوسفیس نے اپنی تاریخ میں اس حادثہ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں، اس حادثہ میں گیارہ لاکھ یہودی مارے گئے اور نوے ہزار کو قیدی بنا کر غلاموں کی طرح فروخت کیا گیا۔

پانچواں سبب | عروجِ مسیح علیہ السلام کے تیس سال بعد ہی شاہانِ فرنگ کے بغض و عداوت کی وجہ سے ابتدائی طبقات کے عیسائیوں پر قتلِ عام اور جلاوطنی وغیرہ کے بے پناہ مصائب و حوادث کے پہاڑ ٹوٹے رہے۔ ان حوادث کی وجہ سے ان غریبوں کو شب و روز اپنی جان کے لالے پڑے رہتے۔ ایسی صورت میں کتب مقدسہ ان کے پاس موجود رہنا اور ان کی تدوین و تصحیح انتہائی مشکل کام تھا اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس طرح کے سنگین مصائب سے دوچار ہونے کی صورت میں کسی کتاب کی تدوین یا اس کی تصحیح کا کسے موقعہ ملتا ہے؟ ان حوادث میں ان بے چاروں کو دس مرتبہ قتلِ عام سے واسطہ پڑا۔ جن کی تفصیل یہ ہے :-

پہلا حادثہ | یہ حادثہ تیسرا شاہِ فرنگ کے عہد میں ۷۰ء میں پیش آیا، جس

۱۔ اعجازِ عیسوی کی طرح اظہارِ الحق کے بھی تمام نسخوں میں یہی نام لکھا گیا ہے مگر مشہور شاہِ نیرون (Neron) ہے۔ برٹانیکا اور مقدمہ ابنِ خلدون میں بھی اسے نیرون ہی لکھا گیا ہے، جو روما کا بادشاہ (۵۴ تا ۶۸ء) رہا ہے اور پانچواں قیصر تھا مشہور فلسفی سینیکا کا شاگرد ہے۔ عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھانے میں بنا پر یہ اپنی بربریت میں ضرب المثل ہے۔ (پہلے م ۶۸ء) ۱۲- ت

میں پطرس حواریؑ، اس کی بیوی اور پولس بھی قتل کر دیئے گئے۔ یہ قتل دار السلطنت دایالانہ اور ملک کے دوسرے اضلاع میں بادشاہ نیرو کی زندگی تک جاری رہا۔ اس دور میں عیسائیوں کے لئے اپنی مسیحیت کا اظہار و اعتراف سخت ترین جرم شمار ہوتا تھا۔

دوسرا حادثہ | یہ حادثہ شاہ ڈومشینؑ کے دور سلطنت میں پیش آیا۔ یہ بادشاہ بھی نیرو کی طرح ملت عیسوی کا جانی دشمن تھا۔ اس نے عیسائیوں کے قتل عام کا فرمان جاری کر دیا اور اس قدر خون بہایا گیا کہ اس دین کے قطعی مٹ جانے کا خطرہ ہو گیا، یوحنا حواری جلاوطن کیا گیا اور فیلیپس کلیمونس کو قتل کر دیا گیا۔

تیسرا حادثہ | یہ حادثہ شاہ ٹرجانؑ کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۱۱ء سے ہوئی اور مسلسل اٹھارہ سال تک عیسائیوں کا قتل عام جاری رہا۔ اور کورنقیہ کا اسقف اگناشسؑ، روم کا اسقف کلیمنٹ اور تیروشلم کا اسقف شمعونؑ لے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون طبع بیروت صفحہ ۱۸ ج ۱۔ بہ ذیل شرح اسم البابا و البطرک والکومین۔ ۱۲ ت

۱۵ شاہ ڈومشین (Domitian) ایک مدت تک روم کا بادشاہ (۸۱ء تا ۹۶ء) رہا، اپنے آخر دور میں اس پر قتل عام کا جنون سا طاری ہو گیا تھا۔

۱۶ اسے ٹراجانوس (Trajan) بھی کہتے ہیں (پ ۳۳۴ م ۱۱۱ء) یہ ۱۱۱ء سے ۱۱۷ء تک بادشاہ رہا ہے۔ بادشیوں کے مقابلہ میں اس کی شاندار فتح مشہور ہے۔ اس نے عیسائیوں پر بہت ظلم و ستم ڈھائے (برٹانیکا) ۱۲ ت۔

۱۷ ”اسقف“ کلیسا کا ایک عہدہ ہے جس کا مطلب وقت کا ”پاپا“ (دیکھئے بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۳) مختلف شہروں میں اپنے نائب مقرر کرتا ہے جسے اپنے اپنے شہر میں ”پاپا“ کے سے اختیارات ہوتے ہیں۔ اس نائب کو ”اسقف“ کہتے ہیں۔ قسطنس کا درجہ اس سے نیچا ہے (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۸) اکی کو بشپ Bishop کہتے ہیں۔ مختلف کلیساؤں میں اس کے فرائض منصبی کے لئے دیکھئے برٹانیکا مقالہ بشپ۔ ۱۲ تقی ۵۰

اسی ہنگامہ میں مارے گئے۔

چوتھا حادثہ | عیسائیوں کے قتل عام کا یہ واقعہ شاہ مرقس انٹونس کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۸۱۱ء سے ہوئی اور قتل عام کی یہ آگ مشرق سے مغرب تک پھیل گئی اور دس سال سے زائد عرصہ تک قتل و خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی۔ یہ بادشاہ اپنے دور کا مشہور فلسفی اور انتہائی متعصب بت پرست تھا۔

پانچواں حادثہ | قتل عام کا یہ حادثہ شاہ سویرس کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۸۲۲ء میں ہوئی۔ صرف مصر میں ہزاروں عیسائی قتل کئے گئے۔ اسی طرح فرانس اور کالہتج میں ایسا شدید قتل عام کیا گیا کہ عیسائی یہ خیال کرنے لگے کہ یہ زمانہ وصال کا زمانہ ہے۔

چھٹا حادثہ | یہ حادثہ شاہ مکسیم کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۸۲۴ء میں ہوئی۔ اس کے حکم سے اکثر عیسائی علماء قتل کر دیئے گئے، کیونکہ اس کو یہ معلوم تھا کہ جب علماء قتل ہو جائیں گے تو پھر عوام کو آسانی کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنایا جاسکے گا۔ اس حادثہ میں پوپ پونٹیانوس اور پوپ اینٹروئس بھی قتل کر دیئے گئے۔

ساتواں حادثہ | یہ حادثہ شاہ ڈی شس کے زمانہ میں ۱۸۵۳ء میں پیش آیا اس بادشاہ نے تو مذہب عیسوی کی بیخ کنی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کے فرمان صوبوں کے گورنروں کے نام اس سلسلہ میں صادر ہوئے۔ اس حادثہ میں بہت سے عیسائی مرتد ہو گئے۔ مصر، افریقہ، اٹلی اور مشرق کے علاقے اس کے ظلم و ستم کی جولان گاہ بنے رہے۔

آٹھواں حادثہ | یہ حادثہ بادشاہ ولیریان کے عہد میں ۱۸۵۷ء میں پیش آیا جس میں ہزاروں عیسائی قتل کر دیئے گئے۔ پھر اس سلسلہ میں اس

کے احکام نہایت سخت صادر ہوئے کہ اسقفوں اور پادریوں اور دین مسیح کے خادموں کو جہاں ملیں قتل کر دیا جائے اور عزت و آبرو والوں کے جائداد و مال ضبط کر کے ان کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ لوگ عیسائیت پر قائم رہیں تو ان کو قتل کر دیا جائے اور شریف عورتوں کے اموال لوٹ کر ان کو جلا وطن کر دیا جائے اور باقی تمام عیسائیوں کو غلام بنالیا جائے اور قید کر کے اُن کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر سہ کار می بیگار میں استعمال کیا جائے۔

نواں حادثہ | یہ حادثہ شاہ اسماعیلین کے عہد سلطنت میں پیش آیا، جس کی ابتداء ۱۷۷۲ء میں ہوئی، اگرچہ قتل عام کے لئے اس کا فرمان صادر ہو چکا تھا مگر اس سلسلہ میں عیسائی زیادہ قتل نہ ہو سکے کیونکہ وہ خود ہی مارا گیا۔

دسواں حادثہ | قتل عام کا یہ واقعہ ۱۷۷۲ء میں پیش آیا۔ اس شدید ترین قتل عام میں مشرق و مغرب کی زمینیں لالہ زار بن گئیں۔ شہر فریبجا پورا کا پورا دفعتاً جلا کر خاکستر کر ڈالا گیا اور اس میں ایک بھی عیسائی زندہ نہ رہا۔ خود کیجئے کہ ابتدائی طبقات کے عیسائی مسلسل تین سو سال تک ایسے سنگین حادثات سے دوچار رہے ہوں تو اُن میں کتب مقدسہ کے فقدان کا اندازہ لگانا بھی چننا مشکل نہیں ہے۔

چھٹا سبب | کتب مقدسہ میں سے جو کچھ بچی بچی رہ گئی تھیں ۱۷۷۳ء میں شاہ فرنگ کے حکم سے جلا ڈالی گئیں۔ چنانچہ لادوٹرا اپنی تفسیر کی جلد ۲۲ پر لکھتا ہے کہ ”ڈیوکلشین کا حکم صادر ہوا کہ گرجے مسماہ کر دیئے جائیں اور کتب مقدسہ

۱۔ ڈیوکلشین (Diocletian) دوم کا مشہور بادشاہ جو ۲۸۴ء سے ۳۰۵ء تک حکمران رہا۔ کلیسا کا بڑھتا ہوا اقتدار اس کو اپنے لئے ایک عظیم خطرہ محسوس ہوا جس کی بنا پر اُس نے عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھائے (تفصیل کے لئے دیکھئے برٹانیکا ص ۲۹۳ ج ۷) اسکے زمانہ کو عیسائی حضرات ”عہد شہادت“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۱۲

کو جلا دیا جائے۔“

پھر صفحہ ۵۲۳ پر کہتا ہے :-

”و یوسی بتیس بڑے دردناک پیرایہ میں بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے گرجوں کا مسمار ہونا اور بازاروں میں کتب مقدسہ کا جلا یا جانا دیکھا ہے۔“

ولیم مور اپنی تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۱۲۹ میں لکھتا ہے :-
 ”۳۰۳ء میں گرجوں کے مسمار کرنے، کتابوں کے جلا ڈالنے اور عبادت کے لئے عیسائیوں کے اکٹھا نہ ہونے کا سخت ترین فرمان جاری ہوا۔“
 پھر صفحہ ۱۳۰ میں کہتا ہے :-

”عیسائیوں کی تمام کتابیں خصوصاً کتب مقدسہ جن کو عیسائی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھتے تھے، ان کی جتنی تعداد بھی چھان بین اور تلاش سے مل سکی جلا ڈالی گئی اور جو عیسائی بھی انکار کرتا یا اس کی نسبت بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا کہ اس کے پاس کوئی کتاب چھپی ہوئی ہے اس کو سخت اور شدید سزا دی جاتی۔“

ساتواں سبب | مذکورہ بالا حادثات و واقعات کی بنیاد پر حواریوں کے زمانہ ہی سے ملحدوں اور بددیانت لوگوں کو کتب مقدسہ میں تحریف اور جعل سازی کا پورا پورا موقعہ میسر آ گیا۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ اچھے لوگ تو مصائب میں مبتلا ہونے کی سبب ان کی تحریف و جعل سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ لہذا ہماری یہ جعل سازی کامیاب رہے گی۔ کتب مقدسہ میں تحریف و جعل سازی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہو گا۔ چنانچہ ۹۰ء تک اس جعل سازی کا بازار خوب خوب گرم رہا اور دسویں صدی میں تو جعل سازی کا یہ کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ انشا اللہ اس

کا مفصل تذکرہ مقصد سوم فصل اول میں بیان کیا جائے گا۔

اٹھواں سبب | اٹھواں سبب یہ ہوا کہ حواریوں کے زمانہ سے ۱۵۰ء تک عیسائی

گرجوں میں کتب مقدسہ کا یونانی ترجمہ ہی پڑھا جاتا رہا۔ جمہور سلاطین

کی عبرانی نسخوں سے بے توجہی کی بنا پر اور مذکورہ بالا حوادث کے رونما ہونے کے سبب

جو بھی تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ یہودیوں کے پاس ہی تھے اور شاید کسی عیسائی

گرجے میں بھی بطور تبرک رکھے ہوئے ہوں اور یہودی قوم اپنی خباثت (شرارت)

میں ضرب المثل ہے۔ اس صورت حال میں کتب مقدسہ میں تحریف و تصحیف کا ان کو پورا

پورا موقعہ میسر آیا۔ پھر یہودیوں کے اس خبیث باطن کے باوجود انہوں نے ایک اور

گل یہ کھلایا کہ یہودی علماء کی ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے اس میں کتب مقدسہ کے

ان تمام نسخوں کو، جو ان کے پاس موجود نسخوں سے کسی قدر مختلف تھے، غلط اور جعلی قرار

دے کر ضائع کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور ساتویں اٹھویں صدی

کے پہلے کے لکھے ہوئے تمام نسخے ضائع کر دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی

میں جن عیسائی علماء نے کتب مقدسہ کی دوبارہ تدوین و تحقیق اور تصحیح کا کام شروع کیا تو

ان کو دسویں صدی سے قبل کا تحریر شدہ کوئی عبرانی نسخہ مکمل نہ مل سکا۔ چنانچہ ڈاکٹر کنی کاٹ

کہتا ہے کہ :-

عہد عتیق کے جو نسخے موجود ہیں وہ، وہ ہیں جو ۱۵۰ء اور ۳۵۰ء کے

درمیان لکھے گئے۔“

اور جو سب سے زیادہ پرانا نسخہ دستیاب ہوا جسے مکمل اور معتبر کہا گیا ہے جس کا نام

کوڈکس لاڈیائیوس ہے اس کے متعلق کنی کاٹ کا دعویٰ ہے کہ دسویں صدی میں

لکھا گیا۔ میٹھیو ڈمی روسی کا خیال ہے کہ گیارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے اور اس پرانے

نسخے کی صحت کا یہ حال ہے کہ وائڈر ہوٹ نے جب ۱۵۰۰ء میں بائبل کا عبرانی نسخہ

کامل تصحیح کے دعوے کے ساتھ طبع کیا تو اس پر انہوں نے نسخے سے چودہ ہزار مقامات پر مخالف تھا اور ان چودہ ہزار مقامات میں دو ہزار سے زائد جگہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کے مخالف نکلے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشیوڈی روسی کو پرا نے نسخہ کے قوانین باب ۲۱ آیت ۱۹ سے کتاب گنتی باب ۱ آیت ۵ تک کے کچھ اوراق ملے تھے۔ ان اوراق کے بوسیدہ پن کا اندازہ کر کے مشیوڈی روسی نے محض ظن و تخمین سے ان کو آٹھویں صدی کے لکھے ہوئے قرار دے دیا۔ اسی طرح ایک دوسرے پرانے نسخہ کے کتاب پیدائش باب ۲۲ آیت ۴ سے کتاب استناء باب ۱۰ آیت ۱۲ تک کے کچھ اجزاء اس کے ہاتھ لگے۔ یہ تمام اجزاء مختلف وقتوں کے لکھے ہوئے تھے جن کے بارے میں اس کا یہ خیال ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ نویں یا دسویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں۔ انتہائی کوشش کے باوجود عہد عتیق کا کوئی مکمل نسخہ دسویں صدی سے پہلے کالکھا ہوا اس کو کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔ جیسا کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں ان تمام امور کی تصریح ہے۔

اب یہاں چند باتیں خاص طور سے قابل غور ہیں :-

۱۔ آٹھویں صدی سے پہلے کے لکھے ہوئے بائبل کے تمام نسخے، یہودیوں کے پاس موجود عبرانی نسخہ کے سوا، مختلف حوادث میں کلی طور پر ضائع ہو گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

۲۔ یہودیوں کی مجلس شوریٰ کے حکمنامہ کے بارے میں یقینی طور پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے محض اس غرض سے یہ شمرارت کی تھی کہ جب ان کے پاس موجود نسخہ کے سوا تمام نسخے ضائع ہو چکے ہوں گے تو اس موجودہ نسخے میں تحریف و تبدیلی کا مکمل اختیار انہی کو حاصل رہے گا اور وہ من مانی کارروائیاں کرتے رہیں۔ لہذا آٹھویں صدی کے بعد اس عبرانی نسخہ کی جو نقول شائع ہوئیں وہ کسی صورت میں بھی معتبر اور

قابل اعتماد نہیں قرار پاسکتیں۔

۳۔ ڈاکٹر کننی کاٹ اور موشیوڈی روسی کو مذکورہ بالا قدیم نسخوں کے بارے میں یقینی طور پر تصدیق نہیں ہو سکی کہ یہ کس صدی میں لکھے گئے۔ بلکہ یہ حضرات محض کاغذ کی بوسیدگی اور رسم الخط سے اندازہ لگا کر ظن و تخمین کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نواں سبب ^۹ ۱۵۳۳ء سے عیسائیوں کے اکثر فرقوں پر پاپاؤں کی حکمرانی ہے، ۱۵۸۳ء میں تو پاپاؤں کا یہ اقتدار اپنے عروج پر پہنچ گیا اور ان پاپاؤں کی کتب مقدسہ کے بارے میں جو بددیانتی پروٹسٹنٹ فرقہ والوں کی نظر میں ہے، محتاج بیان نہیں۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر اپنی کتاب کی جلد ۷ ص ۴۴ میں پاپاؤں اور اس کے ماتحتوں کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ :-

”و اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں بے ہودہ اور دغا باز پوپ اور اس کے ماتحتوں کو ان کے خاندان کے سمیت مشکیں کسوا کر سمندر میں پھینکوا دیتا“

اور اپنی کتاب کی اسی جلد کے ص ۵۱ پر کہتا ہے :-

”پوپ اور اس کے متعلقین ایک شریر اور مفسد مکار و فریب کار گروہ ہے اور بد قماش لوگوں کی ایسی پناہ گاہ ہے جو بڑے بڑے جہنمی شیاطین سے بھری ہوئی ہے

کہ اس کے تھوک اور ناک کی ریزش سے بھی شیاطین برآمد ہوتے ہیں“

یہی نہیں بلکہ اپنی اسی کتاب کی جلد ۲ ص ۱۰۹ پر پوپ کو ”دجال“ کے نام سے یاد کرتا

۱۰ مارٹن لوتھر (Luther Martin) جرمنی میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی اور اس کا سب سے پہلا لیڈر ہے اور اس نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی کہ ہر عام و خاص انسان کو براہ راست کتب مقدسہ سے استفادہ کا حق حاصل ہے۔ اس نے کلیسائے روم کی بدعات کے خلاف احتجاج کیا تھا، اس لئے اس کے فرقہ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ اسی نے تورات کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا جس کو جرمنی نشر کا ایک شاہکار قرار دیا

جاتا ہے۔ پیدائش ۱۴۸۳ء وفات ۱۵۴۶ء ۱۲

ہے۔ یہ اور اسی طرح کا ان کا دوسرا قول کیتھولک ہیرلڈ ج ۹ ص ۲۷۷ میں مندرج ہیں :-
 رد اور یہ ایک بین حقیقت ہے کہ سینکڑوں سال تک کتب مقدسہ ایسے ہی
 فریب کار، جھوٹے اور شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہیں :-
 ہورن صاحب اس لاطینی ترجمہ کے بارے میں جو روسن کیتھولک فرقہ کے نزدیک مبارک
 ایمان قرار پا چکا ہے۔ اپنی کتاب کی جلد ۴ ص ۲۶۳ میں لکھتے ہیں کہ :-

”پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک اس میں بے شمار الحاقات اور

تخریفیں پیدا ہو گئی ہیں :-“

اگے چل کر صفحہ ۴۶۷ پر کہتے ہیں کہ :-

دو لاطینی ترجمہ کے برابر کسی بھی ترجمہ میں اس قدر تخریف نہیں ہوئی۔ اس کے ناقلین

نے بڑی بے باکی کے ساتھ عہد عتیق کی ایک کتاب کے فقرے دوسری کتاب میں

شامل کر دیئے۔ اسی طرح حواشی کی عبادتوں کو متن میں داخل کر دیا ہے :-“

ملاحظہ ہو کہ جب اس ایک ہزار سال میں بائبل کے اس ترجمہ میں الحاق و تخریف کا یہ
 حال ہو جو اوپر مذکور ہوا تو بھلا اصل کتاب الحاق و تخریف سے کیسے محفوظ رہ سکتی ہے؟
 چنانچہ مذکورہ بالا اسباب تخریف معلوم ہونے کے بعد یہ بات پائیدار ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ
 کتب مقدسہ میں تخریف اور الحاق کا واقع ہونا کسی طرح بھی بعید از عقل قرار نہیں پاتا۔ بلکہ
 ان کا وقوع بالکل ممکن اور انتہائی آسان تھا۔ باقی رہا تخریف و الحاق کے عملاً واقع ہونے
 کا دعویٰ تو آئندہ صفحات میں مقاصد کے تحت اس کا مدلل و مفصل بیان آ رہا ہے۔



مقصدِ اول

حضرت مہوسی علیہ السلام کی کتابیں

e-Book by:

umarkairanvi@gmail.com

islamindhindi.blogspot.in & islamhindimen.wordpress.com

With thanks: **Abdur Rehman 'Adeeb'** Kairanvi

فصل اول

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں

ان پانچ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور اسلاف کے نزدیک وہ معتبر سمجھی جاتی تھیں، مگر متاخرین نے ان میں سے بیشتر کو غیر معتبر قرار دے دیا اور ویسے بھی وہ اب ناپید ہو چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ان کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

(۱) زبورین ۱۱ عدد (زبور ۹ سے ۱۰ تک)

(۲) کتاب ایوب بعض متقدمین کی رائے ہے کہ اس کتاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں تصنیف کیا تھا۔ اگرچہ اس کتاب کی شرح میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سریانی زبان میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں صرف اس کا ترجمہ کیا ہے، مگر ہارن صاحب کا کہنا ہے کہ یہودی اور عیسائی علماء نے اس رائے کی تردید کی ہے۔

(۳) کتاب مشاہدات

(۴) کتاب پیدائش خورد

چوتھی صدی تک یہ کتاب اپنی اصل عبرانی زبان میں موجود تھی، جیروم نے اپنی کتاب میں جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں اسی طرح سینڈرنس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کتاب کے حوالے اکثر مقامات میں درج کئے ہیں۔ اگرچہ اس کا قول ہے کہ

مقصدِ اول

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتابیں

فصل اول

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں

ان پانچ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور اسلاف کے نزدیک وہ معتبر سمجھی جاتی تھیں، مگر متاخرین نے ان میں سے بیشتر کو غیر معتبر قرار دے دیا اور ویسے بھی وہ اب ناپید ہو چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ان کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

(۱) زبورین ۱۱ عدد (زبور ۹ سے ۱۰ تک)

(۲) کتاب ایوب بعض متقدمین کی رائے ہے کہ اس کتاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں تصنیف کیا تھا۔ اگرچہ اس کتاب کی شرح میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سریانی زبان میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں صرف اس کا ترجمہ کیا ہے، مگر ہارن صاحب کا کہنا ہے کہ یہودی اور عیسائی علماء نے اس رائے کی تردید کی ہے۔

(۳) کتاب مشاہدات

(۴) کتاب پیدائش خورد

چوتھی صدی تک یہ کتاب اپنی اصل عبرانی زبان میں موجود سمجھا، جیروم نے اپنی کتاب میں جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں اسی طرح سینڈرینس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کتاب کے حوالے اکثر مقامات میں درج کئے ہیں۔ اگرچہ اس کا قول ہے کہ

پولس نے اغلاطیہ والوں کے نام خط میں باب ۵ آیت ۶ اور باب ۵ آیت ۱۵ اسی کتاب پیدائش خورد سے نقل کر کے لکھی تھیں۔ اس کتاب کا ترجمہ سولہویں صدی تک دستیاب رہا۔ پھر اسی صدی میں ٹرنٹ کی مجلس نے اس کو غیر معتبر قرار دیا۔ اس طرح یہ کتاب غیر معتبر شمار ہونے لگی۔

غور طلب امر یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک یہ کتاب معتبر مانی جاتی تھی حتیٰ کہ پولس جیسے انسان نے بھی اس کو معتبر تسلیم کیا۔ لیکن سولہویں صدی میں ٹرنٹ مجلس تحقیقات کے جھوٹا قرار دینے سے یہ کتاب غیر معتبر اور ناقابل تسلیم قرار پا جاتی ہے۔

(۵) کتاب معراج لارڈز نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ میں کہا ہے کہ ارجن کا قول ہے کہ یہوداہ کے رسالہ کی آیت ۹ اسی کتاب سے نقل کی گئی ہے۔

(۶) کتاب الاسرار

(۷) کتاب آزمائش

(۸) کتاب الاقرار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب یہ آٹھ کتابیں جن کو متقدمین نے معتبر قرار دیا ہے۔ لیکن اب عیسائی حضرات کتاب مشاہدات اور اس کے بعد کی مذکورہ کتابوں

۱۰ اس آیت کی عبارت ترجمہ ہندیہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء کے مطابق یہ ہے: ”یسوع کے طریق میں مختونی اور نامختونی میں کوئی مضائقہ نہیں مگر ایمان میں جو محبت سے انکار کرتا ہے“ منہ

۱۱ یہ آیت ترجمہ محولہ بالا کے مطابق یوں ہے: ”یسوع کے طریق میں مختونی و نامختونی میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن نیا مخلوق اصل ہے۔“ منہ

۱۲ یہ آیت ترجمہ محولہ بالا کے مطابق یوں ہے: ”جب بڑے فرشتے میکائیل نے شیطان کے ساتھ موسیٰ کی لاش کے حق میں تکرار کر کے گفتگو کی تب اس نے بدنامی کی نالاش کرنے میں دلیری نہ کی پھر کہا اللہ تجھے ملامت کرے“ منہ

کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ ہورن صاحب کا خیال ہے کہ یہ جعلی کتابیں مذہب عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی بنالی گئی ہوں۔

اس جگہ میں ہم بلا جھجھک یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہورن کے اس اعتراف سے یہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں کا طبقہ اولیٰ انتہائی جعل ساز تھا اور آرتھن کا اعتراف اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ پولس اور یہوداہ نے اپنے رسالوں میں انہی جھوٹی کتابوں سے عبارتیں نقل کی تھیں اور آج انہی جھوٹی اور غیر معتبر کتابوں سے منقول شدہ ان جملوں کو عیسائی حضرات روح القدس کا کلام مانتے ہیں۔ سبحان اللہ! قربان جائیے اس تحقیق پر کہ پولس، اور یہوداہ، جن کو عیسائی حضرات صاحب الہام قرار دیتے ہیں۔ ان کو تو خبر نہ ہو سکی کہ یہ کتابیں جھوٹی ہیں لیکن سولہویں صدی والوں کو سولہ سو سال کے بعد یکایک یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔



فصل دوم

موجودہ تورات حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں

موجودہ تورات جس میں کتاب پیدائش، کتاب خروج، کتاب احبار، کتاب گنتی اور کتاب استثنا، پانچ کتابیں شامل ہیں اور اب اہل کتاب کے نزدیک واجب التسليم ہے مکمل حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہے۔ اسی کی بے شمار آیات اور عبارتیں ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہاں ہم اس بارے میں تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے حق میں تورات ہی سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل کتاب پیدائش باب ۳۶ آیت ۳۱ اور وائیڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں کہا گیا ہے: ”یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اُس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو، مسلط تھے۔“

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بات کہنے والا اس دور کے بعد کا کوئی اور شخص ہے جبکہ بنی اسرائیل کی سلطنت قائم ہو چکی تھی۔

۱۔ بائبل سے قرآن تک (ص ۳۹ ج ۲) آیت ۳۰۔

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے: ”اور بادشاہ جو زمین ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو ہی ہیں۔“

۳۔ اس آیت کا دینی کلام ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ پیشتر اس سے کہ کوئی اسرائیل کا بادشاہ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لکھنے والا بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے دور کا ہے۔

دوسری دلیل | کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۳ اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”و اور خداوند نے اسرائیل کی فریاد سنی اور کنعانیوں کو اُن کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے ان کو اور ان کے شہروں کو نیست کر دیا۔ چنانچہ اس جگہ کا نام بھی حرمہ پڑ گیا“
فارسی ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں لکھا ہے :-

”و اُن موضع را حاتمہ نام نهادند“

اور مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں الفاظ یہ ہیں :-

”و اُن مکان را حرمہ نام نهادند“

یہ آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جس کے زمانہ میں کنعانیوں کا یہ قتل عام اور ان کی بستیوں کا نیست و نابود ہو جانا اور اس مقام کا نام حرمہ رکھنا وقوع پذیر ہوا ہو۔ کیونکہ یہ واقعہ تو یوشع علیہ السلام کے زمانے کے بھی بعد پیش آیا ہے۔

یہی واقعہ کتاب القضاۃ باب ۱۱ آیت ۱۴، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یوں ہے :-

”و اور یہود اپنے بھائی سمعون کے ساتھ گیا اور انہوں نے ان کنعانیوں کو جو صفت میں

رہتے تھے مارا اور شہر کو نیست و نابود کر دیا۔ سو اس شہر کا نام حرمہ رکھا“

یہ آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں مذکور ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے۔

”و اُن شہر بہ جارمسی گشت۔ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ”و اسم شہر حرمہ نامیدہ

شد“ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کنعان جانا کہیں ثابت نہیں ہوتا اور قتل عام،

۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”چنانچہ یہود نے بنی اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو

گرفتار کر دیا اور انہوں نے انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا اور اس نے اس مکان کا نام حرم رکھا“

اور کنعانی بستیوں کی تباہی اور پھر اس شہر کا نام حرمر رکھنا تو بہت بعد کی بات ہے۔
 کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں
 تیسری دلیل یوں ہے کہ :-

”اسی سبب خداوند کے جنگ نامے میں یوں لکھا ہے کہ واہیب جو سو قہ میں ہے اور
 ارنوں کے نالے“

یہ عبارت اس بات کا تین ثبوت ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے
 علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جس نے اس میں بعض عبارتوں کو یہوداہ کے جنگ نامہ سے
 نقل کیا ہے اور اس جنگ نامہ کے بارے میں آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے
 کہ وہ کس کی تصنیف ہے اور کس دور کا لکھا ہوا ہے۔ اور ویسے بھی وہ اب بالکل
 ناپید ہو چکا ہے۔

چوتھی دلیل مذکورہ کتاب کے باب ۱۲ کی آیت ۳ اس طرح ہے :-
 ”اور موسیٰ روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا“

۱۔ بائبل سے قرآن تک ص ۷ ج ۲ آیت ہے ۔

۲۔ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت یہ ہے :

”اسی سبب خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے، واہیب جو سو قہ میں ہے اور ارنوں کے نالے“
 اور عربی ترجمہ کی عبارت یوں بنتی ہے: ”اسی لئے خداوند کے جنگ نامہ میں کہا جاتا ہے کہ جس طرح اس نے بحر سو قہ
 میں کیا تھا اسی طرح ارنوں کی وادیوں میں کرے گا۔“ اور انگریزی ترجمہ کی عبارت ان کے خلاف اور ناممکن
 ہے۔ یعنی جو کچھ اُس نے بحرِ احمر اور ارنوں کے نالوں میں کیا: اس میں مبتداع کی خبر غائب ہے۔ ۱۲۔ قدیم
 اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس آیت کے الفاظ اسی طرح ہیں ”اسی لئے یہوداہ کے جنگ نامہ میں لکھا ہے
 کہ یہ دیائے قلم اور وادی ارنوں کے پاس ہے۔“

۳۔ قدیم نسخوں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”اور موسیٰ سب لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا“

پانی نوزا کا قول ہے کہ یہ جملہ اس بات کا غماز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ متکبر سے متکبر انسان بھی اپنی تعریف میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا کرتا، چہ جائیکہ موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر۔ لہذا یہ کہنا قرین قیاس ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کا عقیدت مند کوئی دوسرا ہی شخص تھا۔

پانچویں دلیل | کتاب گنتی باب ۳۲ آیت ۴۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح لکھا ہے :-

”و اور منشی کے بیٹے یا تیر نے اس نواحی کی بستیوں کو جا کر لے لیا اور ان کا نام حوث یا تیر رکھا۔“

جب کہ کتاب استثناء باب ۳ آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہی مضمون اس طرح بیان ہوا ہے کہ :-

”و اور منشی کے بیٹے یا تیر نے جسوریوں اور معکاتیوں کی سرحد تک اور جوب کے سارے ملک کو لے لیا اور اپنے نام پر بسن کے شہروں کو حوث یا تیر کا نام دیا جو آج تک چلا آتا ہے۔“

۱۰ اگرچہ یہ قول ہمارے نزدیک پوچ ہے لیکن بعض پادری صاحبان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال پر طعن کیا کرتے ہیں (جس پر کہ ملاحظہ ہو کتاب وجہ الایمان حصہ سوم کا سبب چہارم) اس لئے ہم نے اس پانی نوزا کے اس قول کو نقل کر دیا۔ اس رسالہ کا جو جواب رقعہ مولوی نعمت علی میں لکھا گیا وہ واضح ہے۔ منہ

۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور منسا کا بیٹا یا میر نکلا اور اس نے اس نواحی کے گاؤں کو لے لیا اور ان کا نام یا میر کے گاؤں رکھا۔“

۱۲ ترجمہ ہندی مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ عبارت یوں ہے ”منسا کے بیٹے یا تیر نے رغب کی ساری مملکت جسوریوں اور اغانیوں کی نواحی تک لے لی اور اس نے جالوث یا ایر باسان اسکا نام رکھا وہی نام آج تک ہے۔“ منہ

ان آیات سے واضح طور پر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا مصنف کوئی دوسرا شخص ہے۔ کیونکہ یا تیر کا زمانہ یقینی طور پر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہے اس لئے اس میں تو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ ان صوبوں کو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی فتح کیا تھا اور عبارت میں ”وہی نام آج تک ہے“ کا جملہ اس بات کی تین دلیل ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام تو درکنار، یا تیر کے عہد کے کافی عرصہ بعد کا کوئی شخص ہے۔ دوسرے یہاں یہ کہنا کہ یا تیر، منشی کا بیٹا تھا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تیر شجوب کا بیٹا تھا جو یوداہ کی نسل میں سے جس کی تصریح کتاب تواریخ اول باب نمبر ۲ آیت ۲۲ میں موجود ہے اور منشی یوسف علیہ السلام کی نسل میں سے تھا۔ چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کتاب استنار باب ۳ آیت ۴ کے ذیل میں یوں کہتے ہیں کہ :-

”آخری جملہ الحاقی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نے شامل کیا ہے اور اگر اس

کو چھوڑ دیا جائے تو بھی مضمون میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی“

ہم کہتے ہیں کہ آخری جملہ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس جملہ کے الحاقی ہونے کے اعتراف سے پوری آیت ہی کا الحاقی ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔

کتاب استنار باب آیت ایوں ہے :-

چھٹی دلیل

”یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ نے اردن کے اس پار بیابان میں یعنی اس میدان میں جو سو ف کے مقابل اور فاران اور توفل اور لابان اور حیرات اور ویدہب کے درمیان ہے سب اسرائیلیوں سے کہیں“

لے اسلئے کہ زمانہ حال اور اسی طرح اس کے زمانہ قریب میں ایسے الفاظ کے ساتھ تعبیر نہیں کی جاتی۔ منہ

۱۵ اور شجوب سے یا تیر پیدا ہوا (تواریخ ۱ ۶۲) مطبوعہ ۱۹۵۹ء۔

۱۶ قدیم نسخوں کے مطابق یہ عبارت اس طرح ہے ”یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ نے اردن کے اس پار بیابان کے میدان میں سو ف کے مقابل فاران اور توفل اور لابان اور حیرات اور ویدہب کے درمیان بنی اسرائیل کو کہیں“ منہ :-

”اس پار“ کا لفظ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف دریائے
اردن کے دوسری طرف کا باشندہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسپانی نوزاد اور بعض دوسرے
لوگوں نے کتاب استثناء کو موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف تسلیم کرنے سے صاف
انکار کر دیا ہے۔

اب رہا وہ لفظ جس کا اردو ترجمہ ”اس پار“ کے لفظ سے کیا گیا ہے تو تورات
کے یونانی ترجمہ میں اس لفظ کا ترجمہ میں بعینہ اسی معنی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حالاں کہ
تورات کا یونانی ترجمہ بہتر کے قریب بڑے بڑے یہودی علماء کی ایک مجلس نے
متفقہ طور پر کیا ہے اور اسی معنی کا لفظ لاطینی ترجمہ میں مستعمل ہوا ہے اور اس کا
مترجم بھی ایک بہت بڑا عیسائی عالم ہے جسے تمام عیسائی معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی
طرح ڈاکٹر جڈس اور بے شمار دوسرے مترجم جو انگلینڈ کے سوا تقریباً دوسرے تمام
ممالک کے باشندے ہیں۔ سب نے اسی معنی کے لفظ اپنے اپنے ترجموں میں استعمال
کئے ہیں۔ البتہ سریانی ترجمہ کے مترجم نے ایسا لفظ استعمال نہیں کیا اور رومن کیتھولک
والوں کے تمام انگریزی ترجمے انہی دوسرے تراجم کے مطابق کئے گئے ہیں۔

اب پرنسٹن فرقة کے علماء اس مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لئے مذکورہ بالا
تمام تراجم کو ہی غلط کہتے ہیں مگر جمہور کی رائے کے مقابلہ میں ان کی رائے کا کچھ اعتبار
نہیں۔ کیونکہ جمہور کے لاکھوں کروڑوں عیسائی علماء ان تراجم کی صحت کے قائل تھے۔
اور اگر پرنسٹن فرقة والوں کی رائے کا اعتبار کر بھی لیا جائے تب بھی رومن کیتھولک
اور دوسرے فرقة جو ان تراجم کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، ان پر ہمارا اعتراض جوں کا
توں قائم ہے۔ اور فرقة پرنسٹن کے اس اعتراض کے نتیجے میں بائبل کے تمام ترجمے

۱۔ اگرچہ عیسائی فرقة دنیا بھر کے عیسائی عالموں کو بے فہم اور ان کے ترجموں کو غلط بتلا کر اپنی جان اپنے

فرسودہ اور غلط قرار پائے اور جمہور اسلاف کے بارے میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ بڑے مُحرّف تھے یا انتہائی طور پر عقل سے کورے تھے۔ اس لئے کہ اگر ان سب نے جان بوجھ کر غلط ترجمہ کر کے اسی کو کتب مقدسہ کا معنی قرار دے کر واجب التسلیم ٹھہرایا تو یہ لوگ مُحرّف ہوئے اور یا پھر ان کو بے علم کہنا پڑے گا کہ لاعلمی کے سبب ایسی غلطیاں ان سے سرزد ہوتی رہیں۔

ساتویں دلیل | کتاب خروج باب ۱۶ آیت ۳۵، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
یوں ہے :-

”اور بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے یعنی چالیس برس تک مَن کھاتے رہے۔ الغرض جب تک وہ ملک کنعان کی حدود تک نہ آئے مَن کھاتے رہے۔“

اور اسی باب کی آیت ۳۶ یوں ہے :-

”اور ایک اور ایفہ کا دسواں حصّہ ہے۔“

یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کتاب کا مصنف کوئی ایسا شخص ہے جس کے زمانے میں بنی اسرائیل کنعان میں آئے اور مَن کا اترنا بند ہوا۔ نیز ”ایفہ“ پیمانہ وزن کا لواج ہوا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں یہ دونوں باتیں واقع نہیں ہوئیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کنعان میں بنی اسرائیل یوشع علیہ السلام کی زندگی میں داخل ہوئے اور مَن کا نزول اس وقت منقطع ہوا جب ادیسا کے علاقے میں عید قبیح کے دن بنی اسرائیل

۱۔ مَن سے مراد وہ آسمانی غذا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی اسرائیل پر اتاری گئی تھی جس کا ذکر قرآن نے بھی فرمایا ہے ”وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُم مِّنَ السَّمَاءِ مَائِدًا وَنُزِّلْنَا عَلَیْکُم مِّنَ السَّمَاءِ مَائِدًا“ مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ یہ اترنا کچھل ہے۔ ۱۶ آیت

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے مطابق اس آیت کی عبارت اس طرح ہے اور بنی اسرائیل ۴۰ برس تک جب تک کہ وہ بستی میں آئے مَن کھاتے رہے جب تک کہ وہ زمین کنعان کی فوجی میں آئے مَن کھاتے رہے۔“

نے وہاں کے خراج کی گندم کی فطیری روٹیاں اور ٹھنی ہوئی بالیاں کھائی تھیں۔ کتاب یوشع میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ”ایفا“ کا پیمانہ وزن بھی موسیٰ کے دور کے بعد ہی رائج ہوا تھا۔

آٹھویں دلیل کتاب استثناء کا باب ۳۴ پورے کا پورا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ خاص طور سے اس کے یہ الفاظ کہ ”آج تک موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں کسی کو بھی علم نہ ہو سکا“ اور ”اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند نہیں اُٹھا“ اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اس کا مصنف موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کے کسی دور میں ہوا ہے۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ :-

”پھر موسیٰ علیہ السلام کا کلام گزشتہ باب پر ختم ہو گیا، یہ بات الحاقی ہے اور اس کو شامل کرنے والا یوشع ہے یا سموئیل یا عزرا یا ان کے بعد کا کوئی اور پیغمبر ہے جو یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔ غالباً آخری آیتیں عزرا کے عہد میں اس زمانہ کے بعد شامل کی گئی ہیں جبکہ بنی اسرائیل کو بابل کی قید سے آزادی حاصل ہوئی“

اسی طرح کی بات ڈائیلی اور رپرڈ مینٹ کی تفسیروں میں بھی ہے۔

ملاحظہ ہو کہ ان کتب مقدسہ کے مفسرین کے پاس کوئی متواتر سند ایسی موجود نہیں جس سے ان کتابوں کے اصل مصنفین کا تعین ہو سکے۔ یہ لوگ ان کتابوں میں الحاق کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن یہ الحاق کس نے کیا اور کب کیا اسی کا حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ظن و قیاس سے یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے الحاق کیا ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ جب متواتر سند ہی موجود نہیں ہے تو یہ بے جا رہے اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ اور پھر اپنے ظن و تخمین کی بنیاد پر قائم اس دعوے پر اصرار کرتے ہیں کہ الحاق کرنے والا کوئی پیغمبر ہی ہوگا۔ حالانکہ یہ محض ظن و گمان کا فائدہ تو دے سکتا ہے مگر

دلیل تو نہیں بن سکتا۔ اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ لوگ عوام کو فریب دینے کی غرض سے ہی یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

نویں دلیل | کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۶، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے :-

”اور ابراہم اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکیم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا، اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے۔“

ہنرمی واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

”یہ جملہ کہ ”اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے“ اور اسی طرح کتب مقدسہ کے بعض دوسرے مقامات پر کچھ جملے ربط کی وجہ سے شامل کر دیئے گئے ہیں جن کو عزراؑ یا کسی دوسرے الہامی شخص نے، ان کی تصنیف کے بہت بعد، جمع و تدوین کے زمانے میں تمام کتب مقدسہ میں شامل کر دیا ہے۔“

دیکھئے ان مواقع میں بھی مفسر اپنا وہی عذر لنگ بیان کر کے محض ظن و تخمین سے ہی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ غالباً فلاں فلاں شخص نے یہ الحاق کیا ہوگا۔

دسویں دلیل | کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”و جب ابراہم نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے تین سواٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا۔“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء کے مطابق یہ عبارت یوں ہے ”ابراہم نے اس سرزمین میں نابلس کے مقام اور مری کی بلوط تک سیر کی اور اس وقت کنعانی اس زمین میں تھے“ منہ

۲۔ قدیم نسخوں میں اس آیت کی عبارت ان الفاظ میں ہے ”جب ابراہم نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے سیکھے ہوئے تین سواٹھارہ خانہ زادوں کو لیکے دان تک اس کا تعاقب کیا“

اس عبارت میں لفظ ”دان تک“ کو دوسرے ترجموں میں اس طرح استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے ”تا بہ دان ایشاں را تعاقب نمود“ اور فارسی ترجمہ طبع ۱۸۴۵ء میں عبارت یوں ہے ”ایشاں را تا دان تعاقب نمود“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی عبارت ہے ”وانطق فی اشیاء حتی إلی دان۔“ مگر اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں بڑی ہوشیاری سے اس لفظ دان کو بائیس لکھ دیا گیا۔

دان ایک شہر کا نام ہے۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کے عہد کے بعد شہر لیس کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا اور اس شہر کو جلادیا پھر اس شہر کی جگہ پر نیا شہر آباد کیا تھا جس کا نام دان رکھا تھا۔ جس کی تصریح کتاب القضاۃ باب ۱۸ میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا تصریح اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اس کتاب کا مصنف اس شہر کے دوبارہ دان کے نام سے آباد ہونے کے بعد کا کوئی شخص ہے۔ کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو اس کتاب کا مصنف قرار دیا جائے تو وہ یقیناً دان کے بجائے لیس ہی لکھتے۔ حالانکہ تمام عبرانی نسخوں میں دان ہی لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی نہیں بھتیجے تھے جس کی تصریح کتاب پیدائش کے باب ۱۱ آیت ۳۱ میں ان الفاظ کے ساتھ بائبل میں ہی موجود ہے :-

”و تارج نے اپنے بیٹے ابرام اور اپنے پوتے لوط یعنی اپنے بیٹے ہاران کے بیٹے کو الخ“

۱۔ کتاب القضاۃ کے باب ۱۸ کی آیت ۲۹ میں ہے ”اور اس شہر کا نام دان رکھا جو ان کے باپ اسرائیل کے بیٹے کا نام تھا لیکن پہلے اس شہر کا نام لیس تھا“

گیارہویں دلیل | کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۸، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء
یوں ہے :-

”اور ابراہم نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو جبرون میں ہیں، جا کر
رہنے لگے..... الخ“

اسی طرح باب ۳۵ آیت ۲۴ اور باب ۳۴ آیت ۱۴ میں بھی لفظ جبرون استعمال
ہوا ہے جو ایک بستی کا نام ہے۔ گزشتہ دور میں اس بستی کا نام قریہ اربع تھا اور
بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح کرنے کے بعد اس نام کے بجائے جبرون رکھ دیا تھا۔ جس کی
تصریح کتاب یوشع باب ۱۴ آیت ۱۵ میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی واضح شہادت ہے
کہ اس کتاب کا مصنف فلسطین کی فتح کے بعد کے دور کا کوئی شخص ہے۔

بارہویں دلیل | کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۱، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
اس طرح ہے :-

”اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے بُرج کی پرلی طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔“

عدر اس مینار کا نام ہے جو یروشلم کے دروازے پر بنا ہوا تھا۔ اس واقعہ کے
ذکر سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف طالوت یاداؤ علیہ السلام
کے دور کا کوئی شخص تھا۔

تیرہویں دلیل | جو شخص کتاب زبور، کتاب نحیا، کتاب یرمیاہ اور کتاب حزقی ایل
کا مطالعہ کرے گا اُس کو اس امر یقین ہو جائے گا کہ گزشتہ دور
میں تصنیف و تالیف کا طریقہ وہی تھا جو آج مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ دیکھنے والے

۱۔ اور وہ آیت اردو ترجمہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یوں ہے ”اور اگلے وقت میں جبرون کا نام قریہ اربع تھا۔“ منہ

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ

عیدر کے ٹیلے کے اوس پار استادہ کیا۔“

کو فوراً پتہ چل جاتا تھا کہ مصنف خود اپنے ذاتی حالات یا چشم دید واقعات بیان کر رہا ہے اور تورات کے کسی بھی مقام پر یہ بات نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام خود اپنے حالات و واقعات بیان کر رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کتاب میں جس جگہ بھی آیا ہے غائب کے صیغہ ہی سے ہوا۔ ایک بھی مقام پر تو ان کے لئے مکمل کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔

بطور نمونہ ہم اس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں :-

۱۔ کتاب خروج باب ۲ آیت ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اتنے میں جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا۔ الخ

کتاب خروج باب ۲ آیت ۱۵ یوں ہے :-

”جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰ کو قتل کرے پر موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگ

کر ملک مدیان میں جا بسا۔ الخ

کتاب خروج باب ۲ آیت ۲۱ میں ہے :-

”اور موسیٰ کے شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا۔ تب اس نے بیٹی ہفقورہ موسیٰ

کو بیاہ دی۔“

اس پورے باب میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی انداز سے ضمیر غائب استعمال کی گئی ہے

اور یہی حال اس کتاب کے دوسرے ابواب کا ہے۔ چنانچہ :-

۲۔ کتاب خروج باب ۳ آیت ۱ میں ہے :- ”اور موسیٰ اپنے خسریترو کی جو مدیان کا

کاہن تھا۔ الخ

”تب موسیٰ نے کہا میں اب ذرا کتر اکتر اس بڑے

منظر کو دیکھوں۔ الخ

”موسیٰ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے

پاس جاؤں۔ الخ

کتاب خروج باب ۶ آیت ۲۶ ہے: ”یہ وہ موسیٰ اور ہارون ہیں جن کو خداوند نے فرمایا“ الخ
 ”جب خداوند نے ملک مصر میں موسیٰ سے باتیں کیں،“ ۲۸ ” ” ” ”

یوں ہوا: ” الخ

”کہ خداوند نے موسیٰ سے کہا میں خداوند ہوں...“ الخ ۲۹ ” ” ” ”

۶- ”پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا.....“ الخ ۱ ” ” ” ”

”موسیٰ اور ہارون نے جیسا خداوند نے ان کو حکم دیا ویسا“ ۶ ” ” ” ”

ہی کیا: ”

”اور موسیٰ اسی برس اور ہارون تراسی برس کا تھا جب“ ۷ ” ” ” ”

وہ فرعون سے ہم کلام ہوئے: ”

”اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا:“ ۸ ” ” ” ”

”اور موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے اور...“ الخ ۱۰ ” ” ” ”

غرضیکہ ابتدائے کتاب سے کتاب استثناء کے اختتام تک حالات و واقعات اسی انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔ اگر ایسے تمام جملے جمع کئے جائیں تو اُدھی تو رات کو نقل کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جو بھی تو رات کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا ہی شخص ہے۔ تلاش و تتبع سے اسی طرح کی اور بھی کئی باتیں سامنے آسکتی ہیں۔

کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ اور باب ۱۳ آیت ۱۸ کے بارے میں ہو رن صاحب یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ :-

”ممكن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لیس اور قریہ أربع ہی لکھا ہو اور کسی ناقل نے وضاحت کے لئے ان دونوں لفظوں کو دآن اور جبرون کے لفظوں سے تبدیل کر دیا ہو“

ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کے اعتراف کے بموجب جب ان کتابوں کی تصنیف کے کافی عرصہ کے گزر جانے کے بعد کاتب کی طرف سے ایسی سنگین تحریف کا میابی کے ساتھ تورات کے تمام نسخوں میں قبولیت حاصل کر گئی تو یقیناً گزشتہ دور میں بھی اسی طرح تحریف ہو جاتی اور قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی تھی۔

چنانچہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ملحدوں یا کاتبوں نے دوسرے مقامات میں بھی تحریف کرنے کی شرارت کی ہو۔ لیکن اس تحریف کی نفی پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ جیسا کہ مقدمہ کی تیسری فصل میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ عیسائی مؤرخین نے خود اس کا اعتراف یوں کیا ہے کہ :-

”ملحدوں کو تورات اور انجیل میں تحریف کرنے کا پورا پورا موقعہ میسر آیا۔“

ڈکشنری بائبل مطبوعہ امریکہ ۱۸۳۷ء اور مطبوعہ انگلینڈ اور ہندوستان، جس کی تالیف کا آغاز کالمنٹ نے اور تکمیل رابٹ اور ٹیلر نے کی۔ اس میں بائبل کی تفسیروں کے حوالہ یوں لکھا ہے :-

”و بعض جیلے جو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں پائے جاتے ہیں، وہ صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان کا کلام نہیں ہے۔ مثلاً کتاب گنتی کے باب ۳۲ آیت ۴۰ اور کتاب استثنار کے باب ۳ کی آیت ۱۲ اور اسی طرح اس کتاب کی بعض دوسری عبارتیں موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے محاورات کے مطابق نہیں ہیں اور ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جیلے اور یہ عبارتیں کس شخص نے شامل کی ہیں۔ البتہ ظن غالب کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ عزرا نے اُن کو شامل کیا ہے۔ جیسا کہ کتاب عزرا کے باب ۹ اور ۱۰ سے اور کتاب

نحمیاہ کے بار ۸ سے معلوم ہوتا ہے۔“

غور کیجئے کہ یہ لڑک موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں الحاق کا کھلے لفظوں میں اعتراف

کرتے ہیں اور یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس کتاب کی بعض عبارتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسلوب نگارش کی مخالفت ہیں۔ مگر عیسائی حضرات آج تک یقینی طور پر یہ متعین نہیں کر سکے کہ ان کو کس نے شامل کیا ہے؟ محض گمان کے درجہ میں عزرا علیہ السلام کی جانب الحاق کو منسوب کرتے ہیں۔ اور کتاب عزرا کے باب ۹ اور باب ۱۰ اور کتاب نحمیاہ کے باب ۸ کو اپنے گمان کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ گمان محض بے کار ہے، اسے ظن غالب کا درجہ کسی صورت میں نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ کتاب عزرا کے ان دونوں بابوں سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ناپسندیدہ افعال پر افسوس اور خطاؤں کا اعتراف کیا ہے۔ اور کتاب نحمیاہ کے آٹھویں باب سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ عزرا علیہ السلام نے اُن سب کو تورات پڑھ کر سنائی۔ اس کے علاوہ الحاق کے ہونے یا نہ ہونے کا اس میں ہرے سے ذکر ہی نہیں۔



فصل سوم

بائبل کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں اختلاف

بائبل کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں اس قدر سنگین اختلاف ہے جس سے بائبل میں تحریف کے واقع ہونے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں رہتا۔ تمام اختلافات کو نقل کرنا تو محض تطویل کا باعث ہوگا اس لئے ہم چند ایک کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا اختلاف

آدم سے طوفان نوح تک کے زمانہ میں | پیدائش حضرت آدم سے طوفان نوح ۴
تینوں نسخوں میں اس قدر سنگین اختلاف ہے کہ جس کی کوئی معقول تاویل ممکن نہیں، تحریف کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ کار باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ آدم سے لے کر طوفان نوح تک کا زمانہ عبرانی نسخہ کے مطابق ۱۶۵۶ سال ہے، پیشتر یونانی نسخوں کے مطابق ۲۲۶۲ سال بنتا ہے اور ایک یونانی نسخہ ۲۲۴۲ سال بتاتا ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۱۳۰۴ سال ہے۔

غور کیجئے ان تینوں نسخوں میں ایک دو سال نہیں بلکہ سینکڑوں سال کا فرق موجود ہے،

جس میں تطبیق ممکن نہیں ہے۔ پھر چونکہ قینوں نسخوں کے مطابق نوح کی عمر طوفان کے وقت ۶۰۰ سال متعین ہے اور آدم کی ۹۳۰ ہوتی ہے۔ اس لئے تورات کے سامری نسخہ کے مطابق لازم آتا ہے کہ آدم کی وفات کے وقت نوح کی عمر ۲۲۳ سال کی تھی اور یہ بات باتفاق مؤرخین غلط ہے اور عبرانی و یونانی نسخے بھی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ کیونکہ عبرانی نسخہ کے بیان کے مطابق نوح کی پیدائش آدم علیہ السلام کی وفات کے ۱۲۶ سال بعد اور اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ۴۳۲ سال بعد ہوئی ہے اور اسی فحش اختلاف کی بنا پر شہور یہودی مؤرخ یوسی فس نے جو عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے۔ ان میں سے کسی نسخہ کے بیان پر اعتماد نہیں کیا اور فیصلہ کیا کہ صحیح مدت ۲۲۵۶ سال ہے۔

تینوں نسخوں کے اختلاف کی تفصیل بیان کرنے کے لئے مہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ایک جدول دی گئی ہے جس میں نوح علیہ السلام سوا ہر شخص کے نام کے سامنے اس کی وہ عمر لکھی گئی ہے جو اس کے لڑکے کی پیدائش کے وقت تھی اور حضرت نوح کے سامنے ان کی وہ عمر درج کی گئی ہے جو طوفان کے وقت تھی۔ نقشہ درج ذیل ہے :-

نام	عبرانی نسخہ	سامری نسخہ	یونانی نسخہ
آدم علیہ السلام	۱۳۰	۱۳۰	۲۳۰
شیث علیہ السلام	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵
آنوش	۹۰	۹۰	۱۹۰
قیمان	۷۰	۷۰	۱۷۰
مہلائیل	۶۵	۶۵	۱۶۵
بارد	۱۶۲	۶۲	۱۶۲
حنوک	۶۵	۶۵	۱۶۵
متوسالچ	۱۸۷	۶۷	۱۸۷
لامک	۱۸۲	۵۳	۱۸۸
نوح علیہ السلام	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰
میزانت	۱۶۵۶	۱۳۰۷	۲۲۶۲

دوسرا اختلاف

طوفانِ نوح سے ابراہیم تک کے زمانہ میں | طوفانِ نوح سے لے کر ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش تک کا زمانہ عبرانی نسخہ کے

مطابق ۲۹۲ سال ہے۔ اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ۱۰۴۲ سال اور ایک یونانی کے مطابق ۱۱۴۲ سال ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۹۴۲ سال ہے۔ چنانچہ عبرانی نسخہ کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے ۳۵۰ سال بعد زندہ رہے جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۲۸ میں موجود ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش طوفان کے ۲۹۲ سال بعد معلوم ہوتی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوح علیہ السلام کی وفات کے وقت ۵۸ سال کی ہو اور نوح نے ابراہیم کو دیکھا ہو۔ حالانکہ اس کے غلط ہونے پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ابراہیم کی پیدائش نوح کی وفات کے ۷۲۲ سال بعد اور ایک یونانی نسخہ کے مطابق ۸۲۲ سال بعد ہوئی اور سامری نسخہ کے مطابق ۵۹۲ سال بعد ہوئی ہے اس لئے ملاقات کا تو امکان بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر یونانی نسخہ میں ایک اور فحش خرابی یہ ہے کہ ارفخشہ اور شانس کے درمیان قینان کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو عبرانی اور سامری نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ مشہور یہودی مؤرخ یوسفوس نے بھی اس اضافہ کو غلط قرار دے کر اپنی تاریخ میں درج نہیں کیا۔ انگریز مؤرخین نے وفاتِ نوح سے پیدائشِ ابراہیم تک کے زمانہ کی تعیین میں تینوں نسخوں کو غیر معتد قرار دے کر یہ کہا ہے کہ صحیح مدت ۳۵۲ سال ہے۔ ڈائلی اور ہارڈمنٹ کی تفسیر میں بشپ کڈر کے قول کو ترجیح دے کر یوں لکھا ہے کہ طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک کل زمانہ ۳۵۲ سال ہے۔

مگر ان مفسرین پر تعجب ہوتا ہے کہ کڈر کے قول کو خواہ مخواہ راجح قرار دے دیا۔ اگر

یہ لوگ عبرانی نسخہ کی تصریح کے مطابق اس مدت کا حساب لگاتے تو ان پر کیڈر کی غلطی بھی واضح ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ یو سی فیس نے ان سب کے خلاف اس مدت کو ۹۹۲ سال کہا ہے۔

تفسیر ہنری واسکاٹ میں گذشتہ نقشہ کی طرح ان تینوں نسخوں کے اختلاف کا ایک دوسرا نقشہ دیا گیا ہے۔ اس نقشہ میں سام کے ہوا ہر شخص کے نام کے مقابل اس کے پتے کا سال پیدائش لکھا ہوا ہے اور سام کے نام کے مقابل اس بچہ کا سال پیدائش لکھا ہوا ہے جو طوفان کے بعد پیدا ہوا۔

نام	عبرانی نسخہ	سامری نسخہ	یونانی نسخہ
سام	۲	۲	۲
ارفخشہ	۳۵	۱۳۵	۱۳۵
قینان	+	+	۱۳۰
شالخ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
عار	۳۴	۱۳۴	۱۳۴
فالغ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
رعو	۳۲	۱۳۲	۱۳۲
سروغ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
ناحور	۲۹	۴۹	۴۹
تارح	۴۰	۴۰	۴۰
کل میزان	۲۹۲	۹۴۲	۱۰۴۲

لے "تارح" حضرت ابراہیم کے والد کا نام ہے۔ آذر اس کا لقب تھا اور بعض مغسریں و تورہین کا کہنا ہے کہ آذر در حقیقت حضرت ابراہیم کا چچا تھا اور قرآن کریم میں مجازاً اس پر "اب" (باپ) کے لفظ کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر ۱۲ تفسیر ۶)

تیسرا اختلاف

پیدائشِ آدم سے پیدائشِ عیسیٰ تک کے زمانہ میں | لب التواریخ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۹ء کے دفتر دوم صفحہ ۳۴۱ میں ایک نقشہ دیا گیا ہے جس میں دنیا کی تخلیق سے لے کر پیدائشِ مسیح علیہ السلام تک کا زمانہ یوں لکھا ہے :-
بائبل کے عبرانی نسخہ کے مطابق ۴۰۰۰ سال، یونانی نسخہ کے مطابق ۵۸۷۲ سال اور سامری نسخہ کے مطابق ۴۷۰۰ سال ہے۔

ملاحظہ کیجئے کہ پیدائشِ آدم سے پیدائشِ عیسیٰ علیہ السلام تک کے زمانہ میں ان تینوں نسخوں کی روایت میں کتنا بڑا اختلاف موجود ہے۔ متقدمین عیسائی علماء بائبل کے ان واضح اختلافات کا سبب یہودیوں کی طرف سے کی گئی تحریف کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق توریت میں یہ تحریف یہودیوں نے ۱۳۰۰ء میں کی ہے۔ آگسٹائن جو کہ چوتھی صدی کا سب سے بڑا عیسائی عالم ہے، عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ بتاتا ہے۔ چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کی جلد میں یوں لکھا ہے :-

رو علماء نے عہدِ عتیق میں مندرجہ واقعات و حالات کی تاریخوں کا جو حساب لگایا ہے اس میں زبردست اختلاف موجود ہے، خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کے واقعات کی تاریخوں میں تو بہت ہی زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ ان اختلافات کا عام مطالعہ کرنے والوں کو کوئی نقصان نہیں۔ آگسٹائن کہا کرتا تھا کہ یہودیوں نے ان اکابر کے حالات کے بیان میں جو طوفان سے قبل گزرے تھے یا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک ہوئے ہیں، عبرانی نسخہ میں تحریف کر ڈالی اور یہ حرکت اس لئے کی تاکہ یونانی نسخہ کا اعتبار جاتا رہے اور اس لئے بھی کہ مذہبِ عیسوی سے ان کو سخت دشمنی تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین عیسائی بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور ان کے بال یہ تھا کہ

یہودیوں نے تورات میں یہ تحریف سلسلہ میں کی ہے۔

پھر اسی تفسیر میں یوں بیان کیا ہے کہ :-

وہ محقق ہیلز نے یوسف اور تورات کے یونانی ترجمہ کا موازنہ کر کے اور ان کی بعض غلطیاں درست کر کے پیدائش عالم سے پیدائش مسیح علیہ السلام تک کے زمانے کا اس طرح تعین کیا ہے کہ پیدائش عالم سے مسیح علیہ السلام کا زمانہ ۵۴۱۱ سال اور طوفان سے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ۳۵۵ سال ہوتا ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ عبرانی نسخہ کے مقابلے میں یونانی نسخہ میں ان بزرگوں کی تاریخ ولادت سو برس زیادہ بتائی گئی ہے جس سے ان کے والد کی عمر میں لامحالہ سو سال کا اضافہ ہوتا ہے اگرچہ مجموعی اعتبار سے باپ بیٹے کی عمر میں تناسب ایک ہی جیسا رہا۔ مثال کے طور پر عبرانی نسخہ میں ایک بزرگ کی پیدائش کے وقت اس کے باپ کی عمر سو سال بتائی گئی ہے تو یونانی نسخہ میں دو سو سال کی تصریح ہے۔

دیکھئے اس تفسیر میں کتنے کھلے الفاظ ہیں یہ تصریح موجود ہے کہ متقدمین کے نزدیک بھی عبرانی نسخہ تحریف شدہ تھا اور یونانی نسخہ کی صحت تسلیم کر لی گئی تھی اور عبرانی نسخہ میں یہ تحریف یہودیوں نے سلسلہ میں کی تھی۔ نیز آگسٹائن بھی اس تحریف کا مجرم یہودیوں کو ہی قرار دیتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہودیوں کی مسلمہ بددیانتی سے تورات میں تحریف کر ڈالنا عقلاً کچھ بھی محال نہیں ہے۔

چوتھا اختلاف

کتاب استثناء باب ۲، آیت ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ
کوہ عیبال یا کوہ گرزیم | ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”سو تم یہ دن کے پار ہو کر ان پیغروں کو جن کی بابت میں تم کو آج کے دن حکم دیتا

ہوں۔ کوہ عیبال پر نصب کردہ کے ان پر چوڑنے کی استرکادی کرنا ہے

بائبل اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء، ۱۸۳۲ء اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۵ء میں

بھی تقریباً یہی بیان ہے۔ لیکن سامری نسخہ میں عیبال کے بجائے جریزم استعمال کیا گیا ہے۔

عیبال اور جریزم ایک دوسرے کے مقابل دو پہاڑ ہیں۔ جیسا کہ اسی باب کی آیت ۱۲، ۱۳

اور اس کتاب کے باب ۱۱ آیت ۲۹ اور کتاب یوشع باب ۸ آیت ۳۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

ہنری و اسکات کی تفسیر میں سامری نسخہ کی عبارت یوں منقول ہے :-

”ان پتھروں کو کوہ جریزم پر نصب کرو“

یہودیوں اور سامریوں کے درمیان قدیم زمانے سے جھگڑا مشہور چلا آ رہا ہے کہ

تورات کے حکم کے مطابق مذبح اور تہیکل کوہ عیبال اور کوہ جریزم میں سے کس پہاڑ پر

بنانا ضروری ہے۔ اس بارے میں جمہور عیسائی یہودیوں کے ہمنوا ہیں اور تورات کے

سامری نسخہ کو محرف قرار دیتے ہیں۔ یہودیوں کی کتاب دافع ابہتتان کی پہلی فصل میں

تورات کے سامری نسخہ اور عبرانی نسخہ میں اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے

یوں بیان کیا کہ :-

”و سامریوں نے حسد کی بنا پر تہیکل کو کوہ جریزم پر تعمیر کیا اور توریت میں اپنے اس

اقدام کی تائید حاصل کرنے کی غرض سے یہ بات اس طرح بدل ڈالی جس سے یہ ثابت

ہوتا ہے کہ خدا نے جس خاص جگہ پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا یہ وہی

جگہ ہے جس پر سامریوں نے تہیکل تعمیر کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں اور سامریوں کی تورات

میں بس اتنا سا اختلاف ہے کہ یہودی تہیکل کی کوہ عیبال پر تعمیر کو حکم خداوندی قرار

۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق اس آیت کی عبارت یوں ہے : ”موجب تم اردن کی پار اتر جاؤ

تو تم ان پتھروں کو جن کی بابت میں تمہیں آج کے دن حکم کرتا ہوں عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجو اور

ان پر چونا پھیر دو“ منہ

دیتے ہیں اور سامری کوہ جریزم پر اس کے سوا تمام باتوں میں تورات کا سامری نسخہ ہمارے نسخہ کے بالکل مطابق ہے اور یہ تبدیلی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً پانچ سو سال بعد کی گئی۔ اس کے برعکس ہماری تورات موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہی ہے اور یہی اصلی تورات ہے۔ لیکن عیسائی حضرات تحریف شدہ سامری تورات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔“

دافع البہتان کے مصنف کے اس اعتراف سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً :-

- عیسائیوں کے نزدیک تورات کے سامری نسخہ میں یقینی طور پر یہ تحریف کی گئی ہے اور

- تورات کا سامری نسخہ ان کے بقول محرف ہے اور غیر معتبر ہے۔

- یہ تحریف موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال بعد کی گئی اور ایسی کامیاب رہی کہ پوری قوم میں اس تحریف شدہ تورات کے نسخے پذیرائی پا گئے اور پوری قوم کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقے کا اس مذموم حرکت پر اتفاق بھی ہو گیا۔

ملاحظہ کیجئے کہ ایک طویل زمانہ کے بعد محض بغض و عناد کی بنیاد پر کی گئی بددیانتی کی ایسی حرکت بڑی آسانی سے پذیرائی حاصل کر لیتی ہے اور مصنف دافع البہتان کا یہ قول کہ یہود اور سامریوں کی تورات میں صرف یہی اختلاف ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔ کچھ تو مذکورہ بالا بیان سے اس دعویٰ کا غلط اور بے بنیاد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح آئندہ بحث میں یہ ثبوت اور بھی مستحکم ہو جائے گا۔

توریت کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں مذکورہ چاروں اختلاف انتہائی سنگین نوعیت کے ہیں اور ان کتابوں کے بارے میں متقدمین و متاخرین عیسائی علماء کی آرائیں بھی مختلف ہیں۔ البتہ جمہور متقدمین عیسائیوں نے توریت کے یونانی

نسخہ کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور عبرانی و سامری نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں لکھتا ہے کہ :-

وڈاکٹر ہیلز نے مضبوط دلائل سے سامری نسخہ کی صحت ثابت کی ہے۔ اس جگہ پر اس کے دلائل کا خلاصہ بیان کرنا ممکن نہیں۔ جو صاحب چاہیں اس کی کتاب صفحہ نمبر ۸۰ سے آخر تک ملاحظہ فرمائیں اور ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ اگر ہم توریت کی نسبت سامریوں کے طور طریق کو اور ان کی عادات کو نگاہ میں رکھیں اور مسیح کی اس وقت خاموشی کو پیش نظر رکھیں (یعنی ان کو تحریف کا مجرم نہ قرار دینا جب کہ ان کی گفتگو سامری عورت سے ہوئی تھی اور اگر دوسری باتوں کو بھی سامنے لے لیں تو ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ یہودیوں نے جان بوجھ کر توریت میں تحریف کی اور عہد عتیق اور جدید کے محققین کا یہ کہنا کہ سامریوں نے قصداً تحریف کی ہے بے بنیاد ہے۔ اور یوسی بیس، پیر کو پیس، ڈیوڈورس، جیرم سن سلس اور متقدمین عیسائی علماء نے اس سامری نسخہ کو حجت قرار دے کر اس کی عبادتیں اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ مگر متاخرین کے زمانے میں یہ نسخہ متروک ہو گیا۔“

۱۔ پورا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب سامرہ تشریف لے گئے تو وہاں ایک کنوئیں پر ایک سامری عورت سے آپ نے پانی مانگا۔ سامری فرقہ کے بارہ میں یہودیوں کی کتاب دافع البہتان کے حوالہ سے اوپر متن میں یہ ذکر گزر چکا ہے کہ انہوں نے کوہ جریم پر مہیکل تعمیر کیا ہوا تھا اور وہیں عبادت کیا کرتے تھے۔ سامری فرقہ عام یہودیوں کے نزدیک اچھوت کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے حضرت مسیح کے پانی مانگنے پر عورت کو تعجب ہوا کہ ایک یہودی مجھ سے پانی کیوں مانگ رہا ہے؟ اس پر دونوں میں گفتگو ہوئی اور بعض غیر معمولی چیزیں دیکھ کر عورت کو یقین ہو گیا کہ حضرت مسیح نبی ہیں۔ چنانچہ اس نے فوراً کوہ جریم کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب میں حضرت مسیح نے خاموشی اختیار کی۔

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ہیلز اور کئی کماٹ وغیرہ حضرات جو سامری نسخہ کو صحیح اور عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں تو یقیناً یونانی نسخہ بھی اُن کے نزدیک تحریف شدہ ہی تھا اور اس کے برعکس موجودہ دور کے عیسائی عبرانی نسخہ ہی کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ متقدمین و متاخرین عیسائی حضرات نے یکے بعد دیگرے صرف ایک نسخے کو صحیح تسلیم کیا ہے اور دوسرے دونوں نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیا ہے۔

پانچواں اختلاف

مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت | کتاب الخروج عبرانی نسخہ کے باب ۱۲ کی آیت ۴۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس^۱ ہوئے تھے۔“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

وكان جميع ما سكن بنو اسرائيل في ارض مصر اربع مائة وثلاثون سنة :-

یعنی بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے ۳۴۰ برس گزرے تھے۔

اور اسی طرح فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

و اما بودن بنی اسرائیل کہ در مصر ساکن بودند مدت چهار صد و سی سال بود :-

۱۔ ترجمہ اردو ۱۸۳۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور بنی اسرائیل کی جو مصر کے باشندے تھے بود و باش چار سو تیس برس تک تھی۔ منہ“

مگر حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قیام کی مدت ۳۴۰ سال کہنا بالکل غلط ہے
صحیح مدت ۲۱۵ سال ہے۔ توریت کے سامری اور یونانی نسخہ میں اس کی تصریح یوں
موجود ہے کہ :-

”و پھر بنی اسرائیل اور اُن کے آباء و اجداد کے کنعان اور مصر میں قیام کی کل مدت
۳۴۰ سال ہے۔“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں سامری نسخہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد
یوں لکھا ہے :-

”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عبارت بالکل صحیح ہے اور متن میں پیش آنے والے
ہر اشکال کو دور کر دیتی ہے۔“

گویا عبرانی نسخہ سے الفاظ ”آباء و اجداد“ اور ”کنعان“ جان بوجھ کر یا غلطی سے نکال
دیئے گئے ہیں یا پھر سامری اور یونانی نسخوں میں بات کو درست ثابت کرنے کے لئے
ان الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

پھر اس اختلاف کے علاوہ یہ مذکورہ بالا عبرانی نسخہ کی عبارت کتاب پیدائش باب
آیت ۱۳ کے بھی مخالف ہے۔ آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

”اور اس نے ابرام سے کہا یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جو اُن
کا نہیں پر دسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس
تک اُن کو دکھ دیں گے۔“

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے ”اور بنی اسرائیل اور اُن کے آباء و اجداد کا رہنا زمین کنعان
اور زمین مصر میں چار سو تیس برس تھا۔“

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۳۳ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”تب اُس نے ابرام کو کہا کہ
یقین جان کہ تیری اولاد پر دس میں آوارہ ہوگی اور وہاں کے لوگوں کے بندے ہوں گے، وے
اُنہیں چار سو برس تک دکھ دیں گے۔“

ملاحظہ ہو اس آیت میں صرف چار سو سال مذکور ہیں۔ پھر یہ کہ ”غلامی کرنا“ اور ”تکلیف میں مبتلا ہونا“ مصر میں قیام کے دوران ہی وقوع پذیر ہوا اور مصر میں بنی اسرائیل کا کل قیام چار سو سال کے بجائے صرف دو سو پندرہ سال ہے۔

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۴۰ کے ذیل میں مذکورہ دونوں آیتوں میں موجود اختلاف میں یوں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

”یہ دونوں آیتیں ایک دوسری کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ کتاب پیدائش میں جو مدت بتائی گئی ہے وہ درحقیقت اسحاق کی پیدائش سے شمار کی گئی ہے اور کتاب خروج میں جس مدت کو بیان کیا گیا ہے وہ ابراہیم کی آمد سے ہجرت کے وقت سے شمار ہوئی ہے، چنانچہ ابراہیم اور ان کی اولاد دو سو پندرہ سال تک سرزمین کنعان میں پر دیسی ہو کر رہتے رہے اور بنی اسرائیل دو سو پندرہ سال تک اسی حالت میں مصر میں مقیم رہے۔“

ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ توجیہ ہی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ بغیر کسی دلیل کے من گھڑت انداز سے مذکورہ بالامدت کی ابتداء ایک مقام پر پیدائش اسحاق سے کہنا اور دوسرے مقام پر ابراہیم کی آمد سے ہجرت کو قرار دینا دعویٰ بلا دلیل کا مصداق ہے۔ پھر یہی خرابی نہیں بلکہ یہ توجیہ اسی تفسیر میں کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۳ کے ذیل میں بیان کردہ اس توجیہ کے بھی خلاف ہے جس کو اسی تفسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے :-

”ابراہیم علیہ السلام جب کنعان آئے ہیں، اُن کی آمد سے اسحاق کی پیدائش کا زمانہ پچیس سال ہے اور اسحق کی عمر یعقوب کی ولادت کے وقت ساٹھ سال کی تھی اور یعقوب کی عمر مصر میں آمد کے وقت ایک سو تیس سال تھی۔ اس طرح

(۲۵ + ۶۰ + ۱۳۰ = ۲۱۵) کل مدت دو سو پندرہ سال ہوتی ہے۔“

ان جہاں میں تفسیر نے دیگر مورخ کے قول کے مطابق دونوں مقامات میں مصر میں بنی اسرائیل

کی مدت قیام دو سو پندرہ سال تسلیم کی ہے۔ البتہ دوسرے مقام پر یعقوب کی پیدائش کے وقت اسحاق کی عمر ساٹھ سال اور مصر میں آمد کے وقت یعقوب کی عمر ایک سو تیس سال قرار دی ہے اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۶ اور باب ۴، آیت ۹ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

چنانچہ جب یعقوب کی پیدائش کے وقت اسحاق کی عمر اور مصر آمد کے وقت یعقوب کی عمر اور بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت صحیح اور تسلیم شدہ ہیں تو اس سے دو بڑی خرابیاں لازم آتی ہیں :-

- ۱۔ ولادت اسحاق سے لے کر مصر سے نکلنے کے وقت تک کتاب خروج میں مذکورہ صرف چار سو سال کے بجائے چار سو پانچ سال (۶۰ + ۱۳۰ + ۲۱۵ = ۴۰۵) بنتے ہیں۔
- ۲۔ تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین کی توجہ کے مطابق اگر ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت سے لے کر اسحاق کی پیدائش تک کے تیس سال بھی شمار کر لیں تاکہ کتاب پیدائش میں مذکورہ مدت چار سو تیس سال پوری ہو جائے تب بھی بات نہیں بنتی کیونکہ اسحاق کی پیدائش سے پہلے کی مدت کو پیدائش اسحاق سے مصر سے نکلنے تک کی مدت میں جمع کریں تو چار سو تیس کے بجائے چار سو پینتیس سال ہوتے ہیں جس سے جامعین تفسیر کی مذکورہ بالا توجہ غلط قرار پاگئی۔

ڈاکٹر ایلی اورر چرڈمنٹ نے اپنی تفسیر میں بشپ پیٹرک اور بشپ کیڈر کا بعینہ ایسا قول نقل کیا ہے جیسا ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے۔ لہذا یہ قول بھی اُسی کی طرح غلط قرار پاتا ہے۔

چھٹا اختلاف

بائبل قابل کا واقعہ | کتاب پیدائش باب ۴ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا گیا ہے کہ :-

”اور قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو کچھ کہا اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو یوں
ہوا کہ قائن نے اپنے بھائی ہابیل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔“

اور تفسیر ہنری واسکاٹ کی روایت کے مطابق یہ آیت سامری نسخہ و یونانی نسخہ اور قدیم
ترجموں میں اس طرح ہے کہ :-

”قائیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کہا کہ آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں اور جب وہ
دونوں کھیت پر پہنچے“ الخ

اس میں یہ عبارت کہ ”آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں“ عبرانی نسخہ سے خارج کر دی گئی ہے۔
ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ :-

”یہ عبارت سامری، یونانی اور آرامی نسخوں میں اور اسی طرح اس لاطینی نسخہ میں، جو
پالی کلاٹ والٹن میں چھپا تھا، موجود ہے اور ڈاکٹر کنی کلاٹ نے عبرانی نسخہ
میں اس کے داخل کئے جانے کا فیصلہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ
عبارت بہترین ہے۔“

پھر جلد مذکور کے صفحہ ۳۳۸ میں لکھا ہے کہ :-

”کبھی کبھی یونانی ترجمہ کی عبارت صحیح ہوتی ہے، لیکن آج کل کے مروجہ عبرانی نسخوں
میں نہیں ملتی۔ مثلاً عبرانی نسخہ خواہ وہ ہاتھ کے لکھے ہوئے ہوں یا مطبوعہ، وہ
آیت مذکورہ کے سلسلہ میں تین طور پر ناقص ہیں اور مرشدہ انگریزی ترجمہ کا
مترجم چونکہ اس مقام کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکا اس لئے اس نے یوں ترجمہ
کیا ”قائیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کہا“ اور اس عبرانی نسخہ کی کمی کی تلافی یونانی
ترجمہ میں کر دی گئی ہے اور یہ ترجمہ سامری نسخہ اور لاطینی ترجمہ اور آرامی ترجمہ

۱۔ قدیم اردو ترجمہ میں اس آیت کی عبارت یوں ہے ”تب تین اپنے بھائی ہابیل سے بولا اور جب
وہ دونوں کھیت میں تھے یوں ہوا۔۔۔ الخ۔ منہ

نیز لیکوتیلہ کے ترجمہ اور ان دو تفسیروں کے جو کس دی زبان میں ہیں اور اس فقرہ کے مطابق ہو گیا جس کو فلو یہودی نے نقل کیا ہے اور یہ جملہ کہ ”اؤہم کھیت کی طرف چلیں“ مذکورہ بالا تمام کتابوں میں موجود ہے۔“

عجیب بات ہے کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی یہ عبارت یوں مذکور ہے :-

”وقاٹل قاتن لہا بیل اخیلہ لنخرج الی المحقل و لہا صارا
فی المحقل۔۔۔ الخ“

توصرف عبرانی نسخہ ہی ہے یہ عبارت خارج کہ دی گئی ہے کس طرح سے تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟

ساتواں اختلاف

کتاب پیدائش باب ۷ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی
دن اور دن رات | نسخہ میں یوں ہے کہ :-

”اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا۔۔۔۔۔ الخ“

اور یہی جملہ یونانی ترجموں اور بہت سے لاطینی نسخوں میں اس طرح ہے کہ :-

”اور طوفان چالیس دن رات زمین پر رہا۔۔۔۔۔ الخ“

عبرانی نسخہ کے اسی باب کی آیت ۱۲ میں بھی چالیس دن اور چالیس رات کی تصریح موجود ہے جس سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عبرانی نسخہ کے باب ۷ کی آیت ۱۷ سے ”رات“ کا لفظ خارج ہو گیا ہے چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول میں کہتا ہے کہ :-

”ضروری ہے کہ لفظ ”رات“ کا اضافہ عبرانی متن میں کیا جائے“

۱۸۲۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے :- ”اور طوفان کاپانی زمین پر چالیس

دن تک آبلہا رہا۔۔۔۔۔ منہ

آٹھواں اختلاف

ایک پورے جملے کا حذف | کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم پلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں اس آیت کے متعلق یوں اعتراف کیا گیا ہے کہ :-

”یہودی مانتے ہیں کہ اس آیت میں کچھ نہ کچھ ضرور حذف کیا گیا ہے۔ یونانی ترجمہ نے

اس کمی کو ان الفاظ کا اضافہ کر کے پورا کیا ہے کہ ”اور وہ اس کی نگاہ میں حقیر ہو گیا“

ملاحظہ ہو عبرانی نسخہ کے اس مقام پر یہودیوں کو بھی اعتراف ہے کہ حذف واقع

ہوا ہے جب کہ یہی جملہ یونانی نسخہ میں اب بھی موجود ہے اور عبرانی نسخہ سے ایک جملہ

کا کم کر دیا جانا اہل کتاب کے نزدیک کچھ زیادہ مستعد نہیں ہے چہ جائیکہ ایک دو حرف۔

نواں اختلاف

کتاب پیدائش باب ۵۰ آیت ۲۵۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا، سو تم

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے :-

”و اور جب اسرائیل اوس سرزمین میں جا رہا تو یوں ہوا کہ راوبین گیا اور اپنے باپ کی حرم پلہا

سے ہم بستر ہوا اور اسرائیل نے سنا“

ضرور ہی میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا۔“

اردو ترجمہ کی ۱۸۲۲ء اور ۱۸۴۲ء کی طباعتوں میں بھی بعینہ یہی بیان ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ جملہ اس طرح ہے کہ ”وازیخا استخوان ہائے مرا برید“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہ الفاظ ہیں کہ ”و شما استخوان ہائے مرا زینجا بر آرید“ اور سامری نسخے اور یونانی، عربی، سریانی اور لاطینی ترجموں میں آخری جملہ یوں ہے کہ :-

”اور میری ہڈیاں یہاں سے اپنے ساتھ لے جاؤ۔“

گویا عبرانی نسخہ سے لفظ ”اپنے ساتھ“ گمراہ کیا گیا ہے۔ ہو رن کہتا ہے کہ :-

”مسٹرٹ رائڈ نے اس متروک لفظ کو اپنے جدید بائبل کے ترجمہ میں شامل کر لیا ہے

اور یہ بالکل ٹھیک کیا۔“

اسی جملہ کو عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں لکھا ہے کہ :-

دسواں اختلاف

کتاب استثناء باب ۱۰ آیت ۶، ۷ اور ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

”و پھر بنی اسرائیل بیروت بنی یعقوب سے روانہ ہو کر موسیر میں آئے، وہیں ہارون

نے رحلت کی اور دفن بھی ہوا اور اس کا بیٹا الیعزر کمانت کے منصب پر مقرر ہو کر اسکی جگہ

خدمت کرنے لگا۔ وہاں سے وہ جدجودہ کو اور جدجودہ سے یوطبات کو چلے اس ملک

میں پانی کی ندیاں ہیں۔ اسی موقع پر خداوند کے لاوی کے قبیلہ کو اس غرض سے

۱۸ اردو ترجمہ ۱۸۲۲ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”اور یوسن نے بنی اسرائیل سے رقم

لے کے کہا خدا مقرر تم کو یاد کرے گا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جاؤ۔“

۱۹ قدم نسخوں میں یہ الفاظ اس طرح ہیں ”اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے ساتھ اپنے لے جاؤ گے۔“

۲۰ یعنی لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ تفسیر

اللہ کیا کہ وہ خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرے اور خداوند کے حضور
کھڑا ہو کر اس کی خدمت کو انجام دے اور اس کے نام سے برکت دیا کرے
جیسا آج تک ہوتا ہے۔“

اس کے برعکس کتاب گنتی باب ۳۳ میں مقامات کی تفصیل مندرجہ بالا تفصیل کے بالکل
خلاف ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون کی رحلت کوہ ہور میں ہوئی۔ توریت
کا سامری نسخہ میں بھی یہ عبارت کتاب گنتی کی مانند ہے۔ چنانچہ کتاب گنتی باب ۳۳ آیت
۳۱ سے ۴۱، ۴۲، ۴۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور موسیٰ روت سے روانہ ہو کر بنی یعقوب میں ڈیرے ڈالے اور بنی یعقوب سے
چل کر حور ہجہ جاد میں خیمہ زن ہوئے اور حور ہجہ جاد سے روانہ ہو کر یوٹباتہ
میں خیمہ کھڑے کئے اور یوٹباتہ سے چل کر عبرونہ میں ڈیرے ڈالے اور عبرونہ
سے چل کر عیصون جابر میں ڈیرا کیا اور عیصون جابر سے روانہ ہو کر دشت صین
میں جو قادمس ہے قیام کیا اور قادمس سے چل کر کوہ ہور کے پاس جو ملک آدم
کی سرحد ہے خیمہ زن ہوئے۔ یہاں ہارون کا ہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ ہور
پر چڑھ گیا اور اس نے بنی اسرائیل کے ملک مقرر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے
پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کو وہیں وفات پائی اور جب ہارون نے کوہ ہور پر

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں :- ”تب بنی اسرائیل نے با یروث بنی یاعقوب
سے موسیٰ کو کوچ کیا۔ وہاں ہارون کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوا اور اس کا بیٹا العازر کہانت کے
منصب پر اس کا قائم مقام ہوا۔ وہاں سے انہوں نے جدجد کو کوچ کیا اور جدجد سے یطیشا کو جو ایک
سیراب سرزمین ہے۔ اس وقت یہوآہ نے بنی لیوی کو اس لئے جدا کیا کہ یہوداہ کے صندوق کو اٹھاویں اور
یہوداہ کے حضور کھڑے ہو کر خدمت گزاری کریں اور اس کا نام لے کے برکت مانگیں۔ چنانچہ آج کے دن
تک یونہی ہے۔“ منہ

وفات پائی تو وہ ایک سو تیس برس کا تھا۔۔۔۔۔ اور اسرائیلی کوہ ہور سے
کوچ کر کے ضلومہ میں ٹھہرے اور ضلومہ سے کوچ کر کے قونون میں
ڈیرے ڈالے۔۔۔۔۔ الخ

نیز ان دونوں عبارتوں کا موازنہ کرنے سے کتاب استثناء باب ۱۰ کی آیت ۸ کی عبارت
اس کے الحاقی ہونے کی غمازی کرتی ہے اور اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ اس
عبارت کا عبرانی نسخہ میں کافی عرصہ بعد اضافہ کیا گیا ہو۔

گیارہواں اختلاف

کتاب پیدائش باب ۲۰ آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی
بہن یا بیوی؟ نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور ابرہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے، اور

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں :- ”اور میری بہن سے بنی
یاعقان میں آئے اور بنی یاعقان سے چل کے حور الجداد کو غیمہ گاہ کیا اور حور الجداد
سے روانہ ہو کے یطبات میں آ رہے اور یطبات سے عبر و نائیں آئے اور عبر و نائیں سے
چل کے عصیون جابر میں پہنچے اور عصیون جابر سے دشت سین میں جو قادمس ہے آپڑے
اور قادمس سے چل کے کوہ ہور میں جو زمین ادم کی سرحد ہے آئے، یہاں ہارون کا بہن بیواہ
کی ارشاد سے کوہ ہور پر گیا اور اس نے بنی اسرائیل کی مصری ہجرت کے چالیس ویں
برس کے پانچویں مہینے کے پہلی تاریخ وفات پائی اور ہارون ایک سو تیس برس کا تھا
جو اس نے کوہ ہور میں وفات پائی اور کوہ ہور سے کوچ کر کے ضلومہ میں آئے اور ضلومہ
سے کوچ کر کے قونون میں آئے۔ الخ

ہجرۃ کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوایا۔
ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ :-

”یونانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارہ کے بارہ
میں بتایا کہ وہ میری بہن ہے۔ کیونکہ بیوی کہنے کی صورت میں اس کو یہ خطرہ
تھا کہ کہیں شہر کے لوگ اس کو مار ہی نہ ڈالیں اور فلسطین کے بادشاہ... الخ
ملاحظہ ہو کہ عبرانی نسخہ میں ”کیونکہ بیوی کہنے کی صورت میں اس کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں لوگ
اس کو مار ہی نہ ڈالیں“ پوری عبارت حذف کر دی گئی ہے۔

بارہواں اختلاف^{۱۲}

کتاب پیدائش باب ۳۰ آیت ۳۶ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت
بھی موجود ہے :-

”خدا کے فرشتے نے یعقوب کو آواز دی، اُس نے کہا میں حاضر ہوں۔ اور پھر فرشتے نے
اس کو متوجہ کر کے بتایا کہ جن مینڈھوں سے بھیڑیں کی جفتی کرائی گئی ہے وہ طوقدار
اور داعی اور چٹکیری ہیں اور لابان نے جو کچھ تیرے ساتھ کیا ہے مجھے معلوم ہے اور
بیت ایل جس کے ستون پر تُو نے تیل ڈالا اور میری نذر مانی اس کا خدا میں ہی ہوں
اور اب یہ علاقہ فوراً چھوڑ کر واپس اپنے آبائی وطن لوٹ جا۔“

۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور ابراہیمؑ خود جو وہ سارہ کی بابت بولا کہ میری بہن
ہے فلسطین کے بادشاہ ابی مالخ نے لوگ بھیج کر سارہ کو لے لیا۔“ منہ
۱۳ قدیم ترجموں میں یہ عبارت اس طرح ہے ”اور خدا کے فرشتے نے یعقوب کو کہا کہ اے یعقوب اوہ بولائیں حاضر
ہوں تب اوس نے کہا کہ اب اپنی آنکھ کو اٹھا اور دیکھ کہ سارے مینڈھے جو بھیڑوں پر چڑھے ہیں طوقدار، داعی
اور چٹکیرے ہیں اس لئے کہ جو کچھ لابان سے تجھ سے کیا ہے میں نے دیکھا بیت ایل کا خدا جہاں تُو نے ستون پر تیل
ڈالا اور جہاں تُو نے مجھ سے نظر کا عہد کیا میں ہوں اب اٹھ اس زمین سے نکل چل اور اپنے کنبہ کی زمین پر
ٹھہر جا۔“ منہ

ملاحظہ کیجئے کہ اتنی طویل عبارت کا یا تو سامری نسخہ میں اضافہ قرار دیا جائے اور یا یہ کہا جائے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کہہ کے یہ پوری کی پوری عبارت نکال دی گئی ہے۔ بہر حال قرائن سے دوسرا احتمال قوی نظر آتا ہے کہ عبرانی نسخہ سے اس کو نکال دیا گیا ہے۔

تیسرے ہواں اختلاف

کتاب گنتی کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ ہے :-

”اور خداوند نے موسیٰ کو یوں فرمایا کہ اس پہاڑ پر رہتے ہوئے تم کو کافی عرصہ ہو گیا اب واپس جاؤ اور کوچ کرو اور کوہ مرارہ کے باشندوں کو دیکھو، میدانوں، پہاڑوں کے نشیب و فراز عبور کرتے ہوئے چلے جاؤ اور جنوب کی دریائی وادیوں سے فرات تک کنعانیوں کا پورا علاقہ ملک لبنان سمیت اپنے تسلط میں لے آؤ۔ میں نے یہ تمام علاقے کے ساتھ وہ خط بھی تمہیں عنایت کر دیا ہے جس کا خداوند نے تمہارے آباء و اجداد، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیری اولاد کو ان علاقوں کا وارث بنادوں گا۔“

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے: ”اور یہ وہاں نے موسیٰ کو خطاب کیا کہ تم اس پہاڑ پر بہت رہے اب پھر وادے کو سفر کرو اور امور یوں کے پہاڑ اور ان کے سب باشندوں میں میدانوں میں پہاڑوں میں نشیب میں جنوب کو اور دریاؤں کے کنارے کو کنعانیوں کی سرزمین اور جنوب میں بڑی نہر تک جو نہر فرات ہے جاؤ دیکھو میں نے یہ زمین تمہیں عنایت کی، داخل ہوا اور اس زمین پر جس کی بابت یہ وہاں نے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب سے قسم کی کہ تم کو اور تمہارے بعد تمہاری نسل کو دوں گا میراث میں لو“ منہ

یہاں بھی قرائن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عبرانی نسخہ میں تحریرت کر کے یہ عبارت نکال دی گئی ہے۔

چودھواں اختلاف

کتاب گنتی باب ۲۶ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ یوں ہے :-
 ”اور جب ان اڑھائی سو آدمیوں کے آگ میں بھسم ہو جانے سے وہ فریق نابود ہو گیا اور اسی موقع پر زمین نے منہ کھول کر قورح سمیت ان کو بھی نکل لیا تھا اور وہ سب عبرت کا نشان ٹھہرے۔“

اور سامری نسخہ میں آیت ۱۰ کی عبارت یوں ہے :-

”جب وہ گروہ مریگا تو ان کو زمین نے نکل لیا اور قورح اور اس کے ساتھ اڑھائی سو آدمیوں کو آگ نے بھسم کر ڈالا اور وہ سب عبرت کا نشان ٹھہرے۔“
 ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ اس آیت کا مضمون نہ بور ۱۰۶ کی آیت ۱۴ سے ملتا جلتا ہے۔

پندرہواں اختلاف

کتاب استثنا باب ۳۲ آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے ”اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں قورح سمیت نکل گیا جس وقت کہ جماعت مری جب کہ اس آگ نے اڑھائی سو آدمیوں کو کھا لیا۔ سو وہ ایک عبرت ہوئی۔“ منہ

۱۶ قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے ”اور زمین نکل گئی اور زمین کو جب کہ وہ گروہ مرا اور آگ نے کھالیا قورح کو اڑھائی سو آدمیوں سمیت جو ایک عبرت ہوئی۔“ منہ

یوں ہے کہ :-

”یہ لوگ اُس کے ساتھ بُری طرح سے پیش آئے۔ یہ اس کے فرزند نہیں، یہ اُن کا عیب ہے، یہ سب کج رو اور ٹیڑھی نسل ہیں۔“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہی آیت اس طرح ہے کہ :-

”خویشستن را مفسد کہ دند عیبی کہ دارند بعیب فرزندان او نمی ماند طبقہ کج و معوج می باشند“

اور سامری و یونانی نسخہ اور ارامی ترجمہ میں اس کو یوں لکھا گیا ہے :-

”ان کو معیوب قرار دیا گیا ہے وہ اس کے فرزند نہیں ہیں، وہ یاد آغ کی بُری نسل ہیں۔“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ یہ عبارت ہی اصل تو رات کی عبارت ہے اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کا مترجم ان سب کے برعکس اور کوتاہ دکھائی دیتا ہے، ملاحظہ ہو :-

”اخطوا الیہ و هو بری“ من انباء القبائح ایہا الجلیل

عوج المتلوی

الشد اکبر! ان لوگوں کو ذرہ برابر بھی تو خدا کا خوف نہیں آیا۔ جس کا جی چاہتا ہے اپنی طرف سے ایک مضمون گھڑ لیتا ہے اور اس کو اللہ کا کلام قرار دے دیتا ہے۔

سولہواں اختلاف^{۱۶}

موسیٰ کے بیٹے ایکٹ یادو | کتاب خروج باب ۲ آیت ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ

۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”انہوں نے آپ کو خواب کیا اونکا داغ وہ داغ نہیں ہے جو اسکے لڑکوں پر ہوتا ہے وے کج رو اور ٹیڑھے قرن ہیں۔“ منہ

۱۷ قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے ”وے خراب کئے گئے ہیں وے اوسکے نہیں ہیں وہ بیٹے غلطی یاد آغ کی ہیں۔“ منہ

کے مطابق یوں ہے کہ :-

”اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور موسیٰ نے اس کا نام جیرشوم^{۱۸۲۱} یہ کہہ کر رکھا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں“

اور یونانی، لاطینی ترجمہ اور بعض دوسرے قدیم ترجموں میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا بھی اضافہ موجود ہے :-

”اور اس کے ایک دوسرا بیٹا ہوا اور موسیٰ نے اس کا نام الیعزر^{۱۸۲۲} یہ کہہ کر رکھا کہ میرے باپ کا خدا میرا حامی و ناصر ہوا ہے۔ اسی نے مجھے فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا ہے“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ^{۱۸۳۱} میں بھی بعینہ یہ عبارت ان الفاظ میں موجود ہے :-

فولدت له ابنا ودعا اسمه جرشون قائلا انما انا كنت مملتجا في

۱۸ جیرشوم کے معنی عبرانی زبان میں ”پرہیزی“ کے ہیں۔

۱۹ ترجمہ اردو مطبوعہ^{۱۸۲۲} میں یہ آیت اس طرح ہے ”وہ بیٹا جینی اوس نے اوس کا نام جیرشوم رکھا کیونکہ اوس نے کہا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں“ منہ

۲۰ بعض قدیم ترجموں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے ”اور اوس نے ایک دوسرا جنا جس کا نام الیعاز رکھا۔ کیونکہ اوس نے کہا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہے اور اوس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا ہے“ منہ

۲۱ البتہ یونانی و لاطینی ترجمہ میں ایسا لفظ مذکور ہے جس کا ترجمہ ”فرعون کی تلوار“ ہوتا ہے اور عربی ترجمہ میں ”من يد فرعون“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مال دونوں محاوروں کا ایک ہی نکلتا ہے۔ اسی نسبت سے یونانی ترجمہ کو ہم نے ”فرعون کے ہاتھوں قتل“ سے تعبیر کر دیا۔ ۱۲ بنجیب

کتاب خروج کی آیت یہ ہے ”اور دوسرے کا نام یہ کہہ کر الیعزر رکھا تھا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہوا اور اس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا“ (بائبل مطبوعہ ۱۹۵۹ء ص ۱۷۵)

ارمن عن ربیة وولدت ایضا غلاما ثانیاً و دعا اسمہ العائز فقال موت

اجل ان الله ابی اعاننی وخلصنی من ید فراعون ۛ

خلاصہ یہ کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کر کے یہ جملہ نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تائید کتاب خروج باب ۸ کی آیت ۴ سے واضح طور پر ہو جاتی ہے۔

سترہواں اختلاف

کتاب خروج باب ۱۱ کی آیت ۳ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ موجود ہے :-

”اور موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ خداوند کا فرمان ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے اور بیٹا بھی پہلوٹی کا اور تو میرے بیٹے کو جانے کی اجازت دیدے تاکہ وہ آزادی سے میری عبادت کر سکے۔ لیکن تو اس کے جانے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ یاد رکھو! میں تیرے پہلوٹی کے بیٹے کو ہلاک کر دوں گا ۛ

غالب گمان یہی ہے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف ہو کر یہ پوری عبارت حذف ہو گئی ہے۔

اٹھارہواں اختلاف

کتاب گنتی باب ۱۰ کی آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے ”اور موسیٰ نے فرعون کو کہا کہ خداوند یوں کہتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے لیکن تو اسے جانے نہیں دیتا تو دیکھ میں تیرے پہلوٹے بیٹے کو مار ڈالوں گا ۛ“ منہ

”جب تم دوبارہ سانس باندھ کر زور سے پھونکو تو ان لشکروں کا جو جنوب کی طرف
ہیں کوچ ہو، سو کوچ کے لئے سانس باندھ کر زور سے زنگا پھونکا کریں۔“

اور یونانی ترجمہ میں اس کے بعد یہ عبارت نہ اند موجود ہے کہ :-

”اور جب تیسرا سانس پھونکو مغرب کی طرف کے لشکروں کا کوچ ہو اور جب چوتھا
سانس پھونکو تو ان لشکروں کا جو شمال کی جانب ہیں کوچ ہو۔“

غالب یہی ہے کہ عبرانی نسخہ سے یہ عبارت بھی حذف کر دی گئی ہے۔

انیسواں اختلاف^{۱۹}

کتاب گنتی باب ۲۴ آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق
یوں ہے کہ :-

”و اُس کے چرسوں سے پانی بہے گا اور سیراب کھیتوں میں اُس کا بیج پڑے گا اُس
بادشاہ اجازت سے بڑھ کر ہوگا اور اس کی سلطنت کو عروج حاصل ہوگا۔“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء بھی تقریباً یہی ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء

کی عبارت اس طرح ہے :-

”آب از دلو ہائے او جاری میشود و تخم در آب فراوان خواهد بود و بادشاہ دے

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”جب تم دوبارہ چھوٹی بڑی آواز
سے پھونکو تو جنوبی خیموں کا کوچ ہو دے سو دے اور کچے کوچ کے لئے ہر پھونکنے میں چھوٹی بڑی
آواز سے پھونکیں۔“ منہ

لے قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے ”اور جب تم تیسری بار پھونکو تو مغربی خیموں کا کوچ ہو دے اور
جب تم چوتھی آواز پھونکو تو خیموں شمالی کا کوچ ہو دے۔“ منہ

سے ترجمہ اردو کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں :- اور وہ اپنے موٹے سے پانی بہاویگا اور اس کا تخم
بہت پانیوں میں ہوویگا اسکا بادشاہ آغاغ سے فائق ہوگا اور اسکی بادشاہی بلند ہوگی۔“ منہ

از اجاج رفیع الشان خواہد بود و سلطنتش متعالی ۔

لیکن یہی آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

”اور اس میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو قوموں پر حکومت کرے گا اور اس کی سلطنت اجاج کی سلطنت سے بڑھ کر ہوگی اور اس کی سلطنت کو عروج حاصل ہوگا۔“

یونانی ترجمہ میں اس مقام پر تحریف ہوئی ہے اور اس کے دو وجوہ ہو سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ مترجم عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت ثابت کرنا چاہتا ہے اور یا یہودیوں اور سامریوں کے مذہب عیسوی سے بغض و عناد کے پیش نظر اس نے ایسا کیا ہے۔

بیسواں اختلاف

پھوپھی یا چچا زاد بہن | کتاب خروج باب ۶ آیت ۲۰ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور عمر آم نے اپنے باپ کی بہن یو کبد سے بیاہ کیا۔ اُس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے اور عمر آم کی عمر ایک سو ستیسیس برس کی ہوئی۔“

مگر یہ جملہ ”اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ ہوئے“ تو ریت کے سامری نسخہ

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور اوس کے درمیان سے ایک آدمی پیدا ہوگا اور وہ حکم کرے گا بہت قوموں پر اور ایک سلطنت بہت بڑی سلطنت آغاغ سے قائم ہوگی اور اُسکی سلطنت بڑھے گی“ منہ

۲۔ اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے ”عمر آم نے اپنے باپ کی بہن یو خا بد سے بیاہ کیا وہ اس سے دو بیٹے جنی ایک ہارون اور دوسرا موسیٰ۔ عمر آم نے ایک سو ستیسیس برس کی عمر پائی“ منہ

اور یونانی ترجمہ میں اس طرح ہے کہ ”اور اس عودت کے اس سے ہارون، موسیٰ اور ان کی بہن مریم ہوئے“ ملاحظہ ہو کہ دونوں جملوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یا تو عبرانی نسخہ میں تحریف کہ کے لفظ کم کر دیئے گئے ہیں یا سامری نسخہ اور یونانی ترجمہ میں زیادتی لفظ کی صورت میں تحریف کی گئی ہے۔

یہاں ایک دوسرا بڑا اختلاف ہے، وہ یوں کہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۹ء میں عبارت یوں ہے کہ ”و عمران یو کبہ عمہ خود را بنکاح در آورد الخ۔ اور طبع ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے کہ ”و عمران یو کبہ عمہ خود را بچست خود بزی گرفت۔ الخ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یہ ہے کہ ”فاتخذ عمرا مری کبہ یو خا بذ عمتہ نروجة لد۔ الخ اور یہی تصریح انگریزی ترجموں میں موجود ہے۔ گویا کہ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی ترجمہ بالاتفاق اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یو کبہ عمران کی پھوپھی تھی۔ لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۶۴۱ء اور ۱۸۳۱ء میں اسی آیت کے الفاظ یوں ہے کہ :-

”فتزوج عمران یو خا بذ ابنہ عمہ۔ الخ“

یعنی پھر عمران نے اپنے چچا کی بیٹی یو کبہ سے شادی کی۔

ملاحظہ فرمائیے کہاں پھوپھی اور کہاں چچا زاد بہن، ان دونوں مترجموں میں سے ایک یقیناً جھوٹا ہے۔ اب خدا معلوم جھوٹا کون ہے۔

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے ”وہ اوس سے ہارون اور موسیٰ اور مریم اونکی بہن کو جنی“ منہ

۲۔ یہ خیال رہے کہ تودیت کی دوسری پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے جیسا کہ کتاب احبار کے باب ۱۲

آیت ۱۲ اور باب ۲۰ آیت ۱۹ میں اس کی تصریح ان الفاظ میں پائی جاتی ہے کہ ”توا سنی پھوپھی کے بدن

کو بے پردہ نہ کرنا“ (احبار ۱۸ : ۱۲) اور ”توا سنی خالہ یا پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا“

(احبار ۲۰ : ۱۹)۔ تقی

ایک سو اٹھ اختلاف

کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور جب دیوڑ وہاں اکٹھے ہوتے تھے تب وہ اس پتھر کو کنوئیں کے منہ پر سے ڈھلکاتے اور بھیڑوں کو پانی پلا کر اس پتھر کو پھر اسی جگہ کنوئیں کے منہ پر رکھ دیتے تھے“

اور آیت ۸ اس طرح ہے :-

”و انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے جب تک کہ سب دیوڑ جمع نہ ہو جائیں، تب ہم اُس پتھر کو کنوئیں کے منہ سے ڈھلکاتے ہیں اور بھیڑ بکریوں کو پانی پلاتے ہیں“

لیکن سامری اور یونانی نسخوں اور پالی کلام والٹن کے عربی ترجمہ میں مذکورہ دونوں آیتوں میں ”دیوڑ“ کے بجائے ”چرواہے“ کا لفظ لکھا ہوا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ کنوئیں کے منہ پر سے پتھر کو ڈھلکا کر بھیڑ بکریوں کو پانی پلانا چرواہوں کا کام ہے تاکہ دیوڑ کا، چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۱ میں ڈاکٹر کنی کاسٹ اور میو بی کنیٹ

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور جب گلے وہاں جمع ہوئے تب وہ اس پتھر کو کوئے کے منہ پر سے ڈھلکاتے تھے اور بھیڑوں کو پانی پلا کر اس پتھر کو اوسکی جگہ پر رکھ دیتے تھے“

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”وہ بولے ہم یوں نہیں کر سکتے جب تک سارے گلے جمع نہ ہوویں تب وہ اس پتھر کو کوئے کے منہ پر سے ڈھلکاتے ہیں اور بھیڑوں کو پانی پلاتے ہیں“

کے قول کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے :-

”عبرانی نسخہ میں کاتب کی غلطی سے بجائے لفظ ”چرواہے“ کے ریوڑ لکھا گیا ہے“

۲۲ بائیسواں اختلاف

خدا کا حکم یا موسیٰ کا حکم | کتاب اجبار باب ۹ آیت ۲۱ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں ہے کہ :-

”انودھارون قصیہما دکتفیہما الیمینین فرہما قہ ام
الرب کما امر موسیٰ“

یعنی ہارون نے دو سینے اور دو داہنے ران الگ کئے اور موسیٰ کے حکم کے مطابق خداوند کے حضور پیش کیا اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کی عبارت یوں ہے :-

”و ہارون سینہ ہا و دوش راست را برائے قربانی جنبانیدنی در حضور خداوند جنبانید
چنانکہ موسیٰ امر فرمودہ بود“

اور تقریباً یہی عبارت انگریزی تراجم اور بیشتر عبرانی و لاطینی نسخوں میں موجود ہے۔ لیکن یونانی اور سامری نسخوں میں ”موسیٰ کے حکم کے مطابق“ جملہ کے بجائے ”جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا“ کا جملہ لکھا ہوا ہے اور اسی کو اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۴۲ء میں ترجیح دے کر عبارت یوں لکھی ہے کہ :-

”اور سینہ اور داہنی ران کو جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، ہارون نے ہلانے کی قربانی کے طور پر خدا کے حضور ہلایا“

۱۔ لیکن اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس عبارت کو پھر یوں بدل دیا گیا ہے کہ ”اور سینہ اور داہنی ران کو ہارون نے موسیٰ کے حکم کے مطابق..... الخ“ صرف اردو تراجم ہی کا یہ اختلاف ملاحظہ ہو۔ ۱۲ نجیب پٹ

اور ان سب کے برعکس فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں لطف کی بات یہ ہے کہ سرے سے ان جملوں کو ہی حذف کر دیا گیا ہے اور اس عبارت کو یوں بنا دیا :-

» اما ہا لون سینہ ہا و دوش راست را برائے قربانی جنبانیدنی بحضور خداوند جنبانید «

تیسواں اختلاف^{۲۳}

مشہور محقق عالم آدم کلاذک نے توریت کے سامری اور عبرانی نسخوں میں انسٹھ مقامات پر موجود اختلاف کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں لکھی ہیں :-

پہلی قسم، عبرانی اور سامری نسخوں میں واقعات کا اختلاف | جن مقامات میں سامری نسخہ میں عبرانی نسخہ سے زیادہ عبارت موجود ہے وہ حسب ذیل گیارہ مقامات ہیں :-

نو مقامات کتاب پیدائش میں اس تفصیل کے ساتھ کہ :

باب ۲ آیت ۴، باب ۴ آیت ۲، باب ۱۹ آیت ۱۹، باب ۲۰ آیت ۲، باب ۲۳ آیت ۱۶، باب ۲۴ آیت ۱۴، باب ۲۹ آیت ۱۰، ۱۱، باب ۵۰ آیت ۲۶ - اور دو مقامات پر کتاب خروج کے باب ۱ آیت ۲ اور باب ۴ آیت ۲ - میں -

دوسری قسم، قرینہ اور سیاق سامری نسخہ ہی کے الفاظ کا مقتضی ہے | اس دوسری قسم کا اختلاف سات

مقامات میں ہے مندرجہ ذیل چھ مقامات کتاب پیدائش کے ہیں :-

باب ۱۳ آیت ۴۹، باب ۳۵ آیت ۲۶، باب ۳۷ آیت ۱۷، باب ۴۱ آیت ۳۴، اور ۴۳، باب ۴۱ آیت ۳ - اور ایک مقام پر کتاب استثنا باب ۳۲ آیت ۵ میں ہے -

تیسری قسم، سامری نسخہ میں کچھ زیادتی ہے | یہ اختلاف مندرجہ ذیل تیرہ مقامات میں ہے :-

کتاب پیدائش کے باب ۲۹ آیت ۱۵، باب ۳۰ آیت ۳۶، باب ۱۱ آیت ۱۶
کتاب خروج کے باب ۴ آیت ۱۸، باب ۸ آیت ۲۳، باب ۹ آیت ۵، باب ۲۱
آیت ۲۰، باب ۲۲ آیت ۵، باب ۲۳ آیت ۱۰، باب ۳۲ آیت ۹۔ کتاب
القضاۃ کے باب ۱ آیت ۱۰، باب ۱۴ آیت ۴ اور کتاب استثناء کے باب
۲۵ آیت ۲۱ میں -

چوتھی قسم، نسخہ سامری میں تحریف | نسخہ سامری میں مندرجہ ذیل سترہ مقامات میں
تحریف کر کے تبدیلی کر دی گئی ہے اور یہ
تغیروں تبدیل کرنے والا ستر تانامی ایک محقق ہے :-

کتاب پیدائش میں باب ۲ آیت ۲، باب ۴ آیت ۱۰، باب ۹ آیت ۵،
باب ۱۰ آیت ۱۹، باب ۱۱ آیت ۲۱، باب ۱۸ آیت ۳، باب ۱۹ آیت ۱۲،
باب ۲۴ آیت ۳۸، ۵۵، باب ۳۵ آیت ۷، باب ۳۶ آیت ۶، باب ۱۱ آیت
۵۰۔ کتاب خروج باب ۱ آیت ۵، باب ۱۳ آیت ۶، باب ۱۵ آیت ۵۔ اور
کتاب گنتی باب ۲۲ آیت ۳۲ -

پانچویں قسم، | اس قسم کا اختلاف دس مقامات میں ہے اور وہ
مندرجہ ذیل ہیں :-

کتاب پیدائش کے باب ۵ آیت ۸، باب ۱۱ آیت ۳۱، باب ۱۹ آیت ۱۹،
باب ۲۴ آیت ۳۴، باب ۳۹ آیت ۴، باب ۴۳ آیت ۲۵۔ کتاب خروج کے
باب ۱۲ آیت ۴۰، باب ۴۰ آیت ۲۴ اور کتاب گنتی کے باب ۴ آیت ۱۴ اور
کتاب استثناء کے باب ۲۰ آیت ۱۶ میں -

چھٹی قسم، سامری نسخہ میں نقص اور کمی ہے | اس قسم کا اختلاف جس میں سامری نسخہ میں عبرانی نسخہ کے

مقابلہ میں بعض نقائص اور کمی پائی جاتی ہے، کتاب پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۶ اور باب ۲۵ آیت ۱۴ میں ہیں۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ :-

”مشہور محقق کلاڈکٹ نے توریت کے سامری اور عبرانی نسخوں میں تقابل کمر کے سخت محنت و مشقت کے بعد ان مقامات کی نشان دہی کی ہے اور ان اختلافی مقامات میں عبرانی کی نسبت سامری نسخہ زیادہ صحیح قرار دیا ہے“

مندرجہ بالا اختلافی مقامات کے علاوہ بھی توریت کے ان تینوں نسخوں میں کئی ایک مقام پر اختلاف موجود ہے۔ مثال کے طور پر کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۳۲ اور باب ۳۸ آیت ۸ میں عبرانی اور یونانی نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔



فصل چہارم

پہلی روایت

یعقوب کی مصر سے واپسی | کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۴ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں حضرت
یعقوب علیہ السلام سے خدا کا وعدہ ان الفاظ میں

مذکور ہے :-

”و میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا اور پھر تجھے ضرور لوٹا بھی لاؤں گا اور یوسف

اپنا ہاتھ تیری آنکھوں پر لگائے گا“

اور تقریباً یہی عبارت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۴۲ء میں ہے اور فارسی ترجمہ
مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے۔

”و من باتور و انه مصر خواہم شد و من نیز ترا باز خواہم اور“

اور پروفیسر ٹنٹ علماء کے انگریزی تراجم مطبوعہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء

اور رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۰ء ص ۱۱ میں تقریباً یہی عبارت و مضمون

مذکور ہے۔ مذکورہ بالا روایت کی دوسری روایت خدا کا یعقوب سے یہ وعدہ تھا کہ مصر سے

لوٹا بھی لاؤں گا۔ لیکن واقعات نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ یعقوب کو

واپس لوٹنا نصیب نہ ہوا اور انہوں نے مصر ہی میں وفات پائی جس کی تصریح کتاب

پیدائش ہی کے باب ۹ میں موجود ہے۔

لے الفاظ یہ ہیں ”میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا، میں تجھے مقررہ پھر لے آؤں گا اور یوسف اپنا

ہاتھ تیری آنکھوں پر رکھے گا“ منہ

دوسری روایت

مدیانیوں کی نسل کشی | کتاب گنتی باب ۳۱ آیت ۷ تا ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
یوں ہے کہ :-

رد اور حبشہ کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا اور انہوں نے اُن مقتولوں کے سوا عورتی اور آرم اور مورا اور حور اور رباح کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور عبور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لے لے۔“

پھر موسیٰ علیہ السلام کا اسیر کے بارے میں فیصلہ اسی باب کی آیت ۱۸ و ۱۷ میں یوں ہے کہ :-

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۳۲ء کے مطابق ان آیات کے الفاظ اس طرح ہیں ”انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا یہوواہ نے موسیٰ کو فرمایا تھا اور سارے مردوں کو قتل کیا اور انہوں نے ان مقتولوں کے سوا آرم اور مورا اور حور اور رباح کو جو مدیانیوں کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور عبور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی رندنیوں اور بچوں کو اسیر کیا اور ان کے مویشی اور چار پائے اور مال اور اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی ساری بستیوں اور گھروں اور محلوں کو پھونک دیا اور انہوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان لے لے“ منہ

”اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ
چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو، لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور
اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو“

دیکھئے یہاں دو امور غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض پادری حضرات جو مذہب
اسلام کے بعض مسائل پر اعتراض کیا کرتے ہیں مذکورہ بالا احکام کی روشنی میں یہ بتائیں
کہ یہ کتنا ظلم عظیم ہے کہ تمام مردوں کو تو قتل کر دیا گیا اور عورتیں اور بچے قید ہی بنا لئے
گئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ان قیدیوں میں سے بھی بے گناہ معصوم لڑکوں
اور ان عورتوں کو جو مردوں سے ہم بستر ہو چکی تھیں قتل کر کے صرف کنواری لڑکیوں کو
اپنے تصرف کے لئے زندہ رہنے دیا گیا۔

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدیانیوں کی نسل ہی
صفوحہ ہستی سے مٹ گئی، لیکن کتاب العقصۃ باب ۶ کی آیت ایک اور دو
میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس حادثے کے تقریباً دو صدی کے بعد ہی
مدیانیوں کی طاقت اتنی زبردست ہو گئی تھی کہ سات برس تک بنی اسرائیل پر ان
کا غلبہ و تسلط قائم رہا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں مدیانیوں
کے چھوٹے بڑے تمام مرد قتل کر دیئے گئے تھے تو ان کو یہ زبردست طاقت کہاں
سے حاصل ہو گئی؟

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۲ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں ”اون بچوں کو جتنے لڑکے ہیں
سب کو قتل کرو اور ہر ایک لڑکی کو جو مرد کے ساتھ سونا جانتی ہے جان سے مارو لیکن وہ لڑکیاں
جو مرد کے ساتھ سونا نہیں جانتی ہیں اونکو اپنے لئے رہنے دو“ منہ

تیسری روایت

بنی اسرائیل کے مقبوضات | کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۸ تا ۲۱ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

” اُسی روز خداوند نے ابراہام سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے
کے کہ اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک، قینیوٹ، قینزلیوں اور قذموٹیوں
اور حیتیوں اور فرزئیوں اور فائیم اور اموریوں اور کنعانیوں اور جرجاسیوں اور
یہوسیوں سمیت میں نے تیری اولاد کو دیا ہے۔“

یہ وعدہ واقعات کی دنیا میں غلط ثابت ہوا کیونکہ ان تمام علاقوں پر کبھی بھی بنی اسرائیل
کا تسلط قائم نہیں ہوا۔

چوتھی روایت

حضرت آدمؑ کو درخت کی ممانعت | کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۱۷ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

” لیکن نیک و بد کی پہچان کا درخت کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو نے اس

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ” اوی دن ہیواہ نے ابراہام
کے ساتھ عہد کر کے کہا کہ میں نے مصر کی نہر سے لے کر فرات کی بڑی نہر تک یہ سرزمین قینی اور
قزئی اور قذموٹی اور حیتی اور فرزئی اور رشیان اور اموری اور کنعان اور جرجاسی اور یہوسی لوگوں
سمیت تیری اولاد کو دی۔“ منہ

۲۔ بقول توریت یہ خدا کا آدم کو خطاب ہے اور درخت سے مراد شجر ممنوعہ ہے جیسا کہ کتاب
پیدائش باب ۳ آیت ۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ تقی

میں سے کھایا تو مرا“

اور یہی عبارت تقریباً اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۴۲ء میں ہے۔ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے کہ ”کہ در روزے کہ ازاں بخوری مقررست کہ بمیری“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ جس روز تو اس درخت کا پھل کھائے گا یقیناً مر جائے گا۔ یہ روایت بھی غلط ہے اس لئے کہ آدم علیہ السلام نے اس درخت کو کھایا، حالانکہ وہ کھانے کے دن نہیں مرے، بلکہ اس کے بعد بھی ۹۳۰ سال تک زندہ رہے۔

پانچویں روایت

خدا کا ابراہیم سے وعدہ | کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں خدا تعالیٰ کا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ یوں بیان کیا ہے کہ :-

”اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پر دیسی ہے، ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں اُن کا خدا ہوں“
یہ بھی صریح غلط ہے۔ اس لئے کہ تمام سمرزمین کنعان بنی اسرائیل کو کبھی بھی نہیں ملی، اور نہ ان کو بادشاہت اور دوامی حکومت نصیب ہوئی، بلکہ اس سمرزمین میں جس لئے ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”پر نیک بد کی شناخت کے درخت سے مت کھانا کیونکہ جس دن تو اسے کھائے گا تو مر جائے گا“ منہ

۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور میں تجھے اور تیرے بعد تیری اولاد کو یہ زمین جس میں تو پر دیسی ہے یعنی کنعان کی ساری زمین دوں گا کہ وہ ابد تک تیری مملوک ہووے اور میں اُن کا خدا ہوں گا“ منہ

قدر بے شمار انقلابات ہوتے رہے وہ شاید ہی ملک میں پیش آئے ہوں گے اور مدت مدید گزری کہ اسرائیلی حکومت اس سرزمین سے قطعی ختم ہو چکی ہے۔

بھٹی روایت

نوح کی کشتی میں جانور | کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۱۹، ۲۰ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو، دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جلتے بچیں، وہ نر و مادہ ہوں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی ہر قسم میں سے اور ریگنے والوں کی ہر قسم میں سے دو، دو تیرے پاس آئیں تاکہ وہ جلتے بچیں۔“

اور کتاب پیدائش ہی کے باب ۷ آیت ۲، ۳، ۸، ۹ کا اردو ترجمہ یوں ہے کہ :-

”کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو، دو نر اور ان کی مادہ اپنے ساتھ لے لینا اور ہوا کے پرندوں میں سے بھی سات سات نر اور مادہ لینا تاکہ زمین پر ان کی نسل باقی رہے اور پاک جانوروں میں سے اور ان جانوروں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر ریگنے والے جان دار میں سے دو، دو نر اور مادہ، کشتی میں نوح کے پاس گئے جیسا

۱۰ تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۵ء میں یہ آیات یوں ہے ”اور سب حیوانوں میں سے ہر ایک جنس کے دو جو ایک نر اور ایک مادہ ہو کشتی میں اپنے ساتھ لانا تاکہ وہ تیرے ساتھ بچ رہیں اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چار پایوں میں سے ہر ایک جنس کے اور زمین کے سارے ریگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو ان سب تیرے پاس آویں تاکہ جلتے بچیں۔“ منہ

خدا نے نوح کو حکم دیا تھا ۱۱

مذکورہ عبارت کے باب ۶ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام، ایک ایک جوڑا لے لینے کا حکم دیا گیا اور یہی باب کی آیت ۸، ۹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر باب ۷ کی آیت ۲، ۳ سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال جانوروں اور حلال پرندوں میں سے سات سات جوڑے اور حرام جانوروں اور پرندوں میں سے دو دو جوڑے لینے کا حکم دیا گیا تھا۔

ساتویں روایت

حضرت نوح کی کشتی کب ٹھہری؟ کتاب پیدائش باب ۸ آیت ۴، ۵ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور ساتویں مہینے کی سرھویں تاریخ کو کشتی ادرآط کے پہاڑوں پر ٹھیک گئی اور پانی دسویں مہینے تک برابر گھٹتا رہا اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں ۱۲

۱۱ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۵ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”تو سارے بہیموں میں سے جو پاک ہیں سات سات نر اور اونکی مادینے اور اُنکی بہیموں سے جو پاک نہیں دو دو نر اور اونکے مادینے اپنے ساتھ لے اور آسمانی پرندوں سے سات سات نر اور مادہ تاکہ تمام روئے زمین پر نسل اونکی باقی رہے... اور اون بہیموں سے جو پاک ہیں اور اونہیں سے جو ناپاک ہیں اور پرندوں میں سے اور زمین کے سب کیڑے مکوڑوں میں سے دو دو نر مادہ نوح کے ساتھ کشتی میں جیسا خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے ۱۲ منہ

۱۱ مصنف نے ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ نسخہ تورات سے ”قروا کے پہاڑوں“ اور اظہار الحق میں عربی ترجمہ سے ”آرمینیا کے پہاڑوں“ الخ نقل کیا ہے۔ لیکن موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں میں ”ادرآط کے پہاڑوں“ کے الفاظ ہیں۔ ۱۲ بخیب ۱۲ قدیم نسخوں میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”اور ساتویں مہینے کے سرھویں دن کشتی قروا کے پہاڑوں پر ٹھہری اور پانی دسویں مہینے تک کھیٹے چلے جاتے تھے اور دسویں مہینے کے پہلے پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دیں ۱۳ منہ

ان دونوں آیتوں میں کیسا سنگین اختلاف پایا جا رہا ہے کیونکہ جب پہاڑوں کی چوٹیاں دسویں مہینہ میں نظر آنا شروع ہوئیں تو پھر ساتویں مہینہ میں ادا رآط کے پہاڑوں پر کشتی کا ٹھہر جانا کیونکر درست ہو سکتا ہے ؟

امٹھویں روایت

ابراہیم کی عمر | اور کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶، ۲۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

”اور تاج ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نخور اور حاران پیدا ہوئے۔۔۔۔۔“

”اور تاج کی عمر دسویں سال کی ہوئی اور اس نے حاران میں وفات پائی۔“

اور کتاب پیدائش کے باب ۱۲ آیت ۴ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”سو ابرام خداوند کے کہنے کے مطابق چل پڑا اور لوط اس کے ساتھ گیا اور ابرام پچھتر برس کا تھا جب وہ حاران سے روانہ ہوا۔“

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیم کی پیدائش کے وقت تاج کی عمر ستر برس کی تھی اور دسویں سال کی عمر میں اس نے حاران میں وفات پائی تو اس صورت میں ہجرت کے وقت ابراہیم کی عمر پچھتر سال کے بجائے ایک سو تیس سال ہوتی ہے۔

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس آیت ۲۶ کے الفاظ یہ ہیں ”تاج سے ستر برس کی عمر میں ابرام اور ناقوم اور حاران پیدا ہوئے۔“ منہ

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور تاج دس سے پانچ برس کا ہو کے حاران میں مرا۔“ منہ
۳۔ ترجمہ اردو ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”سو ابرام جیسا او سے خدا نے فرمایا تھا چلا لوط بھی اس کے ساتھ گیا اور ابرام جب حاران سے نکلا تب پچھتر برس کا تھا۔“ منہ

نویں روایت

مصریوں کے سب مولشی مر گئے | کتاب خروج باب ۹ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”و اور خداوند نے دوسرے دن ایسا ہی کیا اور مصریوں کے سب چوپائے مر گئے لیکن بنی اسرائیل کے چوپایوں میں سے ایک بھی نہ مرا“

اور اسی باب کی آیت ۲۰ میں یوں بیان ہے کہ :-

”سو فرعون کے خادموں میں جو جو خداوند کے کلام سے ڈرتا تھا وہ اپنے نوکروں اور چوپایوں کو گھر میں بھگائے آیا۔“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء بھی تقریباً اسی طرح ہے اور ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ ”خداوند“ کی جگہ ”یہواہ“ کا لفظ استعمال کیا ہے، اور مصریوں کے سب چوپائے مر گئے، یہ جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ”و ہمہ مواشی اہل مصر ہلاک شدند“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ”ومات کل بہائم المصریین“ مذکور ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب یہ تصریح ہو چکی کہ مصریوں کے سب مولشی مر گئے تو پھر فرعون کے نوکروں کے پاس مولشی کہاں سے آگئے ؟

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور یہواہ نے دوسرے دن ایسا ہی کیا اور مصریوں کے سب مولشی مر گئے لیکن بنی اسرائیل کے مواشی سے ایک بھی نہ مرا“ منہ

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”فرعون کے نوکروں میں ہر ایک نے جو یہواہ کے کلام سے ڈرتا تھا اپنے نوکروں اور اپنے مواشی کو گھروں میں

دسویں روایت

تیس سال یا پچیس سال | کتاب گنتی باب ۴ آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

دو تیس برس سے لے کر پچاس برس کی عمر تک کے جتنے خیمہ اجتماع میں کام کرنے کے لئے مقدس کی خدمت میں شامل ہیں ان سبھوں کو گنو^۱۔

اور کتاب گنتی ہی کے باب ۸ آیت ۲۲ میں اس طرح ہے کہ :-

”لادویوں کے متعلق جو بات ہے وہ یہ ہے کہ پچیس برس سے لے کر اُس سے اوپر

ادپر کی عمر میں وہ خیمہ اجتماع کی خدمت کے کام کے لئے اندر حاضر ہوا کریں۔“

یہاں پر پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت کرنے والے تیس سے کم اور

پچاس سال سے زائد عمر کا نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر دوسری آیت یہ بتا رہی ہے کہ پچیس

سال سے کم نہ ہو اس سے زیادہ خواہ جتنی عمر بھی ہو کوئی مضائقہ نہیں۔

گیارہویں روایت

کتاب خروج باب ۱۲ کی آیت ۴۰ کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۳ کے خلاف ہے اور اس کا غلط ہونا مقصد اول کی تیسری فصل کے پانچویں اختلاف کے ضمن

۱۔ ترجمہ اردو ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”تیس برس والے سے لے کر اوس تک جو پچاس

برس کا ہے اور خادموں میں داخل ہوا ہوتا کہ وہ جماعت کے خیمہ میں خدمت کرے۔“ منہ

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”مذکورہ لیوانیوں کا یہ معمول

وہ ہے کہ وہ پچیس برس والے سے اوپر تک جماعت کے خیمے میں داخل ہوں تاکہ خدمت

گزارہی کریں۔“ منہ

میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اور کتاب اعمال باب ۷ کی آیت ۶ کتاب پیدائش کے بیان کے موافق اور کتاب خروج کے مضمون کی مخالفت ہے اور اسی طرح گلتیوں کے رسالہ کے باب کی آیت ۷ کتاب پیدائش کے مضمون کی مخالفت اور کتاب خروج کے بیان کی مؤید ہے۔ غرضیکہ ان دونوں میں بھی اختلاف ہے۔

بارہویں روایت^{۱۲}

اولاد یعقوب کی تعداد | کتاب پیدائش باب ۴۶ آیت ۲۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

”... سو یعقوب کے گھرانے کے جو لوگ مصر میں آئے وہ سب مل کر ستر ہو گئے۔“

اردو ترجمہ مطبوعہ (۱۸۲۲ء و ۱۸۴۲ء) میں بھی تقریباً اسی طرح ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء کی عبارت یوں ہے ”ہمگی اہل بیت یعقوب کہ بمصر آمدند ہفتاد و کس بودند“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کی عبارت اس طرح ہے کہ ”پس تمامی نفوس خاندان یعقوب کہ بمصر آمدند ہفتاد و نفر بودند“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہ ہے :-
”فجميع نفوس آل يعقوب التي دخلت الى مصر فكانت سبعين نفساً“
اور انگریزی تراجم میں بھی تقریباً یوں ہی بیان کیا ہے۔

ڈاٹلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں ان ستر افراد کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ :-

”یہاں کی اولاد میں سے = ۳۲ افراد
زلفا کی اولاد میں سے = ۱۶ افراد
دآحیل کی اولاد میں سے = ۱۱ افراد
بلہمہ کی اولاد میں سے = ۷ افراد اور یہاں تک کل ۶۶ کی تعداد بنی
پھر یعقوب، یوسف اور یوسف کے دو بیٹے = ۴ افراد کی تعداد ملکر کل تعداد ستر ہو گئی۔
جیسا کہ اشاک ہاؤس نے تصریح کی ہے۔“

۱۷ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”وَمَنْ سَبَّ جَوْعَ يَعْقُوبَ كَمَا كَانَتْ سَبْعِينَ نَفْسًا“
اے ستر جنے تھے :- منہ

اس کے برعکس تورات کے یونانی نسخہ اور عبرانی نسخہ کی کتاب اعمال باب آیت ۱۴ میں یہ تعداد کچھ پتربائی گئی ہے۔ لہذا یا تو عبرانی نسخہ کے اس مقام پر تحریف کی گئی ہے اور وہ غلط ہو گیا یا پھر یونانی ترجمہ اور انجیل کو محرف اور غلط قرار دینا پڑے گا۔ ایک وقت دونوں صحیح نہیں ہو سکتے۔

تیسرے سو روایت

کتاب گنتی باب ۲۵ آیت ۹ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء
تیس ہزار یا چوبیس ہزار ۱۸۳۲ء اور ۱۹۵۹ء میں تقریباً ایک سے الفاظ
ہیں یوں ہے کہ :-

”اور جتنے اس وباد سے مرے ان کا شمار چوبیس ہزار تھا“
اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں ہے کہ ”اما کسانیکہ ازیں قہر الہی مردند بست و
چہار ہزار نفر بودند“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ یہ ہیں ”وکان من مات
اربعۃ وعشیرین الفامن البشرا“ اور انگریزی تراجم میں بھی تقریباً یہی مضمون
بیان کیا گیا ہے۔ لیکن کرنقیوں کے نام پہلے خط مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے باب ۱۰ آیت ۸ میں
اس طرح کہا گیا ہے کہ :-

”اور ہم حرام کاری نہ کریں جس طرح ان میں سے بعض نے کی“ ایک ہی دن
میں تیس ہزار مارے گئے۔“

۱۵ ”پھر یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور سارے کنبہ کو جو کچھ پتربائی تھیں بلا بھیجا“ (اعمال ۱۲)
۱۶ بائبل کے مفسرین متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو گنتی ۹:۲۵ میں
مذکور ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل شطیم میں رہنے کے دوران موآبی عورتوں سے زنا کرنے
لگے جس سے ان کے چوبیس ہزار افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ ۱۲ تعلق :-

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۲ء میں تقریباً یہی عبارت ہے۔ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء میں اس پر یہ ہیں کہ ”و ساقط گشتند و ریکہ و زبست و سہ ہزار نفر“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس طرح ہے کہ ”فہلک منہم یوم واحد ثلاثہ و عشر و ست الفاً“

ان دونوں مقامات کی مذکورہ تعداد میں ایک ہزار افراد کا تفاوت ہے، ان میں سے ایک یقینی طور پر غلط ہے۔

چودھویں روایت

کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۴۳، روایوں کے نام خط کے باب ۱۵ آیت ۱ میں مذکور مضمون سے مختلف ہے۔ اس مقام پر ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں عبرانی نسخہ کی عبارت میں زیادتی کو الحاقی قرار دیا ہے۔



۱۴ آیت اس طرح ہے کہ ”اے قوموں! اس کے لوگوں کے ساتھ خوشی مناؤ۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کے خون کا انتقام لے گا اور اپنے مخالفوں کو بدلہ دے گا“ (۳۲: ۴۳)

۱۵ آیت کے صرف یہ الفاظ ہیں کہ ”اور پھر وہ فرماتا ہے کہ اے غیر قومو! اس کی امت کے ساتھ خوشی کرو“ (۱۵: ۱۰)

مقصد دوم

تورات کے سوا عہدِ عتیق
کی
دوسری کتابیں

فصل اول

گم شدہ کتابیں

گزشتہ صفحات میں جن کتابوں کی کچھ تفصیل پیش کی گئی ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو انہی مذکورہ انبیاء کی طرف منسوب ہیں اور ان کو الہامی قرار دیا گیا ہے لیکن اہل کتاب نے ان کتابوں کو گم کر دیا اور اب ان کا وجود بھی نہیں پایا جاتا اور جمہور مسیحی ان کو واجب التسلیم اور الہامی ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے :-

(۱) جنگ نامہ | اس کتاب کا حوالہ کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ میں دیا گیا ہے اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں مذکورہ آیت کے ذیل میں یوں بیان کیا گیا ہے :-

”غالباً یہ وہی کتاب ہے جو یوشع علیہ السلام کی راہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے لکھی تھی اور اس میں موائے کے علاقے کی سرحدوں کا بیان ہے“

(۲) کتاب الیسیر / آشور | اس کتاب کا حوالہ کتاب یوشع باب ۱۰

۱۵ آیت یہ ہے ”اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے :- واہیب جو سوفہ میں ہے اور انہوں نے نالے“ (کتاب گنتی ۱۶)

۱۶ یہ سرزمین بحر میت (Dead Sea) کے مشرق میں واقع تھی۔ تقی

آیت ۱۳ اور کتاب سموئیل باب ۱ آیت ۸ میں موجود ہے۔

(۳) کتاب یاہو بن حنانی | اس کتاب کا حوالہ کتاب توارینخ ۲ باب ۲۰ آیت ۳۳ میں دیا گیا ہے۔

(۴) کتاب سمعیہ اور | ان دونوں کتابوں کا حوالہ کتاب توارینخ ۲ باب ۱۲ آیت ۱۵ میں آیا ہے۔

(۶) کتاب ناتن نبی | ان تینوں کتابوں کا حوالہ کتاب توارینخ ۲ باب ۹ آیت ۲۹ میں دیا گیا ہے۔

(۷) کتاب سیلانی اخیاہ

(۸) مشاہدات عید وغیب بین

۱۔ ”اور سورج ٹھہر گیا اور چاند ٹھہرا ہا جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا کیا یہ آئینہ کتاب میں نہیں لکھا ہے؟ اور سورج آسمان کے بچوں بیچ ٹھہرا ہا اور تقریباً سارے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی“ (کتاب یوشع ۱۰)

۲۔ آیت یوں ہے ”اور اس نے ان کو حکم دیا کہ بنی یہوداہ کو کمان کا گیت سکھائیں، دیکھو وہ یا آئینہ کتاب میں لکھا ہے (۲۔ سموئیل ۱۹)

۳۔ آیت یوں ہے ”اور سلیمان کے باقی کام شروع سے آخر تک یاہو بن حنانی کی تاریخ میں درج ہیں جو اسرائیل کے سلاطین کی کتاب میں شامل ہے۔ (توارینخ ۲ ۳۳)

۴۔ آیت یوں ہے ”اور رجبعام کے کام اول سے آخر تک کیا وہ سمعیہ نبی اور عید وغیب بین کی تاریخوں میں ناموں کے مطابق قلمبند ہیں؟ اور رجبعام اور یربعام کے درمیان ہمیشہ جنگ رہی (۲ ۱۵)

۵۔ آیت ۱۸ ہے ”اور سلیمان کے باقی کام شروع سے آخر تک کیا وہ ناتن نبی کی کتاب میں اور سیلانی اخیاہ کی پیشگوئیوں میں اور عید وغیب بین کی روایتوں کی کتاب میں جو اس نے یربعام بن نباط کی بابت دیکھی تھیں مندرج نہیں ہیں“ (۲ ۲۹)

(۹) اعمال سلیمان علیہ السلام | اس کتاب کا حوالہ کتاب سلاطین باب ۱۱ آیت ۱۴۸ میں دیا گیا ہے۔

(۱۰) کتاب اشعیاہ (یسعیاہ) | اس کتاب میں یہوداہ کے بادشاہ عزریاہ کی مکمل سوانح عمری لکھی ہوئی تھی جس کا حوالہ کتاب تواریخ - ۲ باب ۲۶ آیت ۲۲ میں دیا گیا ہے۔

(۱۱) کتاب مشاہدات یسعیاہ | اس کتاب میں بادشاہ حزقیاہ کے حالات زندگی درج تھے جس کا حوالہ کتاب تواریخ - ۲ باب ۳۲ آیت ۳۳ میں موجود ہے۔

(۱۲) کتاب تاریخ مصنفہ سموئیل علیہ السلام | اس کتاب کا حوالہ کتاب تاریخ - ۱ باب ۲۹ آیت ۳۰ میں دیا گیا ہے۔

۱۔ آیت یہ ہے ”اور سلیمان کا باقی حال اور سب کچھ جو اس نے کیا اور اس کی حکمت سو کیا وہ سلیمان کے احوال کی کتاب میں درج نہیں“ (۲۱ ۲)

۲۔ آیت یہ ہے :- ”اور عزریاہ کے باقی کام شروع سے آخر تک اُمّوس کے بیٹے یسعیاہ نبی نے لکھے“

۳۔ آیت اس طرح ہے ”اور حزقیاہ کے باقی کام اور اُس کے نیک اعمال اُمّوس کے بیٹے یسعیاہ نبی کی روایات میں اور یہوداہ اور اسرائیل کے بادشاہوں کی کتاب میں قلمبند ہیں“

۴۔ آیت یہ ہے :- ”دیکھ وہ سب سموئیل غیب گو کی تاریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاتغیب میں کی تواریخ میں لکھا ہے“ (کتاب تاریخ ۲۹ ۲۹)

(۱۳) سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار پانچ اشعار کی کتاب

(۱۴) کتاب بیان خواص و نباتات و حیوانات مصنفہ سلیمانؑ

(۱۵) سلیمانؑ کی تین ہزار امثال (ان میں اب بھی کچھ موجود ہیں)

ان تینوں کتابوں کا ذکر کتاب سلاطین ۱۰ باب ۴ آیت ۳۲ و ۳۳ میں موجود ہے۔

(۱۶) مرثیہ یرمیاہ | یہ مرثیہ، نوحہ یرمیاہ کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے۔
کتاب تواریخ - ۲ باب ۳۵ آیت ۲۵ میں اس کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔

ڈاکی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ مرثیہ یرمیاہ گم ہو چکا ہے اور یہ یقیناً مشہور نوحہ یرمیاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مرثیہ تھا۔ کیونکہ نوحہ یرمیاہ تو یروشلم کی تباہی اور صدقیاہ کی ہلاک پر کہا گیا تھا اور مذکورہ مرثیہ یرمیاہ یوسیاہ کی موت پر کہا گیا ہے۔

(۱۷) مذکورہ کتابوں کے علاوہ دوسری بہت ساری کتابیں بھی تھیں۔ روہن کیتھولک علماء کے اعتراف کے مطابق یہودیوں نے ان کو پھاڑ کر جلا ڈالا تھا۔ کمریاسٹم کی تحقیق

۱۷ آیات یہ ہیں "اور اس نے تین ہزار مثالیں کہیں اور اس کے گیت ایک ہزار پانچ تھے اور اس سرو کے درخت سے لیکے جو لبنان میں تھا اس زوفا کی گھانس تک جو دیواروں میں لگتی ہے اس نے سب درختوں کی خاصیت بیان کی اور چادہ پاویں اور پرندوں اور رنگینے والوں اور مچھلیوں کا ذکر کیا" (سلاطین ۳۲-۳۳)

۱۸ آیت یہ ہے "اور یرمیاہ نے یوسیاہ کا مرثیہ بنایا" (تواریخ ۳۵)

کے مطابق یہ وہی کتابیں ہیں جن کی طرف متی باب ۲ آیت ۲۳ میں اشارہ کیا گیا ہے
تموڈ نے اپنی کتاب سوالات السوال مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں دوسرے سوالات کے ذیل
میں لکھا ہے کہ :-

”یہ کتابیں جن میں اس بات کا ذکر تھا جس کی طرف انجیل متی باب ۲ آیت ۲۳ میں
اشارہ موجود ہے ناپید ہو چکی ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی جو کتابیں اب تک موجود ہیں ان
میں سے کسی میں عیسیٰ ناصری کا تذکرہ نہیں ہے۔“
اور کریزاسٹم اپنی تفسیر متی کی جلد ۹ میں کہتا ہے :-

”پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہو گئیں۔ کیونکہ یہود نے غفلت سے نہیں بلکہ
بددیانتی سے ان کتابوں کو ضائع کر دیا۔ ان لوگوں نے بعض کتابوں کو بھاڑ ڈالا
اور بعض کو نذر آتش کر ڈالا۔“

کریزاسٹم کا یہ کہنا کہ یہودیوں نے ان کتابوں کو بھاڑ کر جلا دیا اس لئے قرین قیاس
ہے کہ جب یہودیوں نے دیکھا کہ حواری دین عیسوی کے احکام و مسائل کی حجیت کے لئے
ان کتابوں سے استدلال کرتے ہیں تو ان لوگوں نے یہ اقدام کر ڈالا ہوگا۔
جسٹن کوٹریفوں کہتا ہے :-

”یہودیوں نے عہد عتیق سے بہت سی کتابوں کو محض اس بنا پر خارج کر دیا تاکہ
یہ ثابت کیا جاسکے کہ عہد جدید مکمل طور پر عہد عتیق کے مطابق نہیں ہے۔“
اس بات سے صراحتہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عہد عتیق کی بہت ساری کتابیں
ناپید ہو چکی ہیں۔

ڈائلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں کتاب امثال کے آغاز میں یوں لکھا ہے کہ :-
”اس روشن ضمیر بادشاہ (سلیمان علیہ السلام) نے اپنی عقل خدا داد سے خلق خدا کی
تعلیم اور افادہ کے لئے بہت ساری کتابیں تصنیف کی تھیں، لیکن عزرا (علیہ السلام)

نے اس بناء پر کہ وہ مذہبی تعلیم کی غرض سے نہیں لکھی گئی تھیں یا اس وجہ سے کہ انتہائی بوسیدہ ہو جانے سے ناقص قرار دے کر قانونی کتابوں میں ان کو شامل نہیں کیا۔ تین ہزار امثال، ایک ہزار پانچ اشعار اور کتاب بیان خواص نباتات و حیوانات کے مصنف اس بادشاہ کی اب صرف تین کتابیں، کتاب امثال، کتاب جامعہ اور نشید الانشاد ہی باقی رہ گئی ہیں۔“

مذکورہ تفسیر میں کتاب سلاطین - ۲ باب ۱۴ آیت ۲۵ کے ذیل میں یوں لکھا ہے کہ :-

”یونس نبی کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے، ایک تو اسی آیت میں اور دوسرے اُس مشہور پیغام کے ضمن میں جو وہ نینو والوں کے لئے لائے تھے۔ اور وہ پیشین گوئیاں جن کے ذریعہ آپ نے بادشاہ سمریا کے مقابلہ میں بادشاہ یربعام کو جنگ کے لئے ابھارا اور انگینت کیا تھا کیس لکھی ہوئی نہیں ملتی۔ لیکن اس کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ بیشتر پیغمبروں کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ نہیں رہ سکیں بلکہ ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان پیغمبروں نے اپنی بیشتر پیشین گوئیوں کو قلمبند ہی نہیں کیا تھا“

ملاحظہ کیجئے مذکورہ بالا تمام کتابیں صفحہ ہستی سے ناپید ہو چکی ہیں اور اب ان کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے۔ جب اہل کتاب کی حفاظت کتب کا یہ حال ہے کہ غفلت و لاپرواہی سے اس قدر سچی کتابوں ہی کو گم کر دیا تو بھلا بعض جملوں یا بعض حروف کے گم ہو جانے پر ہم اُن سے خاک شکایت کریں۔

جمہور عیسائیوں کے نزدیک غیر معتبر کتابیں

اب ذرا ان کتابوں کی وہ فہرست ایک نظر ملاحظہ ہو جن کو جمہور عیسائی واجب التسلیم نہیں مانتے۔ وہ یہ ہیں :-

۱۔ عزراء کی تیسری کتاب | اس کتاب کو رومن کیتھولک والے اور پروٹسٹنٹ دونوں ہی واجب التسلیم نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں الحاق ہو چکا ہے۔ ان دونوں فرقوں کے برعکس یونانی گرجا اب تک اس کو واجب التسلیم قرار دیتا ہے۔

۲۔ عزراء کی چوتھی کتاب | بعض متقدمین عیسائی زعماء نے اپنی تالیفات میں اس کتاب کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر آج کل عیسائی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کو جعلی قرار دیتے ہیں۔

۳۔ معراج یسعیاہ علیہ السلام | یہ کتاب یسعیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن جمہور عیسائی اس کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ البتہ چوتھی صدی کے ایک مشہور بدعتی عالم ہمیرکس نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے۔

۴۔ مشاہدات یسعیاہ علیہ السلام | یہ کتاب بھی یسعیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ عیسائی اس کو بھی جعلی قرار دیتے ہیں۔

۵۔ ملفوظات حَبَقوق | اس کتاب کی نسبت حَبَقوق علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی جعلی کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔

۶۔ زبور سلیمان | اس کتاب کی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ متقدمین نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس کو سچی کتابوں میں شامل کر کے انہی کے ساتھ لکھتے رہے۔

چنانچہ کوڈکس اسکندر یا نوس کے پرانے نسخے میں اب بھی دیگر کتابوں کے ساتھ شامل کر کے لکھی ہوئی موجود ہے اور ہورن نے بھی اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں اس کا اعتراف کیا ہے (انشاء اللہ اسی مقصد کے آخر میں ان کا قول تفصیل سے ذکر کیا جائے گا، مگر آج کل عیسائی حضرات اس کتاب کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کسی کتاب کی کسی بھی مصنف کی طرف محض نسبت کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں یہ اسی مصنف کی تصنیف ہے۔



فصل دوم

جمہور عیسائی علماء جن کتابوں کو تسلیم کر کے ان کی نسبت جس مصنف کی طرف کرتے ہیں ان کتابوں میں بیشتر جملے ایسے بھی موجود ہیں جو ان مصنفین کے اقوال کے بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عیسائی علماء بھی ان کو الحاقی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں ان کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ کتاب لیشوع | جمہور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کتاب یسوع علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ اس میں درج ذیل جملہ جمہور کے اس دعوے کے صریح خلاف ہیں۔ ملاحظہ ہو :-

پہلا جملہ :- باب ۴ آیت ۹ یوں ہے کہ :-

”اور لیشوع نے یردن کے نیچے میں اس جگہ جہاں عہد کے صندوق کے اٹھانے والے کاہنوں نے پاؤں جمائے تھے بارہ پتھر نصب کئے۔ چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں۔“

دوسرا جملہ :- باب ۵ آیت ۹ میں اس مقام پر تذکرہ یوں ہے کہ :-

”..... آج کے دن تک اس جگہ کا نام جلیمال ہے۔“

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ جملے ان الفاظ میں ہیں ”اور لیشوع نے یردن کے نیچے میں اسی جگہ پر جہاں ان کاہنوں کے قدم ثابت ہوئے جو عہد نامے کے صندوق کے حامل تھے بارہ پتھر نصب کئے چنانچہ وہ آج کے دن تک وہاں ہیں۔“

تیسرا جملہ :- باب ۷ آیت ۲۶ یوں ہے کہ :-

”اور انہوں نے اس کے اوپر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا دیا جو آج تک ہے
تب خداوند اپنے قہر شدید سے باز آیا۔ اس لئے اس جگہ کا نام آج
تک وادی عکور ہے۔“

چوتھا جملہ :- باب ۸ آیت ۲۸ اس طرح ہے :-

”پس یسوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے اُسے ایک ڈھیر اور ویرانہ بنا
دیا جو آج کے دن تک ہے۔“

پانچواں جملہ :- باب ۸ آیت ۲۹ میں ہے :-

”اور اس نے عی کے بادشاہ کو شام تک درخت پر ٹانگ کر رکھا اور جو نہی
سورج ڈوبنے لگا انہوں نے یسوع کے حکم سے اس کی لاش کو درخت سے
اتار کر شہر کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور اس پر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر
لگا دیا جو آج کے دن تک ہے۔“

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت اس طرح ہے ”پھر انہوں نے اون پتھروں کا بڑا تودہ کیا جو آج تک
ہے۔ تب خداوند نے اپنے قہر کی بھڑک کو اون پر سے پھیرا اس لئے اس جگہ کا نام آج تک
عمق العکور ہے۔“

۲۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور یسوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے ماکہ کا تودہ
کر دیا سو وہ آج کے دن تک ویران ہے۔“

۳۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت یوں ہے ”اور اس نے عی کے بادشاہ کو پھانسی دیکے شام تک درخت پر لٹکا رکھا
اور جو نہی آفتاب غروب ہوا یسوع حکم کیا کہ او کی لاش کو درخت سے اتاریں اور شہر کے دروازے پر پھینک دیں اور
اس پر پتھروں کا بڑا تودہ کریں سو وہ آج کے دن تک ہے۔“

چھٹا جملہ :- باب ۱۰ آیت ۱۲ یوں ہے :-

”اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا، جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔ کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے۔“ الخ
ساتواں جملہ :- باب ۱۰ آیت ۲۴ میں ہے :-

”اور سورج ڈوبتے وقت انہوں نے شیوع کے حکم سے ان کو درختوں پر سے اتار کر اسی غار میں جس میں وہ جا چھپے تھے ڈال دیا اور غار کے منہ میں بڑے بڑے پتھر دھریئے جو آج تک ہیں“

آٹھواں جملہ :- باب ۱۳ آیت ۱۳ اس طرح ہے :-

”تو بھی بنی اسرائیل نے حیوریوں اور موکاتیوں کو نہیں نکالا۔ چنانچہ حیوری اور موکاتی آج تک اسرائیلیوں کے درمیان بے ہوئے ہیں“
نواں جملہ :- ”سو جہوں اس وقت سے آج تک قنزی یغنیہ کے بیٹے کالب کی میراث ہے۔۔۔“ الخ

دسواں جملہ :- باب ۱۵ آیت ۲۳ یوں ہے :-

”..... سو یہوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بے ہوئے ہیں“

گیارہواں جملہ :- باب ۱۶ آیت ۱۰ میں ہے کہ :-

”..... بلکہ وہ کنعانی آج کے دن تک افراسیموں میں بے ہوئے ہیں۔۔۔“ الخ

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت اس طرح ہے ”تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ اون لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔ کیا یہ کتب السیر میں نہیں لکھا ہے۔“ الخ

۲۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے :- ”لیکن بنی اسرائیل نے حیوری اور موکاتیوں کے مارنے کا ارادہ نہ کیا اور وہ آج تک بنی اسرائیل کے درمیان بستے ہیں“

بارہواں جملہ (باب کے اختتام تک) باب ۲۲ آیت ۲۹ یوں ہے :-
 ”اور ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ نوّں کا بیٹا یسوع خداوند کا بندہ ایک سودس
 برس کا ہو کر رحلت کر گیا۔“

آیت ۳۰ ہے کہ :-

”اور انہوں نے اسی کی میراث کی حد پر تمت سرح جو افرائیم کے کوہستانی ملک
 میں کوہ جیس کے شمال کی طرف کو ہے اسے دفن کیا۔“

آیت ۳۱ ہے کہ :-

”اور اسرائیلی خداوند کی پرستش یسوع کے جیتے جی اور ان بزرگوں کے جیتے جی
 کرتے رہے جو یسوع کے بعد زندہ رہے اور خداوند کے سب کاموں سے جو
 اس نے اسرائیلیوں کے لئے کئے واقف تھے۔“

باب کے آخر تک یہ سب آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اس کتاب کا
 مصنف یوشع علیہ السلام نہیں ہیں۔

باب ۱۰ آیت ۱۳ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف چونکہ
 کتاب اشعر کے بھی بعض حوالے دیتا ہے اس لئے وہ کتاب اشعر کے مصنف کا ہم عصر
 یا داؤد علیہ السلام کے زمانے سے بھی بہت بعد کا کوئی شخص ہے۔ جیسا کہ کتاب

۱۔ قدیم نسخوں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں :- ”اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نوّں کا بیٹا یسوع
 خداوند کا بندہ جو ایک سودس برس کا ہو رہا تھا رحلت کر گیا۔“

۲۔ قدیم نسخوں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”اور انہوں نے اپنی میراث
 کی اطراف میں تمت السرح میں جو کوہستان افرائیم میں کوہ جیس کی سمت شمال کو ہے
 اسے دفن کیا۔“

سموئل - ۲ کے باب ۱ آیت ۱۸ کے بیان سے مترشح ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے کتاب
یشوع کا مصنف بھی یوشع علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد کا کوئی شخص ہوگا۔
ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں باب ۴ کی آیت ۹ کے ذیل میں یوں کہا ہے کہ :-
”یہ جملہ کہ ”چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں“ اور اسی طرح کے اور بھی جملے
عہد عتیق کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ یہ
سب الحاقی ہیں“

دیکھئے ظن و تخمین کی بنیاد پر الحاقی کہنے پر مجبور ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ
عہد عتیق کی کتابوں میں جہاں ایسے جملے ہوں گے ان کا غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ
الحاقی ہوں گے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تفسیر میں باب ۱۶ کی آیت ۱۰ کے ذیل میں بھی الحاق
کا اعتراف کیا گیا ہے اور باب ۵ کی آیت ۶۳ کی تفسیر میں کہا ہے کہ :-
”اس جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب یوشع علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کی تخت
نشینی کے ساتویں سال سے پہلے کی تصنیف ہے“

اور اسی مذکورہ تفسیر کے باب ۲۴ کی آخری پانچ آیتوں کی تفسیر میں کہا ہے کہ :-
”اس باب کی آخری پانچ آیتیں بلا شک و شبہ یوشع علیہ السلام کا کلام نہیں ہے
شاید فینحاس یا سموئل نے بعد میں شامل کر دی ہیں اور متقدمین کے دور میں اس
قسم کا الحاق ایک عام بات تھی“

دیکھئے یہاں بھی مجبوراً الحاق کا وجود تو یقینی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن قطعی دلیل نہ
ہونے کی وجہ سے الحاق کرنے والے کا تعین نہیں کیا جاسکا البتہ صرف ظن و قیاس سے
کام لیا ہے اور آخری جملہ تو واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ متقدمین کے ہاں ایسا الحاق
اکثر رائج تھا۔ غور کیجئے ان کے اس رواج نے عہد عتیق کی کتابوں کا کیسا حلیہ بگاڑا ہوگا۔

۱۸ آیت یہ ہے ”اور فرمایا کہ بنی یہوداہ کو تیر اندازی سکھلائی جاوے دیکھو وہ کتاب الیسیر میں لکھا ہے“ منہ

اور پھر سینکڑوں سال میں تو ایسے الحاق بہت ہی زیادہ ہو چکے ہوں گے جن کو کسی واضح قرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے پہچاننا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

(۲) کتاب نخبیہ | کتاب نخبیہ کے باب ۱۲ کی آیت ۱ سے ۲۶ تک اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہ نخبیہ کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی مفسرین کو مجبوراً الحاق کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ الحاق کس نے کیا اس کا تعین وہ نہیں کر سکے۔ چنانچہ ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ان آیات کے الحاقی ہونے کا برملا اعتراف کیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ آیات نخبیہ کا کلام معلوم نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس مقام پر مذکور واقعہ سے ان کا کوئی ربط نظر آتا ہے۔

(۳) کتاب امثال سلیمان | کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے باب ۲۵ سے باب ۳۱ تک کے سات باب حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہو سکتے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے کئی سو سال بعد ان کو شامل کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر باب ۲۵ آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”یہ بھی سلیمان کی امثال ہیں جن کی شاہ یہوداہ حزقیہ کے لوگوں نے نقل کی تھی“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے کہ :-

”ایں نیز امثال سلیمان است کہ مردمان حزقیہ بادشاہ یہودا نقل کردند“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

”د اینہا نیز امثال سلیمان اند کہ انہا را مردمان حزقیہ ملک یہودا جمع نمودند“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :-

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور یہ بھی سلیمان کی تمثیلیں ہیں جنہیں شاہ یہوداہ حزقیہ کے رفیقوں نے قلمبند کیا“

فهذه ايضا امثال سليمان التي استكتبها اصدقاءه حرقيا
ملك يهوذا ۱

اور دوسرے تراجم میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ باب ۲۵ سے ۲۹ تک پانچ ابواب تو ایسے ہیں کہ ان کو شاہ حزقیاہ کے لوگوں نے جمع کیا تھا اور حزقیاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے تقریباً دو سو اٹھائیس سال بعد میں ہوا ہے، تو یہ اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ یہ الحاق بھی اتنا زمانہ گزرنے کے بعد کیا گیا ہے۔

(۴) کتاب امثال باب ۳۰ کی آیت ۱۱ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”یا قہ کے بیٹے آجور کے پیغام کی باتیں :- اُس آدمی نے اِتی ایل ہاں اِتی ایل اور
اکال سے کہا..... الخ

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

”کلمات آگور پسر یا قہ یعنی وحی کہ اُن مرد بہ ائیل بہ ائیل و اوخال بیان کرد

ایں ست :-

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء بھی تقریباً اسی طرح ہے۔ مگر عربی تراجم میں اعجوبہ کاری کی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء سے تو یہ آیت سرے سے اڑا ہی دی گئی اور طبع ۱۸۳۰ء میں ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ :-

هذه اقوال الجامع بن القاع الويا التي تكلم بها الرجل الذي
الله معه واذا كان الله معه ايده فقال :-

۱۔ اظہار الحق میں ۲۶۰ سال ہے ۔

۲۔ ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”آجور بن دوق کی باتیں اوس مرد کا منشا کا کلام اِتی ایل سے ہاں اِتی ایل اور اکال ہے“

مذکورہ بالا دیگر تراجم کے ساتھ اس ترجمہ کا موازنہ کر کے بتین فرق ملاحظہ کیجئے۔ اور
 کتاب امثال باب ۳۱ کی آیت ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-
 ”لیموایل بادشاہ کے پیغام کی باتیں جو اس کی ماں نے اسے سکھائیں“
 فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء یوں ہے کہ :-
 ”اینست کلمات بادشاہ لموئیل مقالاتے کہ مادرش ویرا تعلیم داد“
 اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-
 ”کلمات لموئیل ملک یعنی وحی ٹیکہ مادرش باو تعلیم نمود“
 اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :-

”کلمات لموئیل الملك السوايا التي اذنته فيها امته“

مذکورہ بالا تراجم سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ باب ۳۰، ۳۱، ۳۲ بھی الحاقی ہیں۔
 سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہرگز نہیں ہیں۔ آجورا اور لموئیل کون سے؟ اور کس زمانہ
 میں ہوئے؟ اہل کتاب میں سے بعض مفسرین نے ظن و قیاس سے ان کا تعین کرنے
 کی کوشش تو کی ہے لیکن آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ کون لوگ تھے اور کس
 زمانے میں ہوئے ہیں؟

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کہا ہے :-

”ہولڈن نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ لموایل، سلیمان علیہ السلام کا نام تھا
 اور ثابت کیا ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے، شاید اُن کو کوئی ایسی کافی دلیل مل
 گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب لموایل اور کتاب آجورا الہامی ہیں، ورنہ

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”لموئیل بادشاہ کے منشا رکی باتیں جو اس کی ماں نے اسے سکھائیں“
 ۲۔ پادری سینلی لکھتے ہیں ”ہیں آجورا اور لموئیل کے بارے میں جنہوں نے ان کتابوں کی تدوین کی کچھ بھی معلوم
 نہیں“ (دہارسی کتب مقدسہ ص ۲۱۸) ت

وہ قانونی کتابوں میں کیسے داخل ہو سکتی ہیں ؟
 دیکھئے محض ظن و قیاس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید متقدمین کو
 کوئی کافی دلیل مل گئی ہوگی۔

پانچویں مثال، کتاب یرمیاہ میں الحاق | کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ کو الحاقی قرار
 دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر
 میں اس کی یوں تصریح موجود ہے :-

”معلوم ہوتا ہے کہ عزرا یا کسی دوسرے شخص نے اس باب کو ان پیش آئیوں والے
 واقعات کی پیشین گوئیوں کی توضیح کے لئے جو گذشتہ باب میں بیان ہوئی
 ہیں اور ان کے مرثیہ کی وضاحت کے لئے لاحق کیا ہے“
 ہورن جلد ۴ ص ۱۹۵ پر کہتا ہے کہ :-

”یہ باب یرمیاہ کی وفات کے بعد اور بابل کی قید سے آزادی کے بعد لاحق کیا گیا
 جس کا ذکر تھوڑا سا اس باب میں بھی موجود ہے“

مختصر یہ کہ ان مفسرین کے اقوال سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ
 باب الحاق کیا گیا ہے اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کو کس نے لاحق کیا ہے۔ یہ لوگ
 محض ظن و قیاس کی بنیاد پر یہ دعوے کرتے ہیں کہ یہ عزرا نے یا کسی دوسرے شخص
 نے لاحق کیا ہوگا۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۴ ہی میں یہ کہتا ہے کہ :-

”اس رسول کے تمام ملفوظات ہوائے باب۔ ا کی آیت ۱۱ کے عبرانی زبان میں ہیں،
 اور یہ آیت کسائیوں کی زبان میں ہے“

۱۱ کسستان کے رہنے والوں کو کسائی کہا جاتا ہے اور انہی کی طرف یہ زبان منسوب ہے۔
 بخت نصر اسی قوم کا تھا۔ تھی

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت یقیناً الحاقی ہے وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پوری کتاب تو عبرانی زبان میں لکھی گئی ہو لیکن ایک آیت درمیان میں کسری زبان میں آگئی یہ حقیقت یہ ہے کہ کسی کسری زبان والے نے اس کو بعد میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ پادری وٹما کا کہنا ہے کہ یہ آیت الحاقی ہے اور تواریت کے دیگر مقامات میں بھی ایسا ہی الحاق موجود ہے۔“

چھٹی مثال: کتاب یسعیاہ میں الحاق | فرقہ کیتھولک کے پیشوا کا کرن اور پروٹسٹنٹ عالم پادری دارن کے درمیان مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ ۱۸۵۲ء میں آگرہ میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ کا کرن اس مناظرہ کے تیسرے رسالہ میں لکھتا ہے کہ :-

”مشہور فاضل اسٹائلن جرمنی کہتا ہے کہ کتاب یسعیاہ کے باب ۴۰ اور اس کے بعد باب ۶۶ تک یسعیاہ کی تصنیف نہیں ہیں۔“

دیکھئے کتاب یسعیاہ کے پورے ستائیس ابواب الحاقی ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں سے ان کتابوں کی جو حالت معلوم ہو چکی ہے دوسری کتابوں کا بھی بعینہ یہی حال ہے۔



۱۔ یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ عہد قدیم کی کتابیں پروٹسٹنٹ فرقہ کے نزدیک ۳۸ ہیں اور مشہور مورخ یوسیفس لکھتا ہے ”ہمارے پاس صرف ۲۲ کتابیں ہیں جن میں زمانہ ماضی کے تمام حالات مندرج ہیں اور الہامی تسلیم کی جاتی ہیں“ (بحوالہ کتب مقدمہ از پادری منیل ص ۷۷) عیسائی حضرات تین کو ایک تو قرار دیتے ہی تھے اب ۳۸ کو ۲۲ بھی قرار دینے لگے اور ان ۲۸ کو ۲۲ ثابت کرنے کے لئے عجیب تاویلات کرتے ہیں کہ ”انبیاء صغیر کی ۲ کتب کو ایک، عزرا اور نحمیاہ کو ملا کر ایک، دوت اور قضاۃ کو ملا کر ایک اور یرمیاہ اور نوحہ کو ملا کر ایک شمار کیا جائے تو ۲۲ ہو جاتے ہیں۔“ اس مضحکہ خیز حرکت کو دیکھ کر ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ آمین تقی

بائبل میں تحریف کے دلائل

بائبل کے عبرانی، یونانی اور لاطینی نسخوں میں بعض دوسری زبانوں میں قدیم تراجم میں باہم ایسے اختلاف موجود ہیں جو بعض مقامات میں یقینی طور پر تحریف کی شہادت دیتے ہیں اور بعض مقامات میں تحریف کے گمان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں ہم ایسے ہی چند شواہد بطور نمونہ پیش کرتے ہیں :-

پہلا شواہد، کتاب آستر میں | ہورن تفسیر انجیل کی جلد ۴ میں لکھا ہے کہ :-

”وہ ہمارے پاس موجود کتاب آستر باب ۱۰ کی آیت ۳ پر ختم ہو جاتی ہے لیکن یونانی نسخہ اور لاطینی نسخوں میں اس باب کی مزید دس آیتوں کے علاوہ چھ ابواب زیادہ موجود ہیں، یونانی اور رومی گرجے ان سب کو واجب التسلیم مانتے ہیں“

دوسرا شواہد کتاب ایوب میں | کتاب ایوب باب ۴۲ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور ایوب نے بڑھا اور عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی“

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے :- ”اور ایوب عمر درازا“

پھر سالہ مرگیا“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”وایوب پیرو سال خوردہ شدہ وفات یافت“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

”و شاخ ایوب و شبع من ایامہ و مات“

البتہ یونانی ترجمہ میں اس جملہ کے بعد یہ جملہ بھی لکھا ہوا ہے :-

”لیکن جن لوگوں کو خداوند دوبارہ زندہ کرے گا وہ بھی انہی کے ساتھ زندہ ہو جائے گا“

اس جملہ کے بعد ایوب علیہ السلام کا شجرہ نسب اور کچھ مختصر حالات زندگی کا بھی اضافہ ہے۔ کامٹ اور ہرڈ نے اس اضافہ کو الہامی کتاب کا جزو قرار دے کر واجب التسلیم مانا ہے۔ فلو اور پولی ہنٹر نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور ارجن کے دور کے لوگ بھی اس کو واجب التسلیم مانتے تھے حتیٰ کہ تھیوڈوشن نے بھی اپنے یونانی ترجمہ میں اس اضافہ عبارت کو لکھا ہے مگر اب متاخرین اس کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ ”اگرچہ یہ اضافہ شدہ عبارت مسیح علیہ السلام سے پہلے کی کسی ہونئی ہے لیکن یہ جعلی ہے“

۱۰۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے ”لیکن لکھا ہے کہ وہ اون لوگوں کے ساتھ جنہیں خداوند اٹھارے ہزار اٹھایا“ تھی

۱۱۔ اور اس سے علوم ہوتا ہے کہ ایوب علیہ السلام عیص بن اسحاق کی اولاد اور زمین آدوم کے بادشاہ تھے“ منہ

۱۲۔ یہ یہودی علماء ہیں۔ سے ہے (پ ۲۰ ق ۴، م ۱۰) اور پولس کا ہمعصر ہے (بابل ہینڈ بک) ۱۳۔ تھی ۱۴۔ ایک مشہور عبرانی مسیحی عالم جس نے دوسری صدی عیسوی میں ایک یونانی ترجمہ تیار کیا تھا۔

(ہماری کتب مقدسہ)۔ تھی ۱۵۔

تیسرا شاہد کتاب دانی ایل میں | تھیوڈوشن کے یونانی ترجمہ، اسی طرح لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک کے تمام تراجم میں تیسرے باب

کے اندر تین بچوں کا گانا ہے اور باب ۱۳، ۱۴ بھی موجود ہے۔ جس میں سسانہ کھانی تیل اور ڈرکین کی سوانح لکھی ہے اور فرقہ کیتھولک کے تمام انگریزی ترجموں میں یہ گانا اور دونوں باب اب تک موجود ہیں اور وہ ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

چوتھا شاہد، نہ بور میں | کوڈیکس وائیکانوس کے لاطینی اور یونانی ترجموں میں نہ بور ۱۲ کی آیت ۳ کے بعد اس عبارت کا اضافہ

بھی ہے کہ :-

”ان کا گلا کھلی ہوئی قبر ہے، وہ اپنی زبانوں سے فریب دیتے ہیں، ان کے ہونٹوں میں کالے سانپوں کا نہ ہر ہے۔ اُن کا منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرا ہے، اُن کے قدم خون بہانے میں تیز رو ہیں۔ اُن کی راہوں میں تباہی اور بد حالی ہے اور وہ سلامتی کی راہ سے واقف نہ ہوئے، اُن کی آنکھوں میں خوفِ خدا نہیں ہے۔“

عبرانی نسخہ میں یہ پوری عبارت سرے سے موجود ہی نہیں۔ لیکن مقدس پولس نے لاطینی اور یونانی ترجموں کے مطابق رومیوں کے نام خط کے باب ۳ میں آیت ۱۳ سے ۱۸ تک اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے، تو یقیناً یہ پوری عبارت ان کے نزدیک واجب التسلیم تھی۔ لیکن عبرانی نسخہ سے اس کو نکال دیا گیا ہے اور یا یہ کہنا پڑے گا کہ مقدس پولس

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے ”اونکی گلا کھلی ہوئی قبریں ہیں وے اپنی زبانوں سے جھوٹ کہتے ہیں اونکے لبوں کے اندر کالے سانپوں کا نہ ہر ہے اونکے منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرے ہیں اونکے پانوں خون کرنے کیلئے تیز رو ہیں، ہلاکی اور اذیت اونکی راہوں میں ہے اور وے آرام کی راہ نہیں پہچانتے ہیں اونکی آنکھوں کے سامنے خدا کا خوف نہیں ہے۔“ منہ

کو منسلط ہو گیا کہ اس نے یونانی ترجمہ کی مذکورہ عبارت کو جو خدا کا کلام نہیں تھا، کلام الہی سمجھا اور اپنے اس خط میں نقل کر دیا۔

پانچواں شاہد زبور ۲۱ میں | زبور ۲۱ کی آیت ۴ جس کو اب اردو اور فارسی ترجموں میں زبور ۲۲ کی آیت ۱۶ بنا دیا گیا ہے۔ لاطینی ترجمہ

میں یوں ہے :-

”کیونکہ کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے، بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے

وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں“

لیکن عبرانی نسخہ میں آخری جملہ یوں ہے :-

”اور میرے دونوں ہاتھ شیر کے ہاتھوں کی طرح ہیں“

الحمد للہ! اس مقام پر پروفیسٹ حضرات بھی عبرانی نسخہ کی عبارت کے غلط ہونے کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اپنے تمام تراجم میں لاطینی نسخہ کی متابعت کرتے ہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ لاطینی نسخہ کی موافقت میں ان کے زعم میں یہ خبر مسیح علیہ السلام پر چسپاں ہو جاتی ہے ورنہ دوسرے نسخے جو مشہور ہو چکے ہیں ان میں یہ غلط طور پر درج ہے۔ ان نسخوں میں اب تک کسی بڑی تحریف سے بھی انکار کرتے ہیں۔

اور رومن کیتھولک والے تو کُلّی طور پر لاطینی نسخہ کو عبرانی نسخہ سے افضل اور معتبر مانتے ہیں۔ بعض مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یہودی کاتبوں نے یہ تحریف اس لئے کی ہے تاکہ یہ عبارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی گئی تکلیفوں کو ظاہر نہ کر سکے۔

چھٹا شاہد، زبور ۴۰ میں | زبور ۴۰ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”قربانی اور نذر کو تو پسند نہیں کرتا، تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں، سو سنتی قربانی اور خطا کی قربانی تو نے طلب نہیں کی۔“

یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۸ء میں یوں ہے :-

”بہ ذبیحہ و قربانی راضی نیستی اما گوشہائے مرا کثا وہ۔۔۔۔۔ الخ“

لیکن یونانی ترجمہ میں :- ”تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں“ کے بجائے ”بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا“ کا فقرہ لکھا ہوا ہے اور عربی ترجمہ میں بھی یونانی ترجمہ کے مطابق یہی فقرہ ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ زبور ۴۰ کی آیت ۶ کے بجائے اس کو زبور ۳۹ کی آیت ۶ بنا دیا ہے۔ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی عبارت یوں ہے :-

”ذبیحة و قرباناً لم تشاء بل جسداً ھیات لی۔“

اور عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۵ میں مقدس پولس نے بھی اس کو یوں ہی نقل کیا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

”تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں کہ :-

”یہ فرق کاتب کی غلطی سے ہوا اور ایک ہی مطلب صحیح ہے۔“

غرض ان جامعین نے تحریف کا اعتراف کر کے اس مقام پر ایک عبارت کو صحیح اور دوسری کو کاتب کی غلطی پر محمول کر کے غلط قرار دیا ہے لیکن وہ کسی ایک عبارت کی جانب تحریف کی نسبت کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

۱۷ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں :- ”ذبیح اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے میرے کان کھولے بڑا مہر غفلت کا تو طالب نہیں“

۱۸ ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء میں یہ الفاظ اس طرح ہیں :- ”قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔“ :-

ڈیلی اور رپرڈنٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

” نہایت عجیب بات ہے کہ یونانی ترجمہ میں اور عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۵ میں اُس فقرہ کی جگہ یہ فقرہ ہے ”میرے لئے ایک بدن تیار کیا“
یہ دونوں مفسر تخریف کی نسبت یونانی ترجمہ اور عبرانیوں کے نام خط کی جانب کمرہ ہے ہیں۔

ساقواں شاہد، زبور ۱۰۵ میں | زبور ۱۰۵ کی آیت ۲۸ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-
”اور انہوں نے اس کی باتوں سے سرکشی نہیں کی“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یوں ہے کہ ”از فرمان او ترو نکردند“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے ”او بکلام او مخالفت نکردند“ لیکن یونانی نسخہ میں یوں لکھا ہے کہ :- ”انہوں نے اس کے قول کے خلاف کیا“

دیکھئے پہلے نسخہ میں نفی ہے اور دوسرے میں اثبات ہے۔ تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ :-

”و اس فرق کی وجہ سے بحث طویل ہو گئی اور ظاہر بھی یہی ہے کہ اس کا سبب حرف نفی کی زیادتی ہے یا کمی“

یعنی ان مفسرین کی نظر میں یا تو عبرانی نسخہ غلطی سے حرف نفی لکھ دیا گیا اور یا یونانی نسخہ میں یہ حرف لکھا نہیں جاسکا۔ بہر حال عیسائی مفسرین نے خود ہی اس مقام پر تخریف کا اعتراف کر لیا کہ ان دونوں میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں :- ”انہوں نے اوس کے سخن سے سرکشی نہ کی“

۱۸ قدیم اردو ترجموں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے ”انہوں نے اوس کے سخن سے سرکشی کی“

اٹھواں شاہد، زبور ۸۱ میں | زبور ۸۱ کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”اس کو اس نے یوسف میں شہادت ٹھہرایا، جب وہ ملک مصر کے خلافت نکلا،
میں نے اس کا کلام سنا جس کو میں جانتا تھا۔“

اور یونانی ترجمہ میں یہ فقرہ کہ ”میں نے اس کا کلام سنا جس کو میں جانتا تھا۔“ اس طرح ہے کہ ”اس نے وہاں وہ کلام سنا جسے وہ جانتا تھا“ لکھا ہے۔ چنانچہ پروفیسرٹ حضرات جو عبرانی نسخہ ہی کو معتبر مانتے ہیں۔ اس مقام پر اپنے تراجم میں یونانی نسخہ کی متابعت کر کے عبرانی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی انہوں نے مجبوراً عبرانی نسخہ کی متابعت کو ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس طرح لکھا ہے کہ :-

”اوس نے یوسف کے لئے جب وزین مصر کے برابر پہنچا جہاں اوس نے وہ بولی سنی جسے وہ نہ سمجھا۔“ الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

”شہادت وضعہا فی یوسف عند خروجه من ارض مصر و
سمع لسانا لم یکن یعرفہ“

البتہ فارسی تراجم میں اب تک یہ فقرہ عبرانی نسخہ کے مطابق ہی لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء ہی میں ہے کہ ”در اینجا زبان مجہول را می شنیدم“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

۱۔ اردو ترجمہ قدیم میں یہ آیت اس طرح ہے ”اوس نے یوسف کے لئے جب وہ زمین مصر کے برابر

پہنچا جہاں میں نے وہ بولی سنی جسے میں نہیں سمجھتا تو یہ دستور ٹھہرایا“

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کی ہی متابعت کی گئی ہے۔ ۱۲ بنجیب

”من در اینجا زبانی را کہ نفصیدم شنیدم“

نواں شاہد، زبور ۱۱۹ میں | زبور ۱۱۹ آیت ۶۱ عبرانی نسخہ میں یوں ہے کہ :-
”شریروں کے گدوہ نے مجھے اغوار کر لیا“

اور یونانی ترجمہ میں یہ فقرہ یوں ہے کہ :-

”شریروں کی رسیوں نے مجھے جکڑ لیا“

رومن کیتھولک والے تو ابتداء ہی سے اپنے تراجم میں یونانی نسخہ کے مطابق لکھتے رہے ہیں۔ لیکن پروٹسٹنٹ حضرات نے بھی اس جگہ عبرانی نسخہ کو ترک کر کے یونانی نسخہ ہی کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ہے کہ ”شریروں کی جانوں نے مجھے گھیرا۔۔۔ الخ“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے ”دامہائے عاصیان مرا گرفتہ است۔۔۔ الخ“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے ”دستہ ہائے شریاں مرا احاطہ نمودند۔۔۔ الخ“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :- ”جبال الخطاء التقت علی۔۔۔ الخ“

یہ صورت حال اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس مقام پر تمام عیسائیوں نے بالاتفاق عبرانی نسخہ کی عبارت کو پسند نہیں کیا ہے۔

۱۔ اور اب اردو ترجمہ میں بھی عبرانی نسخہ کے مطابق ہی کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ ترجمہ میں یونانی نسخہ کی متابعت نہیں کی گئی جیسا کہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس کے برعکس ہے۔ ۱۲ بنجیب

۲۔ قدیم نسخوں میں یہ الفاظ یوں ہیں ”گدوہ شریروں نے مجھے چورایا“

۳۔ جیسا کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے ”زبور کی تفسیر تمام ہونے کے بعد آخر میں اس امر کا اقرار ہے۔ ۱۲۰ منہ
۴۔ ۱۹۵۹ء کی طبع میں بھی تقریباً یوں ہی ہے۔ ۱۲ بنجیب

دسواں شاہد، کتاب امثال سلیمان | کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے باب ۱
کی آیت ایسی پیچیدہ ہے کہ اس کا کچھ بھی

مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ یونانی ترجمہ میں محض ظن و قیاس سے یوں ترجمہ کیا گیا ہے :-
ووجو شخص اپنے دوست سے جدا ہونا چاہتا ہے بہانہ تلاش کرتا ہے لیکن وہ ہمیشہ
قابل ملامت ہوگا۔“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء بھی تقریباً یہی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ :-
”من یوید الا تبعاد عن مد یقلہ یلتمس حجة و فی کل وقت
یکون معیبرا“

عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر کسی نے ایک عبارت لکھ دی تھی۔ چنانچہ پرنٹسٹنٹ
حضرات اکثر ترجموں میں اسی حاشیہ کی عبارت کی رعایت کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں۔
اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”جو اپنے آپ کو سب سے الگ رکھتا ہے اپنی خواہش کا طالب ہے اور ہر
معقول بات سے برہم ہوتا ہے۔“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ ”کیکہ خود را ممتاز میگردد و اند بمقتضائے رغبت
خودی جوید و خود را در ہر نکتہ داخل میکند“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۵ء میں ہے کہ :-
”مرد متفرد کہ جو یای ہوس (خولیشن) ست برہر فن میجادلہ مینماید“

ملاحظہ کیجئے کہ اپنی اپنی رائے کے مطابق قیاسی گھوڑے دوڑانا اور اسکل پتچو تفسیر
کر کے اسی کو کلام اللہ قرار دیدینا بہت بڑی جرأت کا کام ہے۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے
جامعین نے برملا اعتراف کیا ہے کہ اس مقام پر اصل عبرانی نسخہ کی عبارت انتہائی مُغَلَق

۱۔ البتہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ عبارت اور بھی پیچیدہ بنا دی گئی ہے کہ ”مفرد خواہش
کے مطابق ڈھونڈتا ہے اور ہر منصوبہ میں چھیڑتا ہے“ ۱۲

اور پیچیدہ ہے۔

گیارہواں شاہد کتاب یرمیاہ میں | کتاب یرمیاہ باب کی آیت ۳۴ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۸۴۳ء کا آخری فقرہ عبرانی نسخہ

کے مطابق یوں ہے :-

”وہ میں نے اُسے جستجو سے نہیں پایا بلکہ ان سبھوں پر“

لیکن یونانی اور سریانی نسخوں میں اس طرح ہے کہ :-

”وہ میں نے اُسے کھدے ہوئے سوراخ میں نہیں پایا بلکہ اوپر ہر بلوط کے“

فلمی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یونانی اور سریانی نسخوں کے مطابق اس طرح ہے کہ :-

”وہ جان مسکینان بیگناہ را در حفزہ نیافتہ بلکہ بر ہر درخت بلوط“

بارہواں شاہد کتاب یرمیاہ میں | کتاب یرمیاہ باب ۱۱ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۸۴۳ء عبرانی نسخہ کے مطابق یہ

مفہوم بیان کرتی ہے کہ :-

”میرے گھر میں میری محبوبہ کو کیا کام جبکہ وہ بکثرت شرارت کر چکی ؟ کیا مقدس گوشت

تیری بدکاری کو دور کر دے گا....“ الخ

”مقدس گوشت تیری بدکاری کو دور کر دے گا“ کا فقرہ یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس عبارت کا مفہوم ہی بدل دیا گیا ہے اور اب یہ

آیت اس طرح کر دی گئی ہے کہ ”تیرے ہی دامن پر بے گناہ مسکینوں کا خون پایا گیا، تو نے

ان کو لقب لگاتے نہیں پکڑا بلکہ ان ہی سب باتوں کے سبب سے“ (۳۴ یرمیاہ) ان دونوں

عبارتوں میں بین فرق ملاحظہ کیجئے - ۱۲ بحیب -

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”میرے گھر میں میری پیاری کو کیا کام کہ بہت

خرابی کرتی ہیں اور مقدس گوشت تجھ سے گزر جاتا جب تو بدکاری کرتی“

”کیا نمازیں اور پاک گوشت تجھ سے تیری شرارتیں ہٹا دیں گے“
اور عربی ترجمہ بھی یونانی ترجمہ کے مطابق ہے۔ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :-

”هل ان اللحوم المقدسة تدفع عندك سيئاً تذا“

لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک والوں کا انگریزی ترجمہ بھی یونانی ترجمہ کے مطابق ہے، البتہ پرنٹسٹونوں کا اس مقام سے چونکہ کوئی بڑا مقصد وابستہ نہیں اس لئے وہ عبرانی نسخہ کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-
”وگوشت مقدس از تو موقوف شد“

تیسرا ہواں شاہد کتاب یرمیاہ میں | کتاب یرمیاہ باب ۳۱ کی آیت ۳۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق آخری

فقہہ یوں ہے کہ :-

”اور انہوں نے میرے اُس عہد کو توڑا اگرچہ میں ان کا مالک تھا، خداوند فرماتا ہے“
اور یونانی میں ”اگرچہ میں ان کا مالک تھا“ کے بجائے ”میں نے ان کی طرف کچھ توجہ نہ کی“ کا فقرہ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے دونوں عبارتوں میں کتنا زبردست اختلاف ہے۔
مقدس پوئس نے بھی رومیوں کے نام خط کے باب ۸ کی آیت ۹ میں یونانی نسخہ ہی کے مطابق لکھا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ جملہ یوں ہے :-

”اے عبادِ عیسوی کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، لیکن مذکورہ عربی جملہ عبرانی نسخہ کے مطابق

معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ بخیب

۱۷ لیکن اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں تقریباً یونانی نسخہ کی متابعت کی گئی ہے اور عبارت یوں بنا دی ہے کہ ”کیا منت اور مقدس گوشت تیری شرارت کو دور کریں گے...؟“ صرف ”نمازیں“ اور

”منت“ کے الفاظ مختلف ہیں۔ ۱۲ بخیب

۱۸ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں لفظ ”شوہر“ استعمال کیا ہے جو ”مالک“ ہی کے معنی میں ہے۔ ۱۲ بخیب

”.... خداوند فرماتا ہے کہ میں نے اُن کی طرف کچھ توجہ نہ کی“^۱

چودھواں شاہد، کتاب یرمیاہ میں | کتاب یرمیاہ باب ۶ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق

یوں ہے کہ :-

”تیرے بہادر کیوں بھاگ گئے؟ وہ کھڑے نہ رہ سکے کیونکہ خداوند نے اُن کو گرہ آدیا“^۲

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ ”سبب چسیت کہ پہلوان تو محو شد قائم نہ ماند زیرا کہ خداوند اور ادا رنگون کہ دانید“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ ”لماذا فسد شجعان لم یقف لان الرب اقلبه“

لیکن یونانی ترجمہ میں یہی آیت اس طرح ہے کہ :-

”دو تیرا بہترین محبوب ساند آپس کیوں بھاگ گیا؟ وہ کھڑا نہ رہ سکا۔ کیونکہ خداوند

نے اسے کمزور کر دیا اور تیرا لشکر (تیری جماعت) کمزور اور غدار تھا“^۳

ایک ہی آیت کی عبارت دونوں نسخوں میں کس قدر مختلف ہے اور کتنا اختلاف

ہے ملاحظہ فرمائیے۔

^۱ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں یہ جملہ اس طرح ہے ”اور میں نے اون کا اندیشہ نہ کیا“

^۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں آیت کے الفاظ یہ ہیں ”کیا سبب ہے کہ تیرے بہادر گر لائے گئے وے کھڑے نہ رہے کیونکہ خداوند نے اُن کو اندھا کیا“

^۳ اس بچھڑے کا نام ہے جس کی اہل مصر پرستش کرتے تھے۔ ۱۲ منہ

^۴ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”کیوں آپس تیرا پسندیدہ ساندھ تجھ سے بھاگا کیوں وہ کھڑا نہیں رہا اس لئے خداوند نے اسے کمزور کیا اور تیرا گروہ تھا کمزور اور بے مروت“

پندرہواں شاہد، زبور ۸۹ میں | زبور ۸۹ کی آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء
میں عبرانی نسخہ کے مطابق یہ جملہ ہے :-

”..... تو نے رویا میں اپنے مقدس سے کلام کیا“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”پس در عالم رویا، با عزیز خود تکلم نمودی“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ یہ ہیں :-

”حينئذ كلمت ببيتك بالوحي“

ہنزی و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے :-

”تمام تراجم اور عبرانی زبان ہی کے بہت سے دوسرے نسخوں میں یہ جملہ یوں

ہے کہ ”تو نے رویا میں اپنے مقدسوں سے کلام کیا“

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پروٹسٹنٹ حضرات نے تمام دوسرے تراجم

اور عبرانی کے بیشتر دوسرے نسخوں کے برعکس کن وجوہات کی بنا پر جمع کو مفرد

سے بدل دیا۔ جب کہ رومن کیتھولک کے تمام انگریزی تراجم میں یہ لفظ جمع ہی

کا استعمال ہوتا رہا ہے۔

سولہواں شاہد، کتاب ایوب میں | کتاب ایوب باب ۳۸ آیت ۱۴ اردو
ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے

مطابق عبارت یوں ہے :-

”وہ ایسے بدلتی ہے جیسے مہر کے نیچے چکنی مٹی اور تمام چیزیں کپڑے کی طرح

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس جملہ کو جمع ہی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ (زبور ۱۹)

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ جملہ اس طرح ہے :- ”تو نے اپنے

نمایاں ہو جاتی ہیں۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

”چوں گل از مہر مبدل میشود و ایشاں چوں در لباس ناخرہ ظاہر ہستند“

اردو زانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ :-

”تو نے اس کو مٹی سے زندہ مخلوق بنایا اور اس کو قوت گویائی دے کر

زمین میں بھیجا۔“

دیکھئے دونوں عبارتوں میں کئی طرز پر تضاد ہے اردو ترجمہ ۱۸۳۸ء میں سے

ایک میں تحریت ہوئی ہے۔ ہنری واسکارٹ کی تفسیر میں ہے کہ ”اس آیت نے

مفسرین کو بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔“

ستر ہاتھواں شاہد، زبور ۹۷ میں | زبور ۹۷ کی آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”دکھادی ہوئی صورتوں کے سب پوجنے والے جو بتوں پر فخر کرتے ہیں شرمندہ ہوں

اے معبود و اسب اس کو سجدہ کرو۔“

لیکن یونانی ترجمہ میں اس آیت کا آخری جملہ یوں ہے کہ :-

”و خدا کے سب فرشتے اُسے سجدہ کریں۔“

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے ”جب وہ مہر کی مٹی کی مانند مبدل

ہوتی ہے اور سب اس سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔“

۱۸ قدیم نسخوں میں اس آیت کا اردو ترجمہ ان الفاظ میں ہے ”مٹی لیکے کیا تو نے بنایا او سے زندہ

پیدائش اور اور او کو توت بولنے کی دیکھ زمین پر رکھا۔“

۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”شرمندہ ہوویں دے سب جو کھورے

ہوئے بت پوجتے ہیں اور بتوں پر پھولتے ہیں سارے معبود و تم او سے سجدہ کرو۔“

چنانچہ مقدس پوٹس نے عبرانیوں کے نام خط کے باب آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ”خدا کے سب فرشتے اسے سجدہ کریں“ ہی نقل کیا ہے۔ جس کا یہی مطلب یہاں جاسکتا ہے کہ مقدس پوٹس نے اس مقام پر یونانی نسخہ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

اٹھارہواں شاہد، زبور ۳۸ میں ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کے قول کے مطابق زبور ۳۸ عربی ترجمہ کی آیت ۲۰ کے بعد یہ جملہ نہ اند لکھا ہوا ہے کہ :-

”میں تیرا محبوب ہوں لیکن ان لوگوں نے میرے جسم کو بگاڑ کر مجھے نکال باہر کیا اور انہوں نے میرے جسم میں منہیں گاڑ دیں“

سبحان اللہ! مسیح علیہ السلام پر اس آیت کو چسپاں کرنے کے لئے اس مترجم نے اپنی دانست میں بہت اچھا جملہ گھڑ کے اضافہ کیا ہے۔ غالباً اس جذبے کے برعکس ۱۸۳۱ء کے مطبوعہ عربی ترجمہ کے مترجم نے اس جملہ کو حذف کر دیا ہے۔ البتہ اس نے زبور ۳ کو ۳۸ بنا دیا ہے۔

انیسواں شاہد، زبور ۳۷ میں زبور ۳۷ کی آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”یقیناً میں نے عبث اپنے دل کو صاف اور اپنے ہاتھوں کو پاک کیا“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں کہ یونانی نسخہ اور دوسرے تراجم میں اس آیت کے شروع میں ”تو میں نے کہا“ کے الفاظ کا اضافہ موجود ہے۔

۱۷ قدیم اردو ترجموں میں یہ جملہ ان الفاظ میں ہے ”انہوں نے مجھ کو جو پیارا ہوں مکر وہ لاش

کمر کے خارج کر دیا اور انہوں نے میرے بدن کو منجنوں سے چھیدا ہے“

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے ”یقیناً میں نے اپنے

دل کو عبث صاف کیا ہوگا“

بیسواں شاہد، زبور ۷۵ میں | زبور ۷۵ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”کیونکہ خداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور بے جھاگ والی ہے، وہ ملی ہوئی شراب سے بھرا ہے اور خداوند اسی میں سے انڈیلتا ہے۔ بیشک اس کی تلچھٹ زمین کے سب شریر پر پھوڑ پھوڑ کر پٹیں گے۔“

اور یہی آیت یونانی ترجمہ میں اس طرح ہے :-

”ایک پیالہ اور تیز شراب ہے، وہ ملی ہوئی شراب سے بھرا ہے اور خداوند اس کو دوسرے میں انڈیلتا ہے۔ لیکن اس کی تلچھٹ پھر بھی ختم نہیں ہوتی اور زمین کے سب شریر اس کو پٹیں گے۔“

اکیسواں شاہد، زبور ۱۱۸ میں | زبور ۱۱۸ کی آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”یہوداہ ہی خدا ہے اور اسی نے ہم کو نور بخشا ہے، قربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو۔“

اور یونانی ترجمہ میں ”قربانی کو مذبح کے... الخ کی عبارت اس طرح ہے کہ :-
”قربانی کے سینگوں سے موٹی شاخوں کی ایک عید باندھو۔“
دیکھئے دونوں عبارتوں میں کتنا واضح فرق موجود ہے۔

۱۷ ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے :- ”خداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے جس میں

سُرخ شراب ہے اور مرکب سے بھرا ہوا ہے جسے وہ بٹاتا ہے اور اس کی تلچھٹ کو بھی زمین کے سارے شریر و پچھوڑینگے اور پٹینگے۔“

۱۸ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”خداوند وہ خدا ہے جس نے ہم کو نور دکھلایا قربانی کو مذبح کے قرفوں رشتوں سے باندھو۔“
۱۹ قدیم اردو ترکوں میں یہ عبارت اس طرح ہے ”ایک عید ساتھ موٹی شاخوں کے قائم کرو قرفوں قربانی سے“

بائیسواں شاید، زبور ۱۱۸ میں | زبور ۱۱۹ کی آیت ۸۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”اے خداوند تیرا کلام آسمان پر ابد تک قائم ہے“

اور ارامی نسخہ میں یوں ہے کہ :-

”تو ابد تک قائم ہے اور اے یہوداہ تیرا کلام آسمانوں میں ثابت ہے“

تیسواں شاید، خیالات فلپس میں | خیالات فلپس میں مذکور ہے کہ کتاب بشوع باب ۹ کی آیت ۶ میں عبرانی نسخہ میں ایک

لفظ معروف کے صیغہ سے استعمال کیا گیا ہے اور لاطینی نسخہ میں وہی لفظ مجہول لکھا ہے۔ اسی طرح کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں عبرانی میں ایک مقام پر مفرد لفظ استعمال ہے اور لاطینی میں وہی لفظ جمع کے صیغہ سے لکھا ہے۔

چوبیسواں شاید، کتاب اشعیاء میں | کتاب اشعیاء باب ۴۰ کی آیت ۵ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق اس

طرح ہے کہ :-

”اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور تمام بشر اس کو دیکھے گا۔ کیونکہ خداوند

نے اپنے منہ سے فرمایا ہے“

۱۔ قدیم اردو ترجمہ میں یہ آیت ان الفاظ ہے ”اے خداوند! تیرا سخن آسمانوں پر سدا

ثابت ہے“

۲۔ قدیم نسخوں میں اس ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں ”تو ہم ہمیشہ کیلئے اے یہوداہ! تیرا کلام آسمانوں میں ثابت ہے“

۳۔ ایک کتاب کا نام ہے جس کو کش فلیبس کوڈونکس سالہ نے رسالہ احمد ٹریفن اصفہانی کے جواب میں عربی زبان میں

لکھ کر ۱۲۴۹ء میں مقام بیکوٹیت میں چھپوایا ہے اور کتب خانہ گریزی مدرسہ دہلی میں ایک نسخہ موجود ہے ۱۲۰ منہ

۴۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور سب بشر ایکسا

دیکھیں گے کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے“

اور یہی آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

”اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور تمام لوگ ہمارے خدا کی بجات کو ایک ساتھ

دیکھیں گے۔ کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے یہ فرمایا ہے۔“

دیکھئے عبرانی نسخہ میں ”ہمارے خدا کی بجات“ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ ہورن

اپنی تفسیر جلد ۲ کے حصہ اول باب ۸ میں کہتا ہے کہ ”لوتھ نے اپنی انجیل کے باب ۳

آیت ۶ میں یونانی نسخہ ہی کے مطابق لکھا ہے اور پادری لوتھ نے اسی کو صحیح قرار

دے کر اپنی کتاب یسعیاہ کے ترجمہ میں ان الفاظ کو شامل کر لیا ہے۔ ہنری واسکاٹ

کی تفسیر کے جامعین نے تو تصریح کر دی ہے کہ لفظ ”دیکھے گا“ کے بعد ”ہمارے خدا

کی بجات“ کے الفاظ کا اضافہ ضروری ہے۔ جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے عبرانی نسخہ کے

ہی مطابق اردو ترجمہ میں باب ۵۲ آیت ۱۰ اور یونانی ترجمہ میں یہ اضافہ موجود ہے۔

پچیسواں شاہد کتاب القضاہ میں
کتاب القضاۃ باب ۱ آیت ۱۸ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق

یوں ہے کہ :-

”اور یہوداہ نے غزہ اور اس کی نواحی اور اسقلون اور اس کی نواحی اور عقرون

اور اس کی نواحی کو بھی لے لیا۔“

اور یہ آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

”و یہوداہ غزہ معہ حوالی آن واستقلون معہ حوالی آن وعقرون معہ حوالی آن

دا گرفت۔“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں ہے کہ :-

وافتتم یہودا غزۃ و مہا و عسقلان و عقرون و

لہ اور ہر بشر خدا کی بجات دیکھے گا۔ (انجیل یوحنا ۶) :-

حدود دھما

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء اور دوسرے انگریزی تراجم میں بھی تقریباً اسی طرح مذکور ہے لیکن یونانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے :-

رد اگرچہ یہود آہ نے غزہ اور اس کے نواحی استقلون اور اس کی نواحی اور عقرون اور اس کی نواحی پر قبضہ نہیں کیا تھا

ملاحظہ کیجئے کہ عبرانی میں جو بات بیان کی گئی ہے۔ یونانی میں اس کے بالکل اٹ بات بتائی جا رہی ہے۔

۲۶ چھبیسواں شاہد، اسموئیل میں | کتاب ۱۔ اسموئیل باب ۱۳ آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”اور سموئیل اٹھ کر جلبال سے بنیمین کے جبعہ کو گیا۔ تب ساؤل نے ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ گنا اور وہ قریباً چھ سو تھے“

اور یونانی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :-

”اور سموئیل اٹھ کر جلبال سے چلا گیا اور باقی لوگوں نے ساؤل کے ساتھ مل کر جنگ کی اور جب وہ جلبال سے جبعہ کو آ گئے تب ساؤل نے ان لوگوں کو۔۔۔“ الخ
ملاحظہ کیجئے دونوں نسخوں کی عبارت میں کتنا واضح فرق ہے۔

۲۶ ستائیسواں شاہد، اسموئیل میں | کتاب ۱۔ اسموئیل باب ۱۴ آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق

اس طرح ہے کہ :-

”اور ساؤل نے احیاء سے کہا خدا کا صندوق یہاں لاکھونکہ خدا کا صندوق اس وقت

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور سموئیل اٹھا اور جلبال سے بن یامین کے شہر جبعہ کو چڑھ گیا تب ساؤل نے ان لوگوں کو جو اس پاس حاضر تھے گنا اور وہ چھ سو جوان تھے“

بنی اسرائیل کے ساتھ وہیں تھا۔

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

”وَسَأُولَ الْاُخْيَہِ رَا فَرَمُوْا کَہ صَنْدُوْقُ خَدَارِ ادرِیْجَا بَیَا چہ صَنْدُوْقُ خَدَارِ ایں اَیَامِ بَا
بنی اسرائیل می بُود۔“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء بھی فارسی ترجمہ ہی کے مطابق ہے۔ لیکن یہ آیت یونانی
ترجمہ میں اس طرح لکھی ہے کہ :-

”اس وقت ساول نے اخیاء سے کہا کہ افود لا۔ کیونکہ اس وقت وہ افود کو
بنی اسرائیل کے آگے پہنے ہوئے تھے۔“

یہاں بھی دونوں عبارتوں کا بے فرق ملاحظہ کیجئے۔

اٹھائیسواں شاہد، زبور ۳۴ میں ^{۲۸} | زبور ۳۴ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”ببر کے بچے تو حاجتمند اور بھوکے ہوتے ہیں۔۔۔ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”شیز بچگان محتاج میشوند و فاقہ می کشند۔۔۔ الخ

لیکن یونانی نسخہ میں یہی جملہ یوں ہے کہ :-

”امیر آدمی محتاج اور بھوکے ہیں۔ الخ

ہنری واسکارٹ کی تفسیر کے جامعین کا قول ہے کہ ”کئی دوسرے ترجموں میں بھی یونانی
نسخہ کے مطابق عبارت ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ شیر اور قوی کے معنی ادا کرنے والے

۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”او وقت ساول نے اخی یاہ کو کہا لاہ

کا صندوق یہاں لا کیونکہ لاہ اس روز بنی اسرائیل کے درمیان تھا۔“

۱۱ ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”باگہ حاجتمند اور بھوکے ہیں۔“

لفظوں میں غایت درجہ مماثلت ہے اور ایک حرف کا فرق ہے۔

تیسواں شاہد ۲۔ سموئیل میں | کتاب ۲ سموئیل باب ۴ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

”سو وہ وہاں گھر کے اندر گھسوں لینے کے بہانے سے گھسے اور اس کے پیٹ میں مارا اور
ریکاب اور اس کا بھائی بعنہ بھاگ نکلے۔“
اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”و در آنجا در صحن خانہ داخل شدند بقصد بردن گندم و اورا بزریر دندہ نخم زدند و
ریکاب اور برادر خورد و فراد کرد۔“

لیکن آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

”اور اب دیکھئے کہ گھر چوکیدار گھسوں صاف کرتے کرتے تھک کر سو گیا اور ریکاب اور
بعنہ دونوں بھائی چپکے سے گھر میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔“ الخ

دیکھئے یہاں بھی شاہد ۲ کی طرح عبارت میں تین تفاوت ہے۔ پہلی واسکاٹ
کی تفسیر کے جامعین کا قول ہے کہ یوسی فیس نے بھی یونانی نسخہ ہی کی عبارت کو
راج اور صحیح قرار دیا ہے۔

تیسواں شاہد ۲۔ سلاطین میں | کتاب ۲ سلاطین باب ۲۳ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور جب یوسیاہ مڑا تو اس نے ان قبروں کو دیکھا جو وہاں اس پہاڑ پر تھیں،
سو اس نے لوگ بھیج کر ان قبروں میں سے ہڈیاں نکلوائیں اور ان کو اس مذبح
پر جلا کر اسے ناپاک کیا، یہ خداوند کے سخن کے مطابق ہوا جسے مرد خدا نے

۱۷ اردو ترجمہ ۱۸۳۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”سو انہوں نے گھر کے اندر چپکے سے گھس کے گھسوں

لینے کے بہانے سے اسکی پانچویں پسلی میں مارا اور ریکاب اپنے بھائی بعنہ سمیت بھاگ گیا۔“

جس نے ان باتوں کی خبر دی تھی سنایا تھا“

لیکن یونانی نسخہ میں اس آیت کے آخر میں اتنی عبارت کا اور اضافہ موجود ہے۔

”جب یوربعام نے مذبح کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا تو اس نے اس مرد خدا کی

جس نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، قبر کو دیکھا“

یہاں بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید عبرانی نسخہ میں تحریف کہہ کے اس جملہ کو

نکال دیا گیا ہے۔

اکتیسواں شاید ۲۔ تواریخ میں کتاب ۲۔ تواریخ باب ۱۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق آیت

۳ یوں ہے کہ :-

”اور ایسا جیسی سورماؤں کا لشکر یعنی چار لاکھ چنے ہوئے مرد لے کر لڑائی میں گیا اور

یوربعام نے اس کے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے مرد لے کر جو زبردست

سورما تھے صف آرائی کی“

لیکن آیت ۱۷ میں یہ تعداد اس طرح بتائی گئی ہے :-

”اور ایسا اور اس کے لوگوں نے ان کو بڑی خونریزی کے ساتھ قتل کی سو امرتیل

کے پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد کھیت آئے“

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور جب یوسیاہ نے نظر پھیری اور اس نے

پہاڑ پر قربان دیکھیں تو اس نے لوگ بھیج کے اونکی ہڈیاں نکلوائیں اور مذبح پر جلانیں اور ان پر نجاست

ڈالی جیسا کہ خداوند نے اس مرد خدا کی معرفت جس نے ان باتوں کی خبر دی ارشاد کیا تھا“

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور ایسا نے چار لاکھ جیسی مردوں کے لشکر سے جو

منتخب جوان تھے جگہ کے لئے صف باندھے اور یوربعام نے بھی اس کے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگوں کے لئے صف باندھی“

۳۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”اور ایسا اور اس کے لوگوں نے بڑے قتال میں

انہیں کاٹ ڈالا سو امرتیل میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد مارے پڑے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں آیت ۱۳ اس طرح ہے :-

”و ابیہ فوج دلا دران برگزیدہ بعد و چہار صد ہزار بہ صفت اداست یراتب عام نیز

ہشت صد ہزار کس ذوی الاقدار دایم مقابل وے اداست“

اور فارسی ترجمہ میں آیت ۱۴ یوں ہے :-

”و ابیہ با ہمارا ہان خود ایشنا بقتل عظیم کشت بحدیکہ پانصد ہزار بہ گزیدگان
اسرائیل کشتہ گشتند“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء اور انگلیزی ترجمہ بھی انہی کی مانند ہے -

ہو رن اپنی تفسیر کی جلد میں کہتا ہے کہ :-

”بہت سے قدیم لاطینی زبان کے نسخوں میں یہ تعداد چار لاکھ کے بجائے چالیس

ہزار اور آٹھ لاکھ کی جگہ اتنی ہزار اور پانچ لاکھ کے بجائے پچاس ہزار بتائی

گئی ہے اور انہی نسخوں کی تعداد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے“

ملاحظہ کیجئے کہ بائبل کا یہ مفسر اس مقام پر عبرانی نسخہ میں تحریف کا غالب

گمان رکھتا ہے -

مذکورہ مقامات کے علاوہ بائبل کے دوسرے بے شمار مقامات پر اسی طرح

کے بے شمار اختلافات موجود ہیں - مثلاً :-

● کتاب اول سلاطین باب ۱۰ آیت ۵ اور باب ۱۴ کی آیت نمبر ۴

کے درمیان -

● کتاب دوم سلاطین باب ۱۰ آیت ۱ اور کتاب تواریخ دوم باب ۲۸ کی

آیت ۲۳ میں -

● کتاب تواریخ ۲ باب ۳۴ آیت ۹ اور کتاب امثال باب ۲۹ آیت

نمبر ۲ میں -

● کتاب نحمیاہ باب ۱ آیت ۱۱، اور کتاب یسعیاہ باب ۲ آیت

نمبر ۶ میں -

ان مذکورہ آیات میں یونانی ترجمہ کی عبارت عبرانی نسخہ سے مختلف

ہے۔ اور

● کتاب ۲ سموئیل باب ۵ کی آیت ۸ عبرانی نسخہ میں کتنی کاٹ کے ترجمہ

سے مختلف ہے۔ اور

● زبور ۱۶ کی آیت ۲ کا کدی ترجمہ بھی عبرانی نسخہ سے بالکل

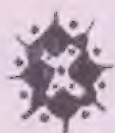
مختلف ہے۔

● زبور ۱۱۹ کی آیت ۵۶ اور رومی ترجمہ میں عبرانی نسخہ سے مختلف

ہے۔ اور

● کتاب نحمیاہ باب ۴ کی آیت ۲۳ آرامی اور کلاڑ کے ترجمہ میں عبرانی

نسخہ سے مختلف لکھی ہوئی ہے۔



روایات کا فساد

بائبل کی کتابوں میں موجود بعض آیات کے غلط ہونے کے بارے میں مفسرین اور مسیحی علماء نے برملا اعتراف کیا ہے اور بعض روایات میں ایسا بہتین اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کو یقیناً غلط کہنا پڑتا ہے یا دو راز کا راز تاویلوں کا سہارا تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ذیل میں دونوں قسم کے فساد کا بطور نمونہ تذکرہ کیا جاتا ہے :-

فساد نمبر ۱

بٹیا باپ سے بڑا تھا | کتاب توراتیخ ثانی باب ۲۲ آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں لکھا ہے کہ :-

”واخریآہ بیالیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا۔۔۔ الخ“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

”وواخریآہ ہنگامی کہ آغاز سلطنت نمود چہل دو سالہ بچہ۔۔۔ الخ“

یقینی طور پر یہ غلط ہے، اس لئے کہ اس کا باپ ہیورام اپنی وفات کے وقت چالیس سال کا تھا اور وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد بلا تاخیر تخت نشین ہو گیا تھا، اب اگر اس قول کو درست مان لیا جائے تو وہ اپنے باپ سے دو سال بڑا ہے۔

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۶ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”واخریآہ بیالیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔۔۔“

کتاب تواریخ ثانی ہی کے باب ۲۱ آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں ہے کہ :-

”یہوآم جب سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا اور اس نے آٹھ برس
یروشلم میں سلطنت کی“

اور باب ۲۱ کی آیت ۲۰ میں ہے کہ :-

”وہ بتیس برس کا تھا جب سلطنت کرنے لگا اور اس نے آٹھ برس یروشلم
میں سلطنت کی اور وہ بغیر ماتم کے رخصت ہوا۔۔۔۔۔ الخ“

اور کتاب سلاطین باب ۸ کی آیت ۱۴ میں ہے کہ :-

”اور جب وہ سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا اور اس نے یروشلم میں
آٹھ برس بادشاہی کی“

اس کے برعکس کتاب سلاطین باب ۸ کی آیت ۲۶ میں ہے کہ :-

”افزایہ بائیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے یروشلم میں
ایک برس حکومت کی۔۔۔۔۔ الخ“

ہوآرن اپنی تفسیر کی جلد ۱ میں کہتا ہے کہ :-

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”یہوآم بتیس برس کی عمر میں بادشاہ
ہوا اور آٹھ برس تک یروشلم میں مسلط رہا“

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ
ہوا اور آٹھ برس تک مسلط رہا“

۳۔ ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے ”اور جبکہ وہ سلطنت کرنے لگا تب اس کی عمر
بتیس برس کی تھی اس نے یروشلم میں آٹھ برس بادشاہت کی“

۴۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”وہ بائیس برس کا تھا جبکہ سلطنت پر بیٹھا۔۔۔“

”یہ غلطی اس سبب سے واقع ہو گئی ہے کہ عبرانی زبان میں اعداد ہندسوں کے بجائے حروف کی صورت میں لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ تواریخ ثانی میں اس مقام پر کاتب کی غلطی سے کاف کے بجائے میم لکھا گیا اور ”ک“ کے عدد بیس ہوتے ہیں اور ”م“ کے چالیس، اس طرح غلطی واقع ہو گئی۔“

کسی صورت میں ہی بھی اس مفسر نے عبرانی نسخہ میں تحریف کا اقرار تو کر لیا اور مہتری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کاتب کی طرف سے اس غلطی کے وقوع کا اعتراف کرنے کے بعد کہا ہے کہ :-

”یونانی، سریانی اور عربی تراجم میں بیالیس کے بجائے بائیس لکھا ہوا ہے۔“
 ذیل اور دہرڈمنٹ کی تفسیر میں کتاب سلاطین ثانی باب ۸ کی آیت نمبر ۱۶ کے ذیل میں یہ تصریح موجود ہے :-

”کتاب تواریخ ثانی میں بیالیس کا لفظ لکھا ہے، لیکن بیشتر قدیم ترجموں میں اُس مقام پر بائیس کا لفظ موجود ہے۔ جیسا کہ اس جگہ پر اس کی تصریح موجود ہے۔“

لطف کی بات یہ ہے کہ اب موجودہ ترجموں میں اس کو درست کر کے پھر بائیس ہی کا لفظ لکھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ فادہ سی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں الفاظ کو یوں بدل دیا ہے کہ :-

”انہی آہ بوقت جلوس بہت و دو سالہ بود۔۔۔۔۔۔۔۔“ الخ
 دیکھا آپ نے، اسی کا نام تحریف نہ لکھا جاتا ہے۔

فساد نمبر ۲

سات ہزار سوار یا سات سو سوار کتاب تواریخ اول باب ۸، آیت ۴۴ اردو ترجمہ

مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے :-

”اور داؤد نے اُس سے ایک ہزار دمتھ اور سات ہزار سوار اور بیس ہزار

پیادے لے لئے۔۔۔ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”و داؤد یک ہزار ارابہ و ہفت ہزار سوار و بست ہزار پیادہ از وے

دستگیر کرد۔۔۔ الخ

لیکن کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۴ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہ تعداد

یوں لکھی ہے کہ :-

”و داؤد یک ہزار ارابہ و ہفت صد سوار و بست ہزار پیادہ از وے

دستگیر کرد۔“

دیکھئے سات سوار سات ہزار میں کتنا بڑا تفاوت ہے اور سموئیل کے اردو ترجموں

سے ”دمتھ“ کا لفظ ہی غائب ہے۔

فساد نمبر ۳

کتاب تواریخ اول باب ۹ کی آیت ۱۸ میں اسیروں کی تعداد سات ہزار اور

کتاب سموئیل دوم باب ۱۰ کی آیت ۱۸ میں سات سو لکھی ہوئی ہے۔ اس بارے

میں ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول میں لکھتا ہے کہ :-

”کتاب تواریخ اول باب ۹ کی آیت ۱۸ میں اسیروں کی تعداد جو سات ہزار

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور داؤد نے اس سے ایک ہزار

دمتھ اور سات ہزار سارقتی اور بیس ہزار پیادے اسیر کر لئے“

لے آیت اس طرح ہے ”اور داؤد نے اس کے ایک ہزار سات سو سوار اور۔۔۔ الخ (۲ سموئیل ۲)“

بتائی گئی ہے، یہی درست ہے۔“

اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۸ کے ذیل میں لکھا ہے کہ :-

”غالباً یہ فرق اس بنا پر پیدا ہو گیا کہ ایک حرف عدد کی جگہ اور دوسرا حرف عدد لکھ دیا گیا۔“

بہر حال مفسرین نے اس مقام پر تحریف کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ظن و تخمین کو بنیاد بنا کر یہ تحریف بے چارے کاتبوں کے سر ہی تھوپ دی گئی ہے۔

اور سابقہ اختلافات کو دفع کرنے کے لئے مذکورہ بالا اردو اور فارسی ترجموں میں تحریف کر دی گئی ہے لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں موجود اختلاف کا مفسرین اب بھی اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی ترجمہ میں کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۱۸ یوں لکھی ہے کہ :-

”فہرب ارام من قدام امرا ئیل وقتل داؤد من ارام

سبعة آلاف مراكب واربعمین الف رجل.....“ الخ

اور کتاب سموئیل ثانی باب ۱۰ کی آیت ۱۸ اس طرح ہے کہ :-

”وقتل داؤد من السمر تانیین سبعة مائة مراكب واربعمین

الف فارس.....“ الخ

مذکورہ بالا اختلاف کے علاوہ ان دونوں عبارتوں میں ایک دوسرا اختلاف

بھی موجود ہے۔

اور وہ یہ کہ ایک میں ”چالیس ہزار پیادوں“ اور دوسری میں ”چالیس ہزار

سواروں“ کا ذکر ہے۔

فساد نمبر ۴

بنی اسرائیل کی مردم شماری | کتاب تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۵ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

”اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی میزان داؤد کو بتائی اور سب اسرائیلی گیارہ

لاکھ شمشیر زن مرد اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد تھے“

اور کتاب سموئیل ثانی باب ۲۴ آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور یوآب نے مردم شماری کی تعداد بادشاہ کو دی سو اسرائیل میں آٹھ لاکھ

بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ نکلے“

ان دونوں عبارتوں کا موازنہ کیجئے تو لاکھوں کا فرق نکلتا ہے (اور ظاہر ہے کہ

دونوں عبارتوں میں مذکور تعداد تو بیک وقت صحیح ہو نہیں سکتی تو یقیناً ایک کو غلط ماننا پڑیگا)

۱۔ مصنف نے فساد نمبر ۶ میں دو مضامین کو یکجا ہی لکھ دیا تھا۔ ہم نے آسانی تفہیم اور ترتیب کے پیش نظر

دو حصوں میں تقسیم کر کے فساد نمبر ۶ و فساد نمبر ۷ کے ضمن میں لکھ دیا ہے جس کی وجہ سے ”اعجاز عیسوی“

کے اصل نسخہ کی ترتیب میں ایک نمبر کا اضافہ ہو گیا ہے اور اس طرح اس سلسلہ کا آخری یعنی فساد نمبر ۶

کا نمبر فساد نمبر ۶۵ پڑھا جائے گا۔ ۱۲ بحیب

۲۔ یوآب حضرت داؤد علیہ السلام کا سپہ سالار تھا۔ ۱۲ اتقی

۳۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”تب یوآب نے لوگوں کی حاضری داؤد

کو دی اور سارے اسرائیلی گیارہ لاکھ شمشیر زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن تھے“

۴۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور یوآب نے لوگوں کے

شمار کی خود بادشاہ کو دی، سو بنی اسرائیل آٹھ لاکھ شمشیر زن بہادر تھے اور بنی یہوداہ پانچ

لاکھ جنگی تھے“

فساد نمبر ۵

سات سال یا تین سال | کتاب تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”یا تو قحط کے تین برس یا اپنے دشمنوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتے رہنا
ایسے حال میں کہ تیرے دشمنوں کی تلوار تجھ پر وارد کرتی رہے یا تین دن خداوند کی
تلوار یعنی ملک میں وباد رہے اور.....“ الخ

اور یہی آیت دوسرے ترجموں میں یوں ہے - مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-
”یا سہ سال قحط یا مدت سہ ماہ پیش دشمنان خود کشتہ کردی -“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے ”یا سہ سال قحط“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ
۱۸۳۱ء میں ہے ”اما ثلاثہ سنین جوعاً الخ اور انگریزی ترجمہ میں بھی تقریباً
یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے - اس کے برعکس سموئیل ثانی باب ۲۲ کی آیت ۱۳ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ مدت یوں بیان کی گئی ہے :-

”سو جاد نے داؤد کے پاس جا کر اس کو یہ بتایا اور اس سے پوچھا کیا ترے
ملک میں سات برس قحط رہے، یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے

۱ یعنی تین بلاؤں میں سے کوئی ایک تو ہوگی یا قحط یا دشمنوں کا تسلط یا وباد، اس میں
سے کسی ایک کو اختیار کر لو“ ۱۲ تفسیر

۲ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”تین برس کا کال ہو یا تین مہینے اپنے بیرونیوں
کے آگے ہلاک ہو اور تیرے دشمنوں کی تلوار آپڑے یا تین دن خداوند کی تلوار اور ملک مرے ہو -“ الخ
۳ جاد علیہ السلام بقول تورات نبی تھے جنہیں غیب بین کے نام سے یاد کیا گیا ہے - ۱۲ تفسیر

بھاگتا پھرے اور وہ تجھے دگیدیں۔“ الخ

اور اس سے پوچھا ”الخ کا جملہ دوسرے ترجموں میں اسطرح ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے ”آیا ہفت سال قحط دریں زمین بر تو نازل گردد“ الخ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے ”ولایات قحطی ہفت سالہ واقع شود“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :- امان یکوت سبعة سنین جوعاً لك۔ الخ۔

دیکھئے پہلی آیت میں قحط کی مدت تین سال اور دوسری میں سات سال بتائی گئی ہے۔ تین اور سات میں تو بڑا فرق ہے اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین یہاں بھی کاتب ہی کی غلطی قرار دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ کاتب کو بھلے ہی ملامت کرتے رہیں، غلطی تو تسلیم کر ہی لی۔

فساد نمبر ۶

بیت شمس کے ہلاک شدگان | کتاب سمویل اول باب ۶ آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح لکھا ہے کہ :-

”اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انہوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا۔ سو اس نے اُن کے پچاس ہزار اور ستر

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”سو جاد داؤد کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ تیرے ملک میں سات برس کا کال پڑے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے۔“ الخ

۱۰
آدمی مار ڈالے۔ الخ

اور یہ آخری جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

”پنجاہ ہزار وہ ہفتاد کس رازاں قوم۔۔ الخ

ہو۔ ان اپنی تفسیر کی جلد اول میں کہتا ہے کہ ”عربی اور سریانی زبان کے ترجموں

میں یہ تعداد پانچ ہزار اور ستر آدمی لکھی ہوئی ہے۔“

ہمزی و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

”اصل عبرانی نسخہ میں یہ عبارت یوں لکھی ہوئی ہے ”ستر آدمی دو پچاس

ایک ہزار آدمی“ جو کہ عربی طریق گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار دو پچاس

اور ستر یعنی گیارہ سو ستر (۱۱۷۰) ہوتی ہے۔“

اسی تفسیر مذکورہ میں پھر یوں لکھا ہے :-

”مرنے والوں کی تعداد اصل عبرانی نسخہ میں الٹی لکھی ہے، اس سے بھی

قطع نظر کرتے ہوئے یہ بات بعید ہے کہ اس قدر بے شمار انسان گناہ

کے مرتکب ہوں اور چھوٹی سی بستی میں مارے جائیں، اس واقعہ کی

سچائی میں شک ہے اور یوسفؑ نے مقتولین کی تعداد صرف

ستر لکھی ہے۔“

ڈائلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

۱۱ اور دو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور خداوند نے بیت الشمس کے

لوگوں کو مارا اس لئے کہ انہوں نے صندوق خدا کو کھول کے دیکھا سو اس نے پچاس ہزار اور

ستر آدمی انہیں کے مار ڈالے۔“

۱۲ یہ ایک یہودی کاہن تھا اور اپنے عہد کے بادشاہوں کا منظور نظر، اس نے یونانی زبان میں

اپنی قوم کی تاریخ لکھی ہے۔ ۱۲ تفسیر :-

وہ بپٹرک کا قول ہے کہ یہ ترجمہ مراحتہ غلط ہے اور یہ لفظوں کے تغیر و تبدل کے سبب ایسا ہوا ہے اور یہ بعید از عقل ہے کہ بیت شمس جیسی چھوٹی سی بستی میں اس قدر بے شمار انسان رہتے ہوں جن کا ذکر مقتولین کی مذکورہ تعداد میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ بوجاٹ کے ترجمہ میں نہایت معقول بات لکھی ہے، اس نے بحساب فی ہزار ۵۰ آدمی کے ستر آدمی مارے یعنی بیسواں حصہ۔ اور ڈاکٹر دائر اللین اور کلاڈک یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ ”اس نے پچاس ہزار آدمیوں میں سے ستر کو قتل کر دیا۔“ اور ان دونوں حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تمام لوگ صرف بیت شمس ہی کے رہنے والے نہ تھے بلکہ گرد و نواح کے بھی تھے جو صندوق دیکھنے آئے تھے اور ڈاکٹر وال کا قول ہے کہ یوسف نے مقتولین کی تعداد صرف ستر لکھی ہے اور ڈاکٹر ہیلنڈ کا قول ہے کہ سریانی اور عربی ترجمہ میں یہ تعداد پانچ ہزار ستر آدمی لکھی ہوئی ہے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ عیسائی مفسرین اس فحش غلطی کی تاویل کرنے کے لئے کیسی کیسی عجیب تو جہات پیش کرتے ہیں۔ مگر بحمد اللہ ہمارا مدعا اپنی جگہ صحیح ثابت ہو گیا کہ یوسف کی تصریح کے مطابق عبرانی نسخہ میں واضح طور پر تحریف ہو گئی ہے۔

فادمبر

بیش سال یا تیش سال | کتاب سلاطین ثانی باب ۱۶ کی آیت ۲ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”اور جب وہ سلطنت کرنے لگا تو بیس برس کا تھا۔“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۴ء میں ہے ”احاز بوقت جلوس بست سالہ بود۔“ الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۸ء میں ہے ”وكان احازنيوم ملك ابن عشرين سنة“ الخ
ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ ”غالباً یہاں تیس کے لفظ کے بجائے بیس
کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۱۸ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح
موجود ہے۔“

یہاں بھی مفسرین کی تصریحات کے مطابق غالب گمان یہی ہے کہ عبرانی نسخہ میں
تحریف کی گئی ہے۔

فساد نمبر ۸

کتاب القضاة باب ۱۲ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ
بیالیس ہزار یادو ہزار بیالیس | ۱۸۵۹ء میں ہے کہ :-

”.... سو اس وقت بیالیس ہزار افرائیمی قتل ہوئے۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ ”و در اں ہنگام چہل و دو ہزار کس از بنی فرائم
کشتہ شدند“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ ”والقتل فی ذالک الوقت
من افرائیم اثنتین و اربعین الف“ اور دوسرے ترجموں میں بھی یہی تعداد بیان
کی گئی ہے اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے ”چالیس اور دو ہزار یعنی دو ہزار
چالیس“ اس تصریح کے مطابق دو ہزار چالیس کو بیالیس ہزار بنا دیا گیا ہے۔

۱۔ مصنف نے جس آیت کا حوالہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر سے دیا ہے موجودہ اردو ترجمہ مطبوعہ
۱۸۵۹ء میں یوں ہے کہ ”اور جب وہ سلطنت کرنے کا لگا تو پچیس برس کا تھا۔“ الخ یہ تحریر

کی ایک اور مثال ہے - ۱۲ بخیب

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۲ء میں ”قتل ہوئے“ کے بجائے ”قتل کئے گئے“ کے الفاظ ہیں - ۱۰

فساد نمبر ۹

سلطنت کے وقت یہویا کین کی عمر | کتاب سلاطین ثانی باب ۲۲ آیت ۸
اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

”اور یہویا کین جب سلطنت کرنے لگا تو وہ اٹھارہ برس کا تھا۔۔۔ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”یہویا کین بوقت جلوس ہجده ساله بود۔۔۔ الخ

اور عربی ترجمہ میں ہے کہ :-

”وكانت يواخين يوم ملك ابن ثمانية عشر سنة الخ

لیکن کتاب تواریخ ثانی باب ۳۶ کی آیت ۹ میں ہے :-

”یہویا کین آٹھ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا۔۔۔ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”یہویا کین بوقت جلوس هشت ساله بود۔۔۔ الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء میں اس طرح ہے کہ :-

”ابن ثمانية سنين كان يواخين حين ملك۔۔۔ الخ

دیکھئے مذکورہ عبارتوں میں آٹھ اور اٹھارہ میں ایک دہائی کا بین اختلاف

پایا جا رہا ہے۔

یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ان الفاظ میں ہے ”اور یہویا کین جب تخت پر

بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا“

یہ آیت قدیم اردو ترجموں میں یوں ہے ”یہویا کین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا“

فساد نمبر ۱

دو ہزار بت یا تین ہزار مشکے | کتاب سلاطین اول باب ۷ کی آیت ۲۶ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور دل اسکا چار انگل تھا اور اسکا کنارہ پیالہ کے کنارے کی طرح گل سوسن
کی مانند تھا اور اس میں دو ہزار بت کی سمائی تھی“

اور آخری فقرہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-
”دو ہزار بت دراں گنجیدہ“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے کہ :-
”دو ہزار خم آب می گرفت“

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۴ کی آیت ۵ میں ہے کہ :-
”اور اس میں تین ہزار مشکوں کی گنجائش تھی“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-
”دو ہزار بت دراں گنجیدہ“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-
”دو ہزار خم آب گرفته نگاه میداشت“

ملاحظہ کیجئے کہ کہاں دو ہزار بتوں کا مسئلہ اور کہاں تین ہزار مشکوں کا۔

۱۷ ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے ”دل اسکا چار انگشت کا اور کنارہ اوس کا
پیالے کے کنارے کی طرح گل اور سوسن دار تھا اور بحر میں دو ہزار بت کی گنجائش تھی“

۱۸ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور بحر میں تین ہزار بت
کی گنجائش تھی“

فساد نمبر ۱۱

کتاب سلاطین اول باب ۱۸ کی آیت ایوں ہے :-

”اور بہت دنوں کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند کا یہ کلام تیسرے سال ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا کر اخی آب سے مل اور میں زمین پر مینہ برساؤں گا“

اور انجیل لوقا باب ۴ آیت ۲۵ میں اس طرح ہے :-

”اور میں تم سے بچ کتا ہوں کہ ایلیاہ کے دنوں میں جب ساڑھے تین برس آسمان

بند رہا۔ یہاں تک کہ سارے ملک میں سخت کال پڑا۔۔۔“ الخ

اور یعقوب کے عام خط کے باب ۵ آیت ۱۷ میں یوں ہے :-

”ایلیاہ ہمارا ہم طبیعت انسان تھا اس نے بڑے جوش سے دعا کی کہ مینہ نہ برسے، چنانچہ ساڑھے تین برس تک زمین پر مینہ نہ برسا۔“

ملاحظہ کیجئے اب یا تو انجیل کو غلط ماننا پڑے گا کہ اس میں تحریف ہوگئی ہے اور یا پھر کتاب سلاطین میں تحریف کا اعتراف کرنا ہوگا۔

فساد نمبر ۱۲

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۵ کی آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
چار یا چالیس | میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

”قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”ایسا ہوا کہ بہت دنوں کے بعد خداوند کا کلام تیسرے سال میں ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا اور اپنے تئیں اخی آب کو دکھا کہ میں زمین پر مینہ برساؤں گا“

”قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”ایلیاہ ہمارا ہم جنس انسان تھا اس نے دعا پر دعا کی کہ پانی نہ برسے سو ساڑھے تین برس تک زمین پر پانی نہ برسا۔“

” اور چالیس برس کے بعد یوں ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ سے کہا مجھے ذرا جانے دے کہ میں اپنی منت جو میں نے خداوند کے لئے مانی ہے، جبرون میں پوری کروں گا۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

و بعد از انقضائے چهل سال واقع شد کہ ابی سلوم ملک گفت . . . الخ
اور یہ یقیناً غلط ہے۔ اس لئے کہ داؤد علیہ السلام کی حکومت کل چالیس سال تک رہی ہے جس کی تصریح کتاب سموئل ثانی باب ۵ کی مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے۔
اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء آیت ۴ میں ہے کہ :-

” اور داؤد جب سلطنت کرنے لگا تو تیس برس کا تھا اور اس نے چالیس برس سلطنت کی۔“

آیت ۵ میں ہے :-

” و اُس نے جران میں سات برس چھ مہینے یہوواہ پر سلطنت کی اور یروشلم میں سب اسرائیل اور یہوواہ پر تینتیس برس سلطنت کی۔“

اور کتاب سلاطین اول باب ۲ آیت ۱۱ اور کتاب تواریخ اول باب ۲۹ آیت ۲۷ میں بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے۔

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ” اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ کو کہا مجھے پروانگی ہو کہ میں جاؤں اور اپنی نذر کو جو میں نے خداوند کے لئے کی ہے جبرون میں جا کے ادا کروں۔“

۲۔ ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ” اور داؤد جس وقت کہ سلطنت کرنے لگا اس وقت تیس برس کا تھا اور اس نے چالیس برس سلطنت کی اس نے جبرون میں سات برس چھ مہینے بنی یہوواہ پر سلطنت کی اور یروشلم میں سارے بنی اسرائیل اور بنی یہوواہ پر تینتیس برس۔“

ابی سلوم کی یہ بغاوت داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے کئی سال بعد شروع ہوئی تھی اور کتاب سموئیل کی اول الذکر عبارت سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوئی ہے اور یہ یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۱۶ء اور ۱۸۳۱ء میں اس عبارت میں اصلاح کر کے یوں لکھ دیا گیا کہ :-

”وبعد اربعة سنة قال ابشايوم لداؤد الملك اني ذهب فاكمل

نذري امام الهب الذعي نذرت للهيب محبرون“

(یعنی چار برس کے بعد ابی سلوم نے داؤد بادشاہ سے کہا کہ مجھے ذرا جانے دے کہ

میں اپنی منت جو میں نے خداوند کے لئے مانی ہے جبرون میں پوری کروں“)

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء کا مترجم بدحواسی کے عالم میں چار اور چالیس میں تمیز نہ کر سکا اور ترجمہ یوں کر دیا کہ :-

”و بعد از چہل سال یا چار سال چنانچہ در عربی و سریانی نوشته شده است

السلام بادشاہ را گفت کہ التماس آنکہ ادا رسوم و تدرے کہ در جبرون بنام خداوند

در جبرون نموده ام ادا نمائتم“

ملاحظہ کیجئے کہ اس بے چارے مترجم نے پہلے تو مجبوراً چالیس اور چارہ کی تردید کی اور پھر چارہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ”چنانچہ عربی و سریانی نوشته شده است“ کا جملہ کلام ربانی میں اپنی طرف سے شامل کر دیا۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ حصہ اول کے باب ۸ میں کہتا ہے کہ :-

”یہ اگرچہ لاطینی، یونانی اور کسدی زبان کے اکثر نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا

ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام نے صرف چالیس سال

سلطنت کی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابی سلوم نے داؤد علیہ السلام

کی وفات کے بعد بغاوت کی تھی اور بعض مفسرین نے اس شبہ کو دور

کرنے کے لئے یہ توجہ پیش کی ہے کہ یہ مدت اس وقت سے شمار کرنی چاہئے جب سموئیل نے داؤد کی مالش کی تھی، لیکن سریانی اور عربی ترجمہ اور اس لاطینی ترجمہ میں جس کو پوپ سکٹس نے اصلاح کے بعد شائع کیا تھا۔ نیز تارخ یوسفیس، تارخ تھیوڈور اور بہت سے دوسرے لاطینی نسخوں میں چالیس کے بجائے چار سال مذکور ہے اور بیشتر علماء کا خیال ہے کہ ”ادبع“ کے لفظ کی جگہ ”اربعمین“ کا لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے، چنانچہ مسٹر بوتھ رائڈ نے اپنے ترجمہ میں سریانی ترجمہ ہی کے مطابق لکھا ہے۔“

اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے ہورن ہی کی طرح لکھا ہے، تو مذکور بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ ان مفسرین اور بیشتر علماء کی رائے ہے کہ عبرانی نسخہ میں اس مقام پر تحریف ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی تمام ترقیمہ داری بیچارے کاتب کے سر ڈال دی گئی ہے اور مسٹر بوتھ نے چالیس کو غلط قرار دے کر چار بنا دیا ہے۔ یوسفیس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۷ کے باب ۹ میں ان تفصیلات کو اچھی طرح بیان کیا ہے۔

فساد نمبر ۱۳

سات اور ستائیس یا دس اور پچیس | کتاب سلاطین ثانی باب ۲۵ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

”اور وہ بابل ہو کہ نضر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن شاہ بابل کا ایک خادم نبوزراوان جو بلودادوں کا سردار تھا یروشلم آیا“

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور شاہ بابل بنوخذنذر کی سلطنت کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن شاہ بابل کا ایک خادم بنو مرادوان جو امیر الامراء تھا یروشلم میں آیا“

اور آیت ۲۷ میں ہے کہ :-

”اور یہو یا کین شاہ یہوداہ کی اسیری کے سینتیسویں^{۳۷} برس کے بارہویں مہینے کے ستائیسویں دن ایسا ہوا کہ شاہ بابل اوہل مردوک نے اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال یہو یا کین شاہ یہوداہ کو قید خانہ سے نکال کر سرفراز کیا۔“

اور کتاب سلاطین کے تمام تراجم میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ لیکن کتاب یرمیاہ باب ۵۲ کی آیت ۱۲ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء لیں ہے :-

”اور شاہ بابل بنو کہ نفر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے دسویں دن جلوداروں کا سردار نبوزرآن جو شاہ بابل کے حضور میں کھڑا ہوا تھا یرشلیم میں آیا۔“

اور آیت ۳ میں ہے کہ :-

”اور یہو یا کین شاہ یہوداہ کی اسیری کے سینتیسویں^{۳۷} برس کے بارہویں مہینے کے پچیسویں دن یوں ہوا کہ شاہ بابل اوہل مردوک نے اپنی سلطنت کے پہلے سال یہو یا کین شاہ یہوداہ کو قید خانہ سے

۱۔ یہ آیت ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کی طبع یوں ہے ”اور یہو یا کین شاہ یہوداہ کی اسیری کے سینتیسویں^{۳۷} برس کے بارہویں مہینے کے ستائیسویں دن ایسا ہوا کہ بادشاہ بابل مردوک نے اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال شاہ یہو یکن کو جو قید میں تھا سرفراز کیا۔“

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”پانچویں مہینے کے دسویں دن جو بابل کے بادشاہ بنوخذنر کا انیسواں برس تھا جلوداروں کا سردار بنومراوان جو بابل کے بادشاہ کی بندگی کرتا تھا یروشالم میں آیا۔“

نکال کر سرفراز کیا۔

دیکھئے ایک جگہ سات اور ستائیس کا ذکر ہے اور دوسری جگہ دس اور پچیس کا، اور ان دونوں میں کچھ بھی تو مطابقت نہیں ہے۔

فساد نمبر ۱

بابل کی قید سے رہا ہونے والوں کی تعداد اور جمع شدہ سرمایہ کی مقدار !

کتاب عزرا کے باب ۲ کا مقابلہ کتاب نحمیاہ کے باب ۷ سے کیا جائے تو اکثر مقامات میں دونوں میں ایسا شدید

اختلاف پایا جاتا ہے جو ایک دوسرے کی تکذیب کر رہا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں ان لوگوں کی تعداد کا حاصل جمع ایک ہی بنتا ہے جو بابل کی قید سے رہائی پانے کے بعد یروشلم اور یہودیہ کے خطے میں واپس آتے تھے۔ ذیل میں ان دونوں ابواب کی باہم مخالف آیات کا نقشہ دیا گیا ہے اور یہ نقشہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے مطابق ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، نقشہ یہ ہے :-

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۵	بنی ارنخ سات سو چھپتر	۱۰	بنی ارنخ چھ سو باون
۶	بنی پخت موآب دو ہزار آٹھ سو بارہ	۱۱	بنی پخت موآب دو ہزار آٹھ سو بارہ
۸	بنی زرتو نو سو پنتیا لیس	۱۳	بنی زرتو آٹھ سو پنتا لیس
۱۲	بنی عزجاد ایک ہزار دو سو بائیس	۱۷	بنی عزجاد دو ہزار تین سو بائیس
۱۳	بنی اودنقام چھ سو چھیاسٹھ	۱۸	بنی اودنقام چھ سو ستر سٹھ

یہ آیت ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۹۵۳ء کے مطابق ان الفاظ میں ہے "یہوداہ کے بادشاہ ہیوئیم کی اسیری کی سینتیسویں برس کے بارہویں مہینے کے پچیسویں دن یوں ہوا کہ شاہ بابل ایک مردوک نے اپنے جلوس کے پہلے برس یہوداہ کے بادشاہ ہیوئیم کو سرفراز کیا۔"

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۱۴	بنی بگوی دویزار چھپن	۱۹	بنی بگوی دویزار ستر سٹھ
۱۵	بنی عدین چار سو چوٹن	۲۰	بنی عدین چھ سو پچپن
۱۷	بنی بھرتین سو تئیس	۲۳	بنی بھرتین سو چوبیس
۱۹	بنی ہاشوم دو سو تئیس	۲۲	بنی حشوم تین سو اٹھائیس
۲۱	بنی بیت لحم ایک سو تئیس	۲۶	بنی بیت لحم اور نطوفہ کے لوگ
۲۲	اہل نطوفہ چھپن		ایک سو اٹھاسی ۔
۲۸	بیت ایل اور عی کے لوگ دو سو تئیس	۳۲	بیت ایل اور عی کے لوگ ایک سو تئیس
۳۳	لود اور حادید اور انوکی اولاد سات سو پچیس ۔	۳۷	لود اور حادید اور انوکے لوگ سات سو اکیس ۔
۳۵	سناہ کے لوگ تین ہزار چھ سو تئیس	۳۸	بنی سناہ تین ہزار نو سو تئیس
۴۱	گلنے والوں میں سے بنی آسف ایک سو اٹھائیس ۔	۴۴	اور گانے والے یعنی بنی آسف ایک سو اڑتالیس ۔
۴۲	دربانوں کی نسل میں سے بنی سلوم ، بنی اطر ، بنی ظلمون ، بنی عقوب ، بنی خطیطا ، بنی سوئی سب مل کر ایک سو اڑتالیس ۔	۴۵	اور دربان جو سلوم اور اطر اور ظلمون اور عقوب اور خطیطا اور سوئی کی اولاد تھے ، ایک سو اڑتالیس ۔
۶۰	یعنی بنی ولایاہ ، بنی طوبیا ، بنی نقود ، چھ سو باون ۔	۶۲	بنی دلایاہ ، بنی طوبیا ، بنی نقود ، چھ سو بیالیس ۔
۶۲	ساری جماعت مل کر بیالیس ہزار تین سو ساٹھ کی تھی ۔	۶۶	ساری جماعت کے لوگ مل کر بیالیس ہزار تین سو ساٹھ تھے ۔

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۶۵	ان کے علاوہ ان کے غلاموں اور لونڈیوں کا شمار سات ہزار تین سو سینتیس تھا اور ان کے ساتھ دو سو گانے والے اور گانے والیاں تھیں۔	۶۷	علاوہ ان کے غلاموں اور لونڈیوں کا شمار سات ہزار تین سو سینتیس تھا اور ان کے ساتھ دو سو پینتالیس گانے والے اور گانے والیاں تھیں۔
۶۸	اور آبائی خاندانوں کے بعض سرداروں نے جب وہ خداوند کے گھر میں جویر و شلیم میں ہے آئے تو خوشی سے خدا کے مسکن کے لئے ہدیے دیئے تاکہ وہ پھر اپنی جگہ پر تعمیر کیا جائے۔	۷۰	اور آبائی خاندانوں کے سرداروں میں سے بعض نے اس کام کے لئے دیا، حاکم نے ایک ہزار سونے کے درہم اور پچاس پیالے اور کاہنوں کے پانچ سو تیس پیراہن خزانہ میں داخل کئے۔
۶۹	انہوں نے اپنے مقدور کے موافق کام کے خزانہ میں سونے کے اکسٹھ ہزار درہم اور چاندی کے پانچ ہزار منہ اور کاہنوں کے ایک سو پیراہن دیئے۔	۷۱	اور آبائی خاندانوں کے سرداروں میں سے بعض نے اُس کام کے خزانہ میں بیس ہزار سونے کے درہم اور دو ہزار دو سو منہ چاندی دی۔

مذکورہ بالا دونوں ابواب کی آیات میں موازنہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

- کتاب عزرا کی آیت ۶۲ اور نحمیاہ کی آیت ۶۶ میں ان لوگوں کی جو کل میزان بتائی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے کم بنتی ہے اور پھر اس کمی میں بھی دونوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ کتاب عزرا کے مطابق یہ تعداد ۲۹۸۱۸ اور کتاب نحمیاہ کے شمار کے مطابق ۳۱۰۸۹ ہوتی ہے۔

- ان دونوں کتابوں میں مذکورہ میزان میں ہی صرف اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ بھی غلط ہے اور باقی تمام اعداد میں اختلاف موجود ہے اور ان اعداد و شمار کی جو صحیح میزان بنتی ہے دونوں میں افراد کا فرق نکلتا ہے۔
- اور کتاب عزرا میں سونے کے درہم بہت زیادہ بتائے ہیں اور نحمیاہ میں کاہنوں کے پیراہمنوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ شاید نحمیاہ والے نے ان پیراہمنوں کی قیمت کتاب عزرا میں مذکور سونے سے منہا کر دی ہے۔
- یوسیفس نے اپنی تاریخ کی گیارہویں کتاب کے باب اول میں یوں کہا ہے کہ:-
”بابل کی قید سے رہا ہو کر یروشلم آئے والوں کی تعداد بیالیس ہزار چار سو باسٹھ تھی“

ہنرمی واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کتاب عزرا کے باب ۲ کے ذیل میں کہا ہے کہ:-

”اس باب اور نحمیاہ کے باب ۷ میں کتابوں کی کوتاہی سے بہت زیادہ فرق واقع ہو گیا ہے۔ چنانچہ انگریزی ترجمے کرنے کے دوران تمام نسخوں کا موازنہ کر کے بہت سارے فرق ختم کر دیئے گئے اور دوسرے مقامات میں یونانی ترجمہ سے عبرانی نسخہ کی تشریح میں کافی مدد ملتی ہے۔“

فساد نمبر ۱۵

چھتیس برس یا چھتیس برس | کتاب تواریخ ثانی باب ۱۶ کی آیت ۱۱ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

”اسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس اسرائیل کا بادشاہ یہوداہ پر چڑھ آیا۔۔۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء و ۱۸۴۵ء میں بھی اسی طرح ہے۔

ڈائلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:-

اس آیت اور کتاب سلاطین اول باب ۵ کی آیت ۳۳ کے ساتھ تطابق میں سخت الجھن پیش آتی ہے، اس لئے کہ سلاطین اول کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آسا کی سلطنت کے تیسرے سال بعثت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے چوبیس برس سلطنت کی۔ لہذا بعثت کی سلطنت کا آخری سال آسا کے تخت نشین ہونے کے چھبیسویں سال میں بنتا ہے۔ اور اگر آسا کی سلطنت کے چھتیسویں سال میں تسلیم کریں تو اس وقت تو بعثت کو فوت ہوئے دس سال ہو چکے تھے۔ علمائے اس الجھن کی دو وجوہ بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ یوسف کے قول کے مطابق عدد لکھنے میں کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس آیت میں ۲۶ کے بجائے ۳۶ لکھ دیا اور تواریخ اول ہی کے باب ۵ کی آیت ۱۹ میں ۲۵ کے بجائے ۳۵ بنا ڈالا۔ دوسرے یہ کہ یہاں چھتیسویں سال کا شمار اس وقت سے ہے جب بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی اور یہ واقعہ یوربعام کے عہد میں پیش آیا تھا۔ یہاں آسا کی تخت نشینی مراد نہیں ہے۔“

اور مہنزی واسکاٹ کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ ”ظاہر ہے کہ یہ تاریخ غلط ہے۔“

مشہور عیسائی عالم اثر کا قول ہے کہ :-

”چھتیسویں سال سے مراد سلطنت کے ٹکڑے ہو جانے کے وقت سے ہے نہ کہ

آسا کی تخت نشینی کے وقت سے (یعنی یہ مدت اس وقت سے شمار کرنی چاہیے

جب بنی اسرائیل کی سلطنت، سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد دو حصوں میں

بٹ گئی تھی۔“)

ہم کہتے ہیں کہ توجیہ خواہ کوئی بھی کی جائے بہر حال ان دونوں تفسیروں سے یہ بات یقینی طور

پر پائیدار ثبوت کو پہنچ گئی کہ بائبل کے اس مقام میں یقیناً خرابی واقع ہوئی ہے۔

فساد نمبر ۱۶

چالیس ہزار یا چار ہزار | کتاب سلاطین اول باب ۴ آیت ۲۶ اردو ترجمہ مطبوعہ
۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور سلیمان کے ہاں اُس کے رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار
سوار تھے“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”و سلیمان چهل هزار خوراسپ برائے ادا بہ ہا و دوازده هزار سوار داشت“
اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی اسی طرح ہے کہ :-

”وكان لسليمان اربعين الف يوجي عليها خيل للمهاكيب
واثنى عشر الف فارس“ الخ

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۹ آیت ۲۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس کے
برعکس یوں ہے کہ :-

”اور سلیمان کے پاس گھوڑوں اور رتھوں کے لئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار
سوار تھے“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”و سلیمان برائے اسپ ہا و ارباہ ہزار خور و دوازده هزار سوار
داشت“ الخ

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور سلیمان کے چالیس ہزار اصطلیل تھے جہاں
اوکی گاڑیوں کے گھوڑے بندھے تھے اور بارہ ہزار سوار تھے“

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے ”اور سلیمان کے چار ہزار تھان گھوڑوں
اور رتھوں کے تھے اور بارہ ہزار سوار“

ملاحظہ کیجئے کہاں چالیس ہزار اور کہاں چار ہزار، ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ ۱۸۳۱ء کے مطبوعہ عربی ترجمہ میں ان دونوں عبارتوں کے تضاد کو ختم کر کے تطبیق دینے کی کوشش میں زبردست تحریف کر دی گئی ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ :-

وكان لسليمان اربعين الف من الخيل في الاسطبلات^۱۔ الخ

فساد نمبر ۱

چار سو بیس یا ساڑھے چار سو | کتاب سلاطین اول باب ۹ کی آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

”اور وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لے کر اسے سلیمان بادشاہ کے پاس لائے۔“ الخ^۲

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

و طلا از آنجا به مقدار چهار صد و بیست قنطار گرفتہ پیش بادشاہ سلیمان رسانیدند۔“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی اسی طرح ہے :-

”وجلبوا من هناك ذهباً اربعاً و عشرين قنطاراً و اقوابه لسليمان الملك“

۱۔ ہمارے پاس عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں ۴ ہزار ہی کا لفظ ہے ”وكانت لسليمان اربعة آلاف نود“ انگریزی ترجمہ میں بھی اسی طرح ہے۔ ۱۲ تفسیر

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۶۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لیکے بادشاہ پاس آئے۔“

مگر کتاب تواریخ ثانی باب ۸ کی آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”..... اور وہ سلیمان کے ملازموں کے ساتھ اوفیر میں آئے اور وہاں سے ساڑھے

چار سو قنطار سونالے کہ سلیمان بادشاہ کے پاس لائے گئے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی جملہ یوں ہے :-

”و چهار صد و پنجاه قنطار اندر اسخا آوردہ بہ نزد بادشاہ سلیمان رسانید“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس طرح ہے کہ :-

واخذوا من ثماره بمائة وخمسين قنطاراً من ذهب

وجلبوا الى الملك سليمان“

ملاحظہ کیجئے۔ پہلی کتاب کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس چار سو بیس قنطار سونالے اور دوسری کتاب کی عبارت ساڑھے چار سو قنطار بتا رہی ہے۔ لہذا دونوں کتابوں میں تیس قنطار کا فرق ہے۔ جو بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتا۔

فساد نمبر ۱۸

حضرت سلیمان علیہ السلام کے منصب دار کتنے تھے
کتاب سلاطین اول باب ۵ کی آیت ۱۶ و ۱۵ اردو

ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور سلیمان کے ستر ہزارہ بوجھ اٹھانے والے اور اسی ہزارہ درخت

کاٹنے والے پہاڑوں میں تھے۔ ان کے علاوہ سلیمان کے تین ہزار

تین سو خاص منصب دار تھے جو اس کام پر مختار تھے اور ان لوگوں

۱۔ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے ”اور وہ سلیمان کے چاکروں کے ساتھ اوفیر کو گئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونالے سلیمان بادشاہ کے پاس لائے گئے“

پر جو کام کرتے تھے سردار تھے ۔

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”وہ اور سلیمان نے ستر ہزار بار بردار اور پہاڑ میں اسی ہزار پتھر کاٹنے والے اور تین ہزار چھ سو آدمی ان کی نگرانی کے لئے گن کر ٹھہرا دیئے ۔“
دیکھئے دونوں آیتوں میں منصب داروں کی تعداد میں بیک وقت تین سو افراد کی کمی بیشی بتائی جا رہی ہے جن میں سے ایک یقیناً غلط ہے ۔

فساد نمبر ۱۹

کتاب سلاطین اول کے باب ۷ کی آیت ۲۱، ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”کیونکہ اس نے اٹھارہ اٹھارہ ہاتھ اونچے پتیل کے دو ستون بنائے اور ایک ایک کا گھیر بارہ ہاتھ کے سوت کے برابر تھا اور اس نے ہیکل کے برآمدہ میں وہ ستون کھڑے کئے اور اس نے داہنے ستون کو کھڑا

۱۵ یہ آیات تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں اس طرح ہیں ”اور سلیمان کے ستر ہزار بار بردار اور اسی ہزار درخت کاٹنے والے کو ہستان میں تھے اور اون کے سوا سلیمان کے تین ہزار تین سو اہلکار تھے جو اس کام کے مختار تھے اور اون لوگوں پر جو یہ کام کرتے تھے، سردار تھے ۔“

۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور سلیمان نے ستر ہزار بار برداروں اور اسی ہزار پتھر توڑنے والوں کو پہاڑ میں بھیجا اور تین ہزار چھ سو سرداروں کو اون پر مقرر کیا ۔“

گھر کے اس کا نام یا کتنہ کھا اور بائیں ستون کو کھڑا کر کے اس کا نام
بو عزہ کھا۔“

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

”اور اس نے گھر کے سامنے پینتیس پینتیس ہاتھ اور بچے دو ستون بنائے اور
ہر ایک کے سرے پر پانچ ہاتھ کا تاج تھا“

دیکھئے دونوں عبارتوں میں ستونوں کی اونچائی میں کتنا بتیں فرق موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۰

سلیمان علیہ السلام کے خاص منصب دار | کتاب سلاطین اول باب ۹ کی آیت
۲۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
یوں ہے کہ :-

”اور وہ خاص منصب دار جو سلیمان کے کام پر مقرر تھے پانچ سو
پچاس تھے“

اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں بھی تقریباً یہی مضمون بیان
کیا گیا ہے۔ لیکن کتاب تواریخ ثانی باب ۸ کی آیت ۱۰ میں ان کی تعداد یوں

۱۔ ان آیات کے الفاظ اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں اس طرح ہیں ”اور اس نے
پتیل ڈھال کے دو ستون بنائے طول ہر ایک کا اٹھارہ ہاتھ... الخ سو سیکل کی دہلیز کے لئے ستون کھڑے
کئے گئے۔“۔ الخ۔

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے ”اور اس نے گھر کے آگے
پینتیس ہاتھ لنبے دو ستون بنائے“

۳۔ تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور اس کے پان سو اور پچاس
عامل تھے جو اس کے سارے کارگزاروں کے سرور تھے“

بتائی ہے کہ :-

”اور سلیمان بادشاہ کے خاص منصب دار جو لوگوں پر حکومت کرتے تھے
دو سو پچاس تھے“

ملاحظہ کیجئے کہ دونوں روایتوں میں تین سو کا فرق ہے اور اعداد میں اسی
طرح کا فرق ہے شمار دوسرے مقامات میں بھی موجود ہے اور عبرانی نسخہ میں
اسماء کی ایسی ہی غلطیاں بے شمار ہیں۔

فساد نمبر ۲

ہدر عززہ، یا ہدر عززہ | کتاب سموئیل ثانی باب ۱۰ کی آیات ۱۶، ۱۹ میں تین مرتبہ
اور کتاب تواریخ اول کے باب ۱۸ کی آیات ۳، ۵، ۷
۸، ۹، ۱۰ میں سات مرتبہ ہدر عززہ کا لفظ غلط استعمال ہوا ہے اور صحیح لفظ
ہدر عززہ ہے۔ جیسا کہ کتاب سموئیل ثانی کے باب ۸ کی آیات ۳، ۵، ۷، ۸، ۹
اور ۱۰ میں آٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

ڈوبلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں کتاب سموئیل دوم کے باب ۱۰ کی آیت ۱۶ کے
ذیل میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

”کتاب سموئیل ثانی ہی کے باب ۸ کی آیت ۳ میں ہدر عززہ آیا ہے، درحقیقت عبرانی
زبان میں دال اور رائ کے لکھنے میں بہت سی مشابہت ہے اس لئے کاتبوں سے
ایک کی جگہ دوسرا لکھنے کی غلطی کا وقوع بہت ہی آسان تھا“

۱۔ مذکورہ قدیم تراجم اردو میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور سلیمان بادشاہ کے دو سو پچاس
عامل تھے جو لوگوں سے کام لیتے تھے“

۲۔ یہ ایک شخص کا نام ہے۔ ۱۲ تفسیر

فساد نمبر ۲۲

کتاب یسوع باب ۱ کی آیت ۱۸ میں لفظ ”عکن“ کونون کے ساتھ
عکن یا عکر لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ راء مہملہ کے ساتھ ”عکر“ ہے۔ جیسا کہ
 کتاب تواریخ اول باب ۲ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۳

کتاب سموئیل ثانی باب ۲۳ کی آیت ۸ میں سپر سالار
یوشیب بشیت یا یسولجام کا نام یوشیت بشیت لکھا ہے حالانکہ یہ یسولجام
 ہونا چاہیے جیسا کہ کتاب تواریخ اول باب ۱۱ کی آیت ۱۱ اور باب ۲۴ کی آیت ۲
 میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۴

کتاب تواریخ اول کے باب ۳ کی آیت ۵ میں بت
عمی۔ ایل کی بیٹی یا العام کی سوع کو عمی۔ ایل کی بیٹی کہا گیا ہے اور یہ غلط ہے
 جس کی تصریح کتاب سموئیل ثانی باب ۱۱ کی آیت ۳ میں ہے کہ بت سبع العام
 کی بیٹی تھی۔

۱۔ قبیلہ یوداہ کا ایک شخص - ۱۲ تقی

۲۔ اور اسرائیل کا دکھ دینے والا عکر جس نے مخصوص کی ہوئی چیزوں میں خیانت کی
 کرئی کا بیٹا تھا (۷: ۲)۔

۳۔ ”بت سبع“ اور یا کی بیوی جس کے بارے میں بائبل کی تہمت یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ
 نے ان سے (معاذ اللہ) زنا کیا اور پھر اوریا کو مردا کر اس سے شادی کر لی اور حضرت سلیمانؑ
 ان سے پیدا ہوئے۔ ۱۲ تقی

فساد نمبر ۲۵

عزریاہ یا عزریاہ کتاب سلاطین ثانی باب ۱۲ کی آیت ۲۱ میں لفظ عزریاہ لکھا ہے حالانکہ یہ عزریاہ ہے۔ جیسا کہ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۶ کی آیت ۱ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۶

یہوآخذ یا اخذیہ کتاب تواریخ ثانی باب ۲۱ کی آیت ۱۴ میں یہوآخذ لکھا ہے، ہوا ہے حالانکہ صحیح نام اخزیہ ہے جیسا کہ کتاب سلاطین ثانی کے باب ۸ کی آیت ۲۴ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ناموں میں غلطی، مفسرین کا اعتراف

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں مذکورہ بالا فساد ۲۱ سے فساد ۲۶ تک میں مذکور اسماء کی غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد کہتا ہے کہ :-

» اسی طرح اور بہت سے مقامات میں بھی نام غلط لکھے ہوئے ہیں ان کی تفصیل کے لئے ڈاکٹر کنی کاٹ کی کتاب کے صفحہ ۲۳ سے ۲۶ تک ملاحظہ کیجئے «

اور پھر آگے چل کر ان ناموں کی غلطی کو درست کرنے کے لئے یہ ضابطہ تحریر کیا ہے کہ :-

وہ یاٹل میں مذکور ان غلط ناموں کو کتب مقدس کے دوسرے مقامات میں مذکور اسماء سے موازنہ کر کے اور تورات کے سامری نسخہ اور قدیم ترجموں کی

۱۔ کتاب سلاطین باب ۱۵ کی آیات ۱۳، ۳۲، ۳۴ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ تفسیر

۲۔ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۲ کی آیات ۱، ۲۰ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے (یہ شخص یہوداہ کا بادشاہ تھا) ۱۲۔ تفسیر

مدد سے نیربوسینس کی تاریخ سے درست کر لیا جاسکتا ہے۔“
 مذکورہ بالا ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے بائبل کے مترجمین نے کسی جگہ نام میں تصحیح
 کر دی اور کسی جگہ ویسے ہی غلط نام باقی رہنے دیا۔ بہر حال ان تصریحات سے
 اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں رہے گا کہ بائبل کے عبرانی نسخہ میں تحریف ہو
 چکی ہے۔ مزید تفصیل خواہ مخواہ تطویل کا باعث ہوگی۔ اس لئے اسماء کے غلط
 اندراج کی خرابی کو اس ایک نشاندہی پر ختم کرتے ہیں کہ کتاب تواریخ اول کے
 باب ۱۱ اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۲۳ کا باہم موازنہ کرنے سے اسماء میں اختلاف
 کی ایسی بیشمار غلطیاں سامنے آتی ہیں۔

ڈاٹلی ورچرٹمنٹ کی تفسیر میں کتاب تواریخ اول کے باب ۱۱ کے ذیل
 میں یہ کہہ کر بھیجا چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب غلطیاں کاتبوں کی کوتاہی
 سے واقع ہوئی ہیں۔

فساد نمبر ۲

کتاب یسعیاہ باب ۶۴ کی آیت ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-
 ”کیونکہ ابتداء ہی سے نہ کسی نے سنا نہ کسی کے کان تک پہنچا اور نہ آنکھوں نے
 تیرے سوا ایسے خدا کو دیکھا جو اپنے انتظار کرنے والے کے لئے کچھ کر دکھائے۔“
 لیکن مقدس پولس نے کترتھیوں کے نام اپنے پٹے خط میں اس مفہوم کو بالکل ہی بدل دیا۔
 ”ناچہ وہ اس خط کے باب ۲ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتا ہے :-

”ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۹۵۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”کیونکہ قدیم سے انسان
 نے نہ سنا نہ کسی کے کانوں تک پہنچا کسی کی آنکھوں نے تیرے سوا کوئی خدا نہ دیکھا جو اپنی انتظار
 کھینچنے والے کے ساتھ ایسا کچھ کرے۔“

”بلکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہوا کہ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں۔“
 دیکھئے ان دونوں عبارتوں کے مفہوم بالکل کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ چنانچہ
 ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا کہنا ہے کہ ”یہ قرین قیاس ہے کہ اس مقام پر
 عبرانی نسخہ میں تحریف ہوئی ہے۔“

فساد نمبر ۲۸

کتاب یسعیاہ باب ۹ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء بعض عبرانی نسخوں
 کے مطابق یوں ہے :-

”تو نے قوم کو بڑھایا، تو نے ان کی شادمانی کو زیادہ کیا۔“ الخ
 لیکن عبرانی ہی کے بعض نسخوں میں یہ جملہ اس طرح ہے کہ :-
 ”تو نے قوم کو بڑھایا اور تو نے ان کی شادمانی کو زیادہ نہ کیا۔“ الخ
 چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ ہیں کہ :-

”اکثرت الشعب ولم تعظم الفرح۔“ الخ
 ملاحظہ کیجئے! عمد اکثرت یا سموا بعض نسخوں میں یقیناً غلطی واقع ہوئی ہے۔ ہنری واسکاٹ
 کی تفسیر کے جامعین نے پہلے نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۶۲ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”لیکن جیسا لکھا ہے کہ خدا نے اپنے چاہنے
 والوں کیلئے بے چیزیں تیار کیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ آدمی کے دل میں آئیں۔“
 ۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۳ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”تو امت کو زیادہ کرتا اور انکی
 خوشی کو افزود کرتا۔“

۳۔ قدیم تراجم اردو میں یہ جملہ اس طرح ہے ”تو امت کو زیادہ کرتا ہے اور نہیں زیادہ
 کرتا اور انکی خوشی کو۔“

فساد نمبر ۲۹

کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳۶ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ
بھائی یا چچا ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”..... اور اسکے (یہویاکین کے) بھائی صدقیہ کو یہوداہ اور یروشلم

کا بادشاہ بنا دیا۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”..... صدقیاہ برادر وے را بادشاہ یہوداہ اور شلم گردانید۔“

اور حقیقت یہ ہے کہ صدقیہ یہویاکین کا بھائی نہیں چچا تھا۔ چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ

۱۸۳۱ء میں اس کی یوں تصریح موجود ہے کہ ”وَمَلِكُ صَدَقِيَا عَمِدَ عَلَى يَهُودَا وَ اور شلم“
اور دمن کیتھولک نے انگریزی ترجمہ میں بھی عربی ترجمہ ہی کی طرح ”چچا“ ہی لکھا ہے۔

واڈونے اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ڈبلن ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے جس

کا حاصل یہ ہے کہ :-

”کتاب سلاطین ثانی کے باب ۲۴ کی آیت ۱۷ میں عبرانی نسخہ میں صدقیہ کو یہویاکین کا بھائی

لکھا ہے، چونکہ یہ غلط اور حقیقت کے خلاف تھا اس لئے یونانی اور دوسری زبانوں کے

ترجموں میں لفظ ”بھائی“ کو بدل کر ”چچا“ لکھ دیا گیا ہے۔“

۱۔ یعنی بنو کہ نصر شاہ بابل نے یہویاکین کی جگہ اسکے بھائی کو بادشاہ بنا دیا۔ اس آیت کے الفاظ ترجمہ اردو

مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یوں ہیں ”اور اسکے (یعنی یہویاکین کے) بھائی صدقیہ کو یہوداہ اور یروشلم پرسلط کیا۔“ ۱۲ تقی

۲۔ کتاب سلاطین باب ۲۴ کی آیت ۱۷ میں ”اس کے باپ کے بھائی“ کے الفاظ ہیں اور یہی

صحیح ہے کیونکہ یہویاکین یہو یقیم بن یوسیاہ کا بیٹا تھا۔ اگر صدقیہ یہویاکین کا بھائی ہوتا تو

اسے ابن یہو یقیم کہنا چاہیے تھا حالانکہ اسے صدقیہ ابن یوسیاہ کہا جاتا ہے (دیکھئے یرمیاہ

فساد نمبر ۳

اسرائیل یا یہوداہ | کتاب تواریخ ثانی باب ۲۸ کی آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں کہا گیا ہے :-

”کیونکہ خداوند نے شاہ اسرائیل آخر کے سبب سے یہوداہ کو پست کیا۔“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”نہیر کہ خداوند بسبب احاذ پادشاہ اسرائیل یہودار پست گردانید۔“ الخ

یقینی طور پر لفظ ”اسرائیل“ غلط ہے۔ کیونکہ یہ شخص یہوداہ کا بادشاہ تھا نہ کہ اسرائیل کا، یہی وجہ ہے کہ یونانی اور لاطینی ترجموں میں اس کو درست کر کے ”بادشاہ یہوداہ“ لکھ دیا گیا ہے، چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی اتنی اصلاح شدہ نسخوں کے مطابق یوں لکھا گیا ہے کہ :-

”وكان المتب قد اذل يهوذا بسبب آحاز ملك يهوذا۔“ الخ

وآرڈو نے اپنی کتاب ”اغلاط نامہ“ کے صفحہ ۱۷ پر اس کی یوں تصریح کی ہے :-

”اور یہ جھوٹ ہے کہ آخر بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا، پروٹسٹنٹوں نے بھی ابتداء اپنے

بعض ترجموں میں یونانی اور لاطینی نسخوں کے مطابق ”شاہ یہوداہ“ ہی لکھا تھا جو کہ

بالکل صحیح تھا، مگر بعد میں جان بوجھ کر بائبل مطبوعہ ۱۵۶۹ء کے اتباع میں اسی غلط

اور جھوٹی روایت کو اختیار کر لیا اور اس معاملہ کو معمولی خیال کر کے لاطینی نسخہ میں

بیان کردہ صحیح بات کو قابل اعتبار نہ سمجھا۔“

نیز کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۷ کی آیت ۹ اور باب ۲۸ کی آیت ۱۱ اس تحریف پر

کھلی شہادت دے رہے ہیں اور یہی شہادت کتاب سلاطین ثانی کے باب ۵ کی آیت

۳۸ اور باب ۱۶ کی آیت ابھی دیتی ہیں۔

۱۷ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”کیونکہ خداوند نے شاہ اسرائیل آخر کے سبب

یہودا کو گھٹایا۔“

فساد نمبر ۳

کتاب ملاکی باب ۳ کی آیت ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح ہے کہ :-

”و دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا۔“ الخ
اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

”و اینک رسول خود را منقرستم تا راہ پیش روی من آراستہ کند۔“ الخ
اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء ہے کہ :-

”و اینک رسول خود را خواہم فرستاد و در برابرم راہ را مادہ نواید ساخت۔“ الخ
لیکن انجیل متی کے باب ۱۱ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں نقل کیا ہے کہ :-

”و دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے
تیار کرے گا۔“

اور انجیل متی کے فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ہے کہ :-

”اینک من رسول خود را پیش روی تو مبفرستم کہ راہ تیرا در پیش روی تو
درست نماید۔“

اور مرقس کی انجیل کے باب ۱ کی آیت ۲ میں بھی اسی طرح ہے کہ :-

۱۔ اور اسی کتاب دوم سلاطین باب ۱۵ آیت ۳۸ اور باب ۱۶ آیت ۱۔ منہ
۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ
میرے آگے راستا بناویگا۔“

۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے
بھیجتا ہوں جو تیرے آگے راہ درست کرے گا۔“

”دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔“

اور انجیل لوقا کے باب ۷ کی آیت ۲۷ میں بھی اسی طرح ہے کہ :-

”دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔“

ہو رن اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ :-

”ڈاکٹر ریڈلف کا قول ہے کہ انجیل کی یہ عبارت عبرانی نسخہ اور قدیم ترجموں سے دو طرح

سے مختلف ہے، ایک تو یہ کہ اس جملہ میں ”اپنا پیغمبر“ کے بعد ”تیرے آگے“ کا لفظ زائد

ہے، دوسرے یہ کہ اس میں لفظ ”میرے آگے“ قدیم ترجموں میں ”تیرے آگے“ استعمال

ہوا ہے اور اس مخالفت کا سبب آسانی سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے، سوال ہے اس

کے کہ قدیم نسخوں میں کچھ تحریف کی گئی ہے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ اس مقام پر محض انجیل کو تحریف کے ثبوت سے بچانے کی خاطر عیسائیوں

نے مخالفت کا تمام تر سبب عبرانی نسخہ اور قدیم ترجموں میں تحریف کو قرار دیدیا۔ حالانکہ تینوں

انجیلوں کی مذکورہ روایات میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہے اور لوقا کے آخری جملہ میں تو

دوسری دونوں کتابوں کے ان جملوں سے بہت زیادہ اختلاف موجود ہے تو ایسی صورت میں

اس اختلاف کا سبب بھی یقیناً وہی ہوگا جو قدیم ترجموں اور عبرانی نسخہ میں تھا۔



۱۰ قدیم اردو تراجم میں یہ جملہ ان الفاظ میں ہے ”دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں وہ

راہ کو تیرے سامنے درست کرے گا۔“

۱۱ قدیم اردو تراجم کی عبارت اس طرح ہے ”دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں

جو تیری راہ کو تیرے آگے درست کرے گا۔“

فساد نمبر ۳۲

چھوٹا سے یا چھوٹا نہیں؟ کتاب میکاہ کے باب ۵ کی آیت ۲، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
عبرانی میں یوں ہے :-

”لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے
چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا
اور اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے“

اولہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”اما تو اے بیت لحم افراتہ باوجود آنکہ در میان ہزارہاں یہودا کو چکی لیکن اند تو
انکسی برائے من خواہد برآمد کہ در اسرائیل حکومت درزد کہ برآمدن او اند قدیم
الایام بلکہ اندل می بود“

لیکن یہی عبارت انجیل متی باب ۲ کی آیت ۶ میں یوں منقول ہے ۔ اردو ترجمہ مطبوعہ
۱۹۶۹ء میں ہے :-

”تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو
میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا“

ملاحظہ کیجئے کہاں پہلی عبارت، کہاں دوسری عبارت، کتنا واضح اختلاف ہے۔

۱۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے :- ”پہلے بیت لحم افراتہ باوجودیکہ
تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے میرے لئے وہ شخص نکلیگا جو اسرائیل میں حکومت
کرے گا اور اس کا نکلتا قدیم سے ایام الانزل سے ہے“ (فہیم)

۲۔ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں :- ”اے یہودا کی بیت لحم
تو یہوداہ کے سرداروں میں چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ سے ایک سردار نکلیگا جو میری قوم اسرائیل کی
رعایت کرے گا“ (فہیم)

فساد نمبر ۳۳

کتاب زبور نمبر ۶ کی آیات بالترتیب ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہیں کہ :-

”میں نے خداوند کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا ہے، چونکہ وہ میرے داہنے ہاتھ ہے
اس لئے مجھے جنبش نہ ہوگی، اسی سبب میرا دل خوش اور میری روح شادماں ہے
میرا جسم بھی امن و امان میں رہے گا، کیونکہ تُو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے
دے گا نہ اپنے مقدس کو سٹرنے دیگا، تو مجھے زندگی کی راہ دکھائے گا، تیرے حضور
میں کامل شادمانی ہے، تیرے داہنے ہاتھ میں دائمی خوشی ہے۔“

اور یہی عبادت کتاب اعمال کے باب ۲ کی آیات ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ میں یوں
نقل کی گئی ہے کہ :-

”کیونکہ داؤد اس کے حق میں کہتا ہے کہ میں خداوند کو ہمیشہ اپنے سامنے دیکھتا
رہا، کیونکہ وہ میری دہنی طرف ہے تاکہ مجھے جنبش نہ ہو، اسی سبب سے میرا
دل خوش ہوا اور میری زبان شاد، بلکہ میرا جسم بھی امید میں بسا رہے گا، اس
لئے کہ تو میری جان کو عالم ادواح میں نہ چھوڑے گا، اور نہ اپنے مقدس کے
سٹرنے کی نوبت پہنچنے دیگا، تو نے مجھے زندگی کی راہیں بتائیں، تو مجھے دیدار

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۳ء کے یہ آیت یوں ہے ”میری نگاہ ہمیشہ خداوند پر ہے کیونکہ وہ
میرے داہنے ہاتھ ہے، مجھ کو کبھی لغزش نہ ہوگی سو میرا دل خوش ہے اور میری شوکت شاد
ہے میرا جسم بھی توکل میں چین کرے گا کہ تو میری جان کو پاتال میں رہنے نہ دیگا اور تو اپنے
مقدس کو سٹرنے نہ دے گا تو مجھ کو زندگی کی راہ دکھاؤ گا تیرے حضور میں خوشیوں سے سیری
ہے تیرے داہنے ہاتھ ابد تک عشرتیں ہیں“ ۱۲- فہیم

کے باعث خوشی سے بھر دے گا۔“

ملاحظہ کیجئے دونوں عبارتوں میں کتنا تین اختلاف موجود ہے۔

فساد نمبر ۳۴

ذہور نمبر ۴ کی آیات بالترتیب ۶، ۷، ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۶۹ء میں یوں ہیں کہ :-

”قربانی اور نذر کو تو پسند نہیں کرتا، تُو نے میرے کان کھول دیئے ہیں، سوختنی قربانی

اور خطا کی قربانی تُو نے طلب نہیں کی، تب میں نے کہا دیکھ! میں آیا ہوں، کتاب

کے طومار میں میری بابت لکھا ہے، اے میرے خدا! میری خوشی تیری مرضی پوری کر

میں ہے بلکہ تیری شریعت میرے دل میں ہے۔“

لیکن مقدس پوئس اسی عبارت کو عبرانیوں کے نام اپنے خط کے باب ۱۰ کی آیات ۵، ۶، ۷،

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح لکھتا ہے :-

”تُو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا، بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا، پوری

سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا، اس وقت میں نے

۱۰ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء کی طبع میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اس لئے کہ داؤد اس کے حق میں کہتا ہے کہ میں نے

خداوند پر جو سدا میرے سامنے ہے نظر کی کہ وہ میری داہنی طرف ہے تاکہ میں نہ ہٹوں اسی سبب میرا دل خوش

ہے اور میری زبان نہالی ہے بلکہ میرا بدن بھی اُمید میں چین کر لگا کہ تو میری جان کو عالم غیب میں نہ چھوڑیگا

نہ اپنے قدوس کو مٹرنے دیگا تو نے مجھے زندگی کی راہ بتائیں تو مجھے اپنے دیدار سے خوشی سے

بھر دیگا“ (ضمیمہ)

۱۱ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیات یوں ہیں ”ذبیح اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے

میرے کان کھولے اور چڑھاوے اور خطبیت کا تو طالب نہیں تب میں نے کہا دیکھو

میں آتا ہوں، کتاب کے ورقوں میں میرے حق میں یہ لکھا ہے اے میرے خدا!

میں تیری رضا مندی بجالانے پر خوش ہوں تیری شریعت تو میرے دل کے بیچ ہے“ (ضمیمہ)

کہا کہ دیکھ! میں آیا ہوں (کتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ
اے خدا تیری مرضی پوری کروں۔“

دونوں عبارتوں میں واضح اختلاف ملاحظہ کیجئے۔

فساد نمبر ۳۵

کتاب عاموس باب ۹ کی آیات ۱۱، ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

”میں اس روز داؤد کے گھرے ہوئے مسکن کھڑا کر کے اسکے دشمنوں کو بند کر دنگا اور اس کے کھنڈر کی مرمت

کر کے اسے پہلے کی طرح تعمیر کروں گا تاکہ وہ ادم کے بقیہ اور ان سب قوموں پر جو میرے نام سے

کھلاتی ہیں قابض ہوں اسکو وقوع میں لانے والا خداوند فرماتا ہے۔“

اور اس عبارت کو کتاب اعمال میں یوں نقل کیا گیا ہے:-

”ان باتوں کے بعد میں پھر آکر داؤد کے گھرے ہوئے کو اٹھاؤنگا اور اسکے پچھے ٹوٹے کی مرمت کر کے اسے

کھڑا کر دنگا تاکہ باقی آدمی یعنی سب قومیں جو میرے نام کی کھلاتی ہیں خداوند کو تلاش کریں۔“

ان دونوں عبارتوں کے اختلاف بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیات ان الفاظ ہیں ”قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک

ایک بدن بنایا۔ کیا سختی قربانی اور ان قربانیوں سے جو گناہ کیلئے ہے تو راضی نہ ہوا تب میں نے کہا کہ دیکھ

میں آتا ہوں میری بابت کتاب کے دفتر میں لکھا ہے تاکہ اے خدا تیری مرضی بجالاؤں۔“ (۱۲- فہیم

۱۲) قدیم اردو ترجموں میں ان آیات کی عبارت اس طرح ہے:- ”میں اسی دن میں داؤد کے گھرے ہوئے مسکن

کو کھڑا کر دنگا اور اسکی دروازوں کو بند کر دنگا اور میں اسکی شکست ریز کو پھر بناؤنگا اور اگلے زمانہ کی مانند تعمیر کر دنگا تاکہ

وے ادم کے باقی لوگوں کو اور سارے قوموں کو جن پر میرا نام کیا جاتا ہے اپنی میراث میں لے لیوں خداوند جو اس کام کا کرنے والا

ہے فرماتا ہے۔“ ۱۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ عبارت یوں ہے:- ”خداوند جو یسب کرتا ہے یوں فرماتا ہے کہ بعد اس کے

میں پھر آؤں گا اور داؤد کے گھرے ہوئے ڈیرے کو بناؤنگا اور اسکے ٹوٹے پھوٹے کی مرمت کر کے اسے پھر کھڑا

کر دنگا کہ باقی آدمی اور سب غیر قومیں جو میرے نام کی کھلاتی ہیں خداوند کو ڈھونڈیں۔“ (۱۲- فہیم ۱)

فساد ۳۱ تا ۳۵ میں مذکورہ عبارتوں کے بارے میں عیسائی محققین کا قول ہے کہ عبرانی نسخہ کی عبارتوں میں تحریف ہوئی ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ :-

”مندرجہ ذیل مقامات میں عبرانی نسخہ میں تحریف کی گئی ہے :-

- کتاب ملاکی (ملاخیا - ۱۲) باب ۳ کی آیت ۱
- کتاب میکاہ - باب ۵ کی آیت ۲
- کتاب زبور ۱۶۱ کی آیت ۸ سے ۱۱ تک
- کتاب عاموس باب ۹ کی آیت ۶، ۷، ۱۲
- کتاب زبور ۱۰۶ کی آیت ۶ سے ۸ تک
- کتاب زبور ۱۱۰ کی آیت ۴

ملاحظہ کیجئے کہ بائبل کے یہ عظیم مفسر اس بات کا برملا اعتراف کر رہا ہے کہ مندرجہ بالا چھ مقامات میں عبرانی نسخہ میں تحریف کی گئی ہے اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تورات میں بھی تحریف ہو چکی ہے، ہمیں بھی اسی عظیم مفسر کے کلام سے معلوم ہوا اور نہ اردو، فارسی، اور عربی و انگریزی تراجم سے ہمیں اس جگہ تحریف کے وقوع اور باہم اختلاف کا کوئی زیادہ پتہ نہیں چلتا، تاہم اس مفسر کا یہ اعتراف اس پر حجت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان تراجم میں اس کو درست کر کے لکھا گیا ہو۔ لہذا خرابی کا ایک یہ بھی مقام نکل آیا۔

فساد نمبر ۳۶

بیہوی، بیٹیا یا بیٹی | وارڈ اپنی کتاب ”اغلاط نامہ“ کے صفحہ ۱۷ پر لکھتا ہے کہ :-
 ”عبری میں یوں ہے کہ اس نے جنا غروبہ اوسکی بی بی اور یوحنا“

اور اس بے معنی عبارت کا کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ”اس نے اپنی بیہوی میری عورت“

لے اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں فساد ۳۱ تا ۳۵ مذکورہ ہے اس ایک نمبر کی زیادتی کی وجہ سے۔ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سے عزوبہ کو جانا، اور کسی نے ترجمہ یوں کیا ہے کہ ”اس نے اپنی بیوی عزوبہ سے یریعوت کو جانا۔“

ہم کہتے ہیں کہ یہ عبارت کتاب تواریخ اقل کے باب ۲ کی آیت ۱۸ میں موجود ہے۔ بیچاڑے مترجموں کا کیا قصور؟ دراصل اس مقام پر عبرانی نسخہ کی عبارت اس قدر گنگنا ہے کہ لامحالہ ترجمہ اشکل پتچو ہی کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نے اپنی سمجھ کے مطابق محض اندازے سے ترجمہ کر ڈالا اور اب تک یہ لوگ اسی الجھن میں مبتلا ہیں اور ہر شخص اپنی بولی بولتا ہے۔ یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور حہرون کے بیٹے کالب سے اس کی بیوی عزوبہ اور یریعوت سے اولاد ہوئی اور عزوبہ کے بیٹے یہ ہیں یشر اور سوباب اور اردون۔“

اور یہی عبارت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

”و از کالیب بن حہرون عزوبہ زنتش و یریعوت با در گمردیدند و پسران وے ایند یسر و سوباب و اردون۔“

ان دونوں عبارتوں میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے مگر اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ عزوبہ اور یریعوت دونوں ہی کالب کی بیویاں تھیں اور مرشدہ انگریزی ترجمہ بھی مذکور بالا فارسی ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء اس طرح ہے کہ :-

”و کالیب پسر حہرون از زوجہ اش عزوبہ و پسران تولید نمود کہ اینہا باشند یریعوت و یشر و سوباب و اردون۔“

اس فارسی ترجمہ کی لہرو سے یریعوت بیوی کے بجائے لڑکے کا ہوتا ہے اور یہی عبارت عربی ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور حہرون کے بیٹے کالب نے اپنی جو زوجہ سے اور یریعوت سے اولاد پائی اور عزوبہ کے بیٹے یہ ہیں یسر اور سوباب اور اردون۔“ ۱۲ فہیم

”دکالیب بن حصرون اخذ امرأتاً اسمها عزوباء واولد منها

یاسر یعوت واولدھا ہاشم و شویاب و اسردون“

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزوباء بیوی تھی، مگر عبارت کے سیاق کا اقتضاء یہ ہے کہ یہ یعوت کو بیٹے کے بجائے بیٹی ہونا چاہیے۔ اس لئے ضمیر مونث کو یسعوت کی جانب راجع ہونا چاہیے۔ اس صورت میں یسر، شویاب اور اردون کالب کے بیٹے نہیں، نواسے قرار پاتے ہیں۔ رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ عربی ترجمہ ہی کی طرح ہے۔

فساد نمبر ۳۷

خداوند کا صندوق کب لایا گیا؟ کتاب سموئیل ثانی کے باب ۶، ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام خداوند کا صندوق فلسطین

سے جنگ کے بعد لائے تھے اور کتاب تواریخ اول کے باب ۱۳، ۱۴ میں ہے کہ اس لڑائی سے پہلے ہی لے آئے تھے۔ بیک وقت دونوں توضیح ہو نہیں سکتے ان میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

فساد نمبر ۳۸

بنیامین کی اولاد کتاب تواریخ اول کے باب ۷ کی آیت ۶ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۳۸۸ء میں ہے کہ :-

”اولاد بنیامین بلع و بکروید یحییٰ بل ۳۸ کس“

اور باب ۸ کی آیت ۱ میں ہے کہ :-

”اما بنیامین پدر بلع نخست زادہ، دوم اسبیل سیلوم احرچ چہارم نوحہ پنجم زادہ“

اور کتاب پیدائش باب ۲۶ کی آیت ۲۱، ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور بنی بن یامین بلع اور بکر اور اشیل اور جیرہ اور

نعمان اور اخیر اور اس اور پیٹم اور پیٹم اور اردے بنی راجیل ہیں“ (فہیم)

”اور بنی بنیمین یہ ہیں۔ بآلح اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان انخی اور روس
مقیم اور حفیم اور ارد، اور یہ سب یعقوب کے ان بیٹوں کی اولاد ہے
جو رآخل سے پیدا ہوئے۔“

دیکھیے یہاں دو طرح کا زبردست اختلاف موجود ہے۔ پہلا اختلاف تو ان کے
ناموں میں ہے اور دوسرا اختلاف ان کی تعداد میں ہے۔ پہلی آیت میں ان کی تعداد تین
بتائی گئی ہے، دوسری میں پانچ اور تیسری سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیامین کے دس بیٹے تھے
تو اس صورت میں ان میں سے ایک ہی روایت صحیح ہو سکتی ہے اور باقی دو روایتیں
یقیناً غلط ہیں، پھر چونکہ کتاب تواریخ ہی کی دو روایتوں میں بین تضاد پایا جاتا ہے تو
گماں غالب اسی کو غلط ٹھہراتا ہے۔

فساد نمبر ۳۹

یہو یقیم قید ہوا یا قتل؟ | کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳۶ کی آیت ۵، ۶ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”یہو یقیم پچیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے گیارہ برس یروشلم میں
سلطنت کی اور اس نے وہی کیا جو خداوند اس کے خدا کی نظر میں بُرا تھا۔ اس پر شاہ
بابل بنو کہ نظر نے چڑھائی کی اور اسے بابل لے جانے کے لئے اس کے بیڑیاں ڈالیں،“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں نعمان اور انخی دو الگ الگ نام ہیں اور یہ تعداد کل ۱۰ ہوتی ہے۔ ۱۲۔ نجیب
۲۔ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ سے اعجاز عیسوی میں یہ آخری جملہ بھی آیت ۲۱ کا حصہ نقل کیا ہے موجودہ
اردو ترجمہ میں یہ مستقل آیت ۲۲ کے ذیل میں ہے۔ ۱۲۔ ن

۳۔ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں یہ تصریح ہے کہ ”اسے بیڑیوں میں باندھ کر بابل لے گیا“ چنانچہ ملاحظہ ہو
اس طباعت کے ترجمہ میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں ”یہو یقیم پچیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور گیارہ برس
یروشلم میں سلاط رہا۔۔۔ اس پر شاہ بابل بنو خود نذر چڑھایا اور اسے بیڑیوں میں باندھ کر بابل میں لے گیا“ ۱۲۔ ضمیمہ

یہ روایت غلط اور حقائق کے خلاف ہے، کیونکہ یہویا کین کو قید کر کے بابل لے جانا مورخین کے نزدیک ثابت نہیں۔

یوسفس مورخ کو عیسائی بھی معتبر ترین مورخ تسلیم کرتے ہیں، اس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۷ کے باب ۱ میں لکھا ہے :-

”یہویا کین کی سلطنت کے چوتھے سال بخت نصر بابل کا بادشاہ بنا۔ پھر آگے چل کر اسی کتاب میں کہتا ہے :-

”یہو یقیم کی سلطنت کے آٹھویں سال بخت نصر نے زبردست لشکر لے کر یہودیوں پر چڑھائی کر دی اور یہو یقیم کو حملہ کی دھمکی دی، جس پر یہو یقیم نے جزیہ دینا قبول کر لیا مگر تیسرے سال مصریوں کی بھرپور پشت پناہی کے مجبوراً وہ جزیہ دینے سے انکار کر دیا، لیکن یہ مجبوراً سرباب ثابت ہوا اور بادشاہ بابل زبردست لشکر لے کر آیا اور بغیر جنگ کے ہونے کے شہر پر قابض ہو گیا۔ اور شہر میں آنے کے بعد تمام جوانوں کو قتل کر ڈالا، ان میں یہو یقیم بھی تھا، اور اس کی نعش دفن کرنے کے بجائے شہر پناہ سے باہر پھینکوا دی، اس کے بیٹے یہویا کین کو تخت نشین کیا اور تین ہزار مردوں کو قیدی بنا کر لے گیا جن میں حزقیال پیغمبر بھی تھے۔“ (ملفنی)

ملاحظہ کیجئے کہ یوسفس نے واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہو یقیم کو تیرہ شلیم میں ہی قتل کر دیا گیا تھا اور اس کی نعش کو بھی دفن کرنے کے بجائے شہر پناہ سے باہر پھینک دیا گیا تھا۔

۱۵ یہ واضح رہے کہ یہ واقعہ بخت نصر کے مشہور حملے سے کچھ پہلے کا ہے، بنی اسرائیل کی جلا وطنی اس کے کچھ بعد میں مل میں آئی ہے۔ ۱۶ تقی

فساد نمبر ۴

یہوداہ کی حد | کتاب یسوع کے باب ۱۹ کی آیت ۳۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عجمانی نسخہ میں یہ عبارت ہے :-

”اور مشرق میں یہوداہ کے حصہ کے یرون تک پہنچی۔“

یہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ یہوداہ کی حد جنوب کی جانب بہت دور تک تھی۔ چنانچہ یونانی ترجمہ میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

فساد نمبر ۴

بنیامین کی سرحد | کتاب یسوع باب ۸ کی آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں بنیامین کی سرحد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے :-

”اور وہ حد بیت حورون کے سامنے کے پہاڑ سے ہوتی ہوئی جنوب کی طرف ساحل سمندر تک چلی گئی۔“ الخ

ڈاٹلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے :-

”بنیامین کی سرحدوں میں سمندر کا کنارہ نہیں آتا تھا اور نہ اس کے پاس ہی تھا اس لئے یہ جان لینا چاہیے کہ وہ عبرانی لفظ جس کا ترجمہ سمندر کیا گیا ہے، اس کے معنی دراصل مغرب کے ہیں۔“

لیکن یہ معنی ہم نے کسی ترجمہ میں نہیں دیکھے۔ البتہ اس تفسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے قبل کے

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ عبارت یوں ہے ”اور بنی یہودہ کی سرحدیں یردن سے مشرق کی سمت جاتی ہیں“

۱۶ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کی اس آیت کا مفہوم ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ ترجمہ میں بالکل ہی الٹ دیا گیا ہے۔

موجودہ ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ ”اور وہ مغرب کی طرف سے مڑ کر جنوب کو جھکی اور

بیت حورون کے سامنے کے پہاڑ سے ہوتی ہوئی جنوب کی طرف بنو یہوداہ کے ایک شہر قریت بعل

تک جو قریت یعزیم ہے چلی گئی۔ یہ مغربی حصہ تھا۔“ ان دونوں اردو ترجموں میں نہ صرف یہ کہ الفاظ میں

اختلاف ہے بلکہ مفہوم ہی سرے سے مختلف ہو گیا ہے جو تحریف کی بدترین مثال ہے۔ ۱۲ نجیب

تمام مترجم غلط ترجمہ کر کے تحریف کے مرتکب ہوئے رہے ہیں۔

فساد نمبر ۴۲

کتاب یسوع باب ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں لکھنے سکم یا شیلو کے بعد کہ اس کے بعد یسوع نے اسرائیل کے سب قبیلوں کو سکم میں جمع کیا۔ الخ آیت ۲۵ یوں ہے کہ :-

”و یسوع نے اسی روز لوگوں کے ساتھ عہد باندھا اور ان کے لئے سکم میں آئین اور قانون ٹھہرایا۔“

یہاں لفظ ”سکم“ غلط ہے اس کے بجائے ”شیلو“ کا لفظ ہونا چاہیے تھا چنانچہ یونانی ترجمہ میں لفظ ”شیلو“ ہی لکھا ہوا ہے۔“

فساد نمبر ۴۳

کتاب سموئیل اول کے باب ۱۳ کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اور فلسٹی اسرائیلیوں سے لڑنے کو لکھے ہوئے یعنی تیس ہزار رہتے اور۔ الخ اس مقام پر تیس ہزار کے لفظ کو بعض علماء نے کاتب کی غلطی اور سہو پر محمول کیا ہے چنانچہ ڈاہلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے :-

”دیشپ پیٹرک اور ڈاکٹر ویلنر لکھتے ہیں کہ تعداد عجیب سی معلوم ہوتی ہے چنانچہ عربی اور سریانی ترجموں میں تیس ہزار کی جگہ تین ہزار مذکور ہے۔ تاہم بھی امکان ہے کہ ہر قسم کی گاڑیوں کو دھتھوں میں شمار کر کے یہ تعداد ہو گئی ہو۔“

لہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”و یسوع نے اس روز لوگوں سے عہد کیا اور ان کے لئے سکم میں ایک دم اور دستور مقرر کیا۔“ ۱۲ فیہم ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے اور فلسٹی بھی بنی اسرائیل سے لڑنے کو جمع ہوئے تیس ہزار تو انکی رہتیں تھیں۔“ ۱۲ فیہم

فساد نمبر ۴۴

لٹو، بیل یا ککڑیاں | کتاب تواریخ ثانی باب ۴ کی آیت ۳، ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں اس کے گرداگرد دس دس ہاتھ تک تھیں اور اس بڑے حوض کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں، یہ بیل دو قطاروں میں تھے اور اسی کے ساتھ ڈھالے گئے تھے، اور وہ بارہ بیلوں پر بھرا ہوا تھا۔۔۔۔۔ الخ

اور کتاب سلاطین اول کے باب ۷ کی آیت ۲۴، ۲۵ میں یوں ہے :-

”اور اس کے کنارے کے نیچے گرداگرد دس ہاتھ تک لٹو تھے جو اسے یعنی بڑے حوض کو گھیرے ہوئے تھے، یہ لٹو دو قطاروں میں تھے اور جب وہ ڈھالا گیا تب ہی یہ بھی ڈھالے گئے تھے اور وہ بارہ بیلوں پر رکھا گیا۔۔۔۔۔ الخ

کتاب سلاطین باب ۷ کی آیت ۲۴ میں دو جگہ لفظ ”بیلوں“ کے بجائے ”لٹو“ غلط استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اسی باب کی آیت ۲۵ اور کتاب تواریخ کی مذکورہ بالا آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں: ”اور گرداگرد اس کے کنارے کے نیچے بیلوں کی صورتیں بنائیں جو اس کے دس ہاتھ کے دور میں گرداگرد تھیں اور اس بحر کو چاروں طرف سے گھیرے تھیں۔۔۔۔۔ اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا“ ۱۲ فہیم

۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیات اس طرح ہیں ”اور گرداگرد اس کے کنارے کے نیچے گائے بنائیں گھیر اس کا دس ہاتھ کا گرداگرد بحر سے لگا ہوا گائے کی دو قطاریں خوب ڈھالی ہوئیں اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا“ ۱۲ فہیم

۱۳ ان دونوں مقامات پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بنائے ہوئے ایک حوض کا تذکرہ ہے۔ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں کتاب تواریخ کے اندر بیلوں کے بجائے ککڑیوں کا تذکرہ ہے و شبہ تھا تحتہ مستدیر“ ملاحظہ فرمائیے کہاں لٹو کہاں بیل اور کہاں ککڑیاں - ۱۲ - تقی

بہن شہادت دے رہی ہیں۔ ہنری واسکاٹ کے جامعین کہتے ہیں :-
 ”یہاں پر صرف بدل جانے کی وجہ سے فرق پیدا ہوگا“

فساد نمبر ۴

کتاب تواریخ اول کے باب ۲۰ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ
 ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور اس نے اُن لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر آدوں اور لوہے کے ہینگوں
 اور کلہاڑوں سے کاٹا“..... الخ

اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۱۲ کی آیت ۳۱ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں
 یہی مضمون ہے :-

”اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر ان سے آدوں اور لوہے کے
 ہینگوں اور لوہے کے کلہاڑوں سے محنت کروائی اور ان کو اینٹوں کے پڑاوی
 میں سے چلوا یا“

دیکھئے لفظ ”کاٹا“ اور ”محنت کروائی“ کے مفہوم میں کتنا واضح فرق ہے۔ اس صورت
 میں ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ ہوٹن اپنی تفسیر کی جلد اول میں کتاب سموئیل
 کی اس روایت کو درست قرار دیتے ہوئے کہتا ہے :-
 ”کتاب تواریخ کی عبارت کو بھی اسی کے مطابق بنادینا چاہیئے“

۱۔ مشہور عیسائی محقق آدم کلاک اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ ”اور یہ ممکن ہے کہ لفظ ”بقیم“ بقیم
 کی جگہ استعمال ہو گیا ہو“ اور بقیم کے معنی لوٹ اور بقیم کے معنی بیل کے ہیں۔ (اظہار الحق اردو ج ۱ صفحہ ۳۸۳)

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ”ہینگوں“ کے بجائے ”بلوں“ کا لفظ نقل ہوا ہے۔ ۱۲۔ فہیم

۳۔ ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس کو ”... کلہاڑوں کے نیچے کر دیا“ بنادیا گیا ہے۔ یہ

بھی تحریف کی ایک مثال ہے۔ ۱۲۔ بخیب

فساد نمبر ۶م

ابیاہ کی ماں کون تھی؟ | کتاب تواریخ ثانی کے باب ۱۳ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اس نے (یعنی ابیاہ نے ۱۲۰) یروشلم میں تین برس سلطنت کی، اس کی ماں کا نام

میکایاہ تھا جو اوری ایل جمعی کی بیٹی تھی“ الخ

اور یہ انگریزی جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

”و نام مادر وے میکایہ دختر اوریل از جمعہ بود“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

”و اسم مادرش میکایہ دختر اوریل از گبعہ بود“

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابیاہ کی ماں میکایاہ اوری ایل جمعی کی بیٹی تھی،

لیکن کتاب تواریخ ثانی ہی کے باب ۱۱ کی آیت ۲۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”اس کے بعد اس نے ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو بیاہ لیا جس کے اس سے ابیاہ اور

عتی اور زئیرا اور سلومیت پیدا ہوئے“

اور یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

”بعد ازاں معکہ دختر السلام را گرفت کہ او ابیہ و عتای و زئیرا و سلومیت

را برائے وے زائیدہ“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابیاہ کی ماں ابی سلوم کی بیٹی معکہ تھی، اس کے برعکس کتاب

سموئل ثانی باب ۱۴ آیت ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ معکہ نام کی لڑکی ابی سلوم کی بیٹی تھی ہی نہیں؟

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ”سلطنت“ کے بجائے بادشاہ کا لفظ نقل ہو رہا ہے۔ ۲۔ یعنی ابیاہ کے باپ

رجام نے ۱۲۷۰ء ۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اس کے چچھے اس نے ابی سلوم

کی بیٹی معکہ کو بیاہ کیا جو اس کے لئے ابیاہ اور عتقی اور زئیرا اور سلومیت کو جنی“ ۱۲ فہیم :-

چنانچہ اس آیت کی عبارت یوں ہے :-

”اور ابی سلوم سے تین بیٹے پیدا ہوئے اور ایک بیٹی جس کا نام تمر تھا وہ بہت

نوبصورت عورت تھی“

ملاحظہ کیجئے کہ ایک واقعہ کے بارے میں تینوں مقامات میں کس قدر سنگین اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۴

کتاب تواریح ثانی باب ۲۲ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور اس نے اخزیاء کو ڈھونڈا (وہ سامریہ میں چھپا تھا) سو وہ اسے پکڑ کر یاہو کے پاس

لائے اور اسے قتل کیا اور انہوں نے اسے دفن کیا۔ الخ“

اور کتاب سلاطین ثانی باب ۹ کی آیت ۲۸، ۲۷ میں یوں ہے :-

”لیکن جب شاہ یہود اخزیاء نے یہ دیکھا تو وہ باغ کی بارہ درمی کی راہ سے نکل

بھاگا اور یاہو نے اس کا پیچھا کیا اور کہا کہ اسے بھی نہ تھ ہی میں مار دو، چنانچہ

انہوں نے اسے جوڑ کی چڑھائی پر جو ابلعام کے متصل ہے مارا اور وہ مجروح ہو گیا

اور وہیں مر گیا۔ اور اسکے خادم اس کو رتھ میں یروشلم کو لے گئے اور اسے اسکی قبر میں

داؤد کے شہر میں اس کے باپ داؤد کے ساتھ دفن کیا۔“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے اور اس نے اخزیاء کو ڈھونڈا اور انہوں نے اسے پکڑا جبکہ

وہ سمرون میں چھپا تھا اور اسے یاہو پاس لائے اور انہوں نے اسے قتل کر کے گاڑا۔ ۱۲۔ فہیم

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں اور جب شاہ یہود اخزیاء نے یہ دیکھا تو وہ یاہو کے باغ

کی راہ سے نکل بھاگا اور یاہو نے اسکا پیچھا کیا اور کہا کہ اسے بھی گاڑی ہی میں مار لو چنانچہ انہوں نے اسے جوڑ

کے رستے میں جو ابلعام کے متصل ہے مارا اور وہ بھاگ کے مجروح ہو گیا اور اس کے خادم اسکو گاڑی میں

ٹال کے یروشلم میں لے گئے اور اسے اسکی قبر میں داؤد کے شہر میں اس کے باپ داؤد کے ساتھ گاڑا۔ ۱۲۔ فہیم

یہاں پہلی روایت بتاتی ہے کہ وہ ساتریہ میں چھپا تھا اور وہاں سے اسکو گرفتار کر کے یاہو کے پاس لاکر قتل کر ڈالا اور دفن کر دیا اور دوسری سنئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھاگتے ہوئے راستہ میں زخمی ہو گیا اور مجہد وہیں جا کر فوت ہو گیا اور اس کے خادموں نے وہاں سے یر و شکیم لاکر دفن کیا۔ ان دونوں روایتوں میں کس قدر سنگین اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۴۸

کتاب تواریخ اول باب کی آیت ۲۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء اور ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور قیس قیس پیدا ہوا اور قیس سے ساول پیدا ہوا اور ساول سے یونان اور ملکیشوع اور ابنیداب اور اشعل پیدا ہوئے“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس کے باپ کا نام نیر تھا، لیکن کتاب سموئیل اول باب کی آیت افارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

”مردی بود از بنیامینان کہ اسمش قیس پسرابی ایل پسر ضرور پسر بکورت پسرافچ مرد بانی معنی کہ صاحب دولت بود“

اور یہی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور بنیمین کے قبیلہ کا ایک شخص تھا جس کا نام قیس بن ابی ایل بن ضرور بن بکورت بن افچ تھا وہ ایک بنیمینی کا بیٹا اور زبردست سورما تھا“

یہ آیت بتاتی ہے کہ قیس کے باپ کا نام ابی ایل تھا اور کتاب سموئیل اول ہی کے باب کی آیت ۵۰، ۵۱ میں اس طرح مذکور ہے :-

”اس کی فوج کے سردار کا نام ابنیر تھا جو ساول کے چچا نیر کا بیٹا تھا اور ساول کے باپ کا نام قیس تھا اور ابنیر کا باپ نیر ابی ایل کا بیٹا تھا“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اب بنی بنیمین کا ایک شخص تھا جس کا نام قیس جو افچ کے

بیٹے بکورت کے بیٹے ضرور کے بیٹے ابی ایل کا بیٹا تھا“ فہم :-

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی آیل، قیس کا دادا تھا۔ نیز یہاں تینوں روایتوں میں شدید اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۴۹

کتاب سلاطین ثانی باب ۲۴ کی آیت ۱۳ یوں ہے :-

”اور وہ خداوند کے سب خزانوں اور شاہی محل کے سب خزانوں کو وہاں سے لے گیا اور سونے کے سب برتنوں کو جن کو شاہ امراہیل سلیمان نے خداوند کی ہیکل میں بنایا تھا اس نے کاٹ کر خداوند کے کلام کے مطابق ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔“

اور اسی کتاب کے باب ۲۵ کی آیت ۱۵ میں یوں بیان کیا ہے :-

”اور انگلیٹھیاں اور کٹورے غرض جو کچھ سونے کا تھا اس کے سونے کو اور جو کچھ چاندی کا تھا اس کی چاندی کو جلوداروں کا سوار لے گیا۔“

اور یہی عبارت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

”و بخوردان ہا و نگرہا آنچہ از طلا بود طلائش را و آنچہ کہ از نقرہ بود نقرہ اش را سردار لشکر خاص برداشت۔“

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بخت نصر کے سب برتنوں کو ہیکل سے لے گیا تھا تو پھر اس کا سپہ سالار سونے چاندی کے برتن کہاں سے لے کر گیا۔

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور خداوند کے گھر کا سارا خزانہ اور وہ خزانہ جو شاہ کے قصر میں تھا اور ان سارے طلائی برتنوں کو جو شاہ امراہیل سلیمان نے خداوند کے گھر کے لئے بنائے تھے لے گیا۔“ فہم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”اور انگلیٹھیاں اور پیالے اور سب کچھ جو سونے روپے کا تھا سو امیر الامراء لے گیا۔“ ۱۲۔ فہم

فساد نمبر ۵

یرتعل کے بیٹے جو قتل ہوئے | کتاب القضاۃ باب کی آیت ۵ یوں ہے :-

”اور وہ عفرہ میں اپنے باپ کے گھر گیا اور اس نے اپنے بھائیوں یرتعل بیٹوں کو جو ستر آدمی تھے ایک ہی پتھر پر قتل کیا پر یرتعل کا چھوٹا بیٹا یوتا م بچا رہا کیونکہ وہ چھپ گیا تھا۔“

اور اسی باب کی آیت ۱۸ میں ہے :-

”اور تم نے آج میرے باپ کے گھرانے سے بغاوت کی اور اس کے ستر بیٹے ایک ہی پتھر پر قتل کئے اور اس کی لونڈی کے بیٹے ابی ملک کو سکیم کے لوگوں کا بادشاہ بنایا اس لئے کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔“

اور اسی باب کی آیت ۵۶ میں ہے :-

”یوں خدا نے ابی ملک کی اُس شہادت کا بدلہ جو اس نے اپنے ستر بھائیوں کو مار کر اپنے باپ سے کی تھی اس کو دیا۔“

۱۔ قدیم ترجموں میں یہ آیت یوں نقل ہوئی ہے ”اور وہ عفرہ میں اپنے باپ کے گھر گیا اور اس نے یروب بعل کے ستر بیٹوں کو جو اس کے بھائی تھے ایک پتھر پر قتل کیا اور یروب بعل کا چھوٹا بیٹا یوتا م بچ رہا، اس لئے کہ وہ چھپ گیا۔“ (فہیم)

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور تم نے آج میرے باپ کے گھرانے پر خرمج کیا اور اس کے ستر بیٹے ایک پتھر پر قتل کئے اور اس کے بیٹے ابی ملک کو جو لونڈی بچہ ہے سارے سکیم کا بادشاہ کیا اتنے لئے کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔“ (فہیم)

۳۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور خدا نے اس طرح سے ابی ملک کو اس کی شہادت کو جو اس نے اپنے ستر بھائیوں کو مار کے اپنے باپ سے کی تھی اس پر پھیرا۔“ (فہیم) :-

اب دیکھئے کہ آیت ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستریں سے یوتام بچ رہا تھا لیکن آخری دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ستر کے ستر ہی مارے گئے تھے۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ یرتعل کے اپنی بیوی سے کل ستر ہی بیٹے تھے اور ایک بیٹا اس کی لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام ابی ملک تھا اور وہی ان کا قاتل تھا، جیسا کہ کتاب قصۃ ہی کے باب کی آیت ۳۰، ۳۱ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۵

کتاب سلاطین ثانی باب کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-
 ”اور وہ خداوند اسرائیل کے خدا پر توکل کرتا تھا ایسا کہ اس کے بعد یہوداہ کے سب بادشاہوں میں اس کی مانند ایک نہ ہوا اور نہ اس سے پہلے کوئی ہوا تھا۔“
 اور کتاب سلاطین ثانی ہی کے باب ۲۳ کی آیت ۲۵ میں یوں ہے :-
 ”اور اس سے (یعنی یوسیاہ سے) پہلے کوئی بادشاہ اس کی مانند نہیں ہوا تھا جو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور سے موسیٰ کی ساری شریعت کے مطابق خداوند کی طرف رجوع لایا ہو اور نہ اس کے بعد کوئی اسکی مانند برپا ہوا۔“
 یہاں بھی دونوں آیتوں میں شدید اختلاف ہے۔

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء میں یہ آیت اس طرح نقل ہوئی ہے: ”اور اس نے (یعنی یوسیاہ نے) خداوند اسرائیل کے خدا پر توکل کیا ایسا کہ بعد اس کے یہوداہ کے سب بادشاہوں میں ویسا ایک نہ ہوا نہ اس سے آگے کوئی ہوا تھا۔“ ۱۲۔ فیہم

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”سو اسکی (یعنی یوسیاہ کی) مانند اگلے زمانے میں کوئی ایسا بادشاہ ہوا جو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور سے موسیٰ کی ساری شریعت کے مطابق خداوند کی طرف پھرا اور نہ بعد اس کے کوئی اس کے مانند ہوا۔“ فیہم

فساد نمبر ۵۲

یوتام کی سلطنت کی مدت | کتاب سلاطین ثانی باب ۵ کی آیت ۳۰ یوں ہے :-

”وہ اور ہوتام بن ایلمہ نے فقح بن رملیہ کے خلاف سازش کی اور اسے مارا اور قتل کیا اور اسکی جگہ عزریاہ کے بیٹے یوتام کے بیسویں برس بادشاہ ہو گیا۔“

اور اسی باب کی آیت ۳۳ یوں ہے :-

”اور جب وہ (یعنی یوتام ۱۲) سلطنت کرنے لگا تو پچیس برس کا تھا اس نے

سولہ برس یروشلم میں سلطنت کی۔“ الخ

اور آیت ۳۰ کا یہ جملہ کہ ”اور اس کی جگہ عزریاہ کے بیٹے“ الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

”در سال بستم یوتام پسر عزریاہ در جانش ملک شد“

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲ کی آیت امیں اس طرح ہے :-

”یوتام پچیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے سولہ برس یروشلم میں سلطنت کی۔“

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کی تصریح موجود ہے کہ یوتام نے کل

۱۶ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”اوسوقت ہوتام بن ایلمہ نے فقح بن رملیہ کے خلاف منصوبہ کیا اور اسے مارا اور قتل کیا اور عزریاہ کے بیٹے یوتام کی بادشاہت کے بیسویں برس اسکی جگہ بادشاہ ہوا“ فہیم ۱۶ قدیم ترجموں کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”اور جب وہ (یعنی یوتام) تخت پر بیٹھا تو پچیس برس کا تھا اس نے سولہ برس یروشلم میں سلطنت کی۔“ ۱۲- فہیم

۱۶ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”یوتام پچیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور سولہ برس تک یروشلم میں مستط رہا۔“ ۱۳- فہیم

سولہ برس حکومت کی تو پھر اس کی سلطنت کا بیسواں سال کہاں سے آگیا۔

فساد نمبر ۵

یہوآخز کا بیٹا کب تخت نشین ہوا؟ | کتاب سلاطین ثانی باب ۱۳ آیت ۱
یوں ہے :-

”اور شاہ یوداہ اخزیاہ کے بیٹے یوآس کے تیسویں برس سے یا ہو کا بیٹا یہوآخز سامریہ میں اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا اور اُس نے سترہ برس سلطنت کی“

اور آیت ۱۰، ۹ میں ہے :-

”اور یہوآخز اپنے باپ دادا کے ساتھ سو گیا اور انہوں نے اسے سامریہ میں دفن کیا اور اسکا بیٹا یوآس اس کی جگہ بادشاہ ہوا اور شاہ یودہ یوآس کے سینتیسویں برس یہوآخز کا بیٹا یہوآس سامریہ میں اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا اور اس نے سولہ برس سلطنت کی“

مذکورہ بالا روایات سے جب اس بات کی تصریح ہو رہی ہے کہ یہوآخز اخزیاہ کی سلطنت کے تیسویں برس سلطنت پر فائز ہوا اور اس نے سترہ سال تک حکومت کی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا بیٹا اس کی حکومت کے سینتیسویں سال تخت نشین ہو گیا بلکہ اس حسب سے تو اتالیسویں یا چالیسویں سال میں اس کا تخت نشین ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور شاہ یوداہ اخزیاہ کے بیٹے یوآس کی سلطنت کے تیسویں برس یا ہو کا بیٹا یا ہو اخذ سمرون کے بیچ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا اور اس نے سترہ برس سلطنت کی“ ۱۲۔ فہم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں ان آیات کے الفاظ یہ ہیں ”اور یہوآخز نے اپنے باپ دادا کے درمیان آرام کیا اور انہوں نے اسے سمرون میں گاڑا تب اسکا بیٹا یہوآس اس کی جگہ بادشاہ ہوا اور بادشاہ یوداہ یوآس کی سلطنت کے سینتیسویں برس یا ہو اخذ کا بیٹا یہوآس سمرون میں اسرائیلیوں کا بادشاہ ہوا“

فساد نمبر ۵۴

مقتول بنی بنیامین کی تعداد | کتاب القضاۃ باب ۲۰ آیت ۳۵ میں ہے کہ :-

”اور بنی اسرائیل نے اس دن پچیس ہزار ایک سو بنیمنیوں کو قتل کیا“

اور آیت ۴۶ میں ہے :-

”سو سب بنی بنیمن جو اس دن کھیت آئے پچیس ہزار شمشیر زن مرد تھے“

دیکھئے ان دو آیتوں میں کتنا سنگین اختلاف ہے -

فساد نمبر ۵۵

کتاب یسوع باب ۱۰ آیت ۵ یوں ہے کہ :-

”وہ اس لئے امور یوں کے پانچ بادشاہ یعنی یروشلم کا بادشاہ اور جبرون کا بادشاہ

اور یرموت کا بادشاہ اور لکیس کا بادشاہ اور عجلون کا بادشاہ اکٹھے ہو گئے

اور انہوں نے اپنی سب فوجوں کے ساتھ چڑھائی کی اور جبعون کے مقابل

ڈیرے ڈال کر اس سے جنگ شروع کی“

اور آیت ۲۳ میں ہے :-

”انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ اُن پانچ بادشاہوں کو یعنی شاہ یروشلم اور شاہ جبرون اور

شاہ یرموت اور شاہ لکیس اور شاہ عجلون کو غار سے نکال کر اس کے پاس لائے“

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”سو سب بنی بنیمن جو اوس دن گر گئے پچیس ہزار شمشیر زن تھے“ فہیم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”تب امور یوں کے پانچ بادشاہوں یعنی یروشلم کے بادشاہ اور

جبرون کے بادشاہ اور یرموت کے بادشاہ اور لکیس کے بادشاہ اور عجلون کے بادشاہ نے ایک کیا اور اپنے لشکروں کو لیکے

جبعون پر چڑھ گئے اور خیمے نصب کئے اور اوس سے جنگ شروع کی“ ۱۲۔ فہیم ۳۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں

ہے ”وہ اوسوں نے ایسے ہی کیا اور اُن پانچ بادشاہوں کو یعنی شاہ یروشلم اور شاہ یرموت اور شاہ جبرون اور شاہ لکیس اور

شاہ عجلون کو غار سے اوس پاس نکال لائے“ فہیم ۴۔

اور آیت ۴۲ میں ہے :-

”اور یسوع نے ان سب بادشاہوں پر اور ان کے ملک پر ایک ہی وقت میں تسلط حاصل کیا اس لئے کہ خداوند اسرائیل کا خدا اسرائیل کی خاطر لڑا“

اور کتاب لیشوع ہی کے باب ۵ کی آیت ۶۳ میں اس طرح ہے :-

”اور یہودیوں کو جو یروشلم کے باشندے تھے بنی یہوداہ نکال نہ سکے، سو یہودی بنی یہوداہ

کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بسے ہوئے ہیں“

دیکھئے پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل نے شاہ یروشلم اور اس کی مملکت پر قبضہ کر لیا لیکن دوسری روایت اس کے برعکس بتا رہی ہے ۔

فساد نمبر ۵۶

اتحاد یاد شمنی ؟ | کتاب سلاطین ثانی باب ۱۶ آیت ۱۰ یوں ہے :-

”اور آخر بادشاہ شاہ اسور تگلٹ پلاسر کی ملاقات کے لئے دمشق کو گیا اور اس

مذبح کو دیکھا جو دمشق میں تھا اور آخر بادشاہ نے اس مذبح کا نقشہ اور اسکی ساری

صنعت کا نمونہ اور یاہ کاہن کے پاس بھیجا“

۱۱۔ قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور یسوع نے ان سب بادشاہوں پر اور انکی زمین پر ایک دفعہ

فتح پائی“ فہم ۱۲۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”یہودی جو تھے یروشلم میں رہتے تھے سو

ان کو بنی یہوداہ خارج نہ کر سکے، چنانچہ یہودی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بسے ہیں“ فہم ۱۳۔

۱۴۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”تب آخذ بادشاہ شاہ اسور دجلت

پلاسر کی ملاقات کے لئے دمشق کو چلا اور اس نے ایک مذبح کو دیکھا جو دمشق میں

تھا اور آخذ بادشاہ نے اور اس مذبح کا ٹھیک ٹھیک نقشہ کھچوا کے اور یاہ کاہن

کے بھیجا“

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲۸ آیت ۲۰ میں یوں ہے :-
 ”اور شاہ اسور تکلت پلنا سر نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو تنگ کیا اور
 اس کو امن نہ دیا“

دیکھئے پہلی آیت سے دونوں بادشاہوں میں اتحاد اور آخر کا دشمنی کو ملاقات کے لئے
 جانا معلوم ہوتا ہے اور دوسری ان میں باہم دشمنی اور شاہ اسور کی چڑھائی بتا رہی ہے۔
فساد نمبر ۵

کتاب سموئیل ثانی باب ۲۴ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
خدا یا شیطان یوں ہے :-

”اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا اور اس نے داؤد کے دل کو ان
 کے خلاف یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہوداہ کو گنہگار
 اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء اس طرح ہے :-

”ثم اشتد غضب الرب على اسرائيل والقي في قلب داؤد --- الخ“
 اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

”و خداوند بار دیگر بر اسرائیلیاں غضبناک شدہ داؤد را برایشاں انگیزانید
 تا آنکہ بگوید برود اسرائیل و یہود را بشمار“

اور کتاب تواریخ اول باب ۲۱ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں بیان کیا ہے :-

”موجودہ اردو ترجمہ میں ”اس پر چڑھائی کی الخ“ جملہ اس طرح ہے کہ ”اس کے پاس آیا پر
 اس نے اس کو تنگ کیا اور اس کو ملک نہ دی“ جبکہ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے :-
 ”اور شاہ اسور دجلت پلا سر اس پر چڑھا آیا اور اس کو تنگ کیا اور اسے امن نہ دیا“ ۱۲ فہیم
 اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں ”بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر
 پھر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا جو بنی اسرائیل اور بنی یہود اکو گئے“ فہیم

”اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کا شمار کر لے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

”و شیطان بخلاف اسرائیل ایسا د و داؤد را و سوسہ نمود تا آنکہ اسرائیل را بشمار“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں اس طرح ہے :-

”و شیطان بمخالفت نے اسرائیل برخاست و داؤد را و سوسہ کر دالخ“

یہاں پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں یہ خیال ڈالنے والا خداوند اور رب تھا اور دوسری روایت بتاتی ہے کہ یہ خیال ڈالنے والا شیطان تھا۔ ملاحظہ کیجئے کہ کہاں خداوند رحیم اور کہاں شیطان مردود، کچھ بھی نسبت تو نہیں۔ غالباً پہلی روایت میں بھی خداوند اور رب سے مراد شیطان ہے، اس لئے کہ دوسرے مقام پر بھی ہم ایسا ہی اطلاق اور بھی دیکھتے ہیں، مثلاً گرنیقیوں کے نام دوسرے خط کے باب ہم کی آیت ہم یوں ہے :-

”یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا

ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی روشنی ان پر نہ پڑے“

اور یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۷ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء میں ہے :-

”خداے این جہاں فہم ہائے بے ایمان ایشاں را کور کردہ است“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء میں ہے :-

”الذین فیہم الہ العالم و ہذا قد اعی قلوب الکافرین“

۱۵ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور شیطان اسرائیل کے مقابلے میں اوٹھا

اور داؤد کے دل میں ڈالا کہ اسرائیل کی اسم نویسی کرے“ فہیم

۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ عبارت یوں ہے ”اس جہان کے خدا نے انکی عقلوں

کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے“ ۱۲۔ فہیم

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے :-

”طمس اللہ العالم علیٰ اُفئدہم بعینہ

اور مسیحی حضرات اس جہان کے خدا“ یا ”خدائے اس جہاں“ یا ”اللہ العالم“ کے الفاظ بول کر شیطان مراد لیتے ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں کہ ان کے نزدیک ”خدا اور خداوند“ اور انہی کی طرح دوسرے الفاظ کا اطلاق شیطان پر کرنا صحیح ہے تو عہد عتیق اور عہد جدید کی کتب کے قاری کے لئے ان اکثر مقامات میں جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ شیطان اور اللہ میں امتیاز کرنا انتہائی مشکل ہے اور اشتباہ و التباس پیدا ہوگا اور چونکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق خدا خالق شر نہیں بلکہ شر کا خالق شیطان ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قائم کرنا پڑے گا کہ جہاں بُرائی اور شر کی نسبت خدا یا ایسے الفاظ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد شیطان ہی ہوگا اور جہاں یہ نسبت نہ ہو وہاں خدا تعالیٰ مراد لیا جائے گا۔ ورنہ تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ جہاں یہ لوگ خدا تعالیٰ ہی مراد لینا چاہتے ہیں وہاں بھی شیطان مراد لے لیا جائے۔ مثلاً کتاب یسعیاہ باب ۴۵ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں، میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی آیت یوں ہے :-

”سازندہ نور و آفرینندہ تاریکی منم صلح دہندہ و ظاہر کنندہ شر منکم خداوند میں ہمہ اشیاء بوجود می آرم“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں :-

۱۸۲۵ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ ”میں یہوواہ ہوں میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں اور سلامتی بناتا ہوں اور شر پیدا کرتا ہوں“ ایک آیت اور ایک زبان کے دو مختلف ترجموں میں عبارت کی ترتیب کا فرق ملاحظہ ہو۔ ۱۲ نجیب

بِالْمَصُومِ النُّومِ وَالْخَالِقِ الظُّلُمَةِ الصَّالِحِ السَّلَامِ وَالْخَالِقِ الْمَشْرِائِ

الرَّابِّ الصَّالِحِ هَذَا جَمِيعُهَا

فساد نمبر ۵۸

بخت نصر کے پانچھوں صور کی تباہی کی غلط پیشین گوئی | کتاب حزقی ایل باب ۲۶ کی
آیت ۱۹۵۹ء مطبوعہ ۱۹۵۹ء

یوں ہے :-

”اور گیارہ ہویں برس میں مہینہ کے پہلے دن خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوا“

اور پھر آیت ۳ میں ہے :-

”اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے صور میں تیرا مخالف ہوں اور بہت سی

قوموں کو تجھ پر چڑھاؤں گا جس طرح سمندر اپنی موجوں کو چڑھاتا ہے“

اور پھر آیت ۷، ۸، ۹ میں یوں ہے :-

”کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شاہ بابل بنو کہ رفر کو جو شاہنشاہ

ہے گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں اور فوجوں اور بہت سے لوگوں کے انہوہ

کے ساتھ شمال سے صور پر چڑھاؤں گا، وہ تیری بیٹیوں کو میدان میں تلوار

سے قتل کرے گا اور تیرے ارد گرد مود چہ بندی کرے گا اور تیرے مقابل

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور گیارہ ہویں برس کے پہلے دن یوں

ہوا کہ خداوند کا کلام مجھے آیا اور بولا“ ۱۲- فہیم

۱۸۴۳ء TYRE ازمنہ قدیم کا ایک ساحلی شہر جو سوڈیا کی حدود میں واقع تھا اور سمندر کے

کنارے ہونے کے سبب دفاعی اعتبار سے انتہائی مضبوط تھا، آج کل یہ علاقہ لبنان کے حدود میں واقع ہے ۱۲ اتقی

۱۸۴۳ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہ جملہ یوں ہے ”اور وہ خشکی پر تیرے دیہات کو تلوار سے قتل

کرے گا۔ دیہات اور بیٹیوں کے لفظوں کا اختلاف ملاحظہ ہو۔ ۱۲ بنجیب

ددمہ باندھے گا اور تیری مخالفت میں ڈھال اٹھائے گا۔ وہ اپنی منجلیق کو
تیری شہرِ پناہ پر چلائے گا اور اپنے تبروں سے تیرے برجوں کو ڈھادے گا۔“

اور آیت ۱۲ میں ہے :-

”اور وہ تیری دولت لوٹ لیں گے اور تیرے مالِ تجارت کو غارت کریں گے
اور تیری شہرِ پناہ توڑ ڈالیں گے اور تیرے رنگ محلوں کو ڈھادیں گے اور تیرے
پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر میں ڈال دیں گے۔“

اور آیت ۱۴ میں ہے :-

”اور میں تجھے صاف چٹان بنا دوں گا تو جال پھیلانے کی جگہ ہوگا اور پھر تعمیر نہ کیا
جائے گا کیونکہ میں خداوند نے یہ فرمایا ہے خداوند خدا فرماتا ہے“

اور آیت ۱۹ میں ہے :-

”کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ جب میں تجھے اُن شہروں کی مانند جو پیراغ
ہیں ویران کر دوں گا جب میں تجھے یہ سمندر بہادوں گا“ الخ

اور آیت ۲۱ میں ہے :-

”میں تجھے جائے عبرت کرونگا اور تو نابود ہوگا۔ ہر چند تیری تلاش کی جائے

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور وہ تیرے مال لوٹ لیں گے اور
تیری سوداگری کو غارت کریں گے اور وہ تیری دیواریں توڑ ڈالیں گے اور تیرے خوشنما مکانوں کو ڈھا
دینگے اور تیرے پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر کے درمیان ڈال دینگے“ ۱۲۔ فہیم

۲۔ ۱۸۴۳ء کے طبع شدہ اردو ترجمے میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور میں تجھے ننگی چٹان کرونگا تو جال
پھیلانے کی جگہ ہوگی تو پھر بنی نہ جائیگی کیونکہ میں خداوند بولایوں خداوند خدا فرماتا ہے“ فہیم

۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے جب
میں تجھے ویران شہر بناؤں گا اور شہروں کی مانند جو آباد نہیں۔۔۔ الخ فہیم

تو کہیں ابد تک نہ ملے گا خداوند خدا فرماتا ہے: ”
 ملاحظہ کیجئے کہ ان آیات میں خدا کی طرف سے کتنی صریح اور تاکید کے ساتھ یہ پیشین گوئی
 کی گئی ہے کہ بخت نصر صور شہر کی دیواروں اور برجوں کو توڑ پھوڑ کر شہر کو اس طرح ویران
 اور نیست و نابود کر دے گا کہ ابد الابد تک دوبارہ آباد نہ ہو سکے گا اور اس کی تمام
 دولت لوٹ کر لے جائے گا۔“

حالانکہ یہ پیشین گوئی قطعی جھوٹی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ بخت نصر نے تیرہ سال
 تک صور کا سخت محاصرہ جاری رکھا اور اسے فتح کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر
 وہ کامیاب نہ ہو سکا اور نہ وہاں کی دولت اس کے ہاتھ آئی اور ناکام واپس لوٹ گیا
 اور چونکہ یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی تھی اس لئے نعوذ باللہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام
 کو سولہ سال بعد عذر کی ضرورت پیش آئی اور اپنی کتاب کے باب ۲۹ کی آیت ۱۷، ۱۸
 ۲۰، ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں فرمایا :-

”تائبیسویں برس کے پہلے مہینہ کی پہلی تاریخ کو خداوند کا کلام پر مجھ پر
 نازل ہوا۔ کے اے آدم زاد، شاہ بابل بنو کدور نے اپنی فوج سے صور
 کی مخالفت میں بڑی خدمت کروائی ہے، ہر ایک سر بے بال ہو گیا اور
 ہر ایک کا کندھا چھل گیا پر نہ اس نے اور نہ اس کے لشکر نے صور سے اس
 خدمت کے واسطے جو اس نے اس کی مخالفت میں کی تھی کچھ اجرت پائی۔
 اس لئے خداوند خدایوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں ملک مصر شاہ بابل بنو کدور
 کے ہاتھ میں کر دوں گا وہ اس کے لوگوں کو پکڑ لے جائیگا اور اس کو لوٹ
 لے گا اور اس کی غنیمت کو لے لیگا اور یہ اس کے لشکر کی جرات ہوگی۔ میں

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”میں تجھے عبرت بناؤں گا اور تو نابود ہوگی
 صے تجھے ڈھونڈیں گے پر ابد تک نہ پاویں گے“ فیہم

نے ملک تمہارا محنت کے صلہ میں جو اس نے کی اُسے دیا کیونکہ انہوں نے میرے لئے مشقت کھینچی تھی، خداوند خدا فرماتا ہے۔“

اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ چونکہ نجات نصراور اس کے لشکر نے صورت کو فتح کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ یہاں تک کہ ”ہر سرگنجا ہو گیا“ اور ”ہر ایک کندھا چھل گیا“ لیکن ان کو اس خدمت کا عوض جسے خدا اپنی خدمت فرماتا ہے کچھ بھی نہ مل سکا۔ اس پر (العیاذ باللہ) خدا کو مجبوراً اس کے عوض کے طور پر مقرر دینا پڑا۔ تاکہ وہاں کی زمین اور مالی غنیمت صورت کی زمین اور مالی غنیمت کے بدلے میں ان کا حق الخدمت ہو جائے۔

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں ”سائیسویں برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ خداوند کا کلام مجھے آیا اور بولا اے آدم زاد! شاہ بابل بنو خود نذر نے اپنے لشکر کو صورت کی مخالفت میں سخت خدمت کروائی ہے ہر سرگنجا ہوا اور ہر شانہ چھل گیا پر نہ اوس نے اور نہ اوس کے لشکر نے صورت کیلئے اس خدمت کیلئے جو اوس نے اونکی مخالفت میں کی تھی کچھ اجر پایا، اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں مہر کی زمین کو شاہ بابل بنو خود نذر کے ہاتھ میں کمر دوں گا وہ اوس کے گروہ کو پکڑ لے گا اور اوسکی لوٹ کو لوٹ لیگا اور اوسکی غنیمت کو غنیمت جانیگا اور وہ اوسکے لشکر کی اجرت ہوگی میں نے اوسے زمین مصر کی دے ڈالی۔ اوس خدمت کے لئے جسے اوسنے اوسکی مخالفت میں خدمت کیا کیونکہ اوسوں نے میرے لئے خدمت کی تھی خداوند خدا کہتا ہے“ ۱۲۔ فہیم

۱۸ یہ وعدہ بھی سابقہ وعدوں کی طرح غالباً شرمندہ ایفانہ ہو سکا کیونکہ بنو کد نصر کے حالات زندگی میں ۱۵۰۰ ق م کے حملہ مصر کا ذکر تو ملتا ہے مگر صورت کے محاصرے کے بعد تاریخیں اس کے حملہ پر دشلم کا ذکر کر کے خاموش ہو جاتی ہیں مصر پر کسی حملے کا ذکر نہیں کرتیں۔ ۱۲ اتقی

فساد نمبر ۵۹

یہودیوں کی جلا وطنی | کتاب یرمیاہ باب ۲۵ آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ
۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”وہ کلام جو شاہ یہودا یہو قیم بن یوسیاہ کے چوتھے برس میں جو شاہ بابل
بنوکدرصر کا پہلا برس تھا یہوداہ کے سب لوگوں کی بابت یرمیاہ پر نازل ہوا،“
اور پھر آیت ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

”اور یہ ساری سرزمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی اور یہ
قومیں ستر برس تک شاہ بابل کی غلامی کریں گی۔ خداوند فرماتا ہے جب
ستر برس پورے ہوں گے تو میں شاہ بابل کو اور اس قوم کو اور کسیدیوں
کے ملک کو انکی بدکرداری کے سبب سے سزا دوں گا اور میں اسے ایسا اجاڑوں گا
کہ ہمیشہ تک ویران رہے۔“

اور اسی کتاب کے باب ۲۹ آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ میں ہے کہ :-

”اب یہ اس خط کی باتیں ہیں جو یرمیاہ نبی نے یروشلم سے باقی بزرگوں
کو جو اسیر ہو گئے تھے اور کاہنوں اور نبیوں اور اُن سب لوگوں کو جن
کو بنوکدنصر یروشلم سے اسیر کر کے بابل لے گیا تھا۔ (اس کے

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”وہ کلام جو یہوداہ کے سارے لوگوں کی بابت یرمیاہ
پاس آیا یہودہ کے بادشاہ یہودکے بادشاہ یہو قیم بن یوسیاہ کے چوتھے برس میں جو بابل کے بادشاہ نبوخذنر
کا پہلا برس تھا“ فہیم ۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہیں ”اور یہ ساری زمین ویرانہ
اور حیرانی کے لئے ہوگی اور یہ قومیں ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی بندگی کریں گی اور ایسا ہوگا خداوند کہتا ہے
کہ جب ستر برس پورے ہونگے میں بابل کے بادشاہ اور اسکی قوم سے اونکی برائی کا انتقام لوں گا اور کسر یونکی
سرزمین سے اور میں اسے ہمیشہ کا ویرانہ ٹھہراؤں گا“ ۱۲ فہیم :-

بعد کہ یکنیاہ بادشاہ اور اس کی والدہ اور خواہ سرا اور یہودہ اور یروشلیم کے امراء اور کارگزار اور
 لہار یروشلیم سے چلے گئے تھے) العاسہ بن سافن اور جبریاہ بن خلقیاہ کے ہاتھ (جن کو شاہ
 یہوداہ صدقیاہ نے بابل میں شاہ بابل بنوکدنصر کے پاس بھیجا) ارسال کیا اور اُس نے کہا۔
 رَبُّ الْافْوَاجِ اِسْرَائِیل کا خدا اُن سب اسیروں سے جن کو میں نے یروشلیم سے اسیر کر دیا کہ بابل بھیجا
 ہے یوں فرماتا ہے تم گھر بناؤ اور ان میں بسو اور باغ لگاؤ اور ان کا پھل کھاؤ۔

اور آیت ۱۰ میں ہے :-

”کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گزر چکیں گے تو میں تم کو یاد
 فرماؤں گا اور تم کو اس مکان میں واپس لانے سے اپنے نیک قول کو پورا کروں گا۔“
 ان دونوں ابواب کی عبادتوں سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں :-

۱۔ بخت نصر، یہویاقیم کی تخت نشینی کے چوتھے سال میں تخت شاہی پر بیٹھا اور

۱۷ یہ یکنیاہ بن یہویقیم ہے جو بخت نصر کے حملے کے وقت یہوداہ کا حکمران تھا (دیکھئے یرمیاہ ۱:۲۲) ۱۲۔ تقی
 ۱۷ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں ان آیات کی عبارت اس طرح ہے ”اور یہ اوس خط کی باتیں ہیں جسے
 یرمیاہ نبی نے یروشالم سے بچے ہوؤں کو جو اسیری میں گئے تھے اور کاہنوں کو اور غنیوں کو اور اداون
 سارے لوگوں کو جنہیں بنوخذنذر یروشالم سے بابل میں اسیر لگیا تھا اسکے بعد کہ یکنیاہ بادشاہ اور ملکہ
 اور خوجی اور یہوداہ اور یروشالم کے سردار اور بڑھی اور لوہار یروشالم سے روانہ ہوئے۔“
 صافن اور جبریاہ بن خلقیاہ کے ہاتھ یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ رب الافواج اسرائیل کا خدا اداون
 سب اسیروں کو یوں فرماتا ہے کہ جنہیں میں نے یروشالم سے بابل کو اسیری میں روانہ کیا گھروں کو
 بناؤ اور بسو اور باغوں کو لگاؤ اور ان کا پھل کھاؤ۔“ فہیم

۱۷ یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق اس طرح ہے ”کیونکہ خداوند یوں کہتا ہے کہ بابل میں
 ستر برس پورے ہونے کے بعد میں تم سے مطالبہ کروں گا اور تم کو اوس مقام میں پھر لانے سے میں
 اپنی اچھی بات کو قائم کروں گا۔“ ۱۲۔ فہیم

یسی صحیح بھی ہے اور یوسفیس یہودی مؤرخ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص ہمارے بیان کے خلاف دعویٰ کرے تو وہ یقیناً غلط اور یرمیاہ علیہ السلام کے کلام کے خلاف ہوگا۔

۲۔ اسی سال یرمیاہ علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ آئندہ چل کر یہودی قوم شاہ بابل کے ہاتھوں اسیر ہو کر ستر سال تک بابل میں غلامی کی زندگی گزارے گی۔

۳۔ یرمیاہ علیہ السلام نے یہودیوں کے پاس یہو یاکین اور دوسرے یہودی گرفتار ہو کر بابل کی جانب روانہ ہوئے تو مذکورہ بالا وحی کے مطابق خط لکھ کر بھیجا کہ تم ستر سال تک بابل ہی میں رہو گے اور یہ ستر سال کی مدت پوری ہونے کے بعد تمہاری رہائی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔

۴۔ مذکورہ بالا روایت سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ یرمیاہ کے خط لکھنے کے سال سے (اور یہو یاکین کی اسیری بھی اسی سال میں وقوع پذیر ہوئی) ضروری ہے کہ قیدی ستر سال تک بابل میں رہیں اور یہ قطعی غلط ہے۔ کیونکہ مؤرخین کی تصریحات کے مطابق یہو یاکین کی اسیری ۵۹۹ء ق م اور یہود کی رہائی شہنشاہ ایران خورس (یا خسرو) کے حکم سے ۵۳۶ء ق م میں ہوئی۔ اس حساب سے ان قیدیوں کی بابل میں قیام کی مدت ۶۳ سال ہوتی ہے نہ کہ ستر سال۔

کتاب یرمیاہ باب ۲۹ کے مذکورہ بالا مضمون سے قطع نظر کر کے اگر باب ۵۲ کو دیکھا جائے تو اس سے بخت نصر کے ہاتھوں یہودیوں کی تین مرتبہ گرفتاری کا ثبوت ملتا ہے تفصیل یوں ہے :-

- پہلی اسیری :- بخت نصر کی تخت نشینی کے ساتویں سال۔
- دوسری اسیری :- بخت نصر کی تخت نشینی کے اٹھارویں سال۔
- تیسری اسیری :- بخت نصر کی تخت نشینی کے تیسویں سال۔

مؤرخین کی تصریح کے مطابق پہلی اسیری ۵۹۹ ق م میں، دوسری اسیری ۵۹۰ ق م میں اور تیسری اسیری ۵۸۳ ق م میں ہوئی۔ اس صورت میں دوسری اسیری میں قیام بابل کی مدت ۵ سال اور تیسری اسیری کے وقت سے سینتالیس سال بنتے ہیں جس سے یرمیاہ کی پیشین گوئی اور مؤرخین کی تصریح شدہ مدت قیام بابل میں مذہب دوست اختلاف رونما ہوتا ہے۔

کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ کی آیت ۲۸، ۲۹، ۳۰ میں ان تینوں گرفتاریوں کے بارے یوں بیان کیا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کی عبارت یہ ہے :-

”یہ وہ لوگ ہیں جنکو بنوکد رضر اسیر کر کے لے گیا۔ ساتویں برس میں تین ہزار تیس یہودی بنوکد رضر کے اٹھارویں برس میں وہ یروشلم کے باشندوں میں سے آٹھ سو تیس آدمی اسیر کر کے لے گیا۔ بنوکد رضر کے تیسویں برس میں جلوداروں کا سردار نبو زرادان سات سو پتالیس آدمی یہودیوں میں سے پکڑ کر لے گیا۔ یہ سب آدمی چار ہزار چھ سو تھے“

باب ۲۵ کتاب یرمیاہ کی عبارت کا باب ۲۹ سے موازنہ کریں یا باب ۲۹ کی عبارت سے بہر صورت یرمیاہ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جھوٹی قرار پاتی ہے۔ باب ۵۲ کی مذکورہ بالا عبارت سے ایک غلطی اور بھی ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تینوں مرتبہ کی جلاوطنی میں قیدیوں کی کل تعداد چار ہزار چھ سو بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ کتاب سلاطین باب ۲۲ آیت ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار شراف اور بہاد لوگ تو صرف ایک ہی جلاوطنی میں شامل تھے اور صنائع کار دیگر اُن کے

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں ان آیات کی عبارت یوں ہے ”یے دے لوگ ہیں جنہیں نبوخذ نذر اسیر لگیا ساتویں برس میں تین ہزار تیس یہودی بنوخذ نذر کے اٹھارویں برس میں آٹھ سو تیس آدمی وہ اسیر لگیا بنوخذ نذر کے تیسویں برس میں جلوداروں کا سردار نبو سرادان سات سو پتالیس آدمی یہودیوں میں سے اسیر لگیا سب آدمی چار ہزار چھ سو تھے“ ۱۲۔ فہیم

فساد نمبر ۶۰

افرائیم پر شاہ آسور کا حملہ | کتاب یسعیاہ باب ۷ آیت ۸ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یوں ہے :-

”بعد و پنج سال افرائیم شکستہ خواہد شد بحدیکہ قومش نابود گردد۔“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء میں یوں ہے :-

”وبعد خمسة وستين سنة وتفتي اسرائيل بكون شعباً“

یعنی ۲۶ سال بعد افرائیم بحیثیت قوم مٹ جائے گا۔

بائبل کے ان تراجم کو صحیح قرار دینے سے یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ افرائیم پر شاہ آسور کا تسلط اور بنی اسرائیل کا گرفتار ہو کر آشور جانا حزقیاہ کی تخت نشینی کے ساتویں سال میں ہوا ہے جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی کے باب ۱۸، ۱۷ میں موجود ہے۔ اس طرح آخر شاہ یہوداہ جس کے دور میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے یہ پیشین گوئی کی ہے اس کی تخت نشینی کے پہلے سال سے حزقیاہ کی تخت نشینی کے چھٹے سال تک حساب لگائیں تو بھی کل مدت ۲۱ سال ہوتی ہے اور اگر آخر کی تخت نشینی کے بعد کسی دوسرے سال میں یہ پیشین گوئی کی ہو تو پھر ۲۱ سال بھی نہیں بنتے چنانچہ وٹ رنگا عیسائیوں کا ایک مستند عالم کہتا ہے :-

”لہ اور وہ سارے یروشلم کو اور سب سرداروں اور سب سوراؤں کو جو دس ہزار آدمی تھے اور سب دستکاروں اور لہاروں کو اسیر کر کے لے گیا۔“ (سلاطین ۲۴: ۱۴)

یہ یعنی سوريا Syria ہمارے پاس کسی ترجمہ میں ”ارام“ کا لفظ نہیں بلکہ ”افرائیم“ ہے اور اس سے مراد شاہ اسرئیل کا حملہ ہے جیسا کہ اسی باب کی آیت ۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲۔ تفسیر ۱۷ حزقیاہ کے چھٹے سال جو ہوسیع کا نواں برس تھا سامریہ لیگیا تھا اور شاہ سور اسرائیل کو اسیر کر کے اسور لے گیا۔ (۱۸: ۱۰: ۱۱) ۱۳۔ تفسیر

”عبرانی نسخہ میں یہاں پر نقل میں غلطی واقع ہو گئی ہے، اصل میں ۱۶ اور ۵ تھا جسے غلطی سے ۶۰ اور ۵ لکھ دیا گیا ہے“

یہ عالم محض اس پیشین گوئی کو غلط ثابت ہونے سے بچانے کے لئے یہ لجز توجیہ کر رہا ہے۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے دث رنگا کی اس توجیہ پر یوں تنقید کی ہے:-
 ”دث رنگا کی یہ رائے خالص ہٹ دھری ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہاں پر نقل میں غلطی ہوئی ہے اصل میں ۱۶ اور ۵ تھا۔ اس نے اس مدت کو اس طرح تقسیم کیا ہے آخر کی حکومت ۱۶ سال اور حزیقہ کا دور سلطنت ۵ سال۔“

فساد نمبر ۶۱

نزل مسیح کی غلط پیشین گوئی | کتاب داتی ایل باب ۸ آیت ۱۳، ۱۴ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”تب میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے اسی قدسی سے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ دائمی قربانی اور ویرانی کرنے والی خطا کاری کی رو یاد جس میں مقدس اور اجرام پاٹمال ہوتے ہیں کب تک رہے گی؟ اور اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو صبح و شام تک اس کے بعد مقدس پاک کیا جائیگا“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں آیت ۱۳، ۱۴ اس طرح ہے :-

”و مقدس مشکلی راشنیدم وہم مقدس دیگر میرا کہ ازاں مشکلمی پرسید کہ رو یائے قربانی دائمی و عفیان خراب کنندہ تا بجے میرسد و مقام مقدس و لشکر بہ پایالی

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ان آیات کے الفاظ یہ ہیں ”اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سنا اور دوسرے قدسی نے اس سے بولنے والے قدسی سے پوچھا کہ دائمی قربانی اور خرابی کی اس خطا کاری کی رویت کہ مقدس اور لشکر دونوں لٹاڑے جائیں کب تک ہوگی اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو شبانہ روز تک ہے کہ مقدس پاک کیا جائے گا“ ۱۳۔ فہیم :-

تسلیم کردہ خواہد شد۔ دہمن گفت کہ تا بد و ہزار و سعید شبانہ روز انگاہ مقام مقدس
مصطفیٰ خواہد گردید۔“

اور آیت ۱۷ میں ہے کہ ”... یہ دویا آخری زمانہ کی بابت ہے“ اور آیت ۱۹ میں ہے
کہ ”یہ امر آخری مقررہ وقت کی بابت ہے“

اس پیشین گوئی کے مطابق ضروری تھا کہ یہ دیکھنے کے بعد چھ سال چار ماہ بیس دن
بعد آخری زمانہ شروع ہو جاتا اور یہودیوں کے دعویٰ کے مطابق خروج مسیح کا واقعہ پیش آتا
یا عیسائیوں کے دعویٰ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا خروج یا آسمانوں سے ان کا نزول
ہوتا، حالانکہ ان میں سے کچھ بھی ظہور میں نہ آیا جس سے اہل کتاب کا ”زمانہ اخیر“ اور
”مقدس کے پاک و مصطفیٰ“ ہونے کا مذعوم صحیح ثابت ہو سکتا۔

قدیم و جدید علماء یہود و نصاریٰ سب کے سب اس پیشین گوئی کے مصداق کے بارے
میں سخت حیران ہیں اور عجیب اٹکل پچوں باتیں کی ہیں۔

مثال کے طور پر ہم ایسے ہی ایک پادری کا واقعہ نقل کرتے ہیں جسے الہام اور کمال
علم کا زبردست دعویٰ تھا۔ ہوا یوں کہ :-

”رمضان ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں یوسف ولف نامی ایک پادری صاحب لکھنؤ
میں وارد ہوئے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں صرف چودہ سال باقی
رہ گئے ہیں اور اس کی دلیل ایک تو وہ الہام ہے جو مجھے خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ اور
دوسری دلیل کتاب دانی ایل کے باب ۸ کی عبارت ہے۔ اس عبارت سے ان کا استدلال
کچھ تو لکھنؤ کے شیعہ مجتہد کے نام ۴ رمضان بروز منگل کے ارسال کردہ مکتوب سے اور
کچھ ۸ رمضان بروز بدھ شیعہ مجتہد سے اس کی ملاقات کے دوران گفتگو سے معلوم ہوا، آپ
بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آیت سے اس نے یوں استدلال کیا :-

”اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دانیال علیہ السلام کے عہد سے

دو ہزار تین سو سال بعد نزول فرمائیں گے اور دانیال علیہ السلام پیدائش عیسیٰؑ سے چار سو تیرہ سال پیشتر گزرے ہیں۔ پیشینگوئی میں مذکور مدت سے اس سابقہ مدت کو منہا کر دیا جائے تو باقی ایک ہزار آٹھ سو سینتالیس رہتے ہیں۔ اب تک ۱۸۳۳ سال تو پورے ہو چکے لہذا چودہ سال اور باقی رہ گئے ہیں۔ اور یہی میرا دعویٰ ہے اور کتاب دانیال کی عبارت میں شب و روز سے مراد سال ہیں۔“

مجتہد صاحب نے خط کے جواب میں جو تحریر کیا اور دوران گفتگو جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ اس عبارت کتاب دانیال میں تو عیسیٰ علیہ السلام کا ہی نام مذکور نہیں ان کے آسمان سے نزول کا تو کیا ذکر ہوتا۔

۲۔ حضرت دانیال علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کی درمیانی مدت کا تعین تو محض بیکار بات ہے۔ اصل بات تو اُس خواب سے مدت شمار کرنا ہے اور تمہاری مطبوعہ کتب سے اس خواب اور ولادت عیسیٰؑ تک ۵۳۵ سال ہوتے ہیں اور بعض روایات سے ۵۳۶ یا ۵۳۷ بنتے ہیں۔ اس صورت میں اس عبارت سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کیونکہ پیدائش عیسیٰؑ سے سابقہ مدت میں سے جو سب سے کم یعنی ۵۳۵ سال ہے پیدائش کے بعد کی مدت میں جمع کریں تو کل مدت $1833 + 535 = 2368$ (دو ہزار تین سو اڑسٹھ) سال بنتی ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ کتاب دانیال میں مذکورہ مدت صرف دو ہزار تین سو سال ہے تو اس صورت میں اس مذکورہ مدت سے اڑسٹھ سال زیادہ ہو گئے اور اگر یہ پیشین گوئی واقعی نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھی تو اب تک تو ان کا نزول ہو جانا چاہیے تھا پھر یہ چودہ سال مزید انتظار کیوں کیا جا رہا ہے؟

۳۔ کتاب دانیال میں مذکور دو ہزار تین سو دن سے سال مراد لینا تو بالکل غلط ہے اس لئے دن کے جو حقیقی معنی ہیں وہی مراد لئے جائیں گے۔ لیکن اگر آپ کا دعویٰ تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ”دن“ کے لفظ ”سال“ مراد لینا معنی مجازی ہونگے اور بغیر قرینہ کے کسی لفظ کو مجازی معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ آپ کی یہ مقررہ مدت مسیح علیہ السلام کے اس فرمان کے منافی ہے جو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۳۶ میں اس طرح منقول ہے کہ ”لیکن اُس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ“ اور اس عبارت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا قیامت کے بارے میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔“

اس کے بعد دورانِ ملاقات پادری صاحب نے یہ اعتراف کیا کہ ”اس دن اور گھڑی کو کوئی نہیں جانتا۔ لیکن سال تو معلوم ہے۔“

مجتہد صاحب نے جواب دیا کہ ”یہ تو مشہور محاورہ ہے کہ جس چیز کی مدت معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کو یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ ”اس کا دن اور گھڑی معلوم نہیں“ اور اس سے مراد تعین مدت کی مطلقاً نفی کرنا ہوتا ہے کہ نہ سال معلوم ہے اور نہ مہینہ و دن۔ اور تمہارے ہاں جو آسمانی کتابوں میں دن بول کر سال مراد لیتے ہیں کتاب دانیال کی اس عبارت میں بھی سال ہی مراد لیا جائے تو بھی تمہارا دعویٰ اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔“

ہم کہتے ہیں کہ اس مناظرہ میں مجتہد صاحب حق بجانب ہیں اور کچھ اللہ پادری صاحب کا الہام غلط ثابت ہوا اور کتاب دانیال سے ان کا استدلال بالکل بے بنیاد قرار پایا۔ کیونکہ مجتہد صاحب کے دلائل سے قطع نظر، نزول مسیح ۱۸۴۴ء مطابق ۱۲۶۲ھ تک تو ہوا نہیں اور اب ۱۸۵۴ء تک مزید آٹھ سال گزر گئے۔ اب تو پادری صاحب کے الہام اور

۱۸۵۴ء شروع ہے اور اب تک اس دعویٰ کی سچائی ظاہر نہیں ہو سکی ۱۲ بجیب

کتاب دانیال سے ان کے استدلال کے غلط ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا۔ اس میں غریب پادری کا کیا قصور؟ اس پیشین گوئی کے مصداق میں تو ان کے اسلاف بھی ایسے ہی دعوے کرتے آئے ہیں اور دعویٰ میں سے اکثر کا تو جھوٹا ہونا ثابت ہو چکا ہے اور باقی بھی انشاء اللہ عنقریب ہو جائیں گے۔

سنل چانسی نے بھی ایک تفسیر آئندہ پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئیوں پر لکھی ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں پچاسی تفاسیر کا پتھوڑا اور خلاصہ پیش کیا ہے۔ یہ تفسیر ۱۸۳۸ء میں لندن میں چھپی ہے۔ دانیال کی اس پیشین گوئی کی شرح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے :-

”اس پیشین گوئی کے ابتدائی زمانہ کی تعیین قدیم زمانہ سے علماء کے نزدیک بڑے اشکال کا سبب بنی ہوئی ہے، اکثر علماء نے اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ اس زمانہ کا آغاز ان چار زمانوں میں سے یقیناً کوئی ایک نہ مانا ہے جس میں شاہان ایران کے چار فرامین صادر ہوئے۔

۱۔ ۵۳۶ء ق م کا زمانہ جس میں خورش کا فرمان صادر ہوا۔

۲۔ ۵۱۸ء ق م کا زمانہ جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔

۳۔ ۵۰۰ء ق م کا عہد جس میں اردشیر نے اپنی تخت نشینی کے ساتویں سال

عزراء کے نام ایک فرمان جاری کیا۔

سنل چانسی کی آنے والی عبارت کا حاصل جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہ ہے کہ اسکے نزدیک کتاب دانیال کی مذکورہ پیشین گوئی میں حضرت مسیح کے نزول ثانی کا وقت بتایا گیا ہے اور اس نے اسکی تشریح اس طرح کی ہے کہ دو ہزار تین سو ایتھام سے مراد دو ہزار تین سو سال ہیں اور ان کا شمار کسی ایسے زمانے سے کیا جانا چاہیے جس میں یروشلم اہل کتاب کے قبضہ سے نکل گیا ہو جس کے لئے اس نے پانچ احتمال بیان کئے ہیں اور ان کے حساب سے حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کے سن نکالے ہیں - ۱۲ - تقی

۴۔ ۱۹۴۴ء ق م کا زمانہ جس میں ارد شیر نے اپنی تخت نشینی کے بیسویں سال نجیہ کے نام ایک فرمان جاری کیا۔

نیرایام سے مراد سال ہیں، اس طرح اس پیشین گوئی کا منتہی مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ہوتا ہے :-

نمبر ۱ کے لحاظ سے نمبر ۲ کے لحاظ سے نمبر ۳ کے لحاظ سے نمبر ۴ کے لحاظ سے
 ۱۷۶۴ء ۱۷۸۲ء ۱۸۴۳ء ۱۸۵۶ء

اس لحاظ سے پہلی اور دوسری مدت ختم ہو چکی ہے، تیسری چوتھی باقی ہے، جس میں تیسری مدت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور میرے نزدیک تو یقینی ہے، البتہ بعض علماء کے نزدیک اس کا آغاز سکندر رومی کے ایشیا پر حملہ آور ہونے سے شمار کیا ہے۔ اس صورت میں اس کا منتہی ۱۹۶۶ء نکلتا ہے۔

اس شارح کے اس قول سے بجز اللہ یہ اعتراف تو ہوا کہ ان لوگوں کا قول غلط ثابت ہوا جو پہلی اور دوسری مدت کو ابتدائی زمانہ قرار دیتے ہیں اور حقائق سے تیسرا قول جو اس مفسر کے نزدیک بھی حتمی اور یقینی ہے جھوٹا ثابت ہو چکا اور اس متعینہ مدت سے بھی دس سال مزید گزر گئے اور جو لوگ تین سال تک زندہ رہیں گے وہ چوتھے قول کا سچا جھوٹا ہونا بھی جان لیں گے۔ البتہ پانچویں قول کے جھوٹا سچا ثابت ہونے کے لئے ایک طویل عرصہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔

بائبل کے یہودی اور عیسائی مفسرین، متقدمین و متاخرین کی اکثریت نے اور مشہور یہودی مؤرخ یوسفیس نے اس کا مصداق انیتوکس شاہ روم کے واقعہ کو قرار دیا ہے جس نے ۶۱ء ق م میں یروشلم کو فتح کیا تھا اور ایام سے مراد بھی متعارف ایام ہیں، مگر مسیحی حساب ۱۹۶۶ء، اور اب ۱۹۸۵ء شروع ہے، اس طرح اس پانچویں توجیہ کو بھی لغو، بیہودہ اور جھوٹا

ثابت ہونے تقریباً انیس سال گنہ گئے اور ابھی تک حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول نہیں ہوا۔ ۱۲ نجیب :-

کے مطابق ان مذکورہ ایام کے تخمیناً چھ سال چار ماہ اور بیس دن ہوتے ہیں اور انٹیکوس کا حادثہ جس میں قدس اور فوج پامال ہوئی وہ ساڑھے تین سال رہا جس کی تصریح یوسف نے اپنی تاریخ کی کتاب ۵ باب ۹ میں کی ہے۔ اسی بناء پر مشہور فلسفی اسحاق نیوٹن اس کا مصداق انٹیکوس کے حادثہ کو ماننے سے صاف انکار کیا ہے۔

تھامس نیوٹن نے بائبل کی پیشین گوئیوں کے بارے میں اپنی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۰۳ء کی جلد اول میں پہلے جمہور مفسرین کا قول نقل کیا ہے۔ پھر اسحاق نیوٹن کی طرح اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حادثہ کا مصداق انٹیکوس کا حادثہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا مصداق رومی سلاطین اور پاپا ہیں۔

سبحان اللہ! عہد عتیق کی پیشین گوئیاں بھی کیا خوب ہیں کہ جس کو چاہو ان کا مصداق قرار دے لو۔

ڈائلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

”اس پیشین گوئی کے آغاز و انجام کی تعیین اس کی تکمیل سے پہلے بہت ہی

دشوار اور مستقل ہے، پوری ہو جانے پر واقعات اس کو ظاہر کر دیں گے۔“

یہ توجیہ بہت ہی مضحکہ خیز ہے اس طرح تو ہر شخص ایسی پیشین گوئیاں کر سکتا ہے

جن میں اُن کے آغاز و انجام کی کوئی تعیین نہ ہو اور یہ کہہ سکتا ہے کہ جب پوری ہونگی تو واقعات خود اس کے آغاز و انجام کی تعیین کر دیں گے۔

فساد نمبر ۶۲

کتاب دانی ایل باب ۱۲ آیت ۱۱، ۱۲ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجالہ نے والی

مکروہ چیز نصب کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے، مبارک

ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں آیت ۱۲۱ یوں ہے :-

”در زمان رفع شدن قربانی دایمی و نصب شدن مکروہات مخزلی یکنزار دو ولیست
و نور روز خواہ بود۔ خوشحال کسی کہ انتظار کشیدہ بروز ہائے یکنزار و
سیصد و سی و پنج برسد“

یہ بھی گزشتہ پیشین گوئی کی طرح غلط اور باطل ہے اور اس میعاد پر نہ عیسائیوں کا
مسیح نمودار ہوا نہ یہودیوں کا۔

فساد نمبر ۶۳

کتاب دانی ایل باب ۹ آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

دو تیرہ لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کاری
اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے۔ ابدی راستبازی قائم ہو،
دو یا نبوت پر مہر اور پاک ترین مقام مسوح کیا جائے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے :-

۱۱ مفسرین کے نزدیک یہ ”امدیج“ کی خوش خبری ہے۔ ۱۲ تھی

۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”جس وقت سے دائمی قربانی ادا ٹھائی
جائے گی اور غارت گری کے مکروہات کی“ : ”تو گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے مبارک جو منتظر ہے
اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک پہنچتا ہے“ ۱۲۔ فیہم

۱۴ اس سے بھی مفسرین کے نزدیک ”ظہور مسیح“ کی طرف اشارہ ہے۔

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”ہفتاد ہفتے تیری قوم پر اور تیرے
مقدس شہر پر شمرات بند کرنے کو اور خطاؤں پر ختم کرنے کو اور گناہ کا کفارہ کرنے کو اور صداقت ابدی پہنچانے کو
اور روایات اور انبیاء کا ختم کرنے کو اور قدوس القدوسین کو مسخ کرنے کو معین کئے گئے ہیں“ ۱۲ فیہم :-

”برائے قسمت و شہر مقدس ہفتاد ہفتہ تعیین شدہ است جہت انجا میدان

عصیان و اتمام رسانیدن گناہ و کفارہ نمودن خطا و آوردن عدالت دائمی و

تکمیل نمودن رویا و نبوت و جہت مسیح نمودن قدس قدوسین“

اور یہ جملہ کہ ”و تکمیل نمودن۔۔۔“ الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

”و برائے اختتام رویا و نبوت و برائے مسیح قدس المقدس“

یہاں پر تکمیل سے مراد اختتام ہے اور یہ پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہو چکی۔ اس لئے

کہ اس مدت مقررہ میں بھی دونوں مسیحوں میں سے ایک بھی نمودار نہیں ہوا۔ یوسف کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ خورش کی تخت نشینی کے پہلے سال (جس میں یہودیوں کو رہا کرنے اور ہیکل کی تعمیر کا حکم دیا تھا) اور عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے درمیان مدت تخمیناً چھ سو سال ہے۔

اور نہ ہی اس مدت مقررہ میں یہودیوں کے مسیح کا ظہور ہوا، بلکہ یہ مسیح تو آج تک

ظاہر نہ ہو سکا، حالانکہ اس مدت پر دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو چونکہ اس میں مسیح علیہ السلام کی نبوت کا ختم ہونا لازم

آتا ہے اس لئے حواری کسی صورت بھی نبی اور پیغمبر نہیں ہو سکیں گے، حالانکہ عیسائی حضرات

ان کو موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل نبی مانتے ہیں۔

اور آیات سے ”سال“ مراد لینا بھی خواہ مخواہ سینہ زوری ہے اس لئے کہ کتب مقدسہ

میں بے شمار مقامات پر مدت کے بیان میں ”ایام“ اپنے متعارف اور حقیقی معنی میں

ہی مستعمل ہوتا ہے۔ البتہ کسی قرینہ کی وجہ سے کسی جگہ مجازی معنی پر محمول کیا گیا ہوگا۔

بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں :-

● مذکورہ کتاب دانی ایل مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہی ہے :-

باب آیت ۱۲۔۔۔۔۔ تو دس روز تک اپنے خاموں کو آزا کر دیکھ۔ الخ

باب ۱ آیت ۱۵ ”... اور دس روز کے بعد..... الخ“

” ۶ ” ۷ ”... تیس روز تک جو کوئی..... الخ“

” ۱۲ ”... تیس روز تک جو کوئی..... الخ“

دیکھئے یہاں تمام آیات میں دس اور تیس دن مراد ہیں، دس اور تیس سال کسی نے

مراد لئے ہیں :-

● کتاب پیدائش مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۷ آیت ۴ ”کیونکہ سات دن کے بعد میں زمین پر چالیس دن اور چالیس رات

پانی برساؤں گا“

باب ۷ آیت ۱۲ ”اور چالیس دن اور چالیس رات زمین پر بارش ہوتی رہی“

” ۱۷ ” ”اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا“

” ۲۴ ” ”اور پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا“

” ۳ ” ”اور پانی زمین پر سے گھٹتے گھٹتے ایک سو پچاس دن کے بعد کم ہوا“

” ۶ ” ”اور چالیس دن کے بعد یوں ہوا کہ..... الخ“

” ۱۰ ” ”اور سات دن ٹھہر کر اس نے..... الخ“

” ۱۲ ” ”تب وہ سات دن اور ٹھہرا..... الخ“

” ۵۰ ” ”اور اس کے چالیس دن پورے ہوئے..... الخ“

” ۱۰ ” ”اور یوسف نے اپنے باپ کے لئے سات دن تک ماتم کرایا“

● کتاب خروج مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۳ آیت ۶ ”سات دن تک تو توبے خمیری روٹی کھانا..... الخ“

” ۷ ” ”بے خمیری روٹی ساتوں دن کھائی جائے..... الخ“

” ۱۶ ” ”اور چھ دن تک گھٹا اس پر چھائی رہی..... الخ“

باب ۲۴ آیت ۱۸ اور وہ پہاڑ پر چالیس دن اور چالیس رات رہا۔
 ● کتاب اجار مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۲ آیت ۲ ”اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکا ہو تو وہ سات دن
 ناپاک رہے گی جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے“ الخ

”م“ ”اس کے بعد تینتیس دن تک وہ طہارت کے خون میں رہے“ الخ
 ”۵“ ”اور اگر اس کے لڑکی ہو تو وہ دو ہفتے ناپاک رہے گی جیسے حیض کے
 ایام میں رہتی ہے۔ اس کے بعد وہ چھیانوے دن تک طہارت کے خون میں رہے“

اسی طرح باب ۱۳ کی آیات ۴، ۶، ۲۶، ۳۱، ۳۳، ۵۰، ۵۴، ۵۵ اور باب ۱۵ کی
 آیات ۱۳، ۱۹، ۲۴ اور باب ۲۳ کی آیات ۷، ۸، ۳۴، ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲،
 میں ”سات دن“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

باب ۲۳ آیت ۳ ”چھ دن کام کاج کیا جائے پر ساتواں دن خاص آرام کا اور
 مقدس مجمع کا سبب ہے“

”۱۵“ ”گننا شروع کرنا جب تک سات سبت پورے نہ ہو جائیں“
 ”۱۶“ ”ساتویں سبت کے دوسرے دن تک پچاس دن گن لینا“ الخ

● کتاب گنتی مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۳ آیت ۲۵ ”اور چالیس دن کے بعد وہ“ الخ

● کتاب استثناء مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۹ آیت ۲۵ ”سو وہ چالیس دن اور چالیس رات جو میں خداوند کے آگے
 اوندھا پڑا رہا۔“ الخ

باب ۳۴ آیت ۸ ”اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن
 تک روتے رہے“ الخ

موسیٰ علیہ السلام کی ان مذکورہ پانچ کتابوں میں ملاحظہ کیجئے کہ ”دن“ اور ”ہفتے“ کا لفظ اپنے اصل اور حقیقی معنی میں ہی مستعمل ہے اور کہیں بھی تو ”سال“ کے معنی میں استعمال نہیں ہوا اور عہد عتیق کی دیگر کتب میں بھی بعینہ اسی طرح مستعمل ہوا ہے۔

● انجیل مرقس باب ۱ کی آیت ۳ میں ہے :-

”اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا“ الخ

● کتاب اعمال میں ہے :-

باب ۱ آیت ۳ ”چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا“

● انجیل متی باب ۱۵ آیت ۳۲، انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۱۹، ۲۰ میں لفظ ”تین دن“ اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۴، ۱ میں لفظ ”چار دن“ اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۱ میں لفظ ”چھ دن“ اور باب ۲۰ آیت ۲۶ میں لفظ ”آٹھ دن“ استعمال ہوا ہے۔ اور اسی طرح بے شمار مقامات پر استعمال ہوا ہے اور اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ لہذا بغیر قوی قرینہ کے لفظ ”دن“ کے مجازی معنی لے کر ”سال“ مراد لینا محض بلا دلیل کا دعویٰ ہے۔

فساد نمبر ۶۴

کتاب سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء یوں ہے :-

”اور آسا اور بعشا جب تک اسرائیل کے بادشاہ رہے جنگ جاری رہی“

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۱۵ آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں

یوں ہے :-

۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور آسا اور بعشا اسرائیل کے بادشاہ جب تک وہ جیتے تھے لڑائی رہا کی“ ۱۲-فہم

”اور آسا کی سلطنت کے پینتیسویں سال تک کوئی جنگ نہ ہوئی“

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۱۶ آیت ایوں ہے :-

”اور آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس اسرائیل کا بادشاہ بعشا، یہوداہ پر چڑھا آیا اور

آرامہ کو تعمیر کیا تاکہ یہوداہ کے بادشاہ آسا کے ہاں کسی کو آنے جانے نہ دے“

یہاں پر بعد والی عبارت پہلی عبارت کی تکذیب کر رہی ہے -

فساد نمبر ۶۵

کتاب سموئیل ثانی باب ۲۳ آیت ۸ یوں ہے :-

”اور داؤد کے بہادروں کے نام یہ ہیں :- یعنی تحمونی یوشیب بشیب

جو سپہ سالاروں کا سردار تھا وہی ایزنی آوینو تھا جس سے آٹھ سو ایک

ہی وقت میں مقتول ہوئے“

اور کتاب تواریخ اول باب ۱۱ آیت ۱۱ میں اس طرح ہے :-

”اور داؤد کے سورماؤں کا شمار یہ ہے یسوعام بن حکمونی جو تیسویں کا سردار تھا -

اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور ان کو ایک ہی وقت میں قتل کیا“

یہاں پر دو نوعیت کا اختلاف ہے - ایک تو نام میں ہی اختلاف ہو گیا - دوسرے

ایک جگہ پر مقتولین کی تعداد آٹھ سو بتائی گئی ہے اور دوسری جگہ اسی کو تین سو

بتایا گیا ہے -

۱۔ یہ جملہ کہ وہی ایزنی آوینو تھا الخ ۱۸۴۲ء کے نسخہ میں الفاظ یہ ہیں کہ ”اوسے آٹھ سو پر بھالا چلایا

اور انہیں یکبار قتل کیا“ ایک ہی آیت کے ایک زبان کے دو ترجموں میں الفاظ کی یہ کمی بیشی اور

تغیر و تبدل بھی تحریف کی ایک مثال ہے - ۱۲ - نجیب

۲۔ یہ آیت اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں اس طرح ہے ”اور داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے یسوعام

بن حکمانی جو سار تھیوں کا سردار تھا اوس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور انہیں یکبار قتل کیا“ ۱۲ - فہیم

غرض کہ اسی طرح کے بے شمار اختلافات اور خرابیاں دوسرے بے شمار مقامات میں بھی موجود ہیں۔ یہاں پر بطور نمونہ مذکورہ بالا خرابیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

اور اگر عہدِ عتیق کی روایات میں موجود اختلافات کو اس انداز سے جمع کیا جائے جس طرح کہ پروٹسٹنٹ فرقہ والے اور خصوصاً محققینِ دینِ حق کے بارے میں لکھتے ہیں تو شاید عہدِ عتیق کی کتابوں کی کوئی آیت بھی اختلافات سے سلامت نہ نکل سکے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر جان کلارک کی کتاب کمرٹیکل ریویو مطبوعہ لندن ۱۸۳۹ء اور کتاب اکیہومو اور دیگر ملحدین کی کتب سے اسی طرح کے کچھ اختلافات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ پادری حضرات کی یہ کوئی نئی روش نہیں ہے بلکہ یہی ان کے پیش روؤں کا وطیرہ رہا ہے اور انہی کی اندھی تقلید یہ حضرات بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ بھونڈے طریقے سے ہی سہی اور ہم اس کو ان لوگوں کی صحیح تقلید نہیں قرار دیتے۔ کیونکہ ان کے پیش روؤں کو تو ان اعتراضات کے صلہ میں کوئی دنیوی فائدہ حاصل نہ ہوا بلکہ تمام عیسائی حضرات نے ان لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن اس کے برعکس موجودہ پادریوں کو دینِ اسلام پر ایسے اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے صلہ میں بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں اور عیسائیوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱

رحم و کرم کی انتہا | مذکورہ ۱۴۵ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”خداوند رحیم و کرم ہے، وہ قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔“

۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیت یوں ہے ”خداوند مہربان اور مہربانہ لطف ہے غصہ کرنے

میں دھیما اور شدت سے رحیم ہے۔“ ۱۳ - فہیم

لیکن کتاب سموئیل اول باب آیت ۱۹ میں ہے :-

”اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انہوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اس نے ان کے پچاس ہزار رتر آدمی مار ڈالے اور وہاں کے لوگوں نے ماتم کیا اس لئے کہ خداوند نے ان لوگوں کو بڑی مری سے مارا۔“
دیکھئے کہ اس شدت سے رحیم و کریم ہے اور قہر کرنے میں دھیما ہے کہ ایک معمولی سی غلطی پر اپنی خاص قوم ہی کے پچاس ہزار رتر آدمیوں کو بیک وقت قتل کر ڈالا۔

اختلاف نمبر ۲

کتاب استثناء باب ۳۲ کی آیت ۱۰ اس
آنکھ کی پتلی کی طرح طرح ہے :-

”وہ خداوند کو ویرانے اور سونے ہولناک بیابان میں ملا۔ خداوند اُس کے چوگرد رہا اُس نے اس کی خبر لی اور اُسے اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح دکھا۔“

اور کتاب گنتی باب ۲۵ کی آیت ۴، ۵ میں ہے :-

”اور خداوند نے موسیٰ سے کہا قوم کے سب سرداروں کو پکڑ کہ خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ دے تاکہ خداوند کا شدید قہر اسرائیل پر سے ٹل

۱۔ اردو ترجمہ ۱۸۳۳ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں ”اور خداوند نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انہوں نے خداوند کے صندوق کو کھول کے دیکھا سو اس نے پچاس ہزار رتر آدمی انہیں کے مار ڈالے۔“ الخ - ۱۲ - فہیم

۲۔ بائبل کے بیان کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کا کلام ہے جس میں وہ بنی اسرائیل پر خدا کی شفقتوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ نے ان کی کسی خبر گیری فرمائی - ۱۲ - تقی

۳۔ ترجمہ اردو ۱۸۳۳ء کی طبع کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اوس نے اوسے ویران زمین اور ہولناکی اور جابر جنگل میں پایا وہ اوسکے گرد ہوا اور اسنے اوسے تربیت کیا اوس نے اوسکی محافظت اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح کی۔“ فہیم

جائے سو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حاکموں سے کہا کہ تمہارے جو جو آدمی بعل فغور
کی پوجا کرنے لگے ہیں ان کو قتل کر ڈالو^{۱۵}۔

آیت ۹ میں ہے :-

”اور جتنے اس وباد سے مرے انکا شمار چوبیس ہزار تھا“^{۱۶}

ملاحظہ کیجئے کہ آنکھ کی پتلی کی طرح ایسا دکھا کہ اسی جنگل میں سب سرداروں کو دھوپ
میں ٹانگنے کا حکم دیا اور اس کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ علیہ السلام نے انکو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ
کیا۔ نیز چوبیس ہزار افراد کو بیماری میں مبتلا کر کے مار ڈالا۔

اختلاف نمبر ۳

باپ کی تنبیہ؟ کتاب استثناء باب ۸ کی آیت ۵ یوں ہے :-

”اور تو اپنے دل میں خیال رکھنا کہ جس طرح آدمی اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے ویسے

ہی خداوند تیرا خدا تجھ کو تنبیہ کرتا ہے“^{۱۷}

اور کتاب گنتی باب ۱۱ کی آیت ۳۳ میں ہے :-

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اور خداوند نے موسیٰ کو فرمایا قوم
کے سارے سرداروں کو پکڑ اور انکو خداوند کے لئے آفتاب کے مقابل سولی پر کھینچ تاکہ خداوند
کے غضب کا بھڑکنا اسرائیل پر سے ٹل جاوے سو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حاکموں کو کہا کہ تم میں سے ہر ایک
اپنے لوگوں کو جو بعل فغور سے مل گئے ہیں قتل کرے“ ۱۲ فہیم

۱۶ اس آیت کے الفاظ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یوں ہیں ”وے جو اس وباد میں
چوبیس ہزار تھے“ فہیم

۱۷ یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق اس طرح ہے ”تو اپنے دل میں سوچ کہ جس طرح سے
آدمی اپنے بیٹے کو تربیت کرتا ہے خداوند تیرا خدا تجھ کو تربیت کرتا ہے“ فہیم

”اور ان کا گوشت انہوں نے کاٹا ہی تھا اور اُسے چبانے بھی نہیں پائے تھے کہ خداوند کا قہران لوگوں پر بھڑک اٹھا اور خداوند نے ان لوگوں کو بڑی سخت و باء سے مارا۔“

دیکھئے باپ کی طرح ایسی تنبیہ کی کہ ان مصیبت زدہ لوگوں کو کہیں سے گوشت ملا اس کو کھانے کا ارادہ کیا۔ ابھی اس گوشت کو انہوں نے کاٹا ہی تھا کہ انتہائی بے دردی سے ان کو مار ڈالا۔

اختلاف نمبر ۴

کتاب میکاہ باب ۷ کی آیت ۱۸ خدا تعالیٰ کے بارے شفقّت کی انتہا میں لکھا ہے :-

”..... وہ شفقت کرنا پسند کرتا ہے۔“

اور کتاب استثناء باب ۷ میں ہے :-

آیت ۲۔ ”اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔“

آیت ۱۶۔ اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دیا نابود کر ڈالنا تو ان پر ترس نہ کھانا۔“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”ہنوز انکے دانتوں تلے گوشت تھا پہلے اوس سے کہوے اوسے چاہیں خداوند کا غصہ اوس لوگوں پر بھڑک اٹھا اور خداوند نے اوس لوگوں کو سخت مار سے مارا۔“ فہیم

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”وہ رحم کرنے سے بہت خوش ہے۔“

۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور جبکہ خداوند تیرا خدا اونیہیں تیرے ہاتھیں گرفتار کروائے تو تو اونیہیں یو اور رحم کیجیو تو اونیہیں سے کوئی عہد کر یو اور نہ اونیہیں پر رحم کر یو۔“ فہیم

۴۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”اور تو اونیہیں سب گروہوں کو جو خداوند تیرے خدا کے کرم سے تیرے ہاتھیں گرفتار ہونگے نکل جائیگا ان پر تجھے کرم کی نظر نہ ہوگی۔“ ۱۲ فہیم

ملاحظہ کیجئے کہ شفقت کرنا ایسا پسند ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے مخالفوں پر رحم نہ کرنے اور ان پر ترس نہ کھانے کا حکم دے رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۵

یہاں دردمند اور مہربان

یہاں یحییٰ کے عام خط کے باب ۵ کی آیت ۱۱ ^{۱۸۳۹} کے مطبوعہ اردو ترجمے میں یوں ہے :-

”... خداوند کے مطلب کو جانتے ہو کہ وہ بڑا درد مند اور مہربان ہے“

اور ^{۱۸۳۹} کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہی آیت یوں ہے :-

”... اور اللہ کا مطلب دریافت کیا ہے کہ اللہ بڑا درد مند اور رحیم ہے“

اور ہوسیع باب ۱۳ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ^{۱۹۵۹} میں ہے :-

”سامریہ اپنے جرم کی سزا پانے کا کیونکہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے۔ وہ تلوار سے گر جائیں گے۔ ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے اور باردار عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے“

ملاحظہ کیجئے کس درجہ درد مندی اور رحم کی کثرت ہے کہ بچوں کو پارہ پارہ کرنے اور

۱۔ اور ^{۱۹۵۹} کے مطبوعہ اردو ترجمے میں اسی آیت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

”... اور خداوند کی طرف سے جو اس کا انجام ہوا اسے بھی معلوم کر لیا جس سے

خداوند کا بہت ترس اور رحم ظاہر ہوتا ہے“

قطع نظر دوسرے اختلاف کے اس آیت کے ایک ہی زبان کے تین مختلف ترجموں میں تین مختلف تعبیروں کا اختلاف بھی محل نظر ہے۔ ۱۲ بنجیب

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”سمرون ویران ہو گا کیونکہ وہ اپنے خدا سے باغی ہوا وہ تلوار سے گر جائیں گے اور انکی پیٹ والی عورتیں چیری جائیں گی“ نسیم

حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرنے کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۶

نوحہ پرمیاء کے باب ۳ کی آیت ۳۳ یوں ہے :-

”کیونکہ وہ بنی آدم پر خوشی سے دکھ مصیبت نہیں بھیجتا“

حالانکہ اس کا ذکر مصیبت نہ بھیجنا اس طرح کا ہے کہ اشدودیوں کو بواسیر کے مرض میں مبتلا کر کے مار ڈالا جیسا کہ کتاب سموئیل اول باب ۵ کی آیت ۶ میں ہے اور ہزاروں کو آسمان سے پتھر برساکر ہلاک کر دیا جس کا ذکر کتاب یثوع باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں صراحتاً

۱۱ واضح ہے کہ اسلام نے دشمن کے ساتھ کہیں اس قسم کی بدسلوکی کو روا نہیں رکھا۔ اسلام کے اصول جنگ کا پہلا سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ”عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا قَالَ إِنِّي لِقَوْلِ اللَّهِ بِسْمِ اللَّهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْئًا خَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغْلُوا وَصُتُوا غَنًا بِنُكْمٍ وَأَصْلَحُوا وَأَجْلُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ“ (رواہ ابو داؤد - جمع الفوائد ص ۲۷)

توجہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان سے (فرماتے کہ اللہ کے نام پر جاؤ اور نہ کسی بہت عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو اور نہ کسی عورت کو اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور اپنے مال غنیمت کو جمع کرنا اور اصلاح کرنا اور اچھا سلوک کرنا بلاشبہ اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے) ۱۲ تقی

۱۱ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے :- ”کیونکہ وہ اپنے دل سے بنی آدم کو نہ ستاتا ہے نہ کھڑاتا ہے“ ۱۳ - فہیم

۱۲ اشدودین فلسطین کے شہر اشدود ASHDAD کی طرف منسوب ہیں، ایک زمانے

میں صندوق شہادت اس شہر میں لایا گیا تھا جس کی بناء پر یہاں کے باشندوں کو وبائے عام

میں گرفتار کیا گیا۔ (یثوع ۱۰-۱۱) ۱۳ - تقی

موجود ہے اور بہت سے بنی اسرائیل کو سانپ بھیج کر مار ڈالا جس کو کتاب گنتی کے باب ۲۱ کی آیت ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۷

شفقت اور رحمت کی انتہا؟ | کتاب تواریخ اول کے باب ۱۶ کی آیت ۱۱ میں یوں ہے :-

”..... خداوند کا شکر کریں کیونکہ اس کی شفقت ابدی ہے“

اور زبور ۱۴۵ کی آیت ۹ میں ہے :-

”خداوند سب پر مہربان ہے اور اس کی رحمت اس کی ساری مخلوق پر ہے“

حالانکہ یہ شفقت اور رحم ایسا ”ابدی“ اور ”ساری مخلوق پر ہے“ کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کشتی پر سوار ہونے والوں کے سوا تمام انسانوں اور جانداروں کو طوفان سے ہلاک کر ڈالا۔ جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۱ میں اس کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اور اسی طرح عمورہ، سدوم اور اس کے گمہ دو نواح میں رہنے والے تمام جانداروں کو آسمان سے آگ برساکر نیست و نابود کر ڈالا۔ جس کا تذکرہ کتاب پیدائش باب ۱۹ میں کیا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۸

باپ کا گناہ بیٹے کو سزا؟ | کتاب خروج باب ۳۴ کی آیت ۷ میں ہے :-

”..... باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں ”خداوند کا شکر کریں کہ اس کا فضل ابدی ہے“ فہم
۲۔ قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”خداوند سب کے لئے مہربان ہے
اور اس کا لطف لطیف ساری خلقت پر ہے“ فہم :-

اور چوتھی پشت تک دیتا ہے۔“

حالانکہ حزقی ایل باب ۱۸ کی آیت ۲۰ میں اس کے برعکس یوں ہے :-

”جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا

اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اُسی کے لئے ہوگی اور

ثمریر کی ثمرات ثمریر کے لئے۔“

اس لحاظ سے تو اولاد کو اپنے باپ دادا کے گناہ کا بوجھ ایک پشت تک بھی

نہیں اٹھانا پڑتا چہ جائیکہ تیسری اور چوتھی پشت کو بھی اٹھانا پڑے۔ پھر چوتھی پشت

تک ہی بوجھ اٹھانے کا سلسلہ رہتا تو بھی غنیمت تھا۔ کتب مقدسہ کے بعض مقامات

سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چالیسویں اور پچاسویں پشت تک کی غریب اولاد کو بھی

اپنے باپ دادا کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ کتاب سموئیل اول کے باب ۱۱

میں حضرت سموئیل علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کے بادشاہ ساول کو خدا تعالیٰ

کا حکم اس طرح ہے ۔

آیت ۲، ۳ میں ہے :-

”رَبُّ الْاَفْوَاجِ یُوْنِ فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہے عمالیق نے اسرائیل سے

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”باپوں کے گناہ اونکے فرزندوں سے اور

فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک مطالبہ کرے گا“ فہیم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مرے گی، بیٹا باپ

کے گناہ نہ سہیگا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ سہیگا، صادق کی صداقت اُسی پر ہوگی اور ثمریر کی

ثمرات اُسی پر پڑے گی“ ۱۲۔ فہیم

۳۔ عمالیق یا عمالقا۔ AMALEK ایک قوی، ہیکل قوم جو جنوبی فلسطین پر قابض ہو گئی تھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر سے نکال کے لارہے تھے تو اوس نے انکار راستہ

(بغیرۃ) اشبہ اگلے صفحہ پر)

کیا گیا اور جب یہ مہر سے نکل آئے تو وہ راہ میں ان کا مخالف ہو کر آیا۔ سو اب توجا اور عمالیق کو مارا اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال لے۔

ملاحظہ کیجئے کہ جن عمالیق نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا چار سو برس گزرنے کے بعد ان کی اولاد سے انتقام لینے کا حکم ہوتا ہے اور اتنا سخت حکم دیا جاتا ہے کہ شیر خواروں پر بھی رحم مت کر۔ حالانکہ وہ کسی قسم کے بھی دنیاوی گناہ میں ملوث نہ تھے۔ اسی پر بس نہیں چوپایوں تک کو نیست و نابود کر دینے کا حکم ہوتا ہے۔

اختلاف نمبر ۹

ایفائے عہد ؟ | کتاب استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶ میں یوں ہے کہ :-

وہ بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے

(بقیہ حاشیہ ص ۷) روکا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے حضرت یوشع نے انکا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی تھی (خروج ۱۷ : ۸ تا ۱۳) اس وجہ سے ان کے خلاف دائمی اعلان جنگ کر دیا گیا (خروج ۱۷ : ۱۶ و استثناء ۲۵ : ۱۷) پھر طالوت یا شاول نے ان سے جہاد کیا (سموئل ۸ : ۱۵ تا ۱۸) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے سردار جالوت کو قتل کر دیا (سموئل ۲۷ : ۲۴، ۲۵، ۳۰، ۳۱) اس واقعہ کے بعض اجزاء کی تصدیق قرآن کریم نے بھی سورہ بقرہ میں کی ہے۔ ۱۷ تھی

۱۷ یہ آیات قدیم اردو ترجموں میں ان الفاظ کے ساتھ ہیں ”خداوند یوں کہتا ہے مجھ کو یاد ہے جو کچھ کہ بنی اسرائیل سے عمالیق نے کیا جبکہ وہ مہر سے چڑھے کہ وہ کیونکر اونکی گھات میں بیٹھے سواب توجا اور عمالیق کو مارا اور سب کچھ کہ اونکا ہے یک لخت حرم کر اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد سے لیکے عورت اور بچے شیر خوار اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر“ فہم

جاٹیں، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔^{۱۵}
مگر کتاب سموئیل دوم کے باب ۲۱ کی آیت ۹، ۸ میں اس کے برعکس
یوں ہے :-

”پر بادشاہ نے آیاہ کی بیٹی رصفہ کے دونوں بیٹوں ارمونی اور مضییوست کو جو
ساؤل سے ہوئے تھے اور ساؤل کی بیٹی میکیل کے پانچوں بیٹوں کو جو ہرزائی مولائی
کے بیٹے عدرتی ایل سے ہوئے تھے لیکر انکو جبعونیوں کے حوالہ کیا اور انہوں نے
انکو پہاڑ پر خداوند کے حضور لٹکا دیا۔“ الخ

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ان سات آدمیوں کو ساؤل کی خطاؤں کے بدلے میں
پھانسی دی گئی تھی اور داؤد علیہ السلام نے انکو پھانسی دینے والے جبعونیوں کے طلب
کرنے پر اپنی رضامندی اور خدا کے حکم سے ان کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ حالانکہ
داؤد علیہ السلام نے ساؤل سے قسم کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ میں تیرے بعد تیری اولاد کو قتل
نہیں کروں گا۔ ملاحظہ کیجئے کہ ایقانے عہد کا کس قدر پاس کیا؟ جیسا کہ اس کا تذکرہ کتاب
سموئیل اول کے باب ۲۴ کی آیت ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲ میں کچھ اس طرح سے ہے :-

”۱۔ قدیم ترجمے اس آیت کو ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں ”اولاد کے بدلہ باپ دادا سے مارے نہ جاویں
اور نہ باپ دادا کے بدلے اولاد قتل کی جاوے“ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا۔“ فہیم
۲۔ یہ آیات قدیم اردو ترجموں میں ان الفاظ کی حامل ہیں ”اور بادشاہ نے ساؤل کے دو بیٹے جو
آیہ کی بیٹی رصفہ کے بطن سے تھے یعنی عرمونی اور معنی بست اور ساؤل کی بیٹی میکیل کے پانچ بیٹے جو ہرزائی کے
بیٹے عدرائیل کے صلب سے تھے پکڑ کے جبعونیوں کے حوالے کئے اور انہوں نے انہیں پہاڑ کے
براہر خداوند کے حضور پھانسی دی“ ۱۲ فہیم

۳۔ اعجاز عیسوی کے باب ۲ کی آیات ۱۴، ۲۱، ۲۲، ۲۳ مذکور ہیں مگر ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو نسخہ میں ان آیات کے
عدد ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲ ہیں باب ۲ کی کل آیات ۲۲ مذکور ہیں۔ واللہ اعلم ۱۳ عجیب :-

آیت ۱۶ :- ”جب داؤد یہ باتیں ساؤل سے کہہ چکا تو ساؤل نے کہا ۔۔۔ الخ
 آیت ۲۰ :- ”اور اب دیکھ میں خوب جانتا ہوں کہ تو یقیناً بادشاہ ہوگا“ الخ
 آیت ۲۱ :- ”سو اب مجھ سے خداوند کی قسم کھا کہ تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک
 نہیں کرے گا اور میرے باپ کے گھرانے میں سے میرے نام کو مٹا نہیں
 ڈالے گا“

آیت ۲۲ :- ”سو داؤد نے ساؤل سے قسم کھائی“ الخ
 مذکورہ بالا نواختلافات میں دیگر اختلافات سے قطع نظر یہ ملاحظہ کیجئے خدا کا رحم
 کس درجہ ثابت ہو رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۱

قہر دم بھر کا اور کرم عمر بھر کا ؟ | زبور ص ۳ آیت ۵ میں ہے :-

”..... اس کا قہر دم بھر کا ہے، اس کا کرم عمر بھر کا۔“ الخ
 اور کتاب گنتی باب ۳۲ کی آیت ۱۳ میں اس کے برعکس یوں ہے :-
 ”سو خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے انکو بیابان میں چالیس برس
 تک آوارہ پھرایا جب تک کہ اُس پشت کے سب لوگ جنہوں نے خداوند

۱۵ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ”خوب اور یقیناً“ الفاظ کی زیادتی بھی تحریف
 کی ایک مثال ہے۔ ۱۲ بنجیب

۱۶ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ”تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا“ کے
 بجائے ”میں بعد تیرے تیری نسل کو ہلاک نہیں کروں گا“ اور ”میرے باپ کے گھرانے“ الخ
 ”کی جگہ“ تیرے باپ کے گھرانے میں سے تیرے نام کو نہ مٹاؤں گا۔“ کا جملہ مذکور ہے جو کہ مفہوم کی
 ادائیگی میں کلام ربانی میں ایک قسم کی تحریف ہی ہے۔ ۱۲ بنجیب

کے دو برو گناہ کیا تھا نابود نہ ہو گئے۔“
 ملاحظہ کیجئے دم بھر کا قہر ایسا تھا کہ تمام بنی اسرائیل کو، جن میں اولوالعزم پیغمبر بھی
 شامل تھے اور ہزاروں بے گناہ معصوم لڑکے بھی تھے، بیابان میں چالیس برس تک
 آوارہ پھرایا۔ فیاللعجب۔

اختلاف نمبر ۱۱

خدا کی عجیب قدرت | کتاب پیدائش کے باب ۱۱ کی آیت ۱ میں خدا تعالیٰ اپنے
 بارے میں یوں فرماتا ہے :-

”... میں خدائی قادر ہوں ...“ الخ

مگر کتاب قصۃ کے باب ۱ کی آیت ۱۹ میں اس کے برعکس یوں لکھا ہے :-
 ”اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا، سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر
 وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا، کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھے تھے“
 دیکھئے عجیب قادر ہے کہ وادی کے لوہے کی رتھے والوں باشندے اس خدا کی
 قدرت سے نہ نکالے جاسکے۔

اختلاف نمبر ۱۲

خدا کی عجیب قدرت | کتاب قصۃ باب ۵ کی آیت ۲۳ یوں ہے :-

”خداوند کے فرشتے نے کہا کہ تم میرے روز پر لعنت کرو، اس کے باشندوں پر سخت

۱۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”تب یہوواہ کا قہر اسرائیل پر پڑا اور اس نے
 اونہیں میدان میں چالیس برس تک آوارہ رکھا جب تک کہ وہ ساری جماعت جو یہوواہ کے دو برو

گنہگار ہوئی تھی نابود ہوئی“ ۱۲۔ فہیم

۱۳۔ ”وادی کے باشندوں“ کی جگہ قدیم اردو ترجمہ میں ”صحرائیوں“ کے الفاظ مذکور ہیں۔ ۱۳۔ ن

لعنت کرو، کیونکہ وہ خداوند کی کمک کو زور آوروں کے مقابل خداوند کی کمک کو نہ آئے۔“

دیکھئے کیسا قادر ہے کہ زور آوروں کے مقابلے میں کمک کا محتاج ہے اور جو لوگ کمک کو نہیں آئے ان پر لعنت کرتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۳

عاموس باب ۲ کی آیت ۱۳ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں

ہے کہ :-

”ایک من در زیر شما چسپیدہ شدم چنانچہ اربہ پرانہ قد چسپیدہ می شود“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہی آیت اس طرح ہے :-

”هانداء امر من تحتكم كما تمرا العجلة المحملة حشيشاً“

یعنی خبردار میں تمہارے نیچے ایسا دبا جیسے پولوں سے لدی ہوئی گاڑی دہتی

ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ خدا قادر ہونے کے باوجود دب گیا اور عاجز ہو گیا۔

اختلاف نمبر ۱۴

خدا کی عجیب قدرت | ملائکہ باب ۳ آیت ۹ یوں ہے :-

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”تم مار نہ پر لعنت کرو خداوند کا فرشتہ بولا تم اوسکے

باشندوں پر لعنت کرو کہ وہ خداوند کی کمک کرنے کو جباروں کے مقابل نہ آئے“ فہیم

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجموں میں اس آیت کا مفہوم یوں بدل دیا گیا ہے ”دیکھو میں تمکو ایسا

دباؤں گا جیسے پولوں سے لدی ہوئی گاڑی دبا تی ہے“ ان دونوں ترجموں کے الفاظ اور مفہوم

میں واضح اختلاف اور تین فرق صاف نظر آ رہا ہے - ۱۲ - ن

”پس تم سخت ملعون ہوئے کیونکہ تم نے بلکہ تمام قوم نے مجھے ٹھگایا۔“
 دیکھئے یہاں خدائے قادر ٹھگایا۔ ٹھگے جانے کے بعد بنی اسرائیل پر لعنت
 کر رہا ہے۔ مذکورہ بالا چاروں نمونوں میں قدرت الہی کا عجیب نقشہ سامنے
 آتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۵

خدا کی قدرت اور محتاجی | کتاب اشال باب ۱۵ کی آیت ۳ اس
 طرح ہے کہ :-

”خداوند کی آنکھیں ہر جگہ اور نیکیوں اور بدوں کی نگران ہیں۔“
 حالانکہ جب آدم علیہ السلام کہیں چھپ گئے تھے تو خدا کو ان کو پکارنا پڑا تھا جیسا
 کہ کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۹ میں اس کو یوں بیان کیا ہے :-
 ”تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟“

اختلاف نمبر ۱۶

خدا کی محتاجی | کتاب تواریخ دوم باب ۱۶ کی آیت ۹ میں
 یوں ہے :-

”کیونکہ خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں۔“ الخ

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”سو تم لعنت سے ملعون ہوئے
 کیونکہ تم نے ہاں اس تمام قوم نے مجھے لوٹا۔“ فہیم
 ۲۔ قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”خداوند کی آنکھیں سب مکانوں
 میں کیا بری کیا بدی دیکھنے والیاں ہیں۔“ فہیم
 ۳۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”خداوند کی آنکھیں ساری
 زمین میں وار پار دوڑتی ہیں۔“ ۱۲ فہیم

رو اس لئے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ کیا انہوں نے سراسر دسیا ہی کیا ہے جیسا
شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کر لوں گا^{۱۷}۔
کتاب پیدائش کی اس آیت کے مطابق خدا کو معلوم کرنے کے لئے چل کر
جانا پڑا۔

اختلاف نمبر ۱۷

خدا کی محتاجی | کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۵ یوں ہے :-

”اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اُترا^{۱۸}۔“
یہاں خدا کو دیکھنے کا محتاج بتایا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۸

امتحان کا محتاج | کتاب خروج باب ۱۶ کی آیت ۴ یوں ہے :-

”تب خداوند نے موسیٰ سے کہا میں آسمان سے تم لوگوں کے لئے روٹیاں
برساؤں گا۔ سو یہ لوگ نکل نکل کر فقط ایک ایک دن کا حصہ ہر روز بٹور
لیا کریں کہ اس سے میں اُن کی آزمائش کروں گا کہ وہ میری شریعت

۱۷ قدیم اردو ترجمہ میں ”میں جا کر دیکھوں گا“ کے بجائے ”میں اُتر کے دیکھوں گا“ کر دیا گیا ہے
جس سے مفہوم میں فرق واضح ہو گیا۔ ۱۲ ن

۱۸ قدیم اردو ترجمہ میں اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں ”میں اُتر کے دیکھوں گا“
کہ انہوں نے اس شور کے مطابق جو مجھ تک بھیجا بالکل کیا ہے یا نہیں میں دریافت کر دوں گا“ فہیم
۱۹ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں ”اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے
بنی آدم بناتے تھے دیکھنے اُترا“ ۱۲۔ فہیم

پر چلیں گے یا نہیں؟

اس آیت کی رُو سے خدا امتحان کا محتاج ہے۔

اختلاف نمبر ۱۹

خدا کو معلوم نہ ہوا | کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۵ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”کیونکہ خداوند نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل سے کہنا کہ تم گردن کش

لوگ ہو۔ اگر میں ایک لمحہ بھی تیرے بیچ میں ہو کر چلوں تو تجھ کو فنا کر دوں گا

موتوا اپنے زیور اتار ڈال تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تیرے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟“

اور یہ جملہ ”سو تو اپنے زیور اتار ڈال الخ دیگر ترجموں میں اس طرح ہے :-

۱۸۲۲ء کے اردو ترجمہ میں ہے ”اور اب تم زینت اپنی اتارو تاکہ وہ جو تمہارے

ساتھ کروں گا جانوں“

۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں یہ عبارت یوں ہے :-

”پس حال علیہ ہاتھ را اند بر خود بکنید تا بدانم کہ در میان شما چه

۱۔ قدیم اردو ترجمے اس آیت کو ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں ”خداوند نے موسیٰ

سے کہا کہ دیکھ میں آسمان سے تمہارے لئے روٹیاں برسائوں گا یہ لوگ ہر روز نکل کے

جتنا ایک ہی دن کے لئے کفایت کرے ہر ایک دن سمیٹ لیا کریں تاکہ میں انہیں جانچوں کہ

وے میری شرع پر چلیں گے یا نہیں“ فہیم

۲۔ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح نقل ہوئے ہیں ”پھر خداوند نے موسیٰ

کو فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہہ تم سخت گردن لوگ ہو اگر میں ایک لمحہ تمہارے درمیان چڑھ جاتا تو تمہیں ہلاک

کرتا پس اب تم اپنا سنگار اتار دو اور میں دیکھوں گا کہ کیا تم سے کروں“ ۱۲ فہیم

باید کر دے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ جب تک ان لوگوں کو ننگانہ نہ کر دیا تب تک خدا کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

اختلاف نمبر ۲

دل کی بات معلوم کرنے میں محتاج کتاب استثناء باب ۸ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور تو اس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر ان چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدائے تجھ کو اس بیاں میں چلایا تاکہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے کہ تو اس کے حکموں کو مانے گا یا نہیں۔“

یہاں خدا تعالیٰ آزمائے اور دل کی بات دریافت کرنے کے لئے بنی اسرائیل کو

لے اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء میں مذکورہ عبارت یوں ہے ”پس اب تم اپنا سنگار اوتارو اور میں دیکھوں گا کہ کیا تم سے کروں“ اس کے علاوہ اس ترجمہ میں ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ”گمہ دن کش“ کی جگہ ”سخت گردن“ اور ”اگمہ میں ایک لمحہ بھی تیرے بیچ میں ہو کر چلوں تو تجھ کو فنا کر دوں گا“ کے بجائے ”اگمہ میں ایک لمحہ تمہارے درمیان چڑھ جاتا تو تمہیں ہلاک کرتا“ کے الفاظ ہیں۔ ان دو ترجموں میں الفاظ و مفہوم کا یہ فرق بھی تحریف کی ایک صورت ہے۔ ۱۲ بنجیب

علاوہ انہیں فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے ”لہذا حلیہ بادا

الہیہ زیروں کنید تا بدانم کہ باشما چہ باید کرد“

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور اس ساری راہ کو یاد رکھو وہی راہ جہاں یہوواہ تیرا خدا بیابان میں ان چالیس برس تجھ کو لئے پھرتا کہ تجھے دکھ دے اور تجھے آزمائے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے کہ تو اس کے احکام مانے گا کہ نہیں“ ۱۲ فہیم

چالیس برس تک سیابان میں چلانے کا محتاج ہوا۔
مذکورہ بالا پانچ نمونوں سے خدا کی عالم الغیبی کا کتنا عجیب ثبوت مہیا
ہو رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۲

ملا کی باب ۳ کی آیت ۶ میں یوں ہے :-
خدا میں تغیر

”میں خداوند ہوں مجھ میں تغیر نہیں ہے۔“ الخ

مگر کتاب گنتی باب ۲۲ کی آیت ۲۰، ۲۱ اور ۲۲ میں ہے :-
”اور خدا نے رات کو بلعام کے پاس اکر اُس سے کہا اگر یہ آدمی تجھے بلانے کو
آئے ہوئے ہیں تو تُو اٹھ کر ان کے ساتھ جا مگر جو بات میں تجھ سے کہوں اُسی
پر عمل کرنا۔ سو بلعام صبح کو اٹھا اور اپنی گدھی پر نہین لکھ کر مواب کے امراء
کے ہمراہ چلا اور اس کے جانے کے سبب سے خدا کا غضب بھڑکا اور
خداوند کا فرشتہ اُس سے مزاحمت کرنے کے لئے راستہ روک کر
کھڑا ہو گیا۔“ الخ

خدا کا یہ تغیر دیکھئے کہ رات کو تو اُسے جانے کا حکم دیا اور صبح کو اس کا غضب
بھڑکا کہ فرشتہ کو اس سے مزاحمت کرنے کیلئے بھیج دیا۔

۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ”میں خداوند لا تبدیل ہوں“ کے الفاظ ہیں، مفہوم ایک ہی ہے ۲۰ عجیب
۲۱ بلعام بن بعور جسے موابیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف لڑنے کے لئے بلایا تھا۔

۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”پھر خدا رات کو بلعام کے پاس آیا اور اسے کہا
اگر لوگ تجھے بلانے آویں تو اُوٹھ اور ان کے ساتھ جا پر جو بات میں تجھے کہوں گا وہی کیجیو سو بلعام صبح
کو اٹھا اور اپنی گدھی پر نہین لکھا اور مواب کے امیروں کے ہمراہ گیا تب خدا کا قہر بھڑکا اسلئے کہ وہ
گیا اور سیواہ کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا تا کہ اس سے دشمنی کرے“ ۱۲۔ فہم :-

اختلاف نمبر ۲۲

حکم میں تبدیلی | کتاب خروج باب ۳۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء کی آیت ۳ یوں ہے :-
 ”اُس ملک میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور چونکہ تو گمراہ کن قوم

ہے اس لئے میں تیرے بیچ میں ہو کر نہ چلوں گا“

اور آیت ۱۴ اس کے برعکس یوں ہے :-

”تب اُس نے کہا میں ساتھ چلوں گا اور تجھے اُدام دوں گا“

دیکھئے پہلے مقام میں فرمایا ”میں نہ چلوں گا“ مگر تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے اس حکم کو خود ہی بدل ڈالا۔

اختلاف نمبر ۲۳

ہر مخلوق ناپاک ہے؟ | کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۳۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
 میں ہے :-

”اور خدا نے سب پر جو اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے۔۔۔۔۔“ الخ

مگر کتاب ایوب باب ۱۵ آیت ۱۵ میں یوں ہے :-

”..... آسمان بھی اُس کی نظر میں پاک نہیں“

اور کتاب ایوب باب ۲۵ کی آیت ۵ میں ہے :-

”..... اور تارے اس کی نظر میں پاک نہیں“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”طوفان ایک زمین کے کہ دودھ اور شہد

وہاں بہتا ہو گا پس تم چلے جاؤ کہ میں تمہارے درمیان نہ چڑھوں گا“ ۱۲۔ فہیم

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”پھر خدا نے اُن سب پر جنہیں اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ یہ بہت اچھے ہیں“ ۱۲۔ فہیم

اور کتاب قوانین باب ۱۱ میں سینکڑوں جاندار پرندوں اور درندوں کو حرام
قبیح اور ناپاک بتایا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۳۱ میں سب آسمانوں اور
تاروں اور جانداروں کو ”بہت اچھا“ قرار دیا گیا۔ مگر دیگر مذکورہ آیات میں ناپاک
اور قبیح قرار دیدیا گیا۔

اختلاف نمبر ۲۴

تبدیلی؟ | یعقوب کا عام خط باب ۱ آیت ۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں
یوں لکھا ہے :-

”جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے
اسپر سایہ پڑتا ہے۔“

حالانکہ سینکڑوں مقامات پر ”سبت“ (ہفتہ کا دن) کی عزت و تکریم کی فطرت
کا سخت تاکید ہی حکم دیا گیا ہے اور بیشتر جگہوں پر تو اس کو ابدی تک قرار دیا گیا ہے
مگر پادری حضرات ان تمام تاکیدوں کے برعکس اتوار کے دن کو مقدس قرار دینے
پر مقرر ہیں۔ اس طرح وہ خدا تعالیٰ کو بدلنے والا اور پھر جانے والا ثابت کر رہے
ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں سے خدا کا تبدیل اور غیر متغیر ہونا کسی طرح ثابت
نہیں ہوتا۔

اختلاف نمبر ۲۵

بلا وجہ کی عداوت | کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۵ میں ہے :-
”اے بنی اسرائیل سنو تو کیا میری روش راست نہیں؟ کیا

۱۷۴۳ء کے اردو ترجمہ میں عبارت کو یوں لکھا ہے ”جس میں بدلنے اور پھر جانے کا سایہ

بھی نہیں“ تحریف لفظی کا یہ بھی ایک مثال ہے۔ ۱۲ بنجیب

تمہاری روش ناراست نہیں؟

اور ملاکی باب آیت ۲ اور ۳ اس طرح ہیں :-

» خداوند فرماتا ہے میں نے تم سے محبت رکھی تو بھی تم کہتے ہیں تو نے کس بات میں ہم سے محبت ظاہر کی؟ خداوند فرماتا ہے کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا؟ لیکن میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت رکھی

۱۵ عیسو Esau حضرت اسحاق علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے (پیدائش ۲۵: ۲۵) اور آدمیوں کے جدِ امجد ہیں (پیدائش ۳۶: ۲۳) بائبل میں ان کے بارے میں ایک عجیب غیر منصفانہ واقعہ بیان کیا گیا ہے بائبل کا بیان ہے کہ تورات اور اس سے پہلے کے قانون میں سب سے بڑی اولاد (پہلو مٹھے) کو کچھ مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے (استثناء ۲۱: ۱۵ و عبرانیوں ۱۲: ۱۶) جو عیسو کو پہلو مٹھا ہونے کی بنا پر حاصل تھے لیکن ایک دن وہ جنگل سے تھکے ہوئے آئے بھوک بہت لگ رہی تھی ان کے بھائی یعقوب علیہ السلام نے دال پکائی ہوئی تھی عیسو نے ان سے دال مانگی تو حضرت یعقوب نے اس شرط پر دال کھلانے کا وعدہ کر لیا کہ عیسو پہلو مٹھے کے حقوق سے ان کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔ عیسو نے سخت بھوک کی وجہ سے یہ منظور کر لیا اور اس طرح ان کا حق حضرت یعقوب کو مل گیا (پیدائش ۲۶: ۲۹ تا ۳۴) پھر جب حضرت اسحاق ضعیف اور نابینا ہو گئے تو ایک دن انہوں نے عیسو سے کہا کہ تم میرے لیے جنگل سے شکار لاؤ اور میری حسبِ منشاء مجھے پکا کر کھلاؤ میں تمہیں برکت کی بہت دعا دوں گا۔ عیسو اس حکم کی تعمیل کرنے جنگل میں چلے گئے حضرت اسحق کی بیوی ربقہ کو حضرت یعقوب سے زیادہ محبت تھی جب عیسو جنگل چلے گئے تو انہوں نے یہ چال چلی کہ دو بکری کے اچھے اچھے بچے لے کر انہیں بہت عمدہ طریقے سے پکایا اور حضرت یعقوب سے کہا کہ تم یہ کھانا لے کر حضرت اسحاق کو کھلاؤ اور ان پر یہ ظاہر کرو کہ تم ہی عیسو ہو اور جنگل سے شکار مار کر لائے ہو۔ حضرت یعقوب نے ایسا ہی کیا اور (معاذ اللہ) جھوٹ بول کر اپنے آپ کو عیسو ظاہر کیا۔ حضرت اسحاق چونکہ نابینا تھے اس لیے انہوں نے حضرت یعقوب کے ہاتھ ٹٹول کر دیکھا کیونکہ عیسو کی علامت یہ تھی کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اس کے پہاڑوں کو ویران کیا اور اس کی میراث بیابان کے گیدڑوں کو دی۔“
ملاحظہ فرمائیے راستی کے تقاضے کے سبب عیسو اور اس کی اولاد سے بلاوجہ عداوت
دکھنا اور پھر اس کی میراث اور پہاڑوں کو ویران کرنا کتنا اچھا اقدام ہے۔

اختلاف نمبر ۲۶

شریعت موسوی - بُرے احکام | مشاہدات یوحنا باب ۱۵ آیت ۳ میں
اس طرح ہے :-

”اے مقدسوں کے بادشاہ قیری راہیں راست اور درست ہیں۔“
اور ہوسیلع باب ۱۴ آیت ۹ میں بھی اس کے موافق یہ الفاظ ہیں :-
”..... خداوند کی راہیں راست ہیں اور صادق اُن میں

(بقیہ حاشیہ ص ۷ سے آگے) ان کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے، مگر ربقہ نے پہلے ہی یعقوب علیہ السلام
کو بکری کی کھال پہنا دی تھی اس لئے وہ دھوکہ کھا گئے اور برکت کی تمام دعائیں بھی انہیں دیں اور
انہی کو اپنا جانشین بنایا جب عیسو جنگل سے آئے اور یہ ماجرا دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے حضرت اسحاق نے
بھی اس پر صرف تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ اب میں برکت کی تمام دعائیں یعقوب کو دے چکا ہوں
(پیدائش ۲۷: ۴۰) یہ تھا بے چارے عیسو کا قصور جس کی بنا پر کتاب ملاکی میں کہا جا رہا ہے کہ
خدا کو اس سے عداوت ہو گئی اور جس کی وجہ سے ”پولس مقدس“ صاحب اسے بددین کا خطاب دیتے
ہیں (عبرانیوں ۱۲: ۱۶) غور فرمائیے کہ اس قسم کے قصے خدا کے عدل و انصاف اور انبیاء علیہم السلام کے
کردار کے بارے میں کیا تصور پیش کرتے ہیں، اس پر بھی یہ اصرار ہے کہ انہیں الہامی مانوا اور سماوی
یقین کرو، سبحان اللہ۔ ہذا بہتان عظیم۔ ۱۲۔ تقی

اے قدیم ابد و ترجموں میں یہ آیات ان الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہیں خداوند فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں پیار کیا تمہیں تم کہتے ہو کہ
تو نے ہمیں کس طرح پیار کیا۔ کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا خداوند فرماتا ہے لیکن میں نے یعقوب کو پیار کیا اور میں نے عیسو
سے دشمنی رکھی اور اس کے پہاڑ اور اس کی میراث کو جنگلی تینوں کے لئے ویران کیا۔“ ۱۲ فہیم

چلیں گے“ ۱۲

مگر حَزَقِ ایل باب ۲۰ آیت ۲۵ میں شریعت موسوی۔ جو کہ خدا کی محبوب قوم بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی اور خروج عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل سمیت تمام دیگر اقوام کے لئے اسی کو ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب تھا کہ بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے: ”اور ترجمہ ۱۹۵۹ کے الفاظ ہیں :-

”سو میں نے اُن کو بُرے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں“

یہی آیت فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ میں یوں ہے :-

”لہذا من نیز قوانین نامرغوب و احکامے کہ در ان نتوانند زیست بایشا دادم“

اور فارسی ترجمہ ۱۸۴۵ میں ہے :-

”بنا بریں من نیز قضا یا ای کہ ناپسند بود و احکامے کہ بانہارہ و نتوانستند

بمانند بایشاں دادم“

اختلاف نمبر ۲

صاحب اکسیہومو کا حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ پر بہتان | بے شمار آیات میں زنا کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

در آخا لے پادریوں کے قول کو سچ مان لیں تو خود ایک پادری نے غریب یوسف بنجار کی بیوی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا اور وہ اسی سے حاملہ ہو گئی۔

واضح ہو کہ ہم اس طرح کے ناپاک عقیدے کو تسلیم نہیں کرتے مگر مشہور مقولہ نقل کفر کفر

لے قییم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”خداوند کی راہیں سیدھی ہیں اور نیک

لوگ اس میں چلیں گے“ ۱۲ فہیم

۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور میں نے بھی انہیں حقوق

دیئے جو بھلے نہیں اور قوانین جن سے وہ نہ جیتے۔ ۱۲ فہیم :-

نہ باشد، کے پیش نظر اس مردود قول کو نقل کرنا پڑا ہے۔ بیشتر ملحدین تو اس مقام پر انتہائی بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بطور نمونہ صاحب کسی ہومو کا یہ قول ملاحظہ کیجئے اور دیگر اقوال کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے بارے میں پادری حضرات جس یا وہ گوئی سے کام لیتے ہیں اس پر ہم صبر سے کام لیتے ہیں کیونکہ ان ملحدین نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے معاملہ میں مریم اور علیٰ علیہما السلام حتیٰ کہ خدائے ذوالجلال کے بارے میں اس سے بھی بہت زیادہ یا وہ گوئی کی ہے۔ کتاب اکیسہم موصفہ ہم میں درج ہے :-

”ایک انجیل جس کا نام ”نئے دئے آف میری“ ہے اور آج کل اس کا شمار جھوٹی انجیلوں میں ہوتا ہے، اس میں لکھا ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا کا نام بیت المقدس کے خدمت گزاروں میں لکھے جانے کے بعد سولہ برس تک وہاں رہیں تھیں۔ قادر جبرو م زاویر نے اس قول کو صحیح قرار دے کر اختیار کیا ہے۔ لہذا اس جگہ یہ شبہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بیت المقدس کے کسی کاہن سے حل قرار پایا ہو اور اس کاہن نے بدنامی سے بچنے کے لئے ان کو یہ پٹی پڑھائی ہو کہ تم یہ مشہور کر دو کہ مجھے روح القدس کے ذریعہ حل قرار پایا ہے۔“

پھر مصنف مذکور لوفا کی عبارت پر انتہائی استہزاء کے ساتھ ایسی واپسی تباہی لکھنے کے بعد جسے قلم کو لکھنے کا یا را بھی نہیں کہتا ہے :-

”یہودیوں کے ہاں یہ واقعہ یوں مشہور ہے کہ ”ایک سپاہی کا لڑکا مریم پر عاشق ہو گیا تھا اسی کی ناشائستہ حرکت کے نتیجہ میں عیسائیوں کا یہ مسیح پیدا ہوا ہے اس واقعہ سے یوسف بخا اپنی اس بددیانت بیوی سے ناراض ہو کر بابل کی جانب چلا گیا اور مریم اپنے بیٹے یسوع کے ساتھ مصر چلی گئی۔ یسوع نے وہاں شعبہ بازی سیکھی۔ شعبہ بازی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد یہودیہ میں

اپنے شعبہ دے دکھانے چلا آیا۔“

پھر آگے چل کر لکھتا ہے :-

وہ ایسی ہی بیشمار کہانیاں بت پرستوں میں بھی بہت مشہور ہیں۔ مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا منرو نامی معبود جو جو پیٹر کے مغز سے پیدا ہوا ہے اور بے کس جو پیٹر کی ران میں رہا ہے اسی طرح چینلوں کا عقیدہ تھا کہ ان کا خدا قوا ایک کنواری لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ وہ سورج کی ایک کرن سے حاملہ ہوئی ہے۔“ انتہی ملحوظا -

یہاں پادری جان ملنر کی ۱۸۳۸ء میں مطبوعہ ایک کتاب سے ایک اور حکایت نقل کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

وہ کچھ عرصہ ہوا کہ انگلستان میں جو انا سوٹ کوٹ نے اپنے اوپر الہام کا دعویٰ کیا اور یہ مشہور کیا کہ میں وہی عورت ہوں جس کے بارے میں شیطان سے خطاب کے دوران خدا تعالیٰ کا قول کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۱۵ میں اس طرح درج

لے منرو (MINERVA) عہد قبل مسیح میں اسے اطالوی باشندے اپنی دیوی (GADDESS) مانتے تھے اطالوی زبان میں ”منس“ کے معنی دماغ کے ہیں اور چونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ منرو جو پیٹر کے دماغ سے پیدا ہوئی اس لئے اس کا نام منرو رکھا گیا۔ ق م تک روم میں اس کے نام کا ایک بڑا مندر موجود تھا جہاں ۱۹ مارچ کو منرو کا مقدس دن منایا جاتا تھا (برٹانیکا ص ۵۳۳ ج ۱۵) ۱۲ آئنی ۵۰ جیو پیٹر - رومیوں اور اطالویوں کا سب سے بڑا دیوتا جسے وہ آسمانی دیوتا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ قحط کے ایام میں بادشہ وہی برساتا ہے۔ روم کے بعض علاقوں میں اس کے نام کے بعض قدیم مندر اب بھی موجود ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں سب سے زیادہ مقدس شخص کو اس کا خلیفہ مانتے تھے۔ ۱۳ ستمبر کو اس کی پوجا کا جشن منایا جاتا تھا۔ منرو اور جو تو اس دیوتا کے ماتحت سمجھے جاتے تھے (برٹانیکا ص ۱۸۸، ص ۱۸۹ جلد ۱۳) ۱۲ آئنی :-

ہے ”وہ تیرے سر کو کچلے گی“، اور مشاہدات باب ۱۲ کی آیت ۲۱ میں ہے کہ
 ”آسمان پر ایک بڑا نشان نظر آیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک عورت ہے جو
 اپنے اوپر سورج اوڑھے ہوئے ہے، چاند اُس کے پاؤں کے نیچے ہے اور
 اس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا، وہ عورت حاملہ تھی اور درد کے مارے
 چلا رہی تھی، وہ بچہ کی ولادت کی خاطر زمین پر لوٹ رہی تھی۔“ انتہی۔ میں شیطان
 کا سر کچلوں گی اور مجھے عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہے۔ بیشمار مسیحی حضرات اس نیک
 عورت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے معتقد اس کے اس حمل پر پھولے نہ سماتے تھے،
 چنانچہ اس کے لئے سونے چاندی کے برتن بنوائے گئے۔“ انتہی

سبحان اللہ! حضرت مریم کو تو حمل روح القدس سے تھا اور اس عصمت قباب کو
 حضرت عیسیٰ سے حمل قرار پا گیا۔ مگر افسوس کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس پاکیزہ حمل سے
 کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی کہ نہیں اور پیدا ہونے کی صورت میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ
 اس عصمت قباب کے معتقدوں کے نزدیک اس مولود مسعود کو اپنے باپ کی مانند
 الوہیت کا کوئی معمولی سا مرتبہ بھی حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ اور الوہیت کا مرتبہ ملنے
 کی صورت میں عقیدہ تثلیث منسوخ ہو کر ترییع کا عقیدہ قائم ہو گیا یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ
 کا لقب باپ دادا کے ساتھ اس کو بھی ملا تھا یا نہیں؟

اختلاف نمبر ۲۸

خدا کی راست بازی | زبور ۱۱۹ آیت ۶۸ یوں ہے :-
 ”تو بھلا ہے اور بھلائی کرتا ہے، مجھے اپنے آئین سکھا“

اور کتاب قضاۃ باب ۹ آیت ۲۳ اس طرح ہے :-

۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ”وہ تیرے سر کو کچلے گا“ لکھا گیا ہے۔ ۱۲

۱۲ قیدم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”تو نیک ہے اور نیکی کرتا ہے مجھے اپنے قواعد سکھلا“ فہم

”تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان ایک بُری روح بھیجی اور اہل سکم
ابی ملک سے دغا بازی کرنے لگے۔“

ملاحظہ کیا آپ نے بھلائی کیسی ہے کہ خود ہی بُری رُوح کو بھیج کر دغا بازی شروع
کرائی۔ ان مذکورہ بالا چاروں نمونوں کو ملاحظہ کیجئے۔ خدا کی راست بازی کے کیسے کیسے
منظاہر سامنے آتے ہیں۔

اختلاف نمبر ۲۹

خدا کی عہد شکنی | کتاب گنتی باب ۲۳ آیت ۱۹ یوں ہے :-
”خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدمزاد ہے کہ
اپنا ارادہ بدلے۔“ الخ

بعینہ اس مفہوم کی کتاب سموئیل اول باب ۵ کی آیت ۲۹ اس طرح ہے :-
”اور جو اسرائیل کی قوت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ پچھتا تا ہے کیونکہ
وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتا ئے۔“

حالانکہ کتب مقدسہ میں خدا کا جھوٹ بولنا، پچھتا نا اور پشیمان ہونا، بلکہ پچھتا تے
پچھتا تے تھک جانا کثرت سے ثابت ہے۔ مثلاً باب ۴ کے مضامین کا ماحصل ہے :-
”بیشک وہ اس ملک کو جس کے دینے کی قسم میں نے ان کے باپ دادا سے کھائی
مٹی کہ تمہیں اس میں آباد کروں گا دیکھنے بھی نہ پائیں گے۔ اس طرح تم میری

لے قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں ”تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے
درمیان روح فساد کو بھیجا اور اہل سکم نے ابی ملک سے دغا بازی شروع کی“ ۱۲ فہیم

۱۲ قدیم اردو ترجمہ میں ”ارادہ بدلے“ کی جگہ ”پشیمان ہووے“ ہے حالانکہ جدید ترجمہ میں پشیمان ہووے
کی جگہ ”پچھتا ئے“ بے شمار مقامات پر آیا ہے۔ ۱۲ ن

۱۲ قدیم ترجمہ میں یہ جملہ یوں ہے ”اور اسرائیل کا ناصح جھوٹ نہیں بولتا۔“ الخ ”فرق واضح ہے۔ ۱۲ ن

عہد شکنی کو جان لو گے“

ملاحظہ کیجئے کہ یہاں نہ صرف وعدہ ہی جھوٹا نکلا بلکہ قسم بھی جھوٹی نکلی اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنی عہد شکنی کا خود ہی اقرار بھی کر لیا۔

اختلاف نمبر ۳

خدا کا پچھتاوا | کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہی آیت یوں ہے :-

”ذیراکہ اند پیدا کردن آنها پشیمان شدہ ام“

اختلاف نمبر ۳۱

خدا کا پچھتاوا | کتاب یرمیاہ باب ۸ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور اگر وہ قوم جس کے حق میں میں نے یہ کہا اپنی برائی سے باز آئے تو میں بھی

اس بدی سے جو میں نے اس پر لانے کا ارادہ کیا تھا باز آؤں گا“

اختلاف نمبر ۳۲

خدا کا پچھتاوا | کتاب یرمیاہ باب ۲۶ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”شاید وہ شنوا ہوں اور ہر ایک اپنی بُری روش سے باز آئے اور میں بھی اس عذاب

۱۸۳۲ء اور ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں آیت کا نمبر ۶ ہے، جدید ترجمہ میں آیت ۶ ہے۔ غالباً درمیان سے

ایک آیت جدید ترجمہ میں کم کر دی گئی ہے یا آیات کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔ ۱۲ بخیب

۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں ”باز آؤں گا“ کی جگہ ”پچھتاؤں گا“ مذکور ہے۔ ۱۲ ن

کو جو ان کی بد اعمال کے باعث ان پر لانا چاہتا ہوں باز رکھوں ۱۰

اختلاف نمبر ۳۳

خدا کا پچھتاوا | کتاب یرمیاہ باب ۴۲ کی آیت ۱۰ میں ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”..... کیونکہ میں اُس بدی سے جو میں نے تم سے کی ہے باز آیا ۱۰“

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

”..... زیرا کہ از یانی کہ بشمار سانیدم پشیمان شدہ ام“

اختلاف نمبر ۳۴

خدا کا پچھتاوا | زبور ۱۰۶ آیت ۴۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور اپنی شفقت کی کثرت کے مطابق ترس کھایا ۳“

اختلاف نمبر ۳۵

خدا کا پچھتاوا | عاموس باب ۷ آیت ۶ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

”خداوند اس سے باز آیا ۱۰“

اختلاف نمبر ۳۶

خدا کا پچھتاوا | کتاب یوایل باب ۲ آیت ۶ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں ہے :-

۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں ”باز رکھوں“ کے بجائے ”پچھتاؤں“ کا لفظ ہے دونوں نفلوں کے مفہوم

کا فرق واضح ہے۔ ۱۲ ان ۱۰ ”باز آیا“ کی جگہ قدیم ترجمہ میں ”پچھتا یا“ مذکور ہے۔ ۱۲ ن

۱۰ یہ فقرہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے ”اور اپنی رحمتوں کی فراوانی کے مطابق پچھتایا“

۱۰ ”باز آیا“ کے بجائے قدیم ترجمہ میں ”پچھتا یا“ ہے۔

”کیا جانے وہ پھرے اور پچھتاوے....“ الخ

اختلاف نمبر ۳۷

خدا کا پچھتاوا | کتاب یرمیاہ باب ۱۵ کی آیت انگریزی ترجمہ کے مطابق یوں ہے :-
 ”.... میں پچھتانے سے تھک گیا ہوں“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یہی الفاظ یوں ہیں :-

”از بازگشت ارادہ خود در ماندہ شدم“

ملاحظہ کیجئے ان نمونوں میں کس قدر ”صدق“ اور ”نہ پچھتانا“ ثابت ہو رہا ہے ۔

اختلاف نمبر ۳۸

جھوٹ بولنے کا حکم | کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء
 میں یوں ہے :-

”جھوٹے لبوں سے خدا کو نفرت ہے....“ الخ

اور کتاب خروج باب ۳ کی آیت ۱۷، ۱۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-
 ”اور میں نے کہا ہے کہ میں تم کو مصر کے دکھ سے نکال کر کنعان میں اور
 حثیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور ختوں اور یہوسیوں کے ملک میں
 لے چلوں گا جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے اور وہ تیری بات مانیں گے
 اور تو اسرائیلی بندگوں کو ساتھ لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا اور اس
 سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا کی ہم سے ملاقات ہوئی۔ اب تو ہم
 کو تین دن تک کی تک بیابان میں جانے دے تاکہ ہم خداوند اپنے

۱۷ ۱۹۵۹ء کے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں :- ”کون جانتا ہے کہ وہ باز رہے اور برکت

باقی چھوڑے....“ الخ ۱۲ ن

خدا کے لئے قربانی کریں۔“

اختلاف نمبر ۳۹

ہمسائے کی حق تلفی کا حکم | کتاب خروج باب ۵ آیت ۲ میں مذکورہ بالا حکم کے موافق موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قول یوں ہے :-

”رتب انہوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے سو ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل بیابان میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں۔۔۔“ الخ

اور خروج باب ۱۱ کی آیت میں اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

”وہ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا۔۔۔۔۔“ الخ

اور خروج باب ۱۱ کی آیت ۲ میں ہے :-

”سوا ب تلوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ اُن میں سے ہر شخص اپنے

پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور میں نے کہا ہے کہ میں تمہیں مصریوں کے تکلیفوں سے کنعانیوں اور حبشیوں اور اموریوں اور فریزیوں اور حویوں اور یسویوں کی زمین میں جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے نکال لاؤں گا اور وہ تیری آواز سنیں گے اور تو اور اسرائیلیوں کے بزرگ مصر کے بادشاہ پاس آؤ اور اسے کہیو کہ ”یہ وہ عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی اور اب ہم تیری منت کرتے ہیں ہم کو تین دن کی راہ بیابان میں جانے دے تاکہ ہم یہ وہ اپنے خدا کے لئے ذبح کریں“ ۱۲ فہیم

۲۔ قدیم اردو ترجموں کی عبارت یوں ہے ”عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی ہے ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم تین دن کی راہ جنگل میں جائیں“ الخ ۱۲ - فہیم

۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”سوا ب تم لوگوں سے چپ چاپ کہو کہ ہر ایک اپنے مرد پڑوسی سے اور ہر ایک عورت اپنی پڑوسن سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن عاریت لے“ ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۳

ہمسائے کی حق تلفی کا حکم | کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۳۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لئے“

ملاحظہ کیجئے ان آیات کی روشنی سے خدا کا ارادہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر ملک شام لے جانے کا تھا۔ اس کے باوجود جھوٹ بولنے کی اجازت دے کر ان سے جھوٹ بلوایا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کے سامنے اور بنی اسرائیل کے سب سردوں اور غورتوں نے اپنے پڑوسیوں سے جھوٹ بولا اور ساتھ ہی ہمسائیگی کے اس حق کو یوں پامال کیا کہ جس کی ادائیگی کی تاکید تو رات میں اس کی بعد بڑی شدت سے بیان کی گئی ہے کہ ان کا مال عاریتہ لینے کا بہانہ کر کے سب کا سب ہضم کر گئے۔

اختلاف نمبر ۴

جھوٹ بولنے کی اجازت | کتاب سموئیل اول باب ۱۶ کی آیت ۲۱
یوں ہے کہ :-

”اور خداوند نے سموئیل سے کہا تو کب تک ساؤل کے لئے غم کھاتا رہے گا، جس حال کہ میں نے اُسے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہونے سے رد کر دیا ہے؟ تو اپنے سینک میں تیل بھر اور جا، میں تجھے بیت لحمی لستی کے پاس بھیجتا ہوں کیونکہ میں نے

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق

کیا اور انہوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریتہ لئے“ ۱۲ فہیم

۱۷ لیتی، حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور ان کے جس بیٹے کو بادشاہ بنانے کا تذکرہ

یہاں کیا گیا ہے ان سے مراد بھی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ ۱۳ تھی :-

اس کے بیٹوں میں سے ایک کو اپنی طرف سے بادشاہ چُنا ہے۔“
 سموئیل نے کہا میں کیونکر جاؤں؟ اگر ساڈل سن لے گا تو مجھے مادہ ہی ڈالے گا۔
 خداوند نے کہا ایک بچھیا اپنے ساتھ لے جا اور کہنا کہ میں خداوند کے لئے
 قربانی کرنے آیا ہوں۔“

ملاحظہ ہو یہاں بھی خدا نے سموئیل علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کی اجازت دی، اس
 لئے کہ وہ درحقیقت داؤد علیہ السلام کو بادشاہ بنانے کے لئے جا رہے تھے، قربانی
 کرنے نہیں جا رہے تھے۔

اختلاف نمبر ۴۲

کتب سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲
 نبیوں سے جھوٹ بلوایا ۲۳ یوں ہے :-

رتب اس نے کہا اچھا تو خداوند کے سخن کو سن لے میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت
 پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اُس کے داہنے اور بائیں کھڑا ہے اور خداوند نے
 فرمایا کون اخی اب کو بہکائیگا تاکہ وہ چڑھائی کرے اور امارات جلعاد میں کھیت آئے
 تب کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ لیکن ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی
 اور کہا میں اُسے بہکاؤں گی۔ خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح؟ اس نے کہا
 میں جا کر اس کے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤں گی۔ اس نے
 کہا، تو اسے بہکا دے گی؟ اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو جا اور ایسا ہی کر۔ سو دیکھ
 خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور
 خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے۔“

۱۹ قدیم ترجمہ میں آیت اس طرح شروع ہوتی ہے ”میکایا نے کہا:-“ الخ جدید ترجمہ سے میکایا پیغمبر
 کا نام نکال کر ”اسنے“ ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ - ۱۲ ن

دیکھئے ان آیات کے مطابق خدا تعالیٰ خود کُرسی پر بیٹھ کر آسمانی لشکر کے ساتھ اپنی مخلوق کو بہرکانے کا مشورے کرتا ہے اور روحوں کو انہیں بہرکانے کے لئے بھیجا کرتا ہے۔ میکایاہ پیغمبر کی شہادت کے مطابق خدا کی بھیجی ہوئی اسی روح نے ان سب نبیوں کے منہ میں پڑ کر ان سے جھوٹ بلوایا تھا۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ ان چاروں نمونوں میں یہ کسے ثابت ہو رہا ہے :-
”جھوٹے لبوں سے خدا کو نفرت ہے۔۔۔“ الخ

اختلاف نمبر ۴۲

عورتوں کے اعضاء مخصوص تک نہ گئے کر دیئے | کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۲۶
اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

میں یوں ہے :-

”اور تو میری قربان گاہ کی سیڑھیوں پر مت چڑھنا تاکہ نہ ہو کہ تیری برہنگی اُس پر ظاہر ہو۔“

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مردوں کی برہنگی ظاہر ہونے کو بھی بُرا سمجھتا ہے، مگر کتاب یسعیاہ باب ۳ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اس لئے خداوند صیتوں کی بیٹیوں کے سر گنجے اور یہوداہ ان کے بدن

۱۷ اختلاف ۲۸ کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ ملاحظہ کیجئے - ۱۲ ن

۲۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس کو آیت ۲۳ لکھا ہے البتہ ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ اور ۱۸۳۹ء کے فارسی ترجمہ میں آیت کا نمبر ۲۶ ہی ہے - ۱۲ بحیب

۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے اور تو میری قربان گاہ پر سیڑھی سے ہرگز مت چڑھو تاکہ تیری برہنگی اس پر ظاہر نہ ہوئے :- ۱۲ قسیم

بے پردہ کر دئے گا۔“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں آخری جملہ یوں ہے :-

”و خداوند اندام نہانی ایشاں را بے ستر خواهد کرد“

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :-

”و پروردگار جائے عورت ایشاں را برہنہ خواهد کرد“

ملاحظہ کیجئے کہ یہاں پر خداوند صیہوں کی لڑائیوں کے اندام نہانی کو کس طرح

بے ستر کر رہے ہیں۔

۱۵ جملہ اخیرہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں اس طرح ہے ”اور خداوندان کی اندام نہانی کو اوکھاڑ دیگا“

اور تقریباً یہی الفاظ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہیں۔ ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں الفاظ

کچھ مہذب استعمال کئے ہیں اور ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں تو قدیم تراجم میں مذکور تصریح کو

یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے ”ان کے بدن بے پردہ کر دیگا“ کے مہذب ترین جملہ کو لایا گیا

ہے۔ اس تبدیلی کا آخر کیا مطلب ہے ؟ (۱۲ نجیب)

علاوہ ازیں قابل غور بات یہ ہے کہ بائبل کے مختلف زبانوں کے ترجموں میں اس آیت

کی عبارت ہر ایک دوسری سے مختلف ہے۔ مثلاً عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں ہے ”یصلح

السیدۃ امۃ بنات صیہون یعنی آقا صیتوں کی بیٹیوں کے سرگین

کمریگا اور خدا ان کے بدن بے پردہ کر یگا“ اس کے بالمقابل انگریزی ترجمہ (کنگ جیمس ورژن) کی

جو عبارت ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ ”خداوند کھرنڈ کی ایک سخت ضرب کے ذریعے صیتوں کی بیٹیوں کے سر سے

تاج اتار لیگا اور خداوندان کے پوشیدہ مقامات کو برہنہ کر دیگا۔ دوسری جانب کیتھولک بائبل (ٹاکسٹرن)

میں آیت ۱۶ ہے اور اس کی عبارت کا اردو ترجمہ یوں ہے ”سنو! کہ مگر خداوند نے ان (صیتوں کی بیٹیوں) کے

لٹے برا انجام تیار کر لیا ہے۔ صیتوں کی بیٹیاں اپنی حرکتوں کو گنہگار اور ننگی کنپٹیوں کے ساتھ جائیں گی“

دیکھئے ہر ترجمے کی عبارت دوسرے سے کس قدر مختلف ہے۔ ۱۲ تقی

اختلاف نمبر ۴۴

عورت کو ننگا کر دیا | کتاب یسعیاہ باب ۴۷ آیت ۲ اور ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

”چٹکی لے اور آٹا پیس اپنا نقاب اتار اور دامن سمیٹ لے ٹانگیں ننگی
کمر کے ندیوں کو عبود کہہ تیرا بدن بے پردہ کیا جا رہا ہے بلکہ تیرا ستر بھی
دیکھا جائے گا میں بدلہ لوں گا... الخ
ملاحظہ کیجئے یہاں ٹانگیں ننگی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۴۵

عورتوں کے رحم کھول دیئے | کتاب پیدائش باب ۲۹ کی آیت ۳۱ یوں ہے :-
”اور جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت

کی گئی تو اس نے اس کا رحم کھولا مگر داخل بائجھ نہ ہی“
اور کتاب پیدائش باب ۳۰ کی آیت ۲۲ یوں ہے :-
”اور خدا نے داخل کو یاد کیا اور اس کی سن کر اس کے رحم کو کھولا“

اختلاف نمبر ۴۶

عورتوں کے رحم بند کر دیئے | کتاب پیدائش باب ۲۰ کی آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

”کیونکہ خداوند نے ابرہام کی بیوی سارہ کے سبب سے آبی ملک کے خاندان

لہ یہ خدا کا دختر بابل کو خطاب ہے۔ ۱۲ اتقی ۵۲ ۱۸۴۳ء کے ترجمہ اردو کے الفاظ جدید
ترجمہ کسی حد تک مختلف اور عریاں ہیں ملاحظہ ہو: ”چٹکی لے اور آٹا پیس اپنے بال کھول دے
ٹانگ عریاں اور ران ننگی کر اور ندیوں میں سے پیدل جا۔ تیری برہنگی کھلے گی بلکہ تیری جیا بھی دکھی
جائے گی میں انتقام لوں گا“ جدید ترجمہ سے کچھ لفظ اڑا دیئے گئے ہیں۔ ۱۲ نجیب

کے سب رحم بند کر دیئے تھے۔“

ان آیات سے ظاہر ہوا ہوا ہے کہ کبھی رحموں کو بند کر دیتا ہے اور کبھی کھول دیتا ہے۔
ملاحظہ کیجئے کہ مردوں کی برہمنگی کھلنے سے تو نفرت کا یہ عالم مگر عورتوں کی اندام نہانی
اکھاڑنے، ران نشئی کروانے، رحم کھولنے اور بند کرنے میں اس قدر شفقت ہے۔ یہ تو
عجیب اور نرالی حیا ہے۔

اختلاف نمبر ۴

کتاب یرمیاہ باب ۳۱ کی آیت ۳۴ میں ہے :-

”خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ میں ان کی بدکرداری کو بخش دوں گا اور ان کے گناہ
کو یاد نہ کروں گا۔“

اور کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۷ میں ہے :-

”..... میں شریروں کو بے سزا چھوڑ دوں گا۔“

اس آیت کی رو سے شریر سزا سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے
شریر تو شریر خدا تعالیٰ تو چالیس پچاس پشت تک اس کی اولاد سے بھی اس کے گناہوں
کا مواخذہ کیا کرتا ہے۔

۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ میں یہ آیت اس طرح ہے ”کیونکہ یہ وہ نے بنی داما کے گھر کے سارے جموں کو براہیم کی جوڑ سارہ کیلئے بند کر دیا تھا۔“
۱۲ رحم کو کھولنے اور بند کرنے سے مراد اگرچہ بچہ پیدا کرنا اور بائجھ بنانا ہے اس لئے یہ اعتراض
ہماری ناقص رائے میں درست نہیں۔ ۱۲ تقی

۱۳ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”خداوند کہتا ہے کہ میں ان کی برائی
بخشوں گا اور ان کی خطا یاد نہ کروں گا۔“ ۱۲ فہیم

۱۴ یہ الفاظ قدیم ترجمے کے ہیں جدید ترجمہ میں اس جملہ کا یہ مفہوم ہی بدل دیا گیا ہے۔
چنانچہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں۔ ”کیونکہ میں شریروں کو براہیم نہیں ٹھراؤں گا۔“ ۱۲ عجیب

اختلاف نمبر ۴۸

خدا کا عدل و انصاف | کتاب یرمیاہ باب ۹ کی آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

”میں ہی خداوند ہوں جو دنیا میں شفقت و عدل اور راستبازی کو عمل میں لاتا

ہوں کیونکہ میری خوشنودی ان ہی باتوں میں ہے خداوند فرماتا ہے“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی آیت یوں ہے :-

”منم خداوند کہ برحمت و بہ عدل و بہ نیک عہدی بروی زمین عمل می نمایم کہ

اذا انها خوشنودم خداوند میفرماید“

شفقت و راستبازی کی تصدیق تو مندرجہ بالا امور سے اچھی طرح واضح ہو چکی۔ اب

خدا کا عدل کا بیان بھی سن لیجئے۔ کتاب حزقی ایل باب ۲۱ کی آیت ۳ اور ۴ میں یوں

حکم ہوتا ہے :-

”اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالفت ہوں

اور اپنی تلوار میان میں سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے

شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ پس چونکہ میں تیرے دریا

سے صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا اس لئے میری تلوار اپنے میان سے

نکل کہ جنوب سے شمال تک تمام بشر پر چلے گی“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے میں خداوند ہوں جو رحمت اور انصاف اور

صداقت زمین پر کرتا ہوں کہ یہ مجھے خوش آتی خداوند کہتا ہے“ ۱۲ فیہم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں اور زمین اسرائیل سے کہہ کہ خداوند یوں فرماتا

ہے کہ دیکھ میں تجھ پر آؤں گا اور اپنی تلوار کو میان سے نکالوں گا اور صالح اور طالع کو تجھ میں سے منقطع کروں گا اس سبب

کہ میں تیرے بیچ سے صالح اور طالع کو منقطع کروں گا اسی لئے میری تلوار اپنے میان سے جنوب سے شمال تک سارے بشر پر نکلیگی“ ۱۳ فیہم

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ شریر اپنی شرارتوں کے سبب کاٹ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر صادقوں کو بھی مار ڈالنا اور تلوار کا تمام بشر پر چلنا کساں کا عدل و انصاف ہے۔

اختلاف نمبر ۴

خدا کا عدل و انصاف | کتاب یرمیاہ باب ۱۳ کی آیت ۱۳، ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

و دتب تو ان سے کہنا خداوندیوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں اس ملک کے سب باشندوں کو ہاں اُن بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے ہیں اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلیم کے سب باشندوں کو مستی سے بھر دوزگا اور میں اُن کو ایک دوسرے پر یہاں تک کہ باپ کو بیٹوں پر دے ماروں گا۔ خداوند فرماتا ہے میں نہ شفقت کروں گا نہ رعایت اور نہ رحم کروں گا کہ اُن کو ہلاک نہ کروں۔“
سمرزمین یہودیہ کے تمام باشندوں کو مستی سے بھرنا اور پھر بے رحمی سے ہلاک کر ڈالنا کہاں کا انصاف ہے؟ حالانکہ ان میں سینکڑوں نیک لوگ اور ہزاروں معصوم لڑکے بھی تھے۔

اختلاف نمبر ۵

خدا کا انصاف | کتاب خروج باب ۱۲ کی آیت ۲۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں
یوں ہے :-

لہٰذا یہ آیات اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی ہیں ”خداوندیوں کہتا ہے کہ اس سمرزمین کے سارے باشندوں کو اور ان بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشالم کے سارے باشندوں کو میں متوالین سے بھر دوزگا اور میں ایک دوسرے پر اور بیٹے کو باپوں پر کٹھن چکوں گا خداوند کہتا ہے میں مہربانی نہ کروں گا اور نچھوڑوں گا اور رحم نہ دکھاؤں گا بلکہ انہیں ہلاک کروں گا۔“ ۱۲ فیہم

”اور آدمی رات کو خداوند نے ملک مصر کے سب پہلوٹھوں کو جو فرعون اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانہ میں تھا اس کے پہلوٹھے تک بلکہ چوپایوں کے پہلوٹھوں کو بھی ہلاک کر دیا۔“

سب پہلوٹھوں کو جن میں لاکھوں بے گناہ بچے اور قیدیوں کے پہلوٹھے بھی تھے ہلاک کر ڈالنا کہاں کا انصاف ہے اور بیچارے چوپایوں کے پہلوٹھوں کا کیا گناہ تھا۔

اختلاف نمبر ۵

کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۳ یوں ہے :-

”خداوند فرماتا ہے کیا شریہ کی موت میں میری خوشی ہے اور اس میں نہیں کہ وہ اپنی روش کے باز آئے اور زندہ رہے۔“

اور حزقی ایل باب ۳۳ آیت ۱۱ اس طرح ہے :-

”تو ان سے کہہ خداوند فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریہ کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریہ اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے۔“ الخ

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا یہی چاہتا ہے کہ گناہگار اور شریر لوگ اپنے گناہ اور شرارت سے باز آجائیں اور توبہ کریں۔ مگر کتاب یسوع باب ۱۱ کی آیت ۲۰ کا بیان یوں ہے :-

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء اس آیت کو یوں نقل کرتا ہے ”اور یوں ہوا کہ یسوع نے آدمی رات کو مصر کی زمین میں سارے پہلوٹی فرعون کے پہلوٹی سے لیکے جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اوس قیدی کے پہلوٹی تک جو قید خانہ میں تھا چار پائیوں کے پہلوٹی سمیت ہلاک کیا۔“ ۱۲ فہیم ۱۵ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”خداوند خدا کہتا ہے کہ کیا میں گناہگار کی موت چاہتا ہوں اور یہ نہیں کہ وہ اپنی راہ سے پھرے اور جیوے۔“ ۱۲ فہیم

۱۵ قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت یوں ہے ”خداوند خدا فرماتا ہے کہ میری حیات کی قسم ہے کہ میں شریر کی موت نہیں چاہتا بلکہ یہ کہ شریہ اپنی راہ سے پھرے اور جیوے۔“ ۱۲ فہیم

”کیونکہ یہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسرائیل کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو بالکل ہلاک کر ڈالے۔۔۔“ الخ

دیکھئے یہاں خدا تعالیٰ نے خود ہی مخالفین کے دلوں کو سخت کر کے مروا ڈالا۔

اختلاف نمبر ۵۲

نجات کی راہ | تیمتیس کے نام پہلا خط باب ۲ آیت ۱۶ یوں ہے :-
”وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں“

اور تمسٹنیکوں کے نام دوسرا خط باب ۲ کی آیت ۱۱، ۱۲ یوں ہے :-
”اسی سبب سے خدا ان کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب سزا پائیں“

پہلی آیت بتاتی ہے کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے کہ جھوٹ کو سچ قرار دے لیا کہ سزا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ خوب نجات کی راہ ہے۔

اختلاف نمبر ۵۳

مسیح - گناہوں کا کفارہ | امثال سلیمان باب ۲۱ کی آیت ۱۸ یوں ہے کہ :-

”لے قیدم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”کیونکہ یہ خداوند کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے تاکہ وہ اسرائیل سے قتال کریں اور وہ ان کو حرم کریں“ فہیم ۲ قیدم اردو ترجمے ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں ”اور اس لئے خدا ان کے پاس تاثیر کمزوری دغا بھیجے گا یہاں تک کہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں گے تاکہ وہ سب جو سچائی پر ایمان نہ لائے بلکہ ناراستی سے راضی ہیں سزا پادیں“ فہیم ۲

”شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغا باز راستبازوں کے بدلے میں دیا جائیگا“

اور یوحنا کا پہلا عام خط باب ۲ کی آیت ۲ اس طرح ہے :-

”اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی“

اور اسی خط کے باب ۴ کی آیت ۱۰ میں یوں ہے :-

”..... اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا“

پہلی آیت سے شریروں اور دغا بازوں کا صادقوں اور راستبازوں کے بدلے میں فدیہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر دوسری آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کا سب ناراستوں اور دغا بازوں کے لئے کفارہ ہونا سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ راست باز تھے۔

فائدہ | کتاب امثال کی مذکورہ عبارت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پادری حضرات کا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کے مذہب کے مطابق ان کا کوئی فدیہ نہیں، قطعی غلط ہے۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں بھی تقریباً چالیس کروڑ بت پرست اور اکسین کروڑ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے بدلے میں فدیہ کے طور پر موجود ہیں جو مرنے لگے، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ لہذا اس اعتبار سے تو ایک ایک مسلمان کے بدلے میں کئی ایک فدیے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یوحنا کے پہلے خط کے باب ۲ کی آیت ۲ کی رو سے حضرت مسیح تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ بنے اور مسلمان جو خدا کی توحید اور مسیح کی رسالت پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہیں۔ مسیح ان کے لئے یقیناً کفارہ ہوئے۔

۱۔ قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”شریر لوگ صادقوں کے بدلے اور غلط کلام پر سیرگازروں کے عوض فدیہ دیئے جاویں گے“ ۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے ”اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے فقط ہمارے گناہوں کا نہیں بلکہ تمام دنیا کے“ ۳۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور اپنے بیٹے کو بھیجا کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہووے“ ۴۔ فہیم :-

اختلاف نمبر ۵۴

فاحشہ بدکار عورت سے تعلق رکھنے کا حکم | کتاب اجبار باب ۲۱ کی آیت ۷ یوں ہے :-

”وہ کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے بیاہ نہ کریں اور نہ اس عورت سے بیاہ

کریں جسے اُس کے شوہر نے طلاق دی ہو.....“ الخ

اور کتاب ہوسیع باب ۱ کی آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء اس طرح ہے :-

”جب خداوند نے شروع میں ہوسیع کی معرفت کلام کیا تو اس کو فرمایا کہ جا

ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لئے لے کیونکہ ملک نے خداوند

کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے“

اور کتاب ہوسیع باب ۳ کی آیت ۱ یوں ہے :-

”خداوند نے مجھے فرمایا جا اُس عورت سے جو اپنے یاہ کی پیاری اور

بدکار ہے محبت رکھ...“ الخ

ملاحظہ ہو یہاں خدا نے خود ہوسیع علیہ السلام کو فرمایا کہ فاحشہ عورت کو اس کی

ناجانمہ اولاد سمیت اپنے لئے لے اور کسی دوسرے کی پیاری اور بدکار عورت سے محبت رکھ۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ پیاری حضرات ایسی روایتوں کو ذرا برابر بھی خدا

لے قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو یوں روایت کیا گیا ہے ”وے اوس رنڈی کو جو فاحشہ یا بے حرمت

ہے جو رو نہ کریں اور نہ اوس رنڈی کو جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو“ فہیم

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا اور ایک زنا کار

عورت اور زنا کے لڑکے اپنے لئے لے کیونکہ یہ زمین خداوند سے مجھ کے بڑے زنا کرتی ہے“ فہیم

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”خداوند نے مجھے فرمایا کہ بھا اور ایک عورت

سے جو زوج کی پیاری زوجہ ہے اور زنا کرتی ہے محبت کر“ ۱۲ فہیم

کی قدوسیت کے منافی نہیں سمجھتے۔ مگر اسلام کی معمولی معمولی باتوں کو اپنے زعم میں خدا کی قدوسیت کے منافی قرار دیتے ہیں۔

اختلاف نمبر ۵۵

کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
زبردستی زنا کرنے والوں کا غلبہ یوں ہے :-

”تو زنانہ کرنا...“

یہاں پر زنا کو حرام فرمایا ہے اور زکریا ۱۴ کی آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”کیونکہ میں سب قوموں کو فراہم کروں گا کہ یروشلم سے جنگ کریں اور شہر لے

لیا جائیگا اور گھر لوٹے جائیں گے اور عورتیں بے حرمت کی جائیں گی...“ الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں آخری جملہ یوں ہے :-

”و با زنان بزو خواہند خستید“

یعنی ایسے لوگوں کو غالب کرنے کی خود خبر دے رہے ہیں جو بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کریں۔

۱۵ اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ کے مطابق ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں آیت ۱۳ کے الفاظ یہ ہیں ”تو خون مت کر تو زنا مت کر“ الخ مگر ۱۹۵۹ء کے ترجمہ میں اس جملہ کو دو آیتوں میں الگ الگ کر دیا گیا ہے۔ آیت ۱۳ کے الفاظ ہیں ”تو خون نہ کرنا“ اور ”تو زنا نہ کرنا“ آیت ۱۴ ہے۔ ۱۲ بنجیپ۔

۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور میں ساری قوموں کو یروشلم پر لڑائی کے لئے ٹونگا اور شہر چھینا جائے گا اور گھر لوٹے جائیں گے“ ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۵۶

کتاب حقوق باب ۱ آیت ۱۳ میں حق تعالیٰ کو خطاب اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تُو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور کج رفتاری پر نگاہ نہیں کر سکتا۔۔۔“ الخ

پاک ہونے اور بدی اور کجروی کو دیکھ نہ سکنے ہی کا اقتضاء ہے کہ یسعیٰ علیہ السلام کی معرفت باب ۵ کی آیت ۷، ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں فرماتا ہے :-

”..... میں ہی خداوند ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں، میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں“

اور کتاب میکاہ باب ۱ آیت ۱۲ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں میکاہ علیہ السلام یوں فرماتے ہیں :-

”اما ہر بدی بدروازہ اور شلیم اند خداوند نازل شد“

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”آنکھیں تیری پاک ہیں کہ تُو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور تو شراب پر نظر کر نہیں سکتا ہے“ ۱۲ فہیم

۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس عبارت کا ابتدائی حصہ آیت ۶ اور دوسرا آیت ۷ کا ہے مگر اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ کے مطابق یہ آیت ۷ کی مکمل عبارت ہے۔ جدید ایڈیشن میں تغیر ہو گیا ہے یا قدیم نسخہ میں درست نہ تھا واللہ اعلم۔ نیز قدیم نسخہ میں آخری جملہ یوں ہے ”اور شریر پیدا کرتا ہوں“

علاوہ ازیں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یہ پوری عبارت ان الفاظ میں ہے :-

”و میں بیواہ ہوں میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں

اور سلامتی بناتا ہوں اور شریر پیدا کرتا ہوں“

اور یہی آیت ۸۳ کے عربی ترجمہ میں یوں ہے :-

”فان الشر نزل من قبل الرب الی باب اور شلیع“
 یعنی کیونکہ خداوند کی طرف سے بلا نازل ہوئی جو یروشلم کے چھاٹک تک پہنچی۔“
 اور اس سب کے باوجود زبور ۳۳ کی آیت ۵ یوں ہے :-
 ”وہ صداقت اور انصاف کو پسند کرتا ہے، نہ مین خداوند کی شفقت
 سے معمور ہے۔“

یسعیاہ اور میکاہ علیہما السلام کی کتابوں کی مذکورہ بالا عبارت سے بعض پادریوں
 کا یہ کہنا کہ مسیحی مذہب کی رو سے خدا شر کا خالق نہیں ہے اور اسی کو اپنا عقیدہ بتلاتے ہیں
 بالکل غلط قرار پاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۵

زبور ۳۴ آیت ۱۵ یوں ہے :-

”خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے اور اسکے کان ان کی فریاد پر لگے رہتے ہیں“

اور زبور ۳۴ کی آیت ۱۸، ۱۷ یوں ہے :-

”صادق چلائے اور خداوند نے سنا اور ان کو ان کے سب دکھوں سے چھڑایا^{۱۲}
 خداوند شکستہ دلوں کے نزدیک ہے۔۔۔۔۔ الخ

۱۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”وہ صداقت اور عدالت کو درست رکھتا ہے زمین اوسکی
 رحمت سے معمور ہے“ ۱۲ انہیم ۱۲ ”خدا صرف خیر کا خالق ہے شر کا خالق نہیں ہے“ اہل اسلام میں سے
 معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں نے بھی اس عقیدہ کو اپنایا ہے جس کا تذکرہ عقائد و کلام کی کتب تفصیل سے مذکور
 ہے۔ ۱۲ بنجیب ۱۲ قدیم ترجمہ میں لفظ ”چلائے“ ”سنا“ اور ”چھڑایا“ کی بجائے ”چلائے“ ہیں
 ”سنتا ہے“ اور ”چھڑاتا ہے“ استعمال ہوا ہے۔ ۱۲ بنجیب ۱۲ :-

اور زبور ۱۰ کی آیت ایوں ہے :-

”اے خداوند! تو کیوں دور کھڑا ہوتا ہے؟ مصیبت کے وقت تو کیوں چھپ جاتا ہے؟“

اور زبور ۲۲ آیت ۱، ۲ یوں ہے :-

”اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا! میں دن کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا۔“
العیاذ باللہ شاید داؤد علیہ السلام صادقوں میں سے نہیں تھے۔

اختلاف نمبر ۵

ایوب کا کمال | کتاب یرمیاہ باب ۲۹ کی آیت ۱۳ میں خدا کا فرمان یوں ہے :-
”اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور پاؤ گے جب پورے دل سے میرے طالب ہو گے۔“

اور کتاب ایوب باب اول آیت ۸ اور باب ۲ کی آیت ۳ میں ایوب علیہ السلام کی شان یوں بیان کی ہے :-

”زمین پر اس کی طرح کامل اور راستانہ آدمی جو خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اے خداوند! تو کیوں ہم سے دور کھڑا رہتا ہے دکھوں کے وقت تو کیوں آپ کو ہم سے چھپاتا ہے؟“ ۱۲ فہیم
۲۔ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں ”الہی الہی تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو میری نجات سے اور میری کمرہ ہونے کی باتوں سے کیوں دور ہوا؟ اے میرے خدا میں دن کو دعا مانگتا ہوں پر تو نہیں سنتا اور رات کو مجھ کو کچھ قرار نہیں“ ۱۳ فہیم
۳۔ قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں ”جب اپنے سارے دل سے مجھے ڈھونڈو گے تو پاؤ گے“ ۱۴ فہیم

رہتا ہو کوئی نہیں ۱۶

یہی ایوب علیہ السلام کتاب ایوب باب ۲۳ کی آیت ۳ میں یوں فرماتے ہیں :-
 ”کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے تاکہ میں عین اس کی
 مسند تک پہنچ جاتا۔“

اس آیت کے مطابق ایسا راستہ اور بے نظیر کامل ہے کہ اس کو اتنا علم بھی نصیب
 نہ ہو سکا کہ خدا کس طرح پائے جبکہ عملاً پالینا تو بہت دور کی بات ہے۔

اختلاف نمبر ۵۹

بُت بنانے کا حکم کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں
 یوں ہے :-

”تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا ہو

اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ملے ہے۔“

مگر اس کے برعکس خروج باب ۲۵ آیت ۱۸ میں یوں فرماتا ہے :-

”اور سونے کے دو کروبی سرپوش کے دونوں سروں پر گھڑ کر بنانا۔“

۱۷۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی روایت اس طرح ہے ”زمین پر اوس سا کوئی شخص نہیں ہے کہ

وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے۔“ فہیم

۱۸۔ قدیم اردو ترجمے اس آیت کی عبارت یوں لائے ہیں ”کاش کہ میں جانتا میں اوسے کہاں

پاؤں تو اوس کے مسند تک جاتا۔“ ۱۲ فہیم

۱۹۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء اس آیت کو یوں لایا ہے ”اور اپنے لئے تراش کی صورتیں اور کسی چیز

کی صورتیں جو آسمان کے اوپر یا پانی میں زمین کے تلے ہے مت بنائیو۔“ فہیم

۲۰۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہی آیت اس طرح ہے ”اور تو سونے کی گھڑ کر دو کروبی

اوس کفارے کے دونوں طرفوں میں بنائیو۔“ فہیم (اس آیت میں دراصل صندوق شہادت بنانے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اختلاف نمبر ۶

شیطان قید بھی ہے آزاد بھی | یہوداہ کا عام خط آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
یوں ہے :-

”اور جن فرشتوں نے اپنی حکومت کو قائم نہ رکھا بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا
اُن کو اس نے دائمی قید میں تاراج کی کے اندر روز عظیم کی عدالت تک رکھا“
اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ خدا نے شیطانوں کو قید کر رکھا ہے اور وہ قیامت
کے دن تک قید ہی رہیں گے۔ مگر کتاب ایوب باب اول کی آیت ۶ میں یوں ہے :-
”اور ایک خدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور اُن کے
درمیان شیطان بھی آیا“

یہی مضمون کتاب ایوب باب ۲ کی آیات ۱، ۲، ۷ میں بھی ہے۔ ان آیات سے
معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آزاد ہے اور خدا کے حضور حاضری بھی دیتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۷ سے آگے) کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ صندوق کے
دونوں سروں پر دو فرشتوں کی صورتیں بنانا۔ پہلی آیت میں صورت بنانے کو قطعی ناجائز کہا گیا تھا
اس میں باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے۔ ۱۲ تقی

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے ”اور اون فرشتوں کو جنہوں نے
اپنی پہلی حالت کو نگاہ نہ رکھا بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا اوس نے سدا کی زنجیر میں تاراج کی
کے اندر روز عظیم کی عدالت تک نگاہ میں رکھا“

۱۸ قدیم اردو ترجمے میں اس آیت کو یوں روایت کرتے ہیں :-

”اور ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ خداوند کے آگے حاضر ہونے کو آئے اور شیطان

بھی اونکے بیچ آیا“ ۱۲ قسیم

۳۲۳ اختلاف نمبر ۶۱

خدا کی نظر میں ایک دن ہزار برس کا | زبور ۹۰ کی آیت ۴ یوں ہے :-
”کیونکہ تیری نظر میں ہزار برس ایسے ہیں جیسے کل
کادن جو گزر گیا اور جیسے رات کا ایک پھر“

اور پطرس کا دوسرا عام خط باب ۳ آیت ۸ اس طرح سے ہے :-
”اے عزیزو! یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن
ہزار برس کے برابر اور ہزار برس ایک دن کے برابر“
اس حقیقت کے باوجود خدا تعالیٰ نے قوس قزح کو اس لئے بنایا تاکہ اسے دیکھ
کر وہ اپنے عہد کو یاد کرے۔ جس کا ذکر کتاب پیدائش باب ۹ کی آیت ۱۶ اردو ترجمہ
مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح سے ہے :-

”اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اُس ابدی عہد کو
یاد کروں جو خدا کے اور زمین کے سب طرح کے جان داروں کے درمیان ہے“

اختلاف نمبر ۶۲

خدا کو دیکھا | کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۲۰ میں خدا تعالیٰ کا یوں قول ہے :-
”.... انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا“

لہ قديم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے ”ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسا کل کادن جو
گزر گیا اور جیسے ایک پھر رات“ فہم لہ کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور
ان کی اولاد سے یہ عہد کیا تھا کہ جیسا طوفان تمہارے زمانے میں آگیا ویسا آئندہ کبھی نہ آئے گا۔ اس عہد
کی نشانی یہ مقرر کی کہ آسمان پر بادل کے اندر قوس قزح (دھنک) ظاہر ہوگی اور یہ اس عہد کے تازہ
رہنے کی علامت ہوگی۔ ۱۲ تقی ۳۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”سو کمان بدلی میں ہوگی
اور میں اسے دیکھ کے اس وثیقے کو جو خدا اور زمین کے ہر جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا“ لہ قديم ترجموں میں
یہ الفاظ اس طرح ہیں ”ایسا کوئی نہیں کہ جو مجھے دیکھے اور جیتا رہے“ ۱۲ فہم

اور کتاب پیدائش باب ۳۲ کی آیت ۳۰ یعقوب علیہ السلام کا قول ۱۹۵۹ء کے
مطبوعہ اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”..... میں نے خدا کو رو بہ دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۵ء کے الفاظ ہیں :-

”خدا را رو بہ و دیدم“ الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

”آیت اللہ وجہا بوجہ و تخلصت نفسی - یعنی میں نے اللہ کو آمنے سامنے
دیکھا اور میری جان بچی رہی -

اختلاف نمبر ۶۳

یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ کی آیت ۱۲ میں یوں ہے :-
خدا کو دیکھا ”خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا“ الخ

اور تیمتھیس کے نام پہلا خط باب ۶ کی آیت ۱۶ میں یوں ہے :-
”وہ اُسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے“

حالانکہ موسیٰ، ہارون، ایہوا اور ستر اسرائیلی بزرگوں نے نہ صرف خدا کو دیکھا
بلکہ اس کے ساتھ کھایا پیا بھی ہے۔ جیسا کہ کتاب خروج باب ۲۴ آیت ۹، ۱۰، ۱۱ میں
اس کی یوں تصریح موجود ہے :-

”تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ایہوا اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ
اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے
نیچے نیلم کے پتھر کا چبوترہ سا تھا جو آسمان کی مانند شفاف تھا اور اس نے
بنی اسرائیل کے شرفاء پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا، سوائے انہوں نے خدا کو دیکھا

اور کھایا اور پیا“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء آیت ۱۰، ۱۱ یوں ہے :-

”و خدا نے اسرائیل را مشاہدہ کر دند و در زیر پا ٹھائش مثل کارنگ بست
از یاقوت کیود کہ از صفا چوں خود آسمان ہا بودہ و بر عظمائے بنی اسرائیل دست
نگذاشت و خدا را مشاہدہ کر دند و خوردند و ہم نوشیدند“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی آیت ۱۰، ۱۱ کے الفاظ یوں ہیں :-

”و انظر و اإلی إلیہ اسرائیل و تحت راجلیہ مثل عمل الحجر السماء
نجونی و کمثل لون السماء و نور ظاہر فلم یبسط یدہ علی شیو خ
بنی اسرائیل و البصر و اللہ و اکلوا و شربوا“

آیت ۱۱ کے آخری جملہ سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ انہوں نے
خدا کو کھایا اور پیا۔ مگر یہ ممکن ہے کہ اس کا وہی مطلب مراد ہو جو ملحدین نے سمجھا
ہے کہ خدا کے ساتھ کھایا اور پیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں بنی اسرائیل کے خدا کی صورت بعینہ آسمانی رنگ کی کہنا اس کو
اوتار کی صورت ثابت کرنا ہے۔ اس کے برعکس حزقی ایل باب اول کی آیت ۲۷ میں

۱۷ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۴۲ء ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں ”تب موسیٰ اور ہارون
اور ناداب اور ابیہو اور ستر کا برا اسرائیلی اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیلیوں کے خدا کو دیکھا اور

اوس کے پاؤں کے تلے جیسے نلیم کے پتھر کی کج کاری اور اوسکی شغافی برم آسمان کی مانند تھی اور بنی
اسرائیل کے امیروں پر اوس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا انہوں نے خدا کو بھی دیکھا اور کھایا اور پیا“ ۱۲۔ فہیم

۱۷ موجودہ عیسائی مذہب اور بائبل کی تحریفات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنیوالے حقیقی عیسائیوں
کو موجودہ مسیحی مذہب کے پادریوں نے ”ملحدین“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مذکورہ بالا اختلافات ”انہی ملحدین کی
طرف موجودہ بائبل کے الہامی کتاب ہونیکو چیلنج کرتے ہوئے اٹھائے گئے ہیں، جن کو ہم نے یہاں نقل کر دیا۔ ۱۲۔

حضرت حزقی ایل کربائی بلکہ آتشیں لکھتے ہیں۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ان کا فرمان اس طرح ہے :-

”اور میں نے اس کی کمر سے لے کر اوپر تک صیقل کئے ہوئے پیتل کا سارنگ اور شعلہ سا جلوہ اس کے درمیان اور گردا گرد دیکھا اور اس کی کمر سے لیکر نیچے تک میں نے شعلہ کی سی تجلی دیکھی اور اس کی چاروں طرف جگمگاہٹ تھی“ اور حضرت یوحنا مشاہدات باب ۴ آیت ۳ میں خدا کا رنگ ”الہوق“ بیان کرتے ہیں ان کا فرمان ہے :-

”وہ دیکھنے میں سنک لیشم اور عقیق سا تھا الخ

اختلاف نمبر ۶۴

انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۳۴ میں جناب مسیح علیہ السلام کا یہودیوں خدا کی آواز کو خطاب یوں نقل کیا گیا ہے :-

”تم نے کبھی ان کی آواز نہیں سنی اور ان کی صورت نہیں دیکھی“

اس کی صورت دیکھنے کا حال تو گذشتہ سطور میں لکھا جا چکا ہے اب آواز سننے کا بھی حال سنیں لیجئے چنانچہ کتاب استثناء باب ۵ کی آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

۱۔ قدیم ترجمہ میں ”شعلہ سا جلوہ“ کو ”آگ“ کے لفظ سے لکھا ہے۔ ۱۲ ن

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے ”اور جو قالب دیکھنے میں آیا سو کربا کیسا بلک آگ کا سا بہتیر وار اور گردا گرد تھا اور اس قالب کی کمر سے اوپر تک اور اس قالب کی کمر سے نیچے تک سارا اندام آگ کا سا میرے دیکھنے میں آیا اور جلال جو گرد چمکتا تھا“ ۱۳ فہیم

۳۔ بحوالہ ”اعجاز عیسوی“ ص ۲۰۴۔ جدید بائبل میں ”مشاہدات“ کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۲ ن

۴۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں قدیم اردو ترجموں کے برخلاف قدیم فارسی اور عربی ترجموں کی مطابقت میں آیت ۲۴ ہی شمار کیا گیا ہے۔ ۱۲ ن

”اور تم کہنے لگے کہ خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور عظمت کو دکھائی اور ہم نے اُس کی آواز اُگ میں سے آتی سنی۔ آج ہم نے دیکھ لیا کہ خداوند انسان سے باتیں کرتا ہے تو بھی انسان زندہ رہتا ہے۔“

اور یہ جملہ کہ ”اور ہم نے اُس کی آواز اُگ میں سے“ الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے ”و آورش را از میان آتش شنیدہ ایم“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہ الفاظ ہیں ”وسمعا صوتہ من وسط النار الخ اس قول کے مطابق بنی اسرائیل نے خدا کی آواز سنی تھی۔

یہاں یہ امر قابلِ توجہ ہے، قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کا عدد ۲۱ لکھا گیا ہے جبکہ فارسی اور عربی ترجموں میں یہ ۲۴ آیت شمار کی گئی ہے۔

اختلاف نمبر ۶۵

انجیل یوحنا باب ۴ آیت ۲۴ میں ہے :-
خدا کے اعفاء | ”خدا روح ہے۔“

اور کرنتھیوں کے نام دوسرا خط باب ۳ کی آیت ۱۷ میں ہے :-
”اور وہ خداوند روح ہے۔“

انجیل لوقا باب ۲۴ کی آیت ۳۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں مسیح علیہ السلام کا قول یوں آیا ہے :-

”..... روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی۔“

۱۔ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں اس آیت کا نمبر شمار ۲۱ ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں ”اور تم نے کہا کہ دیکھ خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور اپنی عظمت ہم کو دکھائی اور ہم نے اُگ میں سے اُس کی آواز سنی ہم نے آج کے دن دیکھا کہ خداوند انسان سے باتیں کرے اور آدمی جیتا بچے“ فہم ۱۲ فہم ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”روح کو جسم اور ہڈی نہیں“ ۱۲ فہم ۱۲

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے الفاظ میں ”روح جسم واستخوان ندارد“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے لفظ ہیں ”ان الروح ليس له لحم وعظم“

انجیل یوحنا اور لوقا کی عبارت کو یکجا کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا روح ہے جسم، گوشت اور ہڈی سے مجرد ہے۔

مگر عہد عتیق کی کتابوں میں خدا کے لئے سر، بال، کان، آنکھ، ناک، منہ، لب، زبان، چہرہ، ہاتھ، بازو، سہتیلی، انگلیاں، دل، انتڑیاں، پشت، شرمگاہ، خون اور جان سب چیزوں کو ثابت کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے زبور، کتاب یسعیاہ، یرمیاہ اور زکریا کو غور سے ملاحظہ کریں جہاں ہمارے اس دعوے کی تصدیق کے لئے بکثرت شواہد مل جائیں گے۔ یہاں ہم بطور نمونہ چند مثالیں پیش کرتے ہیں :-

سر کتاب یسعیاہ باب ۵۹ کی آیت ۱۷ میں ہے :-

”ہاں اس نے راستبازی کا بکتر پہنا اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا۔“ الخ

اس آیت میں خدا کے لئے سر کی تصریح موجود ہے۔

بال کتاب اِانی ایل باب ۷ کی آیت ۹ یوں ہے :-

”میرے دیکھتے ہوئے تخت لگائے گئے اور قدیم الایام بیٹھ گیا اس کا لباس

برف سا سفید تھا اور اس کے سر کے بال خالص اُون کی مانند تھے“ الخ

اس آیت میں سر اور بالوں کی تصریح موجود ہے :-

آنکھ اور کان زبور ۳۴ آیت ۱۵ قدیم نسخہ میں یوں ہے :-

”قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے“ اور اس نے صداقت کو جو شن کی مانند

پہنا اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا“ ۱۲ فیہم - قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان

الفاظ میں ہے ”میں یہاں تک دیکھتا رہا کہ کہیں رکھی گئیں اور قدیم الایام بیٹھ گیا اس کا پیرا، ہن

برف سا سفید تھا اور اس کے سر کا بال چوکھے اُون کی مانند“ ۱۲ فیہم :-

”خداوند کی آنکھیں صاف ہوں اور اس کے کان اونکی فریاد پہنچیں“

اس میں خدا کی آنکھ اور کان کی تصریح ہے۔ اسی طرح کتاب یرمیاہ باب ۱ کی آیت ۱۷ اور باب ۳۲ کی آیت ۱۹، کتاب ایوب باب ۴ کی آیت ۲۱ اور کتاب امثال باب ۵ کی آیت ۲۱ اور باب ۳ کی آیت ۳ میں بھی خدا کے لئے آنکھ کے ہونے کی صراحت موجود ہے۔

ناک | کتاب یسعیاہ باب ۵ کی آیت ۵ میں یوں ہے :-

”..... یہ میری ناک میں دھوئیں کی مانند اور دن بھر جلنے والی آگ کی طرح ہیں“

اس میں ناک موجود ہونے کی صراحت ہے۔

منہ | کتاب یسعیاہ باب ۵ کی آیت ۱۱ میں ہے :-

”اُسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہے ہوگا“

اس میں منہ کی تصریح موجود ہے اور ایسے ہی کتاب توراتینچ اول باب ۱۶ آیت

۱۲ میں بھی ہے :-

لب اور زبان | کتاب یسعیاہ باب ۳۰ آیت ۲۷ میں ہے :-

”..... اسکے لب قہر آلودہ اور اسکی زبان بھسم کرنیوالی آگ کی مانند ہے“

اس آیت میں لب اور زبان کی تصریح موجود ہے۔

چہرہ، ہاتھ اور بازو | زبور ۴۴ آیت ۳ میں خدا تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا ہے :-

”..... تیرے داہنے ہاتھ اور تیرے بازو اور تیرے چہرے کے نور نے انکو فوج بخشی“

اس میں خدا کے ہاتھ، چہرے اور بازو کی تصریح موجود ہے، اسی طرح کتاب خروج باب ۱ کی

۱۷ جدید اردو ترجمہ میں ”خداوند کی آنکھیں“ کے بجائے ”خداوند کی نگاہ الخ“ کے الفاظ ہیں۔ مفہوم میں دونوں جگہ

برابر ہیں، مگر تصریح میں قدیم ترجمہ صحیح ہے دوسرا نہیں۔ ۱۲ بنجیب ۱۷ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح نقل

ہوئی ہے ”یہ ایسے ہیں جیسے دھواں میری ناک کے لئے“۔ فہیم ۱۷ قدیم اردو ترجمہ اس آیت کو یوں نقل کرتے

ہیں۔ ”اور اس کے لب قہر آلودہ اور اسکی زبان آتش سوزاں ہے“ ۱۲ فہیم :-

آیت ۶، ۱۲، اور ۱۶ کتاب خروج باب کی آیت ۶، کتاب استثناء باب آیت ۲ اور کتاب استثناء باب ۲۶ کی آیت ۸ میں بھی خدا کے ہاتھ اور بازو کی تصریح کی گئی ہے۔

ہتھیلی، پیچھا اور چہرہ کتاب خروج باب کی آیت ۲۲، ۲۳ میں یوں ہے :-

”اور جب تک میرا جلال گزرتا رہے گا میں تجھے اس چٹان کے سوراخ اور جب تک

میں نکل نہ جاؤں تجھے اپنے ہاتھ سے ڈھانکے رہوں گا، اس کے بعد میں اپنا ہاتھ

اٹھالوں گا اور تو میرا پیچھا دیکھے گا لیکن میرا چہرہ دکھائی نہ دے گا۔“

اس میں ہتھیلی، پیچھا اور چہرہ کی تصریح موجود ہے۔

انگلی کتاب خروج باب ۳۱ آیت ۱۸ میں ہے :-

”وہ سنگین لوحیں خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں۔“

اس میں انگلی کی تصریح ہے۔

انٹریاں اور دل کتاب یرمیاہ باب ۴ کی آیت ۱۹ میں ہے -

”میری انٹریاں، میری انٹریاں، میرے دل کے پردے دردمند ہیں، میرا دل

جوش میں ہے“ الخ۔

اس میں انٹریوں اور دل کے موجود ہونے کی تصریح ہے، اسی طرح کتاب یسعیاہ باب کی

آیت ۵ اور باب کی آیت ۱۱ میں دل کے وجود کی تصریح موجود ہے۔

لہٰذا قدیم اذوتروہوں میں یہ آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں اور یوں ہو گا کہ جب میرا جلال کا گزر ہو گا تو میں تجھ کو اس چٹان

کے سوراخ میں رکھوں گا اور جب تک نہ گزروں تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپوں گا اور پھر اپنی ہتھیلی اٹھا لوں گا اور تو میرا پیچھا دیکھے گا

لیکن میرا چہرہ ہرگز نہ دکھائی نہ دیگا۔“ ۱۲ فیم لہٰذا یہ الفاظ قدیم اردو ترجمہ کے بحوالہ ”اعجاز عیسوی“ اصل نسخے نقل کئے

گئے ہیں جدید اردو ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں ”وہ لوحیں پتھر کی اور خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔“ ۱۲ ان لہٰذا

اردو ترجمہ میں انٹریوں کی تصریح موجود نہیں ہے۔ ”اعجاز عیسوی“ میں یونہی نقل کیا ہے۔ جدید نسخے کے الفاظ یوں ہیں

(باب آیت ۱۹) ”ہائے میرا دل! میرے پردے دل میں درد ہے، میرا دل بیتاب ہے الخ۔“ ۱۲ ان

کمر | کتاب یسعیاہ باب ۲ کی آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-
 ”سو میری کمر میں سخت درد ہے الخ“

اسی طرح کتاب حزقی ایل باب آیت ۲۷ میں خدا کی کمر کی تصریح کی گئی ہے ۔

شرمگاہ | زبور ۲ آیت ۷ میں داؤد علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا فرمان یوں منقول ہے :-
 ”آج تو مجھ سے پیدا ہوا“

اس جملہ کو تسلیم کرنے سے خدا کے لئے شرمگاہ کا ہونا لازمی طور پر سمجھ میں آتا ہے ۔

پاؤں | حزقی ایل باب ۲۴ آیت ۷ میں خدا تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-

”..... یہ میری تخت گاہ اور میرے پاؤں کی کرسی ہے“ الخ

اس میں پاؤں کی تصریح موجود ہے ۔

جی | کتاب یسعیاہ باب کی آیت ۴ میں خدا کا فرمان ہے :-

”میرا جی تمہارے نئے چاندوں سے اور تمہاری عیدوں سے بیزار ہے“ الخ

خون | اعمال باب ۲۰ کی آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”خدا کی کلیسا کی گلہ بانی کرو جسے اس نے خاص اپنے خون سے مول لیا“

خدا کا جسم اور اعضا ہونا تو ایک طرف رہا، کتب مقدسہ سے تو کہیں اس کا باغبان
 معمار اور کھارا اور خیاط ہونا ثابت ہوتا ہے اور کہیں سنگتراش، جراح، جتام، دایہ اور قصاب
 ہونا اور کہیں کسان، سوداگر، معلم، ماہی گیر اور حلا د ہونا۔ بطور نمونہ اسکی کچھ مثالیں پیش ہیں :-
باغبانی | کتاب پیدائش باب کی آیت ۸ میں ہے :-

۱۷ قدیم اردو ترجموں میں ”سخت درد“ کے الفاظ کے بجائے ”ٹیس“ کا لفظ ہے۔ ۱۲ قدیم ۱۷ قدیم

اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”میں نے تجھے آج جنا“ ۱۲ قدیم ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ

۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”خدا کی مجلس کو جسے اوس نے اپنے ہی لہو سے مول لیا چراؤ۔“ ۱۲ قدیم

”اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا۔ الخ“
اسی طرح کتاب یسعیاہ باب ۴۱ کی آیت ۱۹ سے خدا کے لئے باغبانی ثابت ہوتی ہے۔

معمار | کتاب سموئیل اول باب کی آیت ۳۵ میں یوں ہے :-

”... اور میں اس کے لئے ایک پائیدار گھر بناؤں گا الخ“

اسی طرح کتاب سموئیل دوم باب کی آیت ۱۱، ۲۴، کتاب سلاطین اول باب کی آیت ۳۸ اور
ذبورہ ۳۸ کی پہلی آیت سے بھی خدا کے لئے معماری ثابت ہو رہی ہے۔

کمہار | کتاب یسعیاہ باب کی آیت ۸ یوں ہے :-

”تو بھی اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے، ہم مٹی ہیں اور تو ہمارا کمہار ہے الخ“

سنگتراش | کتاب خروج باب کی آیت ۱۶ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں ہے :-

”ان لوحها مصنوع خدا الخ“ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کے الفاظ یوں ہیں :-

”... ان لوحها عمل خدا بود الخ“

اس مقام سے خدا کا سنگتراش ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

خیاط | کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۲۱ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور خداوند خدا نے آدم اور اسکی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر انکو پہنائے“

اس آیت سے خدا کے لئے درزی پن کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”اور خداوند خدا نے عدن میں پورب طرف ایک

باغ لگایا“ فہم ۱۲۔ فیہم ۱۳۔ کے الفاظ ہیں۔

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں اسی آیت کا آخری جملہ ہے ”... اور جو لکھا ہوا تھا وہ بھی خدا ہی کا لکھا اور

انپر کندہ کیا ہوا تھا“ یہاں ”کندہ کیا ہوا تھا“ کے الفاظ بھی خدا کی سنگتراشی کو ظاہر کر رہے ہیں۔ الحیا ذبالہ۔ ۱۳۔

۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور یہ وہ آدم اور اسکی جوڑو

کیلئے چمڑے کے کرتے بنائے اور انہیں پہرائے“ ۱۲۔ فیہم

جراح | کتاب یرمیاہ باب ۷ کی آیت ۱۷ میں ہے :-

”.... اور تیرے زخموں سے شفا بخشوں گا“

اس سے جراحی کا ثبوت ہوتا ہے۔

حجام | کتاب یسعیاہ باب ۱ کی آیت ۲۰ یوں ہے :-

”اسی روز خداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا یعنی اسور کے

بادشاہ سے مراور پاؤں کے بال مونڈیگا اور اس سے داڑھی بھی کھرجی جائیگی“

اس مقام سے خدا کا حجام ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

دایا | کتاب پیدائش باب ۲۹ کی آیت ۳ اور باب ۳۰ کی آیت ۲۲ سے خدا کے لئے دائی پن

کا ثبوت ملتا ہے۔

قصاب | کتاب یسعیاہ باب ۳ کی آیت ۶ میں ہے :-

”خداوند کی تلوار خون آلودہ ہے، وہ چربی اور بٹروں اور بکروں کے لہو سے اور

مینڈھوں کے گردوں کی چربی سے چکنا گئی“

اس سے خدا کے لئے قصاب پن ثابت ہو رہا ہے۔

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو یوں لایا گیا ہے ”تیرے گھاؤں سے بچے چنگا کروں گا“ ۱۲ فہیم

۲۔ قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں ”اوسی روز خداوند اس استرے سے جو نہر کے پار سے

کرایہ لیا جائے گا یعنی ارام کے بادشاہ سے مراور پاؤں کے بال مونڈیگا اور داڑھی بھی اوڑ جائیگی“ ۱۲ فہیم

۳۔ آیت کے الفاظ ہیں :- ”اور جب خداوند نے دیکھ لیا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی تو اس نے اسکا رحم

کھولا مگر داخل بانجھ رہی“ ۲۱۔ ۲۲۔ آیت کے الفاظ ہیں ”اور خدا نے داخل کو یاد کیا

اور خدا نے اس کی سن کر اس کے رحم کو کھولا“ ۲۲۔ ۲۳۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت

کے الفاظ اس طرح ہیں ”خداوند کی تلوار لہو سے بھری ہے وہ چربی اور بٹروں اور بکروں کے لہو

اور مینڈھوں کی گردنوں کی چربی سے چکنا گئی“ ۱۲ فہیم :-

کسان | کتاب یسعیاہ باب ۴۱ کی آیت ۵ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

”من ترا چوب خرمن کوب حدید و تیز دندانہ دارمے شازم کہ کوہ ہارا کوفتہ ریز ریزہ

نمائ و تہمارا مثل کاہ بن خواہی گردانید“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۹ء میں یوں ہے :-

”دیکھ میں تجھے گھاٹی کا نیا اور تیز دندانہ دار آلود بناؤنگا تو پہاڑوں کو کوٹے گا

اور اُن کو ریزہ ریزہ کریگا اور ٹیلوں کو مچھو سے کی مانند بنائے گا“

اس سے خدا تعالیٰ کے لئے کسان پن کا ثبوت ہوتا ہے۔

سوداگر | کتاب یوایل باب ۱ کی آیت ۸ میں خدا تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-

”اور تمہارے بیٹے بیٹیوں کو بنی یہوداہ کے ہاتھ بھیجوں گا اور وہ انکو اہل سبا کے

ہاتھ جو دور کے ملک میں رہتے ہیں بچیں گے کیونکہ یہ خداوند کا فرمان ہے“

یہاں پر خدا تعالیٰ سوداگر بن رہے ہیں۔

معلم | کتاب یسعیاہ باب ۵۴ آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اور تیرے سب فرزند خداوند سے تعلیم پائیں گے“ الخ

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں ہے ”وہمگی اولاد تو از خداوند تعلیم خواہند یافت“ الخ

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں ہے ”وہمگی فرزندان از خداوند معلم شدہ“ الخ

یہاں پر خدا کو ماسٹر اور معلم بتایا گیا ہے۔

پہلوان | کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۲۲ یوں ہے

”اور یعقوب اکیلہ رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اُس سے

۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”دیکھ میں تجھے دافنی کی ایک تیز اور نئی گاڑی کو جسکے بہت

دانت ہیں بناؤنگا تو پہاڑوں کو داویگا اور چور چار کریگا اور ٹیلوں کو مچھس کی مانند بناؤنگا“ ۱۲ فہیم :-

کشتی لڑتا رہا۔“

اور کتاب پیدائش کے باب ۳۲ کی آیت ۲۸، ۳۰ کے مطابق یہ شخص خدا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی کشتی لڑنے والا پہلوان ہے۔

جلاد کتاب یرمیاہ باب ۳ کی آیت ۱۳، ۱۴ سے خدا کا جلد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بائبل کی بہت سی دوسری آیات سے مذکورہ بالا صفات کے علاوہ خدا کے لئے اور بہت سی صفات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۶

خدا کی سانس گرم اور سرد | کتاب سموئیل دوم باب ۲۲ کی آیت ۹ یوں ہے :-

”اس کے نفعوں سے دھواں اُٹھا اور اس کے منہ سے آگ نکل کر جسم کرنے لگی،
کوئلے اس سے دھک اٹھے۔“

اور کتاب ایوب باب ۳۷ کی آیت ۱۰ اس طرح ہے :-

”خدا کے دم سے برم جم جاتی ہے اور پانی کا پھیلاؤ تنگ ہو جاتا ہے الخ“

پہلی آیت سے خدا کی سانس دھواں اور دوسری آیت سے بہت زیادہ سرد قرار پایا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۷

خدا۔ کیڑا، گھن یا شبیر، چیتا | کتاب ہوسیع باب ۱ کی آیت ۱۲ یوں ہے :-

”پس میں افرائیم کے لئے کیڑا ہونگا اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے گھن۔“

۱۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”اور یعقوب اکیلا بہ گیا اور وہاں پھونپنے تک ایک شخص اس کی کشتی لڑا کیا؟“ ۲۔ فہیم ۳۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اوسکے نفعوں سے ایک دھواں اُٹھا اور اوسکے منہ سے آگ نکل کے گئی کہ جس سے کوئلے دھک گئے“ ۴۔ فہیم ۵۔ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں ”خدا کے دم سے بخ ہوتا ہے اور لہرتا پانی جم جاتا ہے“ فہیم ۶۔ قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں ”اس لئے میں افرائیم کے لئے دیک اور یہوداہ کے لئے کے لئے کیڑے کی مانند ہونگا“ فہیم ۷۔

اور ہوتی ہے باب ۱۳ کی آیت ۷ میں ہے -
 ”اس لئے میں اُن کے لئے شیر بر کی مانند ہوا، چلتے کی مانند راہ میں انکی گھات میں بیٹھونگا۔“
 دیکھئے خدا کبھی تو کھڑا اور گھن ہے اور کبھی شیر بر اور چلتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۸

خدا۔ رکھو، شیر بر یا گڈ ریا | نو تہ یرمیاہ باب ۳ کی آیت یوں ہے :-
 ”وہ میرے لئے گھات میں بیٹھا ہوا ہے اور کیننگاہ کا شیر بر ہے۔“

اور کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۱۱ میں ہے :-
 ”وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرا لینگا، و تروں کو اپنے بازوؤں میں جمع کرینگا۔“
 ملاحظہ کیجئے کہ خدا کبھی رکھو اور بر شیر کی طرح گھات میں رہتا ہے اور کبھی گڈ رے
 کی طرح گلہ چرانے والا ہو جاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۹

کتاب خروج باب ۱۵ آیت ۳ میں ہے :-
 ”خداوند صاحب جنگ ہے۔“

اور عبرانیوں کے نام خط باب ۳ آیت ۲۰ میں ہے ”سلامتی کا خدا۔“
 ملاحظہ ہو کہ کبھی جنگی کہلاتا ہے اور کبھی صلح جو۔

اختلاف ۷۰

یوحنا کا پہلا عام خط باب ۸ آیت ۸ میں ہے ”خدا محبت ہے“ اور کتاب یرمیاہ باب ۲

لے قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت نقل ہوئی ہے ”اس لئے میں اونکے لئے شیر بر کی مانند ہونگا، چلتے کی طرح
 گھات میں لگا رہوں گا۔“ فیہم ۷۰ قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو ان الفاظ میں لایا گیا ہے ”وہ میرے لئے ایسا
 ہوا جیسا کہ کچھ مکین میں اور شیر برز چھپ کے گھات میں بیٹھا ہے۔“ ۲۰ فیہم ۷۰ ان ستر اختلافات کے سلسلے
 میں یہ بتنیہ کہ دینا ضروری ہے کہ ان میں بیان کردہ اعتراضات میں سے بعض ہمارے نزدیک غلط بلکہ لغو
 (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت ۵ یوں ہے :-

”اور میں اپنے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے اور قوتِ بازو سے تمہارے خلاف

لڑوں گا، ہاں قہر و غضب سے بلکہ قہر شدید سے“

دیکھئے کبھی تو خدا سراپا محبت ہے اور کبھی مجسمہ قہر و غضب بن جاتا ہے۔ مثلاً

۱۔ کتاب استثناء باب ۲۱ کی آیت ۵ میں یوں ہے کہ ”اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک

محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو“ الخ

۲۔ کتاب یثوع باب ۱ کی آیت ۲۷ یوں ہے ”اور یثوع اُسی دن انکو جماعت کیلئے اور اس

مقام پر جسے خداوند خود چنے، اس کے مذبح کیلئے لکڑیاں اور پانی بھرنے والے

مقرر کیا جیسا کہ آج تک ہے“

۳۔ کتاب یسعیاہ باب ۵۶ آیت ۴ میں ہے ”کیوں خدا یوں فرماتا ہے کہ وہ خوب جو میرے

سبتوں کو مانتے ہیں اور ان کاموں کو جو مجھے پسند ہیں اختیار کرتے ہیں“ الخ

۴۔ کتاب یسعیاہ آیت ۵ یوں ہے ”میں ان کو اپنے گھریں اور اپنی چادر دیواری کے اندر ایسا

نام و نشان بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی بڑھ کر ہوگا، میں ہر ایک کو ایک

(بقیہ حاشیہ ۲۳۷ سے آگے) یہودہ اور مہمل ہیں جبکہ بہت سے درست بھی ہیں، لیکن انکو نقل کرنے کا

منشا صرف یہ ہے کہ جس قسم کے اعتراضات نصاریٰ احادیثِ نبوی پر کرتے ہیں اس قسم کے اعتراضات انہی کے

ملحدین اور آزاد خیال لوگوں نے بائبل پر کئے ہیں۔ پادری حضرات ان اعتراضات کو غلط قرار دیتے ہیں مگر پھر

اس قسم کے اعتراضات احادیث پر کرتے ہیں ۲۰ اتنی ۱۷ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”اور

میں آپ تمہارے ساتھ بالادستی اور قوتِ بازو سے لڑوں گا ہاں غصے سے اور غضب سے اور بڑے قہر سے“ ۲۱ فہیم

۲۲ اس آیت کے الفاظ قدیم اردو ترجموں میں اس طرح ہیں ”اور اگر کسی کی دو جوڑواں ہوں کہ ایک محبوب اور دوسری

مبغوض ہو“ ۲۳ فہیم ۲۴ قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں لائے ہیں ”اور یثوع نے اُسی دن مقرر کیا کہ وہ

جماعت کے لئے اور خداوند کے مذبح کیلئے اس جگہ جسے وہ پسند فرمایا گا بزمِ کشتی اور بکشتی کیا کریں“ ۲۵ فہیم ۲۶ قدیم اردو ترجمے

اس آیت کو اس طرح نقل کرتے ہیں ”کیونکہ خداوند یوں کہتا ہے کہ وہ خواجہ سرا جو میرے سبتوں کو مانتے ہیں اور

ابدی نام دونگا جو مٹایا نہ جائیگا۔“

۔ کرنٹھیوں کے نام پہلا خط، باب اول کی آیت ۲۵، اردو ترجمہ ۱۸۴۱ء میں ہے کہ ”خدا کا

احتمقانہ کلام آدمیوں سے عاقل تر۔“

اور اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء میں ہے ”خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت پر غالب ہے۔“

۔ کتاب حزقی ایل باب ۴۷ آیت ۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے ”اور اگر نبی فریب کھا کر کچھ

کہے میں خداوند نے اُس نبی کو فریب دیا۔“

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں ہے ”و ہر گاہ پیغمبر در گفتن چیزے فریفتہ شدہ باشد کہ

خداوند پیغمبر را فریفتہ ام۔“

اور عربی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں ہے ”والنبي اذا ضل، وتكلم بكلام فانما الرب اضللت

ذلك النبي۔“

مذکورہ بالا آیات کی رو سے خدا دو بیویاں کرنے کی اجازت دینے والا اور آزاد لوگوں

کو غلام بنا لینے والا، اور خواجہ سراؤں کو پسند کرنے والا معلوم ہوتا ہے بلکہ الحیا ذی اللہ من

ذالک الحق، بے وقوف اور اپنے نبیوں کو فریب دینے والا ثابت ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا

بعض اقوال نقل کر کے جان کلا رک لکھتا ہے کہ :-

”بنی اسرائیل کا یہ خدا نہ صرف قاتل، ظالم، جھوٹا، حق، فریبی اور جابر ہے بلکہ

جلاڈالنے والی آگ ہے، چنانچہ عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱ کی آیت ۲۹ میں

پولس (۱۹۴۲ء کے اردو ترجمہ کے مطابق) لکھتا ہے کہ ”ہمارا خدا بھسم کرنے والی

آگ ہے۔“ چنانچہ ایسے خدا سے تعلق رکھنا بڑا خطرناک معاملہ ہے، جس کا اعتراف

یہ قدیم اور ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”میں اونہیں کو اپنے گھر میں اور اپنی چار دیواری کے اندر ایک

یا کاد اور ایک نام جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بہتر ہے بخشونگا۔ میں اونہیں ابدی نام دونگا جو مٹایا نہ جائیگا،“ فیہم

۱۸۴۳ء اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور وہ نبی جو فریفتہ ہووے اور بات بولے تو میں خداوند نے اوس نبی کو

فریفتہ کیا۔“ فیہم

خود پوائس نے (۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے مطابق) عبرانیوں کے نام خط بائبل کی آیت^{۳۱} میں یوں کیا ہے ”زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے“ لہذا ایسے خدا سے جس قدر جلدی چھٹکارا حاصل ہو سکے کیا جائے، کیونکہ جب وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی نہ بچا سکا تو اس سے کوئی دوسرا رحم و کرم کی کیا امید رکھ سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ خدا جس کو یہ کتابیں خدا بتاتی ہیں بھروسہ کے قابل نہیں ہے، بلکہ ایک مہمل اور مجموعہ اضداد اور توہماتی چیز ہے جس نے اپنے پیغمبروں تک کو بھی دھوکہ دیا۔“

ملاحظہ کیا آپ نے کہ ان کتابوں کو دیکھ کر بہت سے مسیحی علماء کا کیا حال ہوا کہ مذہب کے بے زام ہو کر کٹر ملحدین کی صف میں شامل ہو گئے جس کے نتیجہ میں خدا کی شان میں ان کی گستاخی حد سے بڑھ گئی۔ لہذا اب جو یہ پادری حضرات قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، ہم ان کی کیا شکایت کریں۔ کیونکہ ان کے پیشرو ملحدین نے عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں سے بزرگم خود ایسے ہی دلائل سے استناد پکڑ کر خدا کی ذات پر سنگین نوعیت کے اعتراض وارد کئے ہیں۔



تنبیہات

پہلی تنبیہ | مقدمہ اور دونوں مقصدوں کا بغور جائزہ لینے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً :-

● پہلی بات یہ کہ اہل کتاب کے پاس اس امر کی کوئی قطعی سند نہیں ہے کہ عہد عتیق کی کتابیں جن لوگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، یہ انہی کی تصنیف ہیں، بلکہ بہت سی کتابوں میں بعض بعض جملے اور عبارتیں اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ ان کے مصنف یہ مذکورہ اشخاص نہیں ہیں، اور ان جملوں اور عبارتوں کے بارے میں قدیم و جدید مسیحی علماء کے پاس اس کے سوا کوئی اعتبار نہیں کہ کسی نے بعد میں ان کا الحاق کر دیا ہے۔ اور بعض جملوں کے بارے میں ان کا اندازہ ہے کہ ”کسی نبی نے ان کا الحاق کیا ہے“، حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ اٹکل پچھو محض اس لئے بناتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں اس کا لکھنا پڑھنا آتا ہے ورنہ کسی نبی نے یہ بات اپنی کتاب میں نہیں لکھی کہ فلاں عبارت کا فلاں کتاب میں میں نے یا فلاں نبی نے الحاق کیا ہے اور نہ کسی تفسیر میں حتمی اور یقینی طور پر یہ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ ہارن صاحب وغیرہ مفسرین بعض جملوں کے بارے میں ظن و تخمین سے یوں کہہ دیتے ہیں کہ غالباً فلاں شخص نے ملا دیئے ہوں گے اور غضب یہ کہ پادری حضرات عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے اسی ظن و تخمین کو سند قرار دیتے ہیں اور یہ لکھ دیتے ہیں کہ ”کتب اسناد میں قطعی دلائل سے ثابت ہوا ہے“ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اٹکل کو قطعی دلیل اور محکم سند قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے چہ جائیکہ اس اٹکل کو قیاس یا محض سند ہی کہنے پر اکتفاء کرتے۔

ان کتب میں جب اُن کے اعتراف کے بموجب ابواب اور سطروں اور جملوں کا الحاق ثابت شدہ

بات ہے اور اس بارے میں سوائے ظن غالب کچھ بات نہ بنا سکے، تو ان سب کتابوں کو ان لوگوں کی تصنیفات کیسے تسلیم کر لیا جائے جن کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے بلکہ اس صورت میں ایسا یہودہ دعویٰ کرنا بھی انصاف کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ یہ کتابیں انہی حضرات کی تصنیف ہیں جن کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے، تب یہ ماننا پڑے گا کہ اہل کتاب کی غفلت اور شرارت کی وجہ سے ان میں بہت سارا ایسا الحاق ہو گیا ہے کہ بعض مقامات پر اتنا صریح ہے کہ یہ لوگ بھی اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے اور ظن و تخمین سے لچر تاویلین کرنے لگے کہ یہ الحاق کسی کا تب یا نبی نے کیا ہو گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی شخص کی طرف کسی کتاب کی محض نسبت کر دینے سے وہ اسی کی تصنیف تو نہیں قرار پا جاتی۔ مثلاً کتاب مشاہدات، کتاب پیدائش صغیر، کتاب معراج، کتاب الامرار، کتاب ٹسٹمنٹ اور کتاب الاقرار ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی تھی، پولس، یہوداہ اور دیگر مسیحی علماء نے ان میں سے بعض کتابوں سے حوالے بھی لئے ہیں۔ اس کے باوجود آج کل عیسائی ان سب کو جعلی کتابیں قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح عزرا کی چوتھی کتاب، کتاب معراج یسعیاہ، کتاب مشاہدات یسعیاہ اور حقوق کے کچھ ملفوظات اور سلیمان کی زبور ایسی کتابیں جن کو عیسائی جعلی اور جھوٹا بتاتے ہیں۔ موسیٰ، عزرا، یسعیاہ اور سلیمان علیہم السلام کی طرف ان کتابوں کی نسبت کو غلط کہتے ہیں اور عزرا کی تیسری کتاب (جس کو یونانی کلیسا اب بھی مقدس اور الہامی مانتا ہے) کو رومن کیتھولک کے پادری حضرات اور پروٹسٹنٹ فرقہ والے اسی دلیل سے الہامی تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں الحاق ہو گیا ہے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے بعد اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ان حضرات کے اقرار کے مطابق ان کی ان کتابوں میں بھی الحاق اور غلطیاں موجود ہیں جن کو یہ واجب التسلیم مانتے

ہیں، پھر بھی ان کو تو مانتے ہیں، مگر مذکورہ بالا کتابوں کو رد کر دیتے ہیں۔ انصاف کا یہ ایک نیا انداز ہے۔

یہاں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ ان کا مقصد پورا نہیں کر سکتی تھیں اور وہ مقاصد پورے کر سکتی تھیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ان کو تسلیم کرنا اور اسے رد کر دینا بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

● دوسری بات یہ کہ ان کتابوں میں تحریف کی وجوہات اور خرابیاں جو مقدمہ کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے سبب بہت آسان اور ممکن تھی۔

● تیسری بات یہ کہ تورات کے تینوں نسخوں کا اختلاف اور اسی طرح عبرانی، یونانی اور عہد عتیق کے پرانے ترجموں کے نسخوں کا باہمی اختلاف اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض مقامات پر تو علمائے اہل کتاب کے لئے بھی کسی قوی یا ضعیف تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کو کھلی تحریف قرار دیئے بغیر چارہ کار نہیں رہتا۔

● چوتھی بات یہ کہ ان کتب کے مفسرین اور محقق علماء اہل کتاب کو ان کتابوں کے پیشتر مقامات میں تحریف کا اقرار کئے بغیر چارہ کار نہیں رہتا۔ یہ تحریف ان کتابوں میں حکمت و اضافہ اور عبادتوں کے تغیر و تبدل، تینوں طریقوں سے وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اہل کتاب کی غفلت اور یہود کی شرارت کے سبب یہ چیز جتنی بھی کثرت سے ہوئی، کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ جب بہت سی الہامی کتابیں مکمل ہی ان کی غفلت اور شرارت کے سبب ناپید ہو جائیں، وہاں بعض جملوں اور الفاظ کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔

الہامی کتابوں کے بارے میں ان اختلاف کی بنا پر اہل کتاب خصوصاً عیسائی اس قدر پریشان ہو گئے کہ کچھ سمجھا ئی نہیں دیتا۔

قدیم عیسائیوں نے یونانی ترجمہ کو صحیح قرار دیا، حواریین کے زمانہ سے پندرہ سو سال تک اسی کو معتبر سمجھا جاتا تھا، وہی قابل تقلید اور واجب العمل تھا، یونانی اور لاطینی کلیسا اسی

کو واجب التسلیم قرار دیتے تھے، دونوں کلیساؤں میں یہی ترجمہ پڑھا جاتا اور یونانی کلیسا اسی کو مقدس کتاب مانتا تھا۔ چنانچہ یونانی اور تمام مشرقی گرجوں میں آج تک یہی یونانی نسخہ پڑھا جاتا ہے۔ عظیم محقق و مفسر اور عیسائی عالم آگسٹائن کا کہنا ہے کہ :-

”یہودیوں نے عہد عتیق کی کتابوں کے عبرانی نسخہ میں مندرجہ واقعات اور ان کی

تاریخوں میں عیسائی مذہب دشمنی کی بنا پر جو تحریف کی ہے اس میں کوئی شک

نہیں ہے اور اس کا ایک مقصد یونانی ترجمہ کو غیر معتبر بنانا تھا۔“

قدیم مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یہ تحریف سنہ ۳۰ء کے لگ بھگ واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ یوسی بیس

اپنی تاریخ کی کتاب باب میں رقمطراز ہے :-

”جسٹن نے طریقوں یہودی سے مناظرہ میں مسیح کے متعلق بہت سی پیشین گوئیوں کو

نقل کر کے دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے ان کو کتب مقدسہ سے نکال دیا ہے۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر جسٹن شہید کا دعویٰ سچا ہے تو اس کے مطابق یہودیوں نے

یقیناً ان پیشین گوئیوں کو عبرانی نسخہ سے نکال دیا ہے، لہذا اس طرح تحریف واقع ہونے میں

کوئی شبہ ہی نہیں رہتا اور اگر اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عیسائیوں کا

یہ روحانی پیشوا جس کو اسلاف میں نہایت معتبر شمار کیا جاتا ہے، بہت بڑا متحرف تھا جس نے

اپنے جھوٹے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے پیشین گوئیاں گھڑیں اور پھر ان کو

اللہ کا کلام اور الہامی کتابوں کی عبارت قرار دیتا ہے، جب اسلاف میں سے ان بزرگوں کا یہ

حال ہو جن کو معتبر ترین قرار دیا جاتا ہے تو ان کے ان موجودہ متبعین کو کس مقام میں رکھا جائے

ہورن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ ص ۶۲ میں لکھتے ہیں :-

”جسٹن شہید نے (یہودیوں کے مقابلے میں) یہ ثابت کر دیا تھا کہ عزرائیل نے لوگوں

سے یہ جملہ کہا تھا کہ ”عید فصح کا جشن ہمارے نجات دہندہ خداوند کا جشن ہے، اگر

تم خداوند کو اس جشن سے افضل سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین ہمیشہ

آباد رہے گی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا دعوئے سناؤ گے تو تم غیر قوموں کے مذاق کا نشانہ بنو گے“ یہودیوں نے اس جملے کو عبرانی نسخہ سے نکال دیا ہے، ڈاٹی ٹیکر، جسٹن شہید کے اس قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ غالباً یہ آیت کتاب عزرا کے باب ۶ کی آیت ۲۰ اور ۲۱ کے درمیان تھی، ڈاکٹر اے کلارک نے بھی جسٹن شہید کے اس قول کے تصدیق کی ہے۔“

ڈاکٹر کیتھولک اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۸۴۱ء) اعلاطنامہ کے مقدمہ کے صفحہ ۱۷، ۱۸ میں

لکھتا ہے :-

”ڈاکٹر ہمفری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ پر کہا ہے کہ ”یہودیوں کے ادہام نے عہد عتیق کی کتابوں کے بعض مقامات پر ایسی تحریف کی ہے کہ پڑھنے والوں کو باسانی پتہ چل جاتا ہے“ پھر کہتا ہے کہ ”یہودیوں نے مسیح کی بشادتوں کو بالکل ہی اڑا دیا، پھر ایک پروٹسٹنٹ عالم نے بیان کیا کہ قدیم مترجم اس کو ایک نہج سے پڑھتا ہے اور موجودہ یہودی اس کو دوسرے طریقہ سے پڑھتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ یہودی کتابوں اور ان کے ایمان کی جانب غلطی منسوب کرنا بہ نسبت قدیم مترجم کی حبا لت یا تاہل کی طرف منسوب کرنے کے زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ زبور کی حفاظت مسیح سے قبل بھی یہودیوں کے یہاں ان کے گانوں کی بہ نسبت کم تھی“

ڈاٹن اپنی کتاب کی جلد ۳ ص ۲۸۳ مطبوعہ ۱۷۹۱ء میں یوں لکھتا ہے :-

”ایک مدت دراز تک آریجن ان اختلاف کی شکایت کرتا رہا اور مختلف اسباب کی

لے آئیہو موکا مصنف اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۱۳ء کے صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے کہ ”آریجن تیسری صدی میں تحریف شدہ نسخوں کے خلاف پر زور شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے ہم کتابوں کی عقلت یا شرا رت اور لا پرواہی کا کیا بیان کریں کہ انہوں نے کس طرح متن کو صحیح بنایا ہے، اسی طرح ان کی اس بے احتیاطی کا رد کیا دوسریوں جو انہوں نے کتب مقدسہ میں کمی زیادتی کے ذریعہ روا رکھی ہے۔ ۲۰ مصنف :-

جانب ان کو منسوب کرتا رہا، مثلاً کتابوں کی غفلت یا شرارت اور لاپرواہی اسی طرح جیروم کہتا ہے کہ جب میں نے عہد جدید کے ترجمہ کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا مقابلہ اس نسخہ سے کیا جو میرے پاس موجود تھا تو ان میں عظیم الشان اختلاف پایا۔

مذکورہ بالا اقوال کی طرح دوسرے عیسائی علماء نے بھی بہت کچھ کہا ہے، جس سے یہ بات پائیدار ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ لوگ عبرانی نسخہ کے محرف ہونے کے قائل ہیں اور اس تحریف کا الزام یہودیوں پر الزام لگاتے ہیں۔ اب تک رومن کیتھولک کا بھی یہی خیال ہے کہ عبرانی اور سامری نسخے تحریف شدہ اور غیر معتبر تھے۔

ڈاکٹر کنی کاٹ سامری نسخہ صحیح قرار دیتے ہیں اور تحریف کا الزام یہودیوں پر رکھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عبرانی اور یونانی نسخوں سے جہاں جہاں شدید اختلاف ہے وہاں ان میں تحریف ہوئی ہے۔

اب پروٹسٹنٹ فرقہ والے جو عبرانی نسخہ کو صحیح قرار دے کر اس میں تحریف کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ عبرانی نسخہ اور یونانی و سامری میں جہاں شدید ترین اختلاف ہیں وہاں یونانی اور سامری نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود عبرانی نسخہ کے بعض مقامات پر مجبور ہو کر ان کو بھی تحریف کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔

اب ذرا ”میزان الحق“ کے مصنف کی دیانت کا حال دیکھیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے باب اول کی تیسری فصل میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کس قدر لاطائل باتیں لکھی ہیں، حالانکہ یہ سب کی سب الٹ کر مسیحی علماء پر چسپاں ہوتی ہیں اور انشاء اللہ تیسرے مقصد کے آخر میں اس کا مفصل تذکرہ آئے گا۔

۱۔ اکبر آباد کے مشہور مناظرہ کے عیسائی پادری فنڈر صاحب کی تصنیف ہے، مزید تفصیل کے لئے بائبل

عیسائیوں کا اعتراف | کتب مقدسہ میں تحریف کے وقوع کا دعویٰ صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے اس دعویٰ پر اہل کتاب کے لئے کسی طرح کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نکلتی ہے۔ کسی مضبوط شبہ کا تو سوال ہی کیا ہے اور یہود کی بددیانتی سے عداۃ تحریف کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ اس طرح کی تحریف تو ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ بعض مقامات میں چل گئی اور بعض مقامات پر نہ چل سکی۔

فلپس کو اونولس پادری نے ایک کتاب احمد شریف بن زین العابدین اصفہانی کی کتاب کے رد میں ”خیالات“ کے نام سے لکھی تھی، جو ۱۶۴۹ء میں طبع ہوئی ہے وہ اس کی فصل ۶ میں کہتا ہے کہ :-

”نسخہ قصائے بالخصوص کتاب سلیمان میں بے شمار تحریف پائی جاتی ہے، رب اعلیٰ نے جو کلیت کے نام سے مشہور ہے پوری توریت نقل کی، اسی طرح رب یونان بن عزرا نے کتاب یوشع بن نون اور کتاب القضاۃ و کتاب سلاطین، کتاب اشعیاء اور دوسرے پیغمبروں کی کتابیں نقل کیں اور رب یوسف نابینا نے زبور و کتاب ایوب، و روت و آستر و سلیمان کو نقل کیا، ان تمام ناقلین نے تحریف کی اور ہم عیسائیوں نے ان کتابوں کی محافظت اس لئے کی تاکہ یہودیوں پر تحریف کا الزام قائم کر سکیں حالانکہ ان کی جھوٹی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔“

دیکھئے اس پادری کے اعتراف کے مطابق ان یہودی علماء نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر اٹھانہ لکھی تھی مگر اس مرتبہ ان کی بے ایمانی نہ چل سکی۔

پسٹوا جنٹ کا ترجمہ | اب ہم اس بحث کو اس یونانی ترجمہ کے بیان پر ختم کرتے ہیں جس کو پندرہ سو برس تک عیسائی دنیا واجب التسلیم مانتی رہی، نیز ان

لے عربی نسخوں میں ایسا ہی ہے انگریزی مترجم نے یہاں ”کسری نسخہ“ کا ذکر کیا ہے۔ ۱۲ تقی

دوپرانے نسخوں کے حوالے پر اختتام کرتے ہیں جن کو قدکس و اٹلیکانوس اور قدکس الکسندریو
 کہا جاتا ہے اور پادری لوگ عوام کو بہکانے کے لئے ان دونوں کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا کرتے
 ہیں۔ یہ بیان ہم عیسائیوں کے دونوں فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی کتابوں سے نقل کر رہے ہیں۔
ترجمہ سٹوا جنٹ کا بیان | پروٹسٹنٹ فرقہ کا مشہور محقق اور انتہائی معتبر عالم ہورن
 اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں لکھتا ہے :-

”یونانی ترجمہ سٹوا جنٹ یا الگ لندین کے نام سے موسوم ہے یہ ترجمہ بہت پرانا
 ہے جو یہودیوں اور متقدمین عیسائیوں کے یہاں بھی مقبول اور معتبر تھا اور دونوں
 فرقے کے گرجاؤں میں پڑھا جاتا تھا اور عیسائیوں کے مشائخ نے خواہ لاطینی ہوں
 یا یونانی، صرف اسی ترجمہ سے نقل کیا ہے اور ہر وہ ترجمہ جسے عیسائی گرجا تسلیم
 کرتا ہے سوائے سریانی کے ترجمہ کے وہ اسی یونانی ترجمہ سے دوسری زبانوں میں
 منتقل کیا گیا ہے مثلاً ترجمہ عربیہ آرمینیہ اور ترجمہ ایتھوپک اور گائیک اور اٹالک کا
 قدیم ترجمہ اور لاطینی ترجمہ جو جیروم سے پہلے مستعمل تھا اور صرف یہی ترجمہ آج تک
 یونانی اور مشرقی گرجاؤں میں پڑھا جاتا ہے“

اس ترجمہ کی تاریخ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر باتیں مشہور ہیں، مثلاً بعض لوگوں
 کا کہنا ہے کہ مختلف آدمیوں نے مختلف زمانوں میں مکمل کیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک
 معجزہ تھا جو رونما ہو گیا۔ غرضیکہ اس بارے میں کئی روایتیں ہیں۔

پہلی روایت | بادشاہ مصر بطلمیوس ثانی نے اپنے دو سرداروں کو یروشلم بھیجا اور ان
 کے ذریعہ وہاں سے عبرانی اور یونانی زبان کے ماہر بہتر علماء کو اپنے
 پاس بلوایا اور جزیرہ فاروس میں ان کی رہائش کا بندوبست کیا اور ان کے ذمہ اس ترجمہ کا
 کام سونپا۔ یہ علماء پہلے اپنی اپنی جگہ الگ الگ ترجمہ کرتے پھر ان ترجموں کا باہمی موازنہ کر کے
 خوب بحث و تمحیص کے بعد ایک بات کو متفقہ طور پر صحیح قرار دیدیتے۔ اس کے بعد ڈی ٹریوٹس

(بطلمیوس کے کتب خانہ کے نگران) کو لکھوا دیتے۔ تحقیق اور پوری چھان پھٹک کے اس طریقہ کو اختیار کرنے کے باوجود یہ لوگ بہتر دنوں میں مکمل ترجمہ کر کے فارغ ہو گئے۔

یہ روایت اس میٹس کے خط کے بالکل مطابق ہے، مگر اس خط کے سچا ہونے میں ہی زبردست کلام کیا گیا ہے، اس کو اگر جعلی قرار دیں تو بھی انتہائی قدیم جعلی ہے کیونکہ مشہور مورخ یوسی بیس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ سترھویں، اٹھارویں صدی سے پیشتر اس خط کے سچا ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہیں تھا، مگر سترھویں اٹھارویں صدی کے بعد اس کے سچا ہونے میں زبردست کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس دور کے جہور عیسائی علماء اس کے جعلی ہونے پر متفق ہیں۔

دوسری روایت | یہ عجیب و غریب روایت فلوہودی کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب یہ علماء جزیرہ فاروس میں قیام پذیر تھے تو پہلے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ ان سب کتابوں کا مکمل ترجمہ کیا۔ مکمل ہونے کے بعد سب ترجموں کا باہم موازنہ کیا گیا تو یہ سب ترجمے لفظی و معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے اس طرح مطابق نکلے کہ ان میں ایک لفظ حتیٰ کہ حرف کا بھی فرق نہ پایا گیا۔ کیونکہ ان سب لوگوں نے روح القدس کی اعانت سے بالکل الہامی طور پر لکھا تھا۔

اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ اس لئے اُس زمانے سے میرے اس زمانہ تک اس ترجمہ کی تکمیل کی وجہ سے اسکندریہ کے یہودیوں میں شکرانہ کے طور پر ایک ایسا دن مقرر ہے جس میں وہ ہر سال جزیرہ فاروس میں جمع ہو کر عید مناتے ہیں۔

تیسری روایت | یہ فلوکی روایت کے عین مطابق جسٹن شہید کی ہے۔ البتہ اس میں یہ بات اس طرح ہے کہ یہود کے ان ستر علماء کو ستر مکانوں میں علیحدہ

علیحدہ بند کیا گیا تھا، انہوں نے علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد تمام ترجموں کا باہم موازنہ کیا گیا تو سب کے سب لفظاً و حرفاً ایک دوسرے کے بالکل مطابق نکلے۔ پھر آگے چل کے

کہتا ہے کہ ان ستر مکانوں کے نشانات میرے عہد تک موجود ہیں۔
جسٹن کا یہ بیان آئریموس کی روایت کے بالکل مخالف ہے، کیونکہ اس روایت کو
تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا پورا ترجمہ پہلے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ کیا پھر
باہم موازنہ کر کے بعد سب ترجموں کو ایک دوسرے کے موافق پایا، مگر اس ٹیس کے کہنے
کے مطابق ہر شخص روزانہ علیحدہ ترجمہ کرتا پھر سب ترجموں کا موازنہ کر کے اور بحث و تمحیص کے بعد
ایک متفقہ بات ڈی ٹریوس کے پاس تحریر کرادی جاتی۔

ابی فی نیس نے تطبیق کے لئے ایک درمیانی بات نکالی کہ ان بہتر علماء کو چھتیس مکانوں
میں دو دو کر کے بند کیا گیا تھا اور ہر مکان میں ان کے ساتھ ایک نقل نویس بھی متعین تھا۔
چنانچہ ہر ایک مکان میں دونوں علیحدہ علیحدہ ترجمہ کرتے، پھر آپس میں ان کا مقابلہ کرتے اور
بحث و تمحیص کے بعد نقل نویس کو لکھوا دیتے۔ اس طرح چھتیس علیحدہ علیحدہ تراجم تیار ہو گئے،
تیار ہی کے بعد ان چھتیس ترجموں کا باہم مقابلہ کیا گیا تو سب کے سب لفظاً و حرفاً باہم بالکل
موافق نکلے۔ اس تطبیق کے لحاظ سے چھتیس ترجمے الہامی قرار پاتے ہیں۔

ہورن صاحب کے قول کے مطابق ”اس جھوٹے انبار میں ایک سچ چھپا ہوا ہے مگر ہم
بآسانی اس کو واضح نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ان میں سے کسی بھی روایت کو قابل
اعتناء سمجھیں۔ ہمارے نزدیک سچی بات یہ ہے کہ یہ مشہور ترجمہ مسیح کی پیدائش سے ۲۸۵ سال
یا ۲۸۶ سال قبل کیا گیا ہے۔

اس کے کمال شہرت کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی ہے کہ عہد جدید کے مصنفین نے
صرف اسی ترجمہ سے بہت سے فقرے نقل کئے ہیں۔ آریکین اور جیروم کے علاوہ اور تمام متقدمین
عیسائی مشائخ عبرانی زبان سے ناواقف تھے اور دوسرے نقل کرنے میں یہ لوگ ان اشخاص کی
اقتدا کرتے تھے جنہوں نے الہام سے کتابوں کو لکھا ہے اور یہ حضرات اگرچہ دین کے دائرہ میں
مجتہدانہ منصب رکھتے تھے، مگر اس کے باوجود اس عبرانی زبان سے جو تمام کتابوں کی بنیاد ہے محض

ناواقف تھے اور اسی ترجمہ پر قناعت کرتے تھے اور اپنے تمام مقاصد و مطالب میں اس ترجمہ کو خوب سمجھتے تھے۔ یونانی گرجا تو اس کو کتاب مقدس سمجھتا اور اس کی تعظیم کرتا تھا۔ کمریزاسٹم اور یھوڈ ورت نے اسی کی تفسیر لکھی ہے۔ اتھانی شیس، نازین دن اور بنزل نے اسی سے اپنے مدعا کے لئے حوالے لئے ہیں اور لاطینی کلیسا نے اسی چشمہ فیض سے دو طریقہ استفادہ کیا۔ اول یہ کہ اطالوی زبان میں ترجمہ عبرانی کے بجائے اسی سے کیا۔ دوم یہ کہ اطالوی کلیسا نے یونانی مشائخ کے کلام کا مطالعہ کیا۔ نیز سائی برن، ابروس، آگسٹائن اور گریگوری کے دور کے بعد مسکلیں علماء کے ہاتھوں میں یہی ترجمہ تھا جس کی روشنی سے وہ اپنا کام جاری رکھتے تھے۔

اور یہ ترجمہ یونانی اور لاطینی گرجوں میں شاید تک پڑھا جاتا رہا اور اس سے سند لی جاتی تھی۔ نیز پہلی صدی میں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں یہی ترجمہ معتبر مانا جاتا تھا مگر پھر جب عیسائیوں نے اس ترجمہ سے یہودیوں کے خلاف استدلال کیا شروع کیا تو یہودیوں نے اس ترجمہ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی کہ یہ عبرانی متن کے موافق نہیں ہے اور دوسری صدی کے ابتداء میں اس کے بہت سے فقرے اور جملے خارج کر دیئے اور اس کو چھوڑ کر ایکوٹیلہ کے ترجمہ کو پسند کیا اور چونکہ یہ ترجمہ یہودیوں کے یہاں پہلی صدی عیسوی تک مستعمل تھا اور عیسائیوں کے یہاں بھی ایک مدت تک متروک رہا۔ اس لئے اس کی بہت سی نقلیں ہو چکی تھیں اور یہودیوں کی تحریف اور کاتبوں کی غلطی نیز شرح اور حاشیہ کی عبارت کو متن میں داخل کرنے کی وجہ سے بے شمار غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

آدینجن نے ۲۳۱ء میں اس ترجمہ کو عبرانی سے تطبیق دینے اور نظر ثانی کرنے کے لئے سخت محنت شروع کی۔ مگر اس کی تکمیل کس سال ہوئی یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ تحریف شدہ مقامات کی نشاندہی کے لئے بین السطور پر اس نے مختلف علامتی نشان قائم کئے ہیں مثلاً :-

● اس ترجمہ میں کوئی فقرہ موجود تھا، مگر عبرانی نسخہ میں وہ فقرہ موجود نہیں تھا، وہاں یہ نشان (÷) بنا دیا۔

● جو فقرہ دوسرے ترجموں میں تھا مگر اس میں نہیں تھا اور وہ ان سے لے کر اس میں بڑھایا تھا وہاں یہ نشان (: ※) بنا دیا ۔

● کسی فقرہ میں مترجموں نے توضیح مطالب کے لئے کسی لفظ کا اضافہ کیا تھا وہاں یہی (: ÷) نشان لگایا ۔

سینٹ جیروم کہتا ہے کہ اس نے ان فقروں کو غالباً تھیوڈوشن کے ترجمہ سے اور اکثر مقامات میں ایکوٹیلہ سے اور بعض مقامات پر سمیکس سے لیا ہے ۔ کبھی دو ترجموں اور کبھی تینوں ہی سے لیتا تھا ۔ اور شناخت کے لئے ہر فقرہ کے شروع میں اس ترجمہ کے مترجم کے نام کا پہلا حرف لکھ دیتا جس سے وہ فقرہ لیا گیا ہے ۔

اس ترجمہ کی کتاب دانیال کو غلط قرار دے کر اس کی جگہ تھیوڈوشن کے ترجمہ سے کتاب دانی ایل کو اپنے ترجمہ میں شامل کیا ۔ تھیوڈوشن کے ترجمہ کی اس کتاب میں جہاں کہیں توضیح طلب جگہ تھی ، وہاں پہلا نشان (: ÷) لگا دیتا اور دوسرے ترجمہ سے تصحیح کر کے اس پر دوسرا نشان (: ※) کر دیتا ۔

آریجن کی یہ کتاب شہر سٹور کے ایک گوشے میں پچاس برس تک محض اس لئے پڑی رہی کہ وہ تقریباً چالیس پچاس جلدوں پر مشتمل تھی ۔ ہر شخص اس کو نقل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا ۔ یوسی بیس اور ہیفلس اگر اس کو اس کتب خانہ سے لاکر سیر یہ میں اس جگہ نہ پہنچاتے جہاں چوتھی صدی میں اسے جیروم نے دیکھا ہے ، تو شاید یہ انہی دنوں وہاں پڑی پڑی ضائع ہو جاتی ۔ اس کے بعد یہ کب گم ہو گئی معلوم نہیں ہو سکا ۔ ایک گمان یہ ہے کہ شاید ۶۵۲ء میں جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تھا اس وقت ضائع ہو گئی ہوگی ۔

۳۲۷ء کے لگ بھگ کاتبوں کی غلطیوں کی وجہ سے اس کتاب پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی ، چنانچہ یوسی بیس اور ہیفلس نے آریجن کی اس کتاب ہکسیپلہ پر نظر ثانی کی ،

ان کا یہ تصحیح شدہ نسخہ نہ صرف فلسطین کے کتب خانہ میں بلکہ تقریباً تمام کتب خانوں میں رکھا گیا مسلسل نقول کی تیاری سے دو چار برس میں ہی آریجن کی قائم کردہ علامات بالکل بدل کر رہ گئیں۔ اور ان کا مطلوبہ فائدہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے آخر کار ان کو ترک ہی کر دیا گیا۔ ان علامات کو متروک کر دینے سے بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیونکہ جیروم کے زمانہ میں ہی یہ پہچاننا انتہائی مشکل تھا کہ اصل ترجمہ کون سا ہے اور آریجن نے اس میں کون سی اصلاح کی ہے مگر اب تو اس کو پہچان لینے کی کوئی امید ہی نہیں رہی۔“ (انتہی ملخصاً۔)

۱۸۵۰ء میں چارلس ڈالین پریس لندن کی مطبوعہ ایک کیتھولک مصنف کی انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ :-

”اسکندریہ کے ستر یہودی علماء نے بادشاہ بطلمیوس کے حکم سے عبرانی سے یہ یونانی زبان میں ترجمہ کیا تھا، اس میں شامل موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کا ترجمہ تو مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ۲۸۵ سال قبل ہو گیا تھا اور باقی کتابوں کا ترجمہ اس کے بعد مختلف ادقات میں کیا گیا۔ فلسطینی یہودیوں نے پہلے پہل تو اس کو معتبر مانا تھا۔ مگر پھر جب عیسائیوں نے اس ترجمہ سے یہودیوں کے خلاف استدلال کرنا شروع کیا تو انہوں نے دوسری صدی کے آغاز سے ہی اس ترجمہ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی کہ یہ ترجمہ عبرانی متن کے موافق نہیں ہے۔ اس ترجمہ میں کتابوں کی کوتاہی کے سبب بے شمار غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر کنی کاٹ کی رائے ہے کہ بے شمار غلطیاں کتابوں کی تواتر سے قصداً بھی کی گئی ہیں، آریجن کا خیال ہے کہ یہ غلطیاں عبرانی نسخوں میں

۱۔ ہو رن صاحب کی تفسیر جلد ۲ کی عبارت کا خلاصہ ہے جس میں یونانی ترجمہ کے بارے میں تین طرح کی روایات بیان کر کے ان کا محاکمہ کیا گیا ہے، کتب مقدمہ کی حقیقت واضح کرنے میں خود اہل کتاب محققین کی آراء یقیناً شہادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ۱۲ نجیب

اختلاف کے سبب پیدا ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی کہ چونکہ عبرانی زبان تمام یہودیوں میں تقریباً معدوم ہو چکی تھی اس لئے ان کو اپنی کتابیں سمجھنے کے لئے ترجموں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ انہوں نے عبرانی کے ترجمہ کئے، ان میں وہی اختلاف واقع ہوا جو اصل عبرانی نسخوں میں پایا جاتا تھا اور دلیم کا رنپٹر کا بھی یہی خیال ہے۔ یونانی ترجمہ کو تمام عیسائی معبد خانوں سے نکال کر اس کی جگہ دوسرے تین ترجمے راج کئے گئے۔

- ۱۔ ایکوٹیل کا ترجمہ جو ۲۹۱ء میں کیا گیا، یہ شخص عیسائی بننے کے بعد دوبارہ یہودی ہو گیا تھا اور ازراہ عقائد اپنا کیا ہوا ترجمہ عیسائیوں کو دیدیا تھا۔
- ۲۔ تھیوڈرشن کا ترجمہ جو ۳۵۰ء میں کیا گیا۔ یہ شخص انی سس کا باشندہ تھا اس کا ترجمہ پہلے ترجمے سے سخت اور مٹھوس تھا۔ پہلے تو یہ ٹی شن ملحد کا پیروکار تھا پھر مارسیئن ملحد کا پیروکار ہو گیا اور آخر کار یہودی بن گیا تھا۔
- ۳۔ ستمیکس کا ترجمہ جو ۳۸۰ء میں ہوا۔ یہ شخص پہلے سامری تھا پھر یہودی ہو گیا، چنانچہ یہ اپنے ترجمہ میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر تنقید کرتا ہے۔ البتہ اس کا ترجمہ دیگر ترجموں کی نسبت بامحاورہ ہے۔

ان ترجموں کے مترجموں نے کتاب یسعیاہ باب ۷ کی آیت ۱۴ میں ”کنواری لڑکی“ کے ترجمہ کرنے کی بجائے ”جوان عورت“ سے کیا ہے۔ اسپٹوا جنٹ کے ترجمہ میں بہت سے مقامات ہیں ان ترجموں سے عبادتیں شامل ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اس ترجمہ کی روایات باہم اس قدر مختلف ہو گئیں کہ ایک دوسری سے کوئی مطابقت نہ رہی۔ ان حالات میں آریکسن نے ۲۳۱ء میں کتاب اکیسیلا ترتیب دی، اس میں چھ خانے بنائے۔ پہلے خانے میں عبرانی متن کو عبرانی رسم الخط میں، دوسرے خانے میں عبرانی کو یونانی رسم الخط میں، تیسرے خانے میں ترجمہ ایکوٹیل،

چوتھے خانہ میں ترجمہ سیمیکس، پانچویں خانہ میں سٹواجنٹ اور چھٹے خانہ میں تھیوڈوشن کا ترجمہ لکھا گیا تھا۔ یونانی ترجمہ میں جہاں کہیں توضیح مطلب کے لئے دو سرے ترجموں سے کوئی لفظ بڑھایا گیا وہاں یہ نشان (✱) لگا دیا۔ جو لفظ عبرانی متن میں موجود نہیں تھا، اس پر یہ نشان (+) کرنے کے علاوہ اس نے یہ در نشان) = و = (بھی کئی مقامات پر لگائے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سے اس کی غرض کیا تھی؟

تیسرے کے قریب تین حضرات نے قدیم یونانی نسخوں پر نظر ثانی کر کے تین جدید نسخے تیار کئے :-

- ۱۔ لوشن کانسز۔ جو قسطنطنیہ سے انطاکیہ تک کے کلیساؤں میں مروج تھا۔
- ۲۔ ہینیش کانسز۔ اسکندریہ اور مقرر کے نواحی علاقوں کے کلیساؤں میں پڑھا جاتا تھا۔

۳۔ ہیمپلس کانسز فلسطینی کلیساؤں میں مروج تھا۔
ان تینوں نسخوں میں لوشن کانسز یونانی ترجمے کے قریب تر اور بہتر تھا۔
کوڈکس واطیکا نوس | ترجمہ سٹواجنٹ ہی کی دوسری شکل کوڈکس واطیکا نوس ہے جس کو ۱۵۸۷ء میں پوپ سیٹیس پنجم کے حکم پر کارڈینل کرانا صاحب نے دوسرے نسخوں سے اس کی تصحیح کر کے طبع کرایا تھا، اس مطبوعہ ترجمہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :-

لے یہ نسخہ یوں بن جاتا ہے :-

عبرانی متن عبرانی رسم الخط میں	ترجمہ ایکوئیل	ترجمہ سیمیکس	ترجمہ سٹواجنٹ	ترجمہ تھیوڈوشن
--------------------------------	---------------	--------------	---------------	----------------

Codex Vaticanus وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ دروم میں ایک جگہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

”یہ کوڈکس واطیکانوس ۳۹۰ء میں لکھا گیا تھا“

سنیا اور ٹریٹیکا کے نام سینٹ جیروم کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ یونانی اور
لوشن کے نسخوں سے تقریباً ملتا جلتا ہے۔

ولیم کالہنٹر کہتا ہے کہ پہلے اس نسخہ میں عہد عتیق اور عہد جدید پورے کا پورا شامل
تھا، مگر اب دونوں ہی عہد ناقص شکل میں ہیں۔

کوڈکس اسکندر یا نوس | بعض حضرات کا خیال ہے کہ کوڈکس اسکندر یا نوس ۳۹۱ء

میں لکھا گیا۔ مگر کچھ لوگوں کے نزدیک ۴۹۲ء میں تحریر ہوا تھا، پھر گریب صاحب نے

اس کو انتہائی ناقص طور پر طبع کرایا تھا، اس نے بعض مقامات میں دوسرے

نسخوں سے عبارتیں لے کر اس کے متن میں داخل کر دیں اور اس کی عبارتوں کو

متن سے نکال کر حاشیہ پر لکھ دیا۔ اس نسخہ میں اگرچہ آریجن کے لگائے ہوئے

نشانات موجود نہیں ہیں، مگر پھر بھی ہکسیپلا سے بڑی حد تک ملتا جلتا ہے۔ بعض مقامات

میں تھیوڈوشن اور ستمیکس کے موافق ہے، البتہ ہمیش کے نسخہ کے بالکل مشابہ ہے

اسی نسخہ کو شاہی کتب خانہ کے انچارج پیٹرک بنگ نے ۱۷۳۳ء میں طبع کرایا تھا،

اس نے اس نسخہ کے بہت سارے الفاظ میں رد و بدل کر ڈالا یا انکو نکال دیا اور یہ

بات آج تک سب کو معلوم ہے۔ ان دونوں نسخوں میں غلطیاں بے حساب ہیں۔ نسخہ

کے زمانے میں بہت سارے یونانی ترجمے موجود تھے، جو آپس میں بہت مختلف تھے، عبرانی

نسخہ یا تو بہت ہی خراب حالت میں تھا یا یوں کہیں کہ ناپید ہو چکا تھا، اسوقت سینٹ جیروم نے

اس اختلاف پر اور منتشر بلندے سے ایک صاف شفاف نور نکالا۔ ”انتہی“

دعاشیر ۳۵۵ء آگے واطیکانوس (واٹیکانوس) کے نام سے موسوم تھی اور قیاساً Codex کے معنی کتاب آئین کے ہیں لہذا
کوڈکس یا قدکس واطیکانوس کے معنی ہوئے ”واٹیکان کی کتاب آئین“ ۱۲۴۱ء تک اظہار الحق کے اردو ترجمہ ”بائبل سے
قرآن تک“ ص ۱۹ ج دوم میں ہورن کے حوالہ سے ۳۹۱ء سے قبل درج کیا گیا ہے ۱۱۲ء Alexandria
یا کوڈکس اسکندر نیوس کا ترجمہ ہوا ”اسکندریہ کی کتاب آئین“ اسکندریہ بھی ایک جگہ کا نام ہے ۱۲۴۱ء سے ۳۹۱ء میں
طبع ہونے والی انگریزی تاریخ کا اقتباس ختم ہوا۔ ۱۲ بجیب

۱۷۰۰ء صاحب نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کوڈکس اسکندر یا نوس (جس کو بائبل کے تصحیح کرنے والوں نے سب نسخوں میں اولیت دی ہے) کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے (اس کا خلاصہ یہ ہے) کہ :-

» یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے، پہلی تین جلدوں میں عہد عتیق کی سچی اور جھوٹی دونوں کتابیں موجود ہیں، چوتھی جلد میں عہد جدید اور کلیمنٹ کا پہلا خط کرمیتیوں کے نام اور جھوٹی زبور جو سیلمان علیہ السلام کی جانب منسوب ہے۔ مگر عہد جدید میں انجیل متی باب اول سے باب ۲۵ کی آیت ۶ تک، انجیل یوحنا باب آیت ۵۰ سے باب کی آیت ۵۲ تک، کرمیتیوں کے نام دوسرا خط باب ۴ کی آیت ۱۳ سے باب ۱۲ کی آیت ۷ تک غائب ہے اور زبور سے قبل اتھانی شیس کا ایک عخط ہے اور اس کے بعد شب و روز کے ہر ہر گھنٹہ کی نمازوں میں جو چیز پڑھی جاتی ہے اس کی فرست ہے اور چودہ زبوریں ایمانی ہیں، جن میں سے کیا ہویں زبور میں مریم علیہا السلام کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، بعض تو ان میں بالکل جھوٹی ہیں اور بعض انجیل سے ماخوذ ہیں۔

یوسی بیس کے دلائل زبوروں پر اور اس کے قوانین انجیلوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے اس نسخہ کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے۔ اسی طرح بعض نے اس کی برائی میں حد نہیں چھوڑی۔ اس کا سب سے بڑا دشمن وٹسٹین ہے اس کی قدامت میں بھی چرمیگوٹیاں کی گئی ہیں، کمریب اور شلز کی رائے تو یہ ہے کہ یہ نسخہ شاید چوتھی صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے۔ میکائلس کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سب زیادہ پرانا نسخہ ہے اور کوئی نسخہ اس سے بڑھ کر قدیم نہیں ہو سکتا کیونکہ الہاتی سیش کا نسخہ اس میں موجود ہے، اس کی رائے ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ اوڈن کہتا ہے کہ یہ دسویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر سملر سمجھتا ہے کہ یہ ساتویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ مونٹ فالن کی رائے یہ ہے کہ کسی نسخہ کی نسبت بھی خواہ وہ کوڈکس اسکندر یا نوس ہو یا کوئی دوسرا یونانی نسخہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا

کہ یہ چھٹی صدی سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

دانش کا خیال ہے کہ یہ چوتھی صدی کے درمیان یا آخر کا لکھا ہوا ہے۔ اوڈن کا کہنا ہے کہ اتھانی تیش کا خد جوتا ہے اور اس کا گھرنا اس کی زندگی میں ممکن نہیں ہے۔ پھر چونکہ دسویں صدی میں جھوٹ کی بھرمار تھی، لہذا اس جمل کا دسویں صدی میں واقع ہونا قوی ہے۔
پھر ہورن صاحب اس جلد میں کوڈکس واپیکانوس جس کو بائبل کی تصحیح کرنے والوں نے دوسرے نمبر پر قرار دیا ہے) کے بیان میں یوں کہتا ہے :-

”یونانی ترجمہ کے مقدمہ میں جو ۱۵۹ء کا طبع شدہ ہے یہ لکھا ہے کہ یہ نسخہ ۳۸۷ء سے قبل لکھا گیا ہے، یعنی چوتھی صدی کے آخر میں، مونٹ فاکس اور پین جینی کہتے ہیں کہ پانچویں یا چھٹی صدی میں لکھا گیا، ڈیوین کا قول ہے کہ ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔
میک کی رائے ہے کہ چوتھی صدی کی ابتداء میں لکھا گیا ہے۔ مارش کا خیال ہے کہ پانچویں صدی کے آخر کا معلوم ہوتا ہے اور عمدتیک اور عمد جدید کے کسی دو نسخوں میں اتنا فرق موجود نہیں ہے جتنا فرق اسکندریانوس کے کوڈکس اور اس نسخہ میں پایا جاتا ہے۔ اس نسخہ کے عمدتیک میں کتاب پیدائش کے باب اول سے باب ۶ تک چھالیس ابواب اور زبور ۱۰۵ سے ۱۳۷ تک تیس زبوریں اور عمد جدید میں عبرانیوں کے نام خط کے باب ۹ کی آیت ۴ سے آخر تک پورا خط، تیمتھس کے نام پیدا اور دوسرا خط، فلطس کے نام خط، فلیمون کے نام خط اور پوری کتاب مشاہدات یوحنا سمرے سے غائب ہیں۔ پندرہویں صدی میں کتاب مشاہدات یوحنا اور عبرانیوں کے نام خط کا آخری حقہ نیا لکھ کر اس میں شامل کر دیا گیا۔ نیز بہت سے مقامات پر جو حروف مدہم پڑ گئے یا خراب ہو گئے تھے ان کو کسی الہامی ہاتھ نے دوبارہ درست کر دیا۔ اس شخص نے اس نسخہ کی عبارت کا دوسرے نسخوں

سے موازنہ کیا، جہاں عبارتوں میں اختلاف دیکھا وہاں اُن نسخوں سے اس نسخہ میں عبارت کو شامل کر دیا، پھر بھی اصل عبارت کو جوں کا توں رہنے دیا، البتہ بعض مقامات پر انتہائی حیرت کے ساتھ اس کے لفظوں کو پاور سے گرج ڈالا جیسا کہ اس نسخہ اور اسکندریانوں کے نسخہ میں آریجن کے لگائے ہوئے نشانات میں سے کسی ہی نشان کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے کئی کثاٹ نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ دونوں نسخے نہ تو آریجن کے نسخے سے منقول ہیں اور نہ اُس کی ان نقلوں سے جو اس کے قریبی زمانہ میں کی گئیں، بلکہ یہ دونوں ان نسخوں سے منقول ہیں آریجن کی علامات نہیں ہیں، یعنی اس دور میں جبکہ نقلوں میں اس کی علامات ترک کر دی گئی تھیں۔“

کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے ان دو علماء کی تحریروں میں اگرچہ آریجن کے نشانات اور دیگر کئی معاملات میں اختلاف موجود ہے تاہم ان دونوں کی تحریر کا بغور جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

اول۔ مسیحی مذہب میں اس کی کوئی متصل سند نہیں ہے کہ یہودیوں میں سے کن لوگوں نے یہ یونانی ترجمہ کیا تھا۔ البتہ کئی ایک جھوٹے افسانے اس بارے میں ضرور مشہور ہیں جن کو خود مسیحی علماء نے جھوٹا قرار دیدیا ہے۔ ہورن کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی قابل التفات نہیں اور پھر وہ بھی خود ان روایات کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے ایک نئی داٹے کا اظہار کرتا ہے۔

دوم۔ حوالیوں کے زمانہ سے لے کر پندرہ سو سال تک یہی ترجمہ عبرانی نسخہ کے متابہ میں تمام علماء کے نزدیک مستند تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس طرح پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں کے بعض حضرات کا یہ کہہ کہ اس میں مشرق کے ملحدوں نے تحریف کی ہے، اپنی جمالت کو اپنے سر سے اپنے اسلاف کے سر منڈھنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ تو اسی محرف نسخہ کو تسلیم کرتے تھے اور

یونانی کلیسا اور مشرق کے تمام کلیساؤں میں اب بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

سوم۔ یہودی اس ترجمہ کو دوسری صدی سے ہی غلط بتاتے آئے ہیں۔ ان کا یہ کہنا دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنے اس قول میں سچے تھے یا جھوٹے تھے، اگر یہودی اپنے اس دعوے میں سچے تھے تو یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر انتہائی افسوس ہے۔ یہودیوں پر تو اس لئے کہ انہوں نے سترہ سو سال تک تقریباً چار سو سال اس غلط ترجمہ کو اپنی عبادت گاہوں میں رائج کیئے رکھا اور اس کو انتہائی معتبر قرار دیتے رہے اور عیسائیوں پر اس لئے کہ وہ کتنے بڑے جاہل تھے کہ پندرہ سو برس تک اس کو واجب التسلیم قرار دیتے رہے اور اس کو کلام الہی کا حقیقی ترجمہ سمجھتے رہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ان دونوں گروہوں کے نزدیک آسمانی کتاب کی حیثیت انگریزی سرکار کے قانون کی سی ہے کہ مصلحت کے موافق جیسا قانون کچھ مدت کے لئے واجب العمل رہتا ہے، پھر مصلحت ختم ہو جانے پر اس کو رد کرنے یا منسوخ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے بعینہ اسی طرح یہ ہے کہ جب تک مصلحت کا تقاضا ہوا ایک کتاب کو کتاب اللہ یا الہامی قرار دے لیا جائے اور پھر وقت گزرنے پر اس کو غلط اور تحریف شدہ قرار دے دیا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ جھوٹے تھے اور وہ ترجمہ بالکل صحیح تھا تو محض دین مسیحی سے دشمنی اور شدید حسد کے سبب ان کا یہ اقدام کہ دیانت و امانت کے تقاضوں کے خلاف صحیح کو غلط ٹھہرانے لگے۔ اب اگر اہل کتاب ویسی ہی دشمنی اور حسد کی بنا پر ایسی صحیح کتاب جس کی صحت ان کے نزدیک بھی یقینی ہے (کو غلط بتائیں تو ان سے کوئی بعید بات ہے۔

چہارم۔ ان کے اقراء کے مطابق یہودیوں نے دوسری ہی صدی میں اس میں جان بوجھ کر تحریف کر دی تھی۔ ملاحظہ کیجئے کہ جب یہودی اس ترجمہ میں جس کو عیسائی کلیساؤں نے تقریباً سو برس تک اور یہودیوں نے اپنی عبادت گاہوں میں چار سو برس تک رائج کیئے

رکھا، تحریف کرنے سے باز نہیں رہے تو عبرانی نسخہ (جس کی طرف مسیحی حضرات نے پندرہ سو برس تک کوئی توجہ تک نہیں کی) میں کس طرح تحریف کرنے سے باز رہے ہوں گے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین مسیحی حضرات نے عبرانی نسخہ میں تحریف کرنے والے شریوں کی شرارت کو یقیناً معلوم کر لیا ہوگا۔ توجہ مسیحی مذہب سے حسد کی بنا پر یہودیوں سے ایسا گھناؤنا فعل سرزد ہو چکا تو اب اگر یہودی اور عیسائی اسلام سے حسد کی وجہ سے بعض مقامات میں پھر اسی گھناؤنے فعل کے مرتکب ہوں تو ان سے شکایت کرنا بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

پہنجم۔ ولیم کارنپٹر کے اقرار کے مطابق یہودیوں میں عبرانی زبان ناپید ہو چکی تھی اور وہ اپنی کتابوں کو ترجموں کی مدد کے بغیر سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے تو اب ان کا جو حال ہو گا وہ انتہائی قابل افسوس ہوگا۔

آج کل جو پروٹسٹنٹ علماء اپنے اردو اور فارسی ترجموں کے شروع میں یہ لکھتے ہیں کہ ”یہ اصل عبرانی نسخہ سے ترجمہ کیا ہے“ یہ کہنے میں یا تو سراسر جھوٹے ہیں اور یا پھر انتہائی جہالت کا شکار ہیں۔

ششم۔ جب آریجن کی کتاب کی نقول کی کثرت کے سبب دو، چار برس کے اندر اندر اس قدر خرابی آگئی کہ اصل اور اس پر اصلاحی نوٹس میں تمیز کرنا ناممکن ہو گیا تو توراۃ کی حالت تو بہت ہی افسوسناک ہو گئی ہوگی اور کئی ہزار برس میں یہودیوں کی طرف سے اس کی بے شمار نقول کرنے کے سبب اس کا حلیہ کیسا بگڑ گیا ہوگا؟

سبحان اللہ! اہل کتاب کے ہاں دینی کتب کو لکھنے اور ان کی حفاظت کا کتنا عجیب طریقہ تھا کہ دو، چار برس میں ہی ان کے اندر ایسا زبردست انقلاب رونما ہو جاتا تھا۔

ہفتم۔ کیقولاک مورخ کے قول کے مطابق جب چوتھی صدی میں سب ترجمے آپس میں بہت زیادہ مختلف تھے اور عبرانی نسخہ کو یہودیوں نے یا تو بالکل ناپید کر دیا تھا یا پھر اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر دکھ دیا تھا۔ اس صورت میں حضرت جبروہم نے ظلمت کے اس

انبار سے کیا خاک نور نکالا ہو گا۔ سوائے اس کے کہ اپنی عقل کے موافق تصحیح کی ہوگی اور قرآن سے بعض کو صحیح اور بعض کو غلط قرار دے دیا ہو گا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ شخص کوئی نبی نہیں تھا۔ اس صورت میں صرف ایک شخص کی رائے کو قطعی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ ہر جگہ یہ احتمال رہے گا کہ نہ معلوم غلط ہے یا صحیح ؟

ہشتم۔ تمام یونانی ترجمہ کو کلام اللہ کا مضمون سمجھنا کھلی غلطی ہے، کیونکہ اس میں آریجن کی بڑھائی ہوئی عبارتیں اس طرح غلط ملط ہو گئی ہیں کہ بقول ہورن صاحب ان میں باہم امتیاز کی ہر امید ختم ہو چکی ہے۔ عبارتوں کے اس اختلاط نے شدید خرابی پیدا کر دی اور آریجن نہ نبی تھا نہ حواری بلکہ متقدمین میں سے ایک شخص تھا، وہم و خیال کا اس پر شدید اثر تھا، اسی وجہ سے وہ اکثر غلطیاں کر جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے توراۃ کی اکثر باتیں غلط بیان کی ہیں، جس جگہ ٹھوکر کھاتا تو ایسی کھاتا کہ کبھی کسی نے نہ کھائی ہوگی۔ پھر عبرانی زبان میں بھی اُسے دسترس نہ تھی جس کی وجہ اس کی بڑھائی ہوئی عبارتوں میں یقیناً اکثر بالکل غلط ہی ہوں گی۔

دوئم میورا اپنی تاریخ کلیسا کے دوسرے حصہ کے باب دوم میں آریجن کے تین کام یعنی کتب مقدسہ کا باہمی مقابلہ اور ان کا ترجمہ اور تفسیر کرنے کا تذکرہ کر کے ان کے الفاظ کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

”تیسرے کام میں کچھ غلطیاں کی ہیں، کیونکہ اس نے توریت کی اکثر باتوں کو خیالی انداز میں بطور تمثیل بیان کیا ہے“

لارڈز اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۸۵ میں آریجن کے تعارف میں جیروم کا قول نقل کرنے کے بعد جیروم ہی کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ :-

”آریجن کے علمی مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تصنیف کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح ٹریٹیلین، نوئے نس اور لونیس اور امی پولی نیریس اور یونانی دلاطینی

کلیسا کے دوسرے مؤرخین کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے کہ اچھی چیز کو لے لیا جائے اور خراب کو چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ حواری کا قول ہے کہ ”تمام چیزوں کا ثبوت فراہم کرو اور اچھی چیز کو مضبوطی سے تھام لو“ اور سلیسیس سویرس کہتا ہے کہ مجھے آریجن پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی مخالفت خود ہی کرتا ہے، چنانچہ جہاں صحیح بات تک پہنچ جاتا ہے وہاں وہ حواریوں کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور جہاں لغزش کھاتا ہے تو وہاں ایسی فحش لغزش کا مرتکب ہوتا ہے کہ اس جیسی فحش لغزش کا ارتکاب کسی نے بھی نہیں کیا۔“

اسی جلد کے صفحہ ۴۰ پر یوں رقمطراز ہے :-

”اپنے زمانہ اور ملک کے دستور کے خلاف آریجن نے کتب مقدسہ کو سمجھنے اور ان کی اُمت کی خاطر عبرانی زبان کو سیکھا۔ چنانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر یونان میں اسے نظر امتحان سے دیکھا جاتا ہے، مگر متاخرین کی تحقیق کے مطابق آریجن کو عبرانی میں مکمل دسترس حاصل نہیں تھی۔“

نہم۔ کوڈکس اسکندریانوس اور کوڈکس واطیکانوس کے زمانہ تحریر کے بارے میں کوئی یقینی دلیل موجود نہیں ہے۔ ان کے کاغذ کی بوسیدگی کو دیکھتے ہوئے محض ظن و تخمین سے یہ اندازے لگائے جاتے ہیں کہ کوڈکس اسکندریانوس چوتھی، آٹھویں یا دسویں صدی کا اور کوڈکس واطیکانوس چوتھی، پانچویں، چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا ہے۔ مگر حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ پوپ یا اس کے کسی شاگرد نے عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر گیارہویں بارہویں صدی کے لکھے ہوئے کسی نسخہ کو پیش کر کے یہ مشہور کر دیا ہوگا کہ یہ ظہور اسلام سے پہلے کا لکھا ہوا ہے اور مسیحی حضرات سے ایسا کچھ بعید از قیاس نہیں، اس لئے کہ جب ان کے اسلاف نے عوام کو فریب دینے کے لئے سینکڑوں انجیلیں، حواریوں کے خطوط اور شہادت جعلی بنائے ہوں تو بھلا ایک دو جعلی نسخوں کا مزید وضع کر لینا کونسی تعجب کی بات ہے۔

ماؤنٹ ماکن کے اقرار کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی نسخہ چھٹی صدی سے قبل کا نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس اعتبار سے چوتھی اور پانچویں صدی کا کتنا خود بخود لغو ہو گیا۔ اوڈن اعتراف کرتا ہے کہ دسویں صدی میں عیسائیوں میں جعل اور جھوٹ کا دریا موجزن تھا اور اتھانی سیش کا خط بھی جعلی بنایا گیا ہے اور یہ خط اسکندریانوس کے نسخے کا ایک جزو ہے تو یقیناً یہ نسخہ اس جعلی خط کے وضع کرنے اور مشہور ہونے کے بعد ہی لکھا گیا ہو گا۔ لہذا ہمارا دعویٰ قرین قیاس ہے۔

دہم۔ ان نسخوں کی تین خصوصیات قابل ذکر ہیں :-

اول۔ یہ کہ یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے اس طرح مختلف ہیں کہ کسی دوسری کتاب کے دونوں نسخے اتنے مختلف نہیں ہوئے۔

دوم :- یہ کہ کوڈکس اسکندریانوس میں بہت سی چھوٹی کتابیں بھی شامل ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مصنف اس زمانہ کے بعد کا کوئی شخص ہے، جس زمانہ میں جھوٹ سچ پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ دونوں میں امتیاز کرنا مسیحی حضرات کے لئے ممکن نہیں رہا تھا اور یہ دسویں صدی کے بعد کا دور ہی ہو سکتا ہے۔

سوم :- یہ کہ کسی چالاک مسیحی نے دوسرے نسخے یعنی کوڈکس واطیکانوس میں زبردست رد و بدل کر دیا ہے، مٹے ہوئے سب لفظوں کو اپنی صوابدید کے مطابق بنایا متن میں عبارتیں کی عبارتیں اپنی طرف سے داخل کر دیں اور بعض مقامات سے دیدہ دلیری کے ساتھ لفظ ہی مٹا ڈالے۔

ان تینوں وجوہ کی بنا پر یہ نسخہ انتہائی ساقط ال اعتبار قرار پاتے ہیں۔ یہ بحث اپنی جگہ مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں، اس لئے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے متاخرین حضرات کے نزدیک یونانی ترجمہ ساقط ال اعتبار ہے۔ وارڈ کیتھولک اپنی کتاب انغلطنامہ، مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں :-

”مشرق کے ملحدوں نے اس میں تحریف کر ڈالی ہے، پروٹسٹنٹ فرقہ اگرچہ بظاہر اس کا احترام کرتا ہے، مگر ان حضرات کے لئے بھی بعض مقامات میں لاطینی ترجمہ کو اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں رہتا۔“

ایسے ہی عیسائی حضرات بظاہر تورات کا احترام کرتے ہیں، مگر ان کے اسلاف کے اقوال سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں نہ تو تورات ان کے نزدیک قابل احترام ہے اور نہ ہی تورات کا مصنف۔ چنانچہ مقدس پولس جن کو مسیحی حضرات حواری شمار کرتے ہیں کہ انہیوں کے نام دو سہرا خط مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے باب آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں یوں لکھتے ہیں :-

”اور موسیٰ کی طرح نہیں ہیں جس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالا تاکہ بنی اسرائیل اس مٹنے والی چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن ان کے خیالات کشف ہو گئے کیونکہ آج تک پرانے عہد نامہ کو پڑھتے وقت ان کے دلوں پر وہی پردہ پڑا ہوتا ہے اور وہ مسیح میں اٹھ جاتا ہے۔ مگر آج تک جب کبھی موسیٰ کی کتاب پڑھی جاتی ہے تو ان کے دل پر پردہ پڑا رہتا ہے۔“

سمان اللہ! مقدس پولس کی شخصیت حضرت موسیٰؑ سے زیادہ مکمل تھی، اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام تو مٹنے والی چیز کو بھی چھپاتے تھے اور ان کے نقاب ڈالنے سے ان کی کتاب پر بھی ایسا پردہ پڑا رہتا ہے کہ حق نظر نہیں آتا اور یہودی جب کبھی موسیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں تو وہی پردہ یہاں پڑا رہتا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ وہ تو ایسی کتاب ہے جس سے حق کو جاننا انتہائی مشکل

۱۵ ۱۸۴۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں آیت ۱۳ کا آخری جملہ کے الفاظ یوں ہے ”تاکہ بنی اسرائیل اس روٹھ جانے والے کفایت تک بخوبی نہ دیکھیں“ اور ۱۸۴۱ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ کے الفاظ تقریباً ۱۹۵۹ء

کے اردو ترجمہ کے مطابق ہیں۔ عبارت یوں ہے: ”تاکہ بنی اسرائیل اس باطل ہونیوالی بات کے غایت کو نہ دیکھیں“

کام ہے اور عبرانیوں کے نام خط بائب آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے الفاظ یوں ہیں :-
 ”پس اگلا حکم (یعنی تورات) اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ ہے بطلان پذیر ہے“

اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے الفاظ یوں ہیں :-

”پس اگلا حکم اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اوٹھ گیا“

دیکھئے یہاں پر تورات کے احکام واضح طور پر کمزور اور بے فائدہ قرار دے رہے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سینکڑوں سال تک بنی اسرائیل کو کمزور اور بے فائدہ احکام دیتے رہے اور سینکڑوں انبیاء انہی لچر احکام کی اشاعت کے لئے مامور کئے گئے تھے؟

اسی مذکورہ خط کے بائب آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا“

یہی مضمون بائب کی آیت ۱۱ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس حواری نے تو اتنی ہی بات پر اکتفا کیا ہے، مگر ان کے متبعین تورات اور صاحب تورات کے بارے میں اس سے بھی زیادہ تعظیم والے کلمات کہتے ہیں۔ چنانچہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۳ پر دین عیسوی کے مصلح اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی جناب لوٹھر صاحب کی کتابوں سے ان کے اقوال اس طرح نقل کئے ہیں :- ”لوٹھر صاحب اپنی کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۰، ۴۱ پر لکھتے ہیں :-

”ہم نہ موسیٰ کو نہیں گے اور نہ دیکھیں گے کیونکہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اس

کو ہم سے کسی چیز میں بھی نسبت نہیں ہے“ اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ

”اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے یہ الفاظ ہیں“ کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا“ ن ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے الفاظ یہ ہیں ”اگر وہ پہلا وثیقہ

بے عیب ہوتا تو دوسرے کی جگہ تلاش کی نہ ہوتی“ ۱۲ فییم :-

”ہم نہ موسیٰ کو تسلیم کریں گے اور نہ اس کی تورات کو کیونکہ وہ عیسیٰ کا دشمن ہے“
 پھر لکھتے ہیں کہ ”موسیٰ تو جلا دوں کا استاد ہے“ آگے لکھتے ہیں کہ ”دس احکام کو
 عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں“ اس سے آگے رقمطراز ہیں کہ ”ان دس احکام
 کو خارج کر دینا چاہیے تاکہ بدعت فوراً ختم ہو جائے، اس لئے یہ احکام سب
 بدعتوں کا سرچشمہ ہیں۔“

سبحان اللہ! دین کا مصلح کس قدر حد سے تجاوز کر گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام
 کا دشمن اور جلا دوں کا استاد قرار دینے لگا۔

ہمارے لئے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دس احکام کو عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے
 اور وہ سب بدعات کا سرچشمہ ہیں اور ان کو تورات سے خارج کر دینا انتہائی ضروری ہے
 تو پھر ان کے نزدیک مذہب عیسوی میں بدعات کے ان سرچشموں کے مخالف عقیدہ و عمل ہونا
 چاہیے۔ یعنی شرک اور بت پرستی، ماں باپ کو تعظیم نہ کرنا، پڑوسی کو تکلیف پہنچانا، قتل،
 زنا اور جھوٹی گواہی دینا وغیرہ امور دینِ مسیح کے رکن قرار پائیں گے۔ کیونکہ جن احکام کو
 بدعات کے سرچشمے کہا گیا ہے انہیں تو توحید، ماں باپ کی تعظیم، یوم السبت کا احترام،
 بت پرستی، قتل، زنا، چوری اور پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔

العیاذ باللہ! اگر دینِ عیسوی واقعہً یہی ہے جو لو تعمر صاحب کے اذیات سے معلوم
 ہوتا ہے تو ایسے دین کو ہمارے دونوں ہاتھوں سے دور ہی سے اسامہ، کیونکہ اگر یہی
 دین ہے تو اس سے توبہ دینی بہت افضل ہے یہ

مجھ سے ایک عیسائی نے برملا کہا کہ ہمارے مذہب کے مطابق موسیٰ (نعموذا اللہ منہ)
 اس لئے کہ توحید اور یوم السبت کے احترام کے علاوہ تمام امور ایسے ہیں جن کو انتہائی
 لادینی معاشرہ بھی ممنوع قرار دیتا ہے۔ تعلیماتِ خداوندی تو بہت ارفع و اعلیٰ مقام
 رکھتی ہیں۔ ۱۲ بنجینب

ایک چور اور ڈاکو تھامیں نے اس سے دلیل پوچھی تو اس نے انجیل یوحنا باب کی آیت ۸
میرے سامنے کر دی۔ غالباً جناب لوتھر صاحب نے بھی اسی آیت سے استدلال کر کے موسیٰؑ
کی شان میں مذکورہ بالا گستاخانہ باتیں کہیں ہوں گی۔ مذکورہ آیت ۱۶۷ اور ۱۸۳
کے مطبوعہ عربی ترجموں میں اس طرح سے ہے :-

”و جميع الذين اتوا كانوا سراقا ولصوصا لكن الخراف لم تسمع لهم۔“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یوں ہے :-

”سب جتنے مجھ سے آئے چور اور داہن ہیں اور بھیڑوں نے اونکی نہ سنی۔“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے الفاظ ہیں :-

”سب جتنے مجھ سے آئے چور اور بٹ مار ہیں اور بھیڑوں نے اونکی نہ سنی۔“

لا رڈنزا اپنی تفسیر کی جلد سوم کے چھٹے حصہ میں فرقہ مانی کینز کے عقیدہ کے بیان میں
لکھتا ہے کہ ”جیسروم نے ہمیں بتایا ہے کہ مانی کینز فرقہ کا بانی بشپ مانی کی تصریح ہے
کہ یوحنا باب کی آیت ۸ میں جناب مسیح کا یہ قول خاص طور پر موسیٰ کے ہمارے میں ہے۔“
اور فاسٹس بر ملا کہتا ہے کہ ہمارے خدا نے اپنے اس قول میں موسیٰ کی طرف
اشارہ کیا ہے۔

غالباً جناب لوتھر نے بھی انہی دونوں حضرات کی اتباع کی ہے اور لوتھر کے شاگرد
یوسی بیس اپنے استاد کی پوری طرح متابعت کرتے ہوئے ہی وہ بات کہتے ہیں جسکو اغلاطنامہ
کے صفحہ ۳ پر یوں لکھا گیا ہے کہ ”یہ دس احکام کلیسا میں نہ سکھائے جائیں۔“

یہی یوسی بیس فرقہ کا بانی ہے، ان کا عقیدہ تھا کہ ”تورات اس قابل
نہیں ہے کہ اس کو خدا کا کلام سمجھا جائے“ چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ ”اگرچہ زانی حرام کا اور

۱۶ یہی آیت ۱۹۵۹ کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یوں ہے ”جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو
ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی۔“

کسی بھی طرح کا گناہ گناہ ہو وہ راہِ نجات پر ہے۔ گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص خواہ گناہوں کے سبب انتہائی قعرِ مذلت پڑا ہوا ہو اگر اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے تو یقیناً نجات پائے گا اور جو لوگ دس احکام کی پیروی کرتے ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں، وہ موسیٰ کے ساتھ سولی پائیں“

سبحان اللہ! یہ دس حکم ایسے ہیں کہ جو ان کا اتباع کرتا ہے شیطان کا ساتھی قرار پاتا ہے۔ اس کے اور موسیٰ کے حق میں دُعا بھی کتنی اچھی کی گئی ہے۔

اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اس فرقہ کے پیروکار صرف مسیح کا اعتقاد رکھیں اور بڑے مزے سے زنا، چوری، قتل، بہت پرستی اور دنیا جہاں کی بُرائیاں کرتے پھر میں کیونکہ ایسی ہر صورت میں وہ راہِ نجات اور خوشی میں ہی شمار ہوں گے۔



مقصد سوم

عهد جدید کی کتابیں

فصل اوّل

انجیلیں، اعمال، مسیح کے خطوط، حواریوں کے خطوط اور مشاہدات وغیرہ کتابیں مسیحی اسلاف کے ہاں مشہور و معروف تھیں، مگر موجودہ عیسائی ان کو ناقابل اعتبار اور جھوٹی قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں کی زندگی میں ہی عیسائیوں میں غیر معتبر اور جھوٹی کتابوں اور جھوٹے خطوط وضع کرنے اور جھوٹے وعظ کہنے کا عام رواج ہو گیا تھا۔ چنانچہ حواری، انجیل کے کاتب اور مقدس پولس اپنے متبعین کو مسلسل اس سے مطلع کرتے رہے اور حواریوں کے زمانے کے بعد جو کتابیں، انجیلیں، اعمال اور خطوط اور مشاہدات کے نام سے مشہور ہوئیں ان کا شمار بہت مشکل ہے۔ جعل سازی کا یہ سلسلہ اسی انداز سے نویں صدی عیسوی کے اختتام تک جاری رہا۔ دسویں صدی میں تو یہ گھناؤنا کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ آج کل ان انجیلوں اور دوسری کتابوں میں سے کچھ تو ناپید ہو چکیں اور کچھ ابھی تک موجود ہیں۔

لوقا اپنی انجیل کے باب اول کی آیت ۱، ۲، ۳ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتا ہے کہ :-

”چونکہ میں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا، اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے

اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں ۱۵۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ان آیات کی تشریح یوں کی گئی ہے :-

”انجیل کے کاتبوں کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہ حالات و واقعات جو عیسائیوں کے ہاں پیش آئے ضبط تحریر میں لانے شروع کئے تھے، مگر انہوں نے اپنی تاریخوں میں روایات کی صحت و تحقیق کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے لوقا نے روح القدس کے تعاون سے مذکورہ صفات کی حامل مکمل کتاب لکھنے کو ضروری خیال کیا ۱۶۔“

اس بیان میں اس کا صریح اعتراف کیا گیا ہے کہ لوقا کی تاریخ کی طرح لوقا سے پہلے بھی بہت سی تاریخیں لکھی جا چکی تھیں مگر ان میں سقم پایا جاتا تھا۔

تفسیر ڈاؤلی اور رچرڈ منٹ میں آیت اول کی شرح میں ذیل میں مرقوم ہے :-
 ”ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا کی تصنیف سے پہلے دوسرے لوگوں نے بھی حالات عیسوی کا مشاہدہ کرنے والوں اور کلام کی خدمت کرنے والوں سے سن کر تصانیف لکھی تھیں ۱۷۔“

مقدس پوئس گلیٹیوں کے نام خط باب اول کی آیت ۶، ۷ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

”میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اُس سے تم اس قدر جلد پھر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے، مگر وہ دوسری نہیں، البتہ

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں ”اے بزرگ شوخ اس لئے کہ بہتوں نے اختیار کیا کہ اوس احوال کو جو حقیقت میں درمیان میں گزرا بیان کریں جیسا اونہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے، ہلکے سونا میں نے یہی مناسب جانا کہ جو میرے سے اچھی طرح دریافت کر کے تیرے لئے درستی سے لکھوں“ ۱۲ فییم :-

بعض ایسے جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی خوشخبری کو بگاڑنا چاہتے ہیں^{۱۵}۔
 مقدس پولس کے اس اعتراف سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت ایک دوسری انجیل بھی
 موجود تھی اور بعض لوگ اس انجیل کو بگاڑنے کے درپے تھے۔
 موشیم مورخ اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۳۲ء جلد اول میں ناصری اور ایونی فرقوں کے
 حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”ان دونوں فرقوں کے پاس ایک انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف ہے ہمارے

علماء کے درمیان اس انجیل کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے“
 اور میکلیں اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ انجیل ناصری یا عبرانی یقیناً وہی انجیل ہے جو
 ایونی فرقہ کے پاس موجود تھی اور بارہ حواریوں کی انجیل کے نام سے مشہور تھی اور یہ کہنا
 بے جا نہ ہو گا کہ یہ وہی انجیل ہے جس کی طرف پولس نے گلیتیوں کے نام خط باب اول
 کی آیت ۶ میں اشارہ کیا ہے۔ پھر تھسلیونیکوں کے نام اپنے دوسرے خط کی باب ۲ کی آیت ۱
 میں لکھتے ہیں کہ :-

”کسی روح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کہ خداوند کا دن

آپہنچا ہے، تمہاری عقل دغمت پریشان نہ ہو جائے اور نہ تم گھبراؤ“^{۱۶}

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا کہنا ہے :-

۱۵ عہد جدید کی کتابوں میں اکثر انجیل کو ”خوشخبری“ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ انجیل عبرانی زبان میں
 خوشخبری ہی کو کہتے ہیں۔ ۱۲ تقی ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”میں تعجب کرتا
 ہوں کہ تم اتنا جلدی اوس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں بلایا پھر کے دوسری انجیل کے ہو گئے“^{۱۷} دوسری
 تو نہیں مگر بعض ہیں جو تم کو گھراتی اور مسیح کی انجیل الٹ دینا چاہتی ہیں“ ۱۲ فہیم

۱۶ آیت کے الفاظ یہ ہیں ”میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اُس سے تم اس قدر
 جلد پھر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے“ ۱۳ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے ”تم
 (بقیہ حاشیہ اگلے ص پر)

”بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تھسلیکیوں کو پوئس کی طرف منسوب اور بھی جعلی خط دکھائے گئے تھے۔“

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات جعل سازی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر بطور پیش بندی کے لکھی ہوگی۔ چنانچہ کمرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط کے باب کی آیت ۱۳، ۱۲ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

”لیکن جو کرتا ہوں وہی کرتا رہوں گا تاکہ موقع ڈھونڈنے والوں کو موقع نہ دوں بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم ہی جیسے نکلیں۔ کیونکہ ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہمشکل بنا لیتے ہیں۔“

ملاحظہ کیجئے کہ مقدس پوئس بھی داویلا کہہ رہے ہیں کہ ان کے وقت میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے آپ کو حواریوں کے ہمشکل بنا کر عیسیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور موقع ڈھونڈتے رہتے تھے۔ تفسیر ڈائلی اور رچرڈ منٹ میں آیت ۱۲ کے ذیل میں مرقوم ہے :-

”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمرنتھیوں میں جھوٹے رسول موجود تھے جو حواریوں جیسی وضع قطع اختیار کر کے یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اپنے وعظ و نصیحت پر کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں لیتے اور انہیں اپنی استغنائی پر فخر کرتے تھے۔ مگر اس کے برعکس اپنے مریدوں سے پوشیدہ طور پر نہ صرف تحفے وصول کرتے بلکہ زبردستی وصول کرتے۔“

(بقیہ حاشیہ ص ۷۷ آگے) اوس خیال سے کہ مسیح کا دن آہنچا ہے جلد اپنے دل کی ٹھہار سے مت کوئی اور نہ گھبراؤ نہ کسی روح نہ کسی کلام نہ کسی خط سے یہ سوچ کر کہ وہ ہماری طرف سے ہے۔“ ۱۲ فیہم ۱۵ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ان آیات کی عبادت یوں ہے ”پر میں جو کرتا ہوں سو ہی کرتا رہوں گا کہ میں اذیکو جو قابو ڈھونڈتے ہیں قابو پانے نہ دوں گا تاکہ جس بات میں وہ فخر کرتے ہیں ایسے جیسے ہم میں پائے جاویں کیونکہ ایسے جھوٹے رسول دغا باز کا رہندہ ہیں جو اپنی صورتوں کو مسیح کے رسولوں سے بدل ڈالتے ہیں۔“ ۱۲ فیہم ۱۶

حواری نے ان کے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے کہ وہ شرمندہ ہو کر مسیح کے رسولوں کا طریقہ اختیار کریں یہ لکھا کہ میں نے کرسیوں سے کبھی کوئی چیز نہ لی ہے اور نہ لونگا نہ خفیہ طریقہ سے نہ ظاہراً۔“

دیکھئے اس میں اُس دور میں جھوٹے حواریوں کے وجود کا صاف صاف اقرار کیا گیا ہے اسی طرح یوحنا حواری اپنے پہلے خط کے باب کی آیت ۱۱ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-
 ”اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزمادو کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔“
 اس آیت میں پطرس کی طرح یوحنا حواری بھی چلا رہے ہیں اور پطرس حواری اپنے دوسرے خط کے باب کی آیت ۱۱ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

”اور جس طرح اس امت میں جھوٹے نبی تھے اُسی طرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور اس مالک کا انکار کریں گے جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپ کو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ اس آیت میں پطرس حواری اس بات پر متنبہ کر رہے ہیں کہ عیسائیوں میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور یہودِ حواری نے اُن جھوٹے استادوں کی بڑی تعداد میں اپنے زمانے میں دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پورے خط میں اسی کی شکایت کرتا ہے۔ چنانچہ ڈاؤلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں پطرس حواری کے مذکورہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

۱۱۔ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اے جیسو! تم ہر ایک روح کی تصدیق نہ کرو بلکہ روحوں کو آزمادو کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں کہ نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے پیغمبروں نے دنیا میں خروج کیا ہے۔“ ۱۲۔ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء اس آیت کو اس طرح نقل کرتا ہے ”جیسے جھوٹے نبی اوس قوم میں تھے ویسے جھوٹے معلم تم میں بھی ہونگے جو ہلاک کرنے والی بدعتیں پرستیں نکالیں گے اور اوس خداوند کا جس نے انہیں مول لیا انکار کریں گے اور آپ کو جلد ہلاک کریں گے۔“ ۱۳۔ فہیم :-

”یہ وہ لکھتا ہے کہ جس وقت اس نے اپنا خط لکھا تھا اسی زمانہ میں یہ جھوٹے استاد
معروف عمل ہو چکے تھے اور لکھتا ہے کہ ان لوگوں نے خدائی توفیق کو شہوت رانی
سے بدل ڈالا تھا۔“

موجودہ اپنی تفسیر کی جلد اول کے تتمہ پنجم کے باب میں لکھتے ہیں :-

”پاک نویسوں نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگ انہی کے زمانے میں پیدا ہو گئے تھے اور اس
کی بھی خبر دی ہے کہ ایسے خراب لوگ آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے، جیسا کہ لوقا نے
باب اول اور پولس نے گلیتوں کے نام اپنے پہلے خط کی آیت ۶ تا ۹ میں اور تھیموکلین
کے نام دوسرے خط کے باب کی آیت ۲ میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ حواریوں
کے زمانہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب
جھوٹی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ان کتابوں کو ابتدائی چار صدیوں کے
اہل کتاب نے انجیلوں، خطوط، اعمال اور مشاہدات وغیرہ کے عنوان سے ذکر
کیا ہے، مگر انہیں سے پیشتر نابود ہو گئیں، البتہ چند ایک اب تک موجود ہیں۔“

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان جھوٹی کتابوں میں سے جو اب تک موجود ہیں ان
کے نام یہ ہیں :-

۱۔ آپوکریفس کے نام عیسیٰ علیہ السلام کا خط، ایرٹس کے پادری یو پاس کے نام عیسیٰ علیہ السلام
کا وہ خط جو یروشلم میں آسمان سے گر ا تھا، آئین حواریوں کا، حواریوں کے عقائد
برنباش، کلیمینس، اگناسٹس اور پولیکارب کے خطوط، انجیل طفولیت، انجیل ولادت
مریم، انجیل یعقوب، انجیل سمفودیم، اعمال پولس، بارہ حواریوں کی تاریخ، ایدیاں کی
تصنیف، پولس کا خط کالا دوکیہ کی طرف۔ اور پولس کے چھ خطوط سنیہ کا کے نام۔ اور
ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں۔

۱۔ لودویکیہ کی طرف پولس کے خط کا ثبوت کلیتیوں کے نام خط کے باب کی آیت ۱۶ سے ملتا ہے۔ ۲۔ انجیل :-

مؤلف اکیسویں سو اپنی کتاب کے تتمہ کے باب پنجم میں لکھتا ہے :-
 ”یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جو مسیح، ان کے حواریوں یا مسیح کے دوسرے مریدوں کی طرف
 منسوب ہیں اور متقدمین مسیحی مشائخ نے ان کو ذکر کیا ہے“

● عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں :-

شاہ اڈیا آپگریس کے نام خط - پطرس اور پولس کے نام خط، امثال اور مواعد کی
 کتاب، حواریوں اور مریدوں کے لئے مذہبی گیت جو ان کو خفیہ طور پر سکھائے گئے تھے۔
 شعبہ باذی و سحر کی کتاب - کتاب مسیح، مریم اور دایہ مریم کی پیدائش کی چھٹی صدی میں آسمان
 سے گرنے والا خط۔

● مریم علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں :-

اگتاشس کے نام خط - سی سیلیان کے نام خط - مریم کی پیدائش کی کتاب - مریم
 اور اس کی دایہ کی کتاب - تائونج اور حدیث مریم - کتاب مسیحی معجزات و سیلانی انگوٹھی۔
 مریم کے چھوٹے بڑے سوالوں کی کتاب - مریم کی اولاد کی کتاب۔

● پطرس کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل پطرس - اعمال پطرس - مشاہدات پطرس اول - مشاہدات پطرس دوم -
 کلیمنس کے نام خط - مباحثہ پطرس و ای پین - تعلیم پطرس - وعظ پطرس
 آداب نماز پطرس - کتاب خانہ بدوشی پطرس - کتاب قیاس پطرس۔

● یوحنا کی طرف منسوب کتابیں :-

اعمال یوحنا - انجیل دوم یوحنا - کتاب خانہ بدوشی یوحنا - حدیث
 یوحنا - ہیڈروکیت کے نام خط - وفات نامہ مریم - مسیح
 اور ان کے صلیب سے اترنے کا تذکرہ - مشاہدات یوحنا دوم -
 آداب نماز یوحنا۔

- اندریا حواری کی طرف منسوب کتابیں :-
انجیل^۱ اندریاہ - اعمال^۲ اندریاہ
- متی حواری کی طرف منسوب کتابیں :-
انجیل طفولیت - آداب نماز متی
- فلپ حواری کی طرف منسوب کتابیں :-
انجیل^۳ فلپ - اعمال^۴ فلپ
- برتولما حواری کی طرف منسوب انجیل برتولما -
- توما حواری کی طرف منسوب کتابیں :-
انجیل^۵ توما - اعمال^۶ توما - انجیل طفولیت مسیح - مشاہدات توما - کتاب خانہ بدوشی توما -
- یعقوب حواری کی طرف منسوب کتابیں :-
انجیل یعقوب^۷ - آداب نماز یعقوب - وفات^۸ نامریم
- ستیاہ حواری کی طرف منسوب کتابیں (یہ شخص مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں میں شامل ہوا تھا) -
انجیل^۹ میتاہ - حدیث^{۱۰} میتاہ - اعمال^{۱۱} میتاہ
- مرقس کی طرف منسوب کتابیں :-

۱۔ اندریاہ یا اندریاس Andriaia، بارہ حواریوں میں سے ایک مشہور حواری پطرس کے بھائی ہیں ان کا ذکر متی ۱۸: ۴ اور اعمال ۱: ۳ میں دیکھا جاسکتا ہے، عیسائی روایات کے مطابق آپ کو دو لکڑیوں پر بشکل (X) شہید کر دیا گیا، اسی لئے یہ حلیب اندراوس کہلاتی ہے۔ تھی ۱۵ برتولما یا برتلماؤس Bartholomes بارہ حواریوں میں سے ایک کہتے ہیں کہ ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت انہوں نے ہی کی ہے (انکا ذکر متی ۱۰: ۳ اور اعمال ۱: ۳ میں کیے گئے تھے) ۱۵ توما، یہ بھی حواریں سے ہیں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں ان کا بڑا کردار ہے تھی ۱۵ میتاہ یا متی، یہ وہی ہیں جسکے نام میں انجیلوں کا اختلاف ہے اور جو محصل پر بیٹھے تھے تو حضرت مسیح نے انہیں دعوت دی تھی (متی ۹: ۹) ۱۲- تھی ۱۵

معمریوں کی انجیل - آداب نماز مرقس - کتاب پیش برنباس

● برنباس کی طرف منسوب کتابیں -

انجیل برنباس - برنباس کا خط

● مٹی دیوس کی طرف منسوب انجیل تھی دیوس -

● پولس کی طرف منسوب کتابیں :-

اعمال پولس - اعمال ترکہ - لادوکیوں کے نام خط - تھسینیوں کے نام تیسرا خط
کرنٹیوں کے نام تیسرا خط - کرنٹیوں کی طرف سے پولس کے نام خط اور پولس کی
طرف سے اس کا جواب - سنیکا کے نام خط اور ایک خط سنیکا کا پولس کے نام -
مشاہدات پولس اول - مشاہدات پولس دوم - ورن پولس - انابی کشن پولس -
انجیل پولس - وعظ پولس - سانپ کے منتر کی کتاب - پری سیٹ بطرس
و پولس :-

اکیسویں صدی کے مولف جھوٹی کتابوں کی یہ فہرست لکھنے کے بعد رقمطراز ہے :-
”جب دین عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی ان انجیلوں، خطوط اور مشاہدات کی صورت
میں غلط بھرم مار ہو گئی تھی اور ان میں سے بیشتر ابھی تک اکثر عیسائیوں کے نزدیک
مسلم ہیں تو اب ہم کس اصول کی رو سے پہچان سکتے ہیں کہ جن کتابوں کو پروٹسٹنٹ
حضرات تسلیم کرتے ہیں واقعہ الہامی کتابیں ہیں - جب اس حقیقت کو مدنظر رکھتے
ہیں کہ چھاپے خانے کی ایجاد سے پہلے ہی ان حضرات کی مسلمہ کتابیں الحاق و تحریف
کا نشانہ بنتی رہی ہیں تو ان کو الہامی تسلیم کرنے میں سخت مشکلات سامنے آجاتی ہیں۔“

لہ برنباس یا برنابہ BARNABAS ایک تابعی ہیں جو لاوی خاندان کے تھے اور ان کا نام یوسف تھا انہوں نے
کھیت بچ کر اس کی قیمت تبلیغی مقاصد میں صرف کر کے لئے حواریوں کو دیدی تھی اس لئے انہوں نے ان کا نام
برنباس رکھی جس کے معنی ”فقیہت کا بیٹا“ ہیں (دیکھئے اعمال ۱: ۲۶) تعقی :-

میں کہتا ہوں کہ اس شخص کی مذکورہ بالا تصریحات بالکل سچی ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں بیان کر چکے۔ قارئین پر اس سے حقیقت حال بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ پھر جب مسیحی اسلاف میں تحریف اور جعل سازی کی یہ عادت پختہ ہو چکی تھی، بھلا طبیعت ثانیہ بن جانے کے بعد اس سے کون منع کر سکتا ہے۔ موشیم اپنی تاریخ کی جلد اول کے ص ۶۵ پر دوسری صدی عیسوی کے علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”افلاطون اور فیثاغورث کے پیروں کا یہ مقولہ مشہور تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا نہ صرف جائز بلکہ انتہائی قابل تحسین کام ہے اور جیسا کہ قدیم ملفوظات سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے مصر کے یہودیوں نے اُن سے یہ مقولہ سیکھا تھا اور ان دونوں طبقوں سے یہ بدترین بیماری عیسائیوں کو بھی لگ گئی۔ اس بات کی واضح طور پر تائید اُن جھوٹی کتابوں کے وجود سے ہوتی ہے جو بڑے بڑے بزرگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں“

• ولیم میٹور اپنی کتاب ”تاریخ کلیسا“ (جو کہ اردو زبان میں ہے) مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے باب سوم کے حصہ دوم میں دفعہ تیس کے تحت رقمطراز ہے :-

”دوسری صدی عیسوی میں مسیحی علماء میں یہ بحث چل نکلی کہ جب بت پرست فلاسفہ اور حکما کے ساتھ دین کے مباحثے کئے جائیں تو ان کے مقابل انہی کے طریقہ بحث اور طرز استدلال کو اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آخر کار ارجن وغیرہ کی رائے کے مطابق مذکورہ

۱۔ افلاطون Plato مشہور یونانی فلسفی جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا اس کی کتابیں جمہوریت اور سیاست پر مشہور ہیں (پ ۳۴، ق ۳۳، ق ۱۲، تقی۔ ۲۔ فیثاغورث Pythagore مشہور یونانی فلسفی جس کی طرف علم حساب کی تدوین منسوب ہے آواگون کا قائل تھا سنہ ۳۵۰ ق م میں اس نے وفات پائی۔ ۱۷ تقی۔ ۳۔

طریقہ و طرز تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مسیحی مناظروں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی سے بحث و مناظرہ کی مجلسوں میں رونق افزوں تر ہو گئی۔ لیکن اس طرزِ عمل کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ سچائی اور صاف گوئی میں خلل واقع ہو گیا۔ پھر جیسا کہ بعض لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسی طرزِ عمل کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ وہ جعلی تصنیفات وجود میں آئیں جو اس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھی گئیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ فلسفی حضرات جب کوئی نظریہ تراغ کرتے تھے تو بسا اوقات اس کے حق میں کتاب لکھ کر کسی مشہور فلسفی کے نام سے اس کو شائع کر دیتے تھے، اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اس حیلہ سے لوگ اس نظریہ کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی باتیں زیادہ مانیں گے۔ اگرچہ حقیقت یہ ہوتی تھی کہ وہ باتیں اُسی مصنف کی ہوتی تھیں چنانچہ فلاسفہ کی طرز پر بحث و مناظرہ کرنے والے مسیحی حضرات بھی انہی کی طرح کتاب لکھ کر کسی حواری، حواری کے خادم یا کسی مشہور اُسقفؑ کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیتے تھے۔ یہ طریقہ تیسری صدی میں شروع ہوا اور رومن کلیسا میں برس ہا برس تک جاری رہا۔ یہ طرزِ عمل یقیناً حق کے بالکل خلاف اور انتہائی قابلِ مذمت تھا۔

اس کے بعد مؤرخ موصوف نے کتبِ مقدسہ میں تحریف کے واقع نہ ہونے پر چند عذر پیش کئے ہیں، ان کی حقیقت انشاء اللہ اس مقصد کے آخر میں ”میزان الحق“ کے مصنف کے استدلال کے رد میں کھل جائے گی۔

مذکورہ بالا بحث کے نتائج | مندرجہ بالا سطور میں ہم نے دو مؤرخوں کی کتابوں سے دو طویل اقتباسات نقل کئے ہیں ان سے دو باتیں

ثابت ہوتی ہیں :-

اول۔ یہ کہ مسیحی علماء نے بددیانتی کا و طیرہ دوسری صدی ہی سے شروع کر دیا تھا

اور راست بازی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا ایک دینی فریضہ قرار پا گیا۔ اُن علماء نے جن کو اب بھی مسیحی حضرات اپنے پیشوا اور سپہ مسیحی شمار کرتے ہیں، محض اتنی بات کا لحاظ کرتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے مناظرین کی شہرت ہو جائے، ایسے امر کا فتوے دیا جو جعل سازی کا سبب بن گیا تو اُن علماء کی دیانت سے یہ کوئی بعید نہیں کہ انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ مسیحی مذہب میں ترقی ہو اور اس پر عوام کا یقین بڑھتا ہو جائے۔ اُس متعارف انجیل میں بہت کچھ کمی بیشی کرنے کا بھی فتویٰ دے دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ تمام انجیلیں اُسی صدی میں بنائی گئی ہوں اور اصل انجیلوں کو چھپا دیا گیا ہو۔ دوسری فصل میں ہم اُن کے محققین علماء کا یہ اقرار نقل کریں گے کہ دیندار مسیحی حضرات بھی قصداً تحریف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس اقرار سے (کتب مقدسہ میں تحریف کے) اس احتمال کو مزید تقویت ملتی ہے۔

دوم۔ یہ کہ جب ان جعل سازوں کو ملت مسیحی کے ستون، علماء کا اس معاملہ میں ایسا فتویٰ مل گیا جو جعل سازی کا سبب بن گیا اور پھر ایسی جعل سازی اور ددوغ گوئی دینی فریضہ قرار پائی تو بھلا کون سی چیز ان کو اس سے روکنے والی رہی۔ ایسے میں سوچئے کہ سینکڑوں سال تک مسیحی جعل ساز حضرات نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اور حتی المقدور کب موقع ہاتھ سے جانے دیا ہو گا۔ چنانچہ گورنمنٹ ہتھ کے اسقف ڈیونیس نے ان لوگوں کے بارے میں کیا خوب تبصرہ کیا ہے:-

”جب یہ لوگ میرے خطوط میں تحریف سے باز نہیں آئے تو کتب مقدسہ میں تحریف سے

کیا خاک باز آئے ہوں گے“

یوسی بیس اپنی تاریخ کی کتاب چہارم باب میں لکھتا ہے :-

”گورنمنٹ ہتھ کا اسقف ڈیونیس کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے بھائیوں کی درخواست پر

ان کو خط لکھے تھے اور ان شیطان کے جانشینوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا، یعنی بعض

باتوں کو بدل دیا ہے اور کچھ اپنی طرف سے ان میں شامل کر دیں جس کا مجھے دہرا غم ہے، اس لئے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے خداوند کی پاک کتابوں میں بھی ملاوٹ کرنے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے کہ ان لوگوں نے ان کتابوں میں جن کی کتب مقدسہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے وہی وطیرہ اختیار کیا ہے۔“

انجیل کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (موجودہ اولہ پوٹس کے گمشدہ خطوط | مذکورہ خطوط کے علاوہ) پوٹس کے اور بھی خطوط تھے جن کو عیسائیوں نے گم کر دیا ہے۔ چنانچہ کلتیوں کے نام خط کے باب کی آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

”اور جب یہ خط تم میں پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا کہ لو دیکھ کی کلیسا میں بھی پڑھا جائے اور اُس خط کو جو لو دیکھ سے آئے تم بھی پڑھنا۔“

یہ آیت اس پر صاف دلالت کر رہی ہے کہ پوٹس نے ایک خط لو دیکھ کی طرف بھی لکھا تھا اور اب تک اس طرح کا ایک خط موجود بھی ہے۔ مگر جمہور سچی اس کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہورن کی تصریحات میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح کمرنتیوں کے نام پہلے خط کے باب ۵ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

آیت ۹ : میں نے اپنے خط میں تم کو یہ لکھا تھا کہ حرام کاروں سے صحبت نہ رکھنا۔

آیت ۱۰، ۱۱ : یہ تو نہیں کہ بالکل دنیا کے حرام کاروں یا لالچیوں یا ظالموں یا

بت پرستوں سے ملنا ہی نہیں، کیونکہ اس صورت میں تو تم کو دنیا ہی سے نکل

۱۸۴۲ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”اور جب یہ خط تم میں پڑھا جائے تو ایسا کرنا کہ لادقیوں کی مجلسوں میں پڑھا جاوے اور لادقیوں کا خط تم بھی پڑھو“ ۱۲ فییم :-

جانا پڑتا۔ لیکن میں نے تم کو درحقیقت یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی بھائی کما کر حرام کما کر یا
 لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو تو اُس سے صحبت نہ رکھو بلکہ
 ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔“

جس خط کا حوالہ آیت نمبر ۹ میں دیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اب گم ہو چکا ہے۔
 کمرختیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۱۰ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں
 یوں ہے کہ :-

”میں یہ کہتا ہوں نہو دے کہ میں ایسا ظاہر ہوں کہ خطوں کو لکھ کے تمہیں
 ڈراتا ہوں۔“

اور یہ جملہ نہو دے کہ میں ظاہر... الخ دوسرے ترجموں میں یوں ہے :-

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء = مبادا چہن ظاہر شود کہ شمار ابنا مہائے می ترسانم۔
 عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء = وللا اظن ظناً انی اخر فکھ بر سائلی۔

ملاحظہ کیجئے کہ تمام ترجموں میں لفظ خطوں، نامہا اور رسائل کا صیغہ بالاتفاق جمع کے
 ساتھ آیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوس نے کمرختیوں کو بہت سارے خطوط لکھے
 تھے اور پہلے طبقوں میں اس طرح کے دو خط موجود تھے جن کی طرف اکیسہومو کی رگزشتہ مرقوم
 میں مذکور عبارت میں اشارہ موجود ہے۔ مگر اب ان کو جعلی شمار کیا جاتا ہے۔

۱۸۴۱ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۱۱ یوں ہے :- ”پر میں نے اب تمہیں یہ لکھا ہے کہ... الخ“ جس کو ۱۹۵۹ء
 کے ترجمہ میں ”لیکن میں نے تم کو درحقیقت یہ لکھا تھا الخ“ کر دیا گیا ہے، نیز آیت ۹ اور آیت ۱۱ کے مضمون
 کو دیکھا جائے تو ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں تحریف صاف دکھائی دیتی ہے اس لئے کہ اگر آیت ۱۱ کا جملہ اس
 سے قبل لکھا گیا ہوتا تو یقیناً اس وضاحت کی کبھی ضرورت نہ پڑتی جس کے لئے آیت ۹ اشارہ کر رہی ہے
 غور کا مقام ہے ۱۲۔ ۱۳ غیب ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں ”میں اس لئے کہتا ہوں کہ خطوں
 کے ذریعہ سے تم کو ڈرانے والا نہ ٹھہرو۔“ (۹: ۱۰) ۱۲

گذشتہ صفحات میں مذکورہ تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات پایہ خلاصہ بحث ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مسیحی ملت کے ابتدائی طبقات میں جلسازی اپنے عروج پر تھی اور الہامی کتب کی حفاظت کا انتظام انتہائی ناقص تھا اور اغلب یہی ہے کہ اس کے اسباب وہی ہوں جن کا ذکر اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں ہم نے کیا ہے، مگر دوسری صدی کے علماء نے جو جلسازی کی اجازت کا فتوے دیا تھا اُس نے اُن تمام اسباب مذکورہ سے اہم کا انجام دیا۔

تحریف کا ایک اور سبب (کتب مقدسہ میں تحریف اور جعلی الہامی کتابیں بنانے کا) ایک سبب اور سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ پہلی اور دوسری صدی میں مسیحی حضرات کی اکثریت ان قوموں پر مشتمل تھی جو ناخواندہ اور بیچ شمار ہوتی تھیں اور پھر یہ لوگ ان حوادث کا شکار ہوئے جن کا تذکرہ مقدمہ کی تیسری فصل میں گذر چکا ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اُن پڑھ اور بیچ قوم کے لوگوں کو فکر مال کم ہوتی ہے اور یہ کم اندیشی اُس وقت اور بھی خصوصیت اختیار کر لیتی ہے جب وہ کسی بڑے سنگین حادثہ کا شکار ہو جائے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اُس ابتدائی دور میں تحریف کرنے والوں کے لئے اپنے مقاصد پورے کرنے کے بہت مواقع تھے اور اُن غریبوں کے کتب مقدسہ کی حفاظت کا کوئی بہتر انتظام نہ تھا اور نہ ہی اسناد کا کوئی بہتر طریقہ رائج تھا، بلکہ وہ تو اپنی زندگی کے دن خوف و ہراس کی فضا میں گزارتے تھے اور محض سنی سنائی روایتوں پر اکتفاء کر کے ان کی پرکھ اور تنقید و تحقیق کے جھمیلوں میں نہ پڑتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین کو ان کی تنقید و تحقیق کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

ولیم میٹور اپنی اردو زبان میں تاریخ کلیسا کے باب کے حصہ اول کی دفعہ ۶ میں لکھتے ہیں: ”پہلے مسیحی حضرات کو آئندہ زمانہ کی فکر بہت کم تھی اور وہ لوگ اپنے کلیسا کے حالات کی

تحریری یادداشت رکھتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ظلم و ستم کا شکار رہے اور اپنی زندگی انتہائی کسمپرسی کی حالت میں بڑی مشکل سے گزارتے تھے۔“

پھر ابتدائی دو صدیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے باب کے حصہ اول میں لکھتے ہیں :-

”اُس زمانہ میں بیشتر مسیحی غریب اور متوسط قوموں سے تعلق رکھتے تھے، اعلیٰ طبقوں سے بہت کم لوگ مسیحی تھے، ان کی کثرت کی یہ بھی ایک وجہ تھی اور اسی سبب سے انہوں نے زیادہ شہرت نہیں پائی اور تاریخوں میں ان کا کم تذکرہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیچے قوم دوسری قوموں سے تعدلوں میں زیادہ ہوتی ہے اور لوگ ان کی طرف توجہ بھی کم ہی دیتے ہیں، کیونکہ مورخین کی کتابوں میں نامور، حشمت والی اور اہل اقتدار شخصیتوں کے ہی حالات درج ہوتے ہیں۔“

اور مقدمہ کی دوسرے فصل میں ہورن کا بیان گزر چکا ہے جس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ پہلی صدی کے متقدمین روایات کی تنقید و تحقیق نہیں کرتے تھے۔



فصل دوم

اس میں اس امر کا بیات ہے کہ عیسائی علماء کے اقراء و اعتراف کے مطابق عہد عتیق کی طرح عہد جدید میں بھی الحاق اور تحریف یقینی طور پر ہوا ہے۔

عہد جدید میں الحاق اور تحریف کے شواہد

پہلا شاہد انجیل متی میں | انجیل متی باب ۲۷ کی آیت ۳۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے نسخوں میں یوں ہے :-

”اور اوس نے صلیب پر کھینچ کر اُس کے کپڑوں پر چھٹی ڈال کے بانٹ لئے تاکہ جنوبی کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ انہوں نے میرے کپڑے آپس میں بانٹ لئے اور میرے کمرے پر چھٹی ڈالی“ انتہی

اس آیت میں ”تاکہ جنوبی کی معرفت کہا گیا تھا الخ“ پورا جملہ یقیناً الحاقی ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۳۰، ۳۳۱ پر لکھتا ہے :-

”یہ جملہ ایک سواکسٹھ یونانی نسخوں، سریانی ترجمہ کے تمام قلمی و مطبوعہ نسخوں، عربی ترجمہ

۱۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت ان الفاظ میں بس اتنی ہے کہ ”اور انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے“ (۲۷: ۳۵) چنانچہ موجودہ اردو اور جدید انگریزی ترجمے میں یہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ تقی :-

کے تمام قلمی نسخوں اور اس مطبوعہ نسخہ میں جسے پشپ والٹن کی پالی گلاٹ میں طبع
 کرایا ہے اور پالی گلاٹ میں شامل فارسی ترجمہ میں متروک ہے، اسی طرح کا ٹیکہ
 سہی ڈگ، اتھیوپک اور قدیم روسی تراجم کے تمام قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں نیز
 بیشتر لاطینی، قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے علاوہ اکثر قدیم اطالوی نسخوں میں بھی متروک ہے۔
 کریزاسٹم، طیطوس بستی، یوتھی میس، تھیوفلیکٹ، ارجن اور لاطینی کے قدیم مترجم
 اری نیس، آگسٹائن اور جوڈون کوس وغیرہ نے جہاں کہیں اس آیت کا حوالہ دیا ہے
 ان سب کے حوالوں میں بھی یہ جملہ متروک ہے۔ یہ جملہ کسی نے انجیل یوحنا باب ۱۹ کی
 آیت ۲۴ سے لے کر اس آیت میں اس کا الحاق کر دیا ہے۔ گریس بیک نے جو اس
 جملہ کو قطعی جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیا یہ بہت ہی اچھا کیا۔“

ملاحظہ کیجئے کہ یہ جملہ واضح طور پر الحاقی ہے، ان کے مفسر محقق بھی الحاقی کہتے ہیں۔
 گریس بیک نے اس کو جھوٹا اور الحاقی قرار دے کر نکال دیا تھا۔ ہوٹن نے اس کے اس
 اقدام کی خوب تعریف کی۔

دوسرا شاہد۔ یوحنا کے پہلے خط میں | یوحنا کا پہلا خط باب کی آیت ۷، اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء
 میں یوں ہے۔

”تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں،
 ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر گواہی دیتے ہیں، روح اور پانی اور لہو اور ان
 تینوں کا ایک مضمون ہے۔“

۱۸۵۹ء کے اردو ترجمہ میں مذکورہ آیت ۷، کی عبارت یوں ہے :-

”۷، اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے۔“ اور گواہی دینے

والے تین ہیں۔ روح اور پانی اور خون اور تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں۔“

الحاق و تحریف کی یہ بھی ایک تین مثال ہے۔ ۱۲

کسی عیسائی نے بددیانتی سے مسئلہ تثلیث ثابت کرنے کی غرض سے ان دونوں آیتوں میں کہ ”جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو نہ مین پر“ کا جملہ بڑھا دیا ہے حالانکہ آیت کی اصل عبارت یوں تھی ”تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں روح اور پانی اور اہو الخ“

ملاحظہ ہو کہ اپنے عقیدہ کے ثبوت کی خاطر اپنی طرف سے ایک عبارت وضع کر کے اس کو کلام اللہ کہنا مسیحی حضرات کی کتنی بڑی جسارت ہے۔

ہو رن اپنی تفسیر کی جلد چہارم کے صفحہ ۵۴ پر لکھتا ہے۔

”اس جملہ کے بارے میں چار سو سال سے علماء کے درمیان نزاع چلا آ رہا ہے اور

ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ البتہ اب بائبل کے جمہور محققین نے اس

کو جعلی قرار دے کر ترک کر دیا ہے“

اس کے بعد تقریباً چوبیس صفحات میں اُن متنازعین کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان

کئے گئے کہ اُن پر جرح و تنقید کی ہے اس کے بعد پوری بحث کا خلاصہ لکھا ہے۔ ہو رن کے

اس خلاصہ بحث کا ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں مزید خلاصہ نقل کیا گیا ہے اسی تفسیر کی

عبارات کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ترجمہ یہ ہے :-

ہو رن طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد دوبارہ لکھتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس

جملہ کو جھوٹا کہنے والوں کا کہنا ہے :-

۱۔ یہ جملہ سولہویں صدی سے قبل کے کسی تحریر شدہ یونانی نسخہ میں موجود

نہیں ہے۔

۲۔ سابقہ بہتر سے بہتر تحقیق کے ساتھ مطبوعہ نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

۳۔ لاطینی نسخہ کے سو کسی قدیم نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

۱۔ چنانچہ موجودہ اردو اور جدید انگریزی ترجموں میں اب عبارت اسی قدر ہے :- ۱۲ تفسیر :-

۱۴ اکثر قدیم لاطینی قلمی نسخوں میں بھی موجود نہیں ہے۔

۱۵ متقدمین مشائخ اور کلیسا کے مورخین سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔

۱۶ لاطینی مشائخ نے بھی اس کا حوالہ نہیں لیا۔

۱۷ پروٹسٹنٹ مصلحین نے یا تو اس کو بالکل متروک کر دیا یا پھر مشکوک ہونے کی

علامت لگا دی ہے۔

اور اس جملہ کو سچا کہنے والے کہتے ہیں :-

۱۸ قدیم لاطینی ترجمہ اور لاطینی دلیکٹ کے بیشتر نسخوں میں موجود ہے۔

۱۹ کتاب عقائد یونانی، آداب نماز کلیسا یونانی اور لاطینی کلیسا کی شروع والی

نماز کی کتاب میں موجود ہے اور بعض متقدمین لاطینی مشائخ نے اس کا حوالہ لیا ہے۔

مگر یہ دونوں دلیلیں ناقابل التفات ہیں۔ البتہ اس کے سچا ہونے کی شہادت اسی

جملہ میں اس طرح موجود ہے :-

نما جملہ کا ربط ۱۲ قاعدہ نحوی ۱۳ حروف تعریف کا ۱۴ یوحنا کے اسلوب

سے اس کی مشابہت۔

اور دوسرے نسخوں میں اس جملہ کے متروک ہو جانے کا سبب یوں بیان

کیا جاسکتا ہے :-

» اصل کے دو نسخے ہوں یا یہ کہ ابتدائی دور میں بائبل کے نسخوں کے کم ہونے کے

سبب کاتب کے فریب یا تغافل کسی بنا پر یہ معاملہ ہو گیا ہو، یا فرقہ امیرتین نے

اسے نکال دیا ہو یا دینداروں نے تثلیث کا ایک سر بستہ رائے سمجھ کر نکال دیا

ہو۔ جیسا دوسرے مقامات پر کاتب کی غفلت ایسے ہی عیوب کا سبب بنی

ہے، اس جملہ میں بھی کاتب کی غفلت کام آئی ہو۔ اطالوی مرشدوں نے تو

ان فقرات کو بھی ترک کر دیا ہے جو اس بحث میں موجود تھے اور ہونے سابقہ

دلائل پر انصاف اور بے لاگ طریقہ سے نظر ثانی کر کے کہتا ہے کہ ”یہ جملہ جعلی سمجھ کر ترک کر دیا جائے اور اس کے سوا ایسے دوسرے نسخوں میں جن کی سچائی سند کے اعتبار سے شک و شبہ سے بالا ہے ان میں اتنے بڑے فقرے کو داخل نہیں کر سکتے اور نادرش کے خیال کے مطابق کہتا ہے کہ اندرونی شہادت خواہ کتنی ہی ٹھوس ہو لیکن اس موقف (یعنی اس فقرے کے جھوٹا ہونے) پر خارجی شہادتوں کے انبار پر غالب نہیں آسکتی“

ملاحظہ کیجئے کہ ہنری واسکاٹ کی تصریح کے مطابق ہوٹن نے طرفین کے دلائل کا انصاف اور بے لاگ طریقے سے جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ فقرہ جعلی ہے، مخالفین کے دلائل میں زیادہ سے زیادہ جو بات کچھ بھی وزن رکھتی تھی وہ اندرونی شہادت تھی مگر ہوٹن نے اس کو بھی ناقابل التفات قرار دے کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ خارجی شہادتوں کے انبار پر غالب نہیں آسکتی اور سجد اللہ اس جھوٹی عبارت کو سچا کہنے والوں نے اپنے عزرائل میں اس بات کا اقرار کیا کہ شروع زمانہ میں کتب مقدسہ کے نسخے اس قدر کم تھے کہ کاتبوں اور باطل فرقوں کی تحریف چل جاتی تھی۔ غور کیجئے کاتبوں اور باطل فرقوں نے خدا جانے اور کس کس طرح کتب مقدسہ کا حلیہ بگاڑا ہو گا۔ اور یہ دلیل کہ دینداروں نے اس کو تثلیث کا ایک راہ سمجھ کر نکال دیا ہو گا۔ اس کی بین دلیل ہے کہ دیندار حضرات بھی تحریف کے درپے رہے ہیں اور مفید مطلب مقامات سے جملے کے جملے ہضم کر جاتے تھے، اور ان دینداروں کی تحریف کے قصد اہم ہونے میں تو ذرہ برابر شک نہیں، انشاء اللہ اس فصل کے آخر میں اس کو بیان کیا جائے گا۔ بھلا غور کیجئے کہ صد ہا سال میں ان حضرات کے ہاتھ سے کیا کیا تحریف نہ ہوئی ہو گی۔

اب ہم کچھ ایسی باتیں پیش کرتے ہیں جن سے اس جملے کے جھوٹا ہونے کو تقویت ملتی ہے، ہمارا دعویٰ کہ یہ جملہ جھوٹا ہے اس کی وجوہات یہ ہیں :-

سریانی کا وہ ترجمہ جو دوسری صدی میں ہوا۔ سریانی کا دوسرا ترجمہ جو پانچویں صدی میں ہوا۔ کانٹیک ترجمہ جو دوسری یا تیسری صدی میں ہوا، مسمیٰ ڈک کا ترجمہ جو دوسری صدی میں ہوا۔ ایقویو پک ترجمہ جو چوتھی صدی میں ہوا ہے۔ ارمینی ترجمہ جو چوتھی صدی کے آخر یا پانچویں صدی کے شروع میں کیا گیا ہے، عربی ترجمہ قلمی اور نویں صدی میں ہونے والے دوسری ترجمہ، ان میں سے کسی نسخے میں یہ فقرہ موجود نہیں ہے۔

ڈاکٹر بیگین لکھتا ہے کہ ”اس نے انتہائی قدیم سریانی ترجمہ جو ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے ہندوستانی کلیسا میں تھا میں اور نہ کسی دوسرے سریانی نسخہ میں پایا اور نہ ہی لاطینی ترجمے کے چالیس نسخوں میں یہ جملہ پایا گیا ہے“

ہورن نظر ثانی کرتے ہوئے کہتا ہے ”ان نسخوں میں پچیس نسخے بہت ہی پرانے ہیں ان کی شہادت پچیس سوئے نسخوں سے بہتر ہے“

آگسٹائن مسیحی مذہب کا بڑا عالم شمار کیا جاتا ہے، اس نے چوتھی صدی میں اس خط کی تحقیق میں دس رسالے لکھے ہیں، ان میں سے کسی ایک میں اس جملہ کا وجود نہیں ملتا۔ آگسٹائن فرقہ ایرین کے مد مقابل تھا۔ اگر یہ جملہ موجود ہوتا تو ان کے سامنے تثلیث کے ثبوت میں اس کی نقل کر دیتا اور خواہ مخواہ تکلیف میں پڑ کر آیت ۷ کے حاشیہ میں یوں نہ لکھتا کہ ”پانی سے مراد باپ، خون سے بیٹا اور روح سے روح القدس ہے“ اسی حاشیہ کو رفتہ رفتہ تثلیثی یا دو لوگوں نے تغیر و تبدل کر کے آیت ۷ قرار دے کر متن میں داخل کر دیا۔ مادش کہتا ہے کہ اری نیس اور اسکندر یہ کے کلیمنٹ کے پاس موجود ان نسخوں میں

جو یقیناً دوسری صدی کے بعد کے لکھے ہوئے نہیں ہو سکتے، اسی طرح ارجن کے پاس موجود نسخے جو یقیناً تیسری صدی کے بعد کے لکھے ہوئے نہیں ہو سکتے، یونانی مرشدوں کے نسخے جو نائس کے کونسل میں تھے اور وہ یقیناً چوتھی صدی کے بعد کے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح

ہر صدی کے نسخے جو اسی صدی میں لکھے گئے تھے، یہ سب قدیم نسخے جو ہم تک پہنچے ہیں ان سب میں یہ فقرہ موجود نہیں تھا۔

دینا سچی کے مصلح جناب لوتھر کے جرمنی ترجمہ میں بھی یہ فقرہ نہیں تھا۔ یہی نہیں بلکہ ان کی زندگی میں جتنے ایڈیشن اُس ترجمہ کے طبع ہوئے کسی میں بھی اس کا وجود نہیں تھا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ۱۵۴۶ء میں اُس ترجمہ کو پھر طبع کرنا شروع کیا۔ طباعت مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اُن کی وفات کے بعد یہ طباعت مکمل ہوئی۔ اس طباعت کے مقدمہ میں انہوں نے صاف طور پر لکھا تھا کہ ”کوئی شخص میرے ترجمے میں تبدیلی نہ کرے“ مگر افسوس اس کے باوجود تحریف کرنے والے تحریف سے باز نہ آئے، اور اُن کی وفات کو ابھی تیس برس بھی نہ گزرے تھے کہ ان کی وصیت کے برعکس یہ جھوٹا جملہ اُن کے ترجمے میں شامل کر دیا گیا۔ سب سے پہلے یہ بددیانتی اُس ترجمہ میں ہوئی جو ۱۵۴۲ء میں فرینکفرٹ سے طبع ہوا تھا، مگر فرینکفرٹ سے ۱۵۸۳ء میں طبع ہونے والے اُسی ترجمہ سے اس کو نکال دیا گیا تھا، لیکن ۱۵۹۶ء و ۱۵۹۹ء کی اڈنبرگ اور ۱۵۹۶ء کی ہمبرگ کی طباعتوں میں تیلیٹی محرفین نے یہ جملہ پھر شامل کر دیا۔ ۱۶۰۷ء کی اڈنبرگ کی طباعت سے اسے پھر نکال دیا گیا۔ اس کے بعد اُس ترجمہ میں اس فقرہ کا الحاق عام ہو گیا اور کالوٹن نے اگرچہ اپنے ترجمہ میں اس کو رہنے دیا ہے مگر اس پر اپنے شبہ کا اظہار بھی کر دیا ہے۔ لیوٹوڈا کی طرف منسوب لاطینی ترجمہ جسے ۱۵۴۴ء میں اسٹی ورنز نے طبع کرایا، اس میں اس جملہ کو متن سے نکال کر حاشیہ میں لکھا گیا ہے اور کاسٹیلیو کے ترجمہ میں جو پہلے ۱۵۵۱ء میں اور پھر ۱۵۶۳ء میں طبع ہوا اس جملہ پر علیحدگی کا نشان بنایا گیا۔ اسی طرح ٹنڈل کا انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۵۴۴ء اور ۱۵۴۶ء، کوڈ ڈیل کی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۵ء، مٹیو کی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۴ء و ۱۵۴۹ء و ۱۵۵۱ء، کریم مرکی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۹ء و ۱۵۴۱ء، ٹری ورنز کی بائبل مطبوعہ ۱۵۴۰ء و ۱۵۴۱ء و ۱۵۴۲ء، بشپ ٹان شل اور حید کی تصحیح شدہ بائبل مطبوعہ ۱۵۴۱ء، سر جان چیک کے لئے گودل ٹیر

کالا طینی اور انگریزی زبانوں میں ۱۵۵۰ء کا مطبوعہ عہد جدید۔ ۱۵۵۲ء میں ہل کا طبع کردہ عہد جدید، ۱۵۵۳ء میں گرافٹن کی طبع کردہ بائبل، ۱۵۵۶ء میں روٹن میں طبع ہونے والی انگریزی بائبل اور وہ بائبل جسے ۱۵۶۲ء میں ہیری سن نے انگریزی میں لندن سے طبع کرایا۔ ان تمام کے تمام نسخوں میں اس جملہ پر شک کا نشان بنا ہوا تھا۔

مشہور فلسفی اسحاق نیوٹن نے جو انگریزوں کے زعم میں افلاطون سے بھی بڑا ہے اس جملے اور ایک دوسرے جملے کے جھوٹا اور الحاقی ہونے پر پچاس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے ”جولائی پریری یوفل ناچ“ نامی تاریخ کی کتاب جو علامہ کلٹی کی تالیف ہے اور تالیف کے حکم سے ۱۸۳۳ء میں لندن سے چھپی ہے، اس میں مرقوم ہے :-

”اسحاق نیوٹن نے پچاس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یوحنا اور

پوٹس کے دو خطوں کے دو جملوں کے تحت تثلیث کے مسئلہ تحقیقی بحث کی ہے، نیوٹن

کا خیال ہے کہ کاتبوں نے ان میں تحریف کی ہے“

اسحاق نیوٹن سچ کہتا ہے کہ تثلیث کے قائل کسی کاتب کی کارستانی ہے جس نے

اپنے عقیدہ کی تائید کے لئے اس مذموم حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پادری

فنڈر، جو کہ تثلیث کے معتقد ہیں اور اس کو ثابت کرنے کے لئے اپنی کتابوں میں

رطب و یابس بھر دینے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ اس جملہ کو جعلی اور جھوٹا سمجھتے ہوئے ناسی واسطے

اختیار نہیں کیا ہوگا کہ ”کہیں میرے لکھنے کی وجہ سے ناظرین تفسیروں میں اس فقرہ کو دیکھ کر

اس کی قباحت پر مطلع نہ ہو جائیں اور جو میں نے اثبات تثلیث اور کتب مقدسہ میں تحریف

واقع نہ ہونے کا پر زور دعویٰ کیا، ہوا ہے کہیں خاک میں نہ مل جائے“ مگر افسوس کہ مذکورہ

بالا خرابیوں کے ظہور نے ان کے تمام ملتمعوں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ البتہ دافع البہتان

کے مصنف پر تعجب ہوتا ہے کہ کس ڈھٹائی سے اس جعلی فقرے کو اثبات تثلیث میں

بطور دلیل پیش کرتا ہے۔

تیسرا شاہد

کرنقیوں کے نام دوسرے خط میں | کرنقیوں کے نام پہلے خط کے باب آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۲ء میں یوں ہے :-

”پر اگر کوئی کہے کہ یہ بتوں کی قربانی ہے تو اوسکی خاطر جس نے جتایا اور دینداری کے واسطے نہ کھاؤ کہ زمین اور اوسکی معموری خداوند کی ہے“
آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں ہے :-

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۲ء میں ہے ”کہ زمین و پریش ازاں خداوند است“
اور یہ جملہ کہ زمین اور اوسکی معموری خداوند کی ہے“ الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے :-

”یہ جملہ کوڈکس اسکندریانوس، کوڈکس وائیکانوس، کوڈکس گنڈاری جن سن اور باسین سیس، کوڈکس بروہلی، کوڈکس ہارلیانوس اور کوڈکس سڈیلی اور اس طرح گنتی گریس بیک کے ساتوں نسخوں میں موجود نہیں ہے، ایسے ہی سریانی ترجمہ اور اس عربی ترجمہ میں جس کو اپنی نیس نے طبع کیا ہے اور کاٹیک، سہی ڈوک، اتھیوبک ارمنی لاطینی و لکیٹ کے ترجموں اور نہ ہی قدیم اطالوی ترجمہ میں بھی موجود نہیں تھا یونانی و اسٹیون، ام ہرودسیاس ٹر، آگسٹائن، اسی ڈور اور پڈجو اس آیت کا حوالہ لیتے ہوئے اس جملہ کو نقل نہیں کرتے اور گریس بیک نے یقیناً قابل الاخراج سمجھ کہ متن سے نکال دیا اور حقیقت میں اس جملہ کی کوئی سند نہیں اور یہ فضول جملہ غالباً

۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ ”لیکن اگر کوئی تم سے کہے کہ یہ قربانی کا گوشت ہے تو اس کے سبب جس نے تمہیں جتایا اور دینی امتیاز کے سبب نہ کھاؤ“ (۲۸: ۱۰) قدیم اردو ترجمہ میں ”بتوں کی قربانی“ کو جدید ترجمہ میں صرف ”قربانی کا گوشت“ بنا دیا بھی تخریف کی ایک مثال ہے۔ ۱۲ بنجیب :-

آیت ۲۶ سے لے کر ملایا گیا ہے :-

ملاحظہ کیجئے کہ یہ جملہ مذکورہ بالا یونانی نسخوں اور ان کے ترجموں اور اسی طرح مسیحی مشائخ کی نقلوں میں موجود نہ تھا، گریس بیک نے اس کا الحاقی ہونا یقینی سمجھ کر نکال دیا اور ہورن اس کو الحاقی، بلا سند اور فضول قرار دیتا ہے اور ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ عربی ترجمہ میں مذکورہ آیت صرف اتنی ہے :-

”فان قال انسان هذه ذبيحة الاوثان فلا تأكلوا من اجل القائل
لكم ومن اجل النية“

جو تمہارا شاہد

انجیل متی میں | انجیل متی باب ۱۲ آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء میں یوں ہے :-
”کیونکہ ابن آدم سب سے زیادہ خداوند ہے۔“

اس عبارت میں لفظ ”بھی“ الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم صفحہ ۲۳ پر لکھتا ہے کہ :-

”و یہ لفظ ستاسی قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں، سریانی، عربی اور پالی گلاٹ اپسٹ و الٹن کے فارسی ترجمہ، کاٹیک ترجمہ اور قدیم روسی و اطالوی ترجموں، سبھی میں موجود نہیں ہے، اسی طرح ٹرٹیلین، سائی پرن، اریجن، کریمزاسٹم اور تھیمیس اور تیونکٹ نے جہاں اس آیت کا حوالہ نقل کیا ہے وہاں اس لفظ کو نہیں لیا۔ درحقیقت یہ لفظ انجیل مرقس باب ۱ کی آیت ۲۸ یا انجیل لوقا باب ۶ آیت ۵ سے الحاق کیا گیا ہے۔ گریس بیک نے بہت اچھا کیا جو اس الحاقی لفظ کو نکال دیا۔“

۱۷ ومن اجل النية ۱۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیت اس طرح ہے ”کیونکہ ابن آدم سب سے زیادہ خداوند ہے“ (۸: ۱۲) ۱۹ لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں مرقس سے بھی لفظ ”بھی“ ساقط کر دیا گیا ہے :- ۲۰ تعقی

دیکھئے ہورن یہاں بھی اس لفظ کو الحاقی قرار دے کر گریس بیک کی یوں تعریف کی کہ
 اُس نے بہت اچھا کیا۔

پانچواں شاید

ایضاً انجیل مٹی باب آیت ۳۵ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء میں یوں ہے :-

”اچھا آدمی دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے الخ“

اس عبارت میں ”دل کے“ لفظ الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۳

پر لکھتا ہے :-

”یہ لفظ ایک سوسات قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں کے علاوہ عربی فارسی، قدیم

روسی و انیکلو سکسی، قدیم اطالوی ترجموں اور لاطینی رنگیٹ میں موجود نہیں تھا،

آدہن، مارسیونی فرقہ سے مباحثہ کے مصنف گریگوری نازین زن، گریگوری نرسہ،

گریگوریسٹم، تھیوفیلکٹ، ساٹی پرن، ہلییری، لوسی فراور آم بروسیا سٹرن اپنے

حوالوں میں جہاں اس آیت کو نقل کیا ہے اس میں اس لفظ کو نہیں لیا اصل

یہ لفظ انجیل لوقا باب آیت ۵۴ سے یہاں الحاق ہو گیا ہے :-

دیکھئے یہاں بھی ہورن نے اس لفظ کے الحاق کا اقرار کیا ہے جو دشمن کیتھولک کے

انگریزی ترجموں کی طرح ہنری مارٹن کے فارسی اور ۱۸۳۱ء کے عربی ترجموں میں آج تک

موجود نہیں ہے۔ ۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :-

مرد شائستہ از خزانہ شائستہ خود اشیاء شائستہ را بیرون می آورد الخ“

اور ۱۸۳۱ء کے الفاظ ہیں :-

۱۸۵۹ء کا اردو ترجمہ یوں ہے :- ”اچھا آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے۔ الخ“

۱۸۵۹ء انجیل لوقا کی آیت مذکورہ یوں ہے ترجمہ ۱۹۵۹ء ”اچھا اچھا اپنے دل کے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے الخ“ (۵۵:۶)

۳۵ مذکورہ ترجمہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ سے لیا ہے۔ (۵۹:۸)

الإِنْسَانُ الصَّالِحُ مِنْ كُنُوزِهِ الصَّالِحِ يَخْرِجُ الصَّالِحَ الْخَيْرَ

چھٹا شاہد

انجیل یوحنا میں | انجیل یوحنا باب آیت ۵۹ ^{۱۸۴۲} کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”تب انہوں نے پتھر اٹھائے کہ اسے ماریں پر یسوع نے اپنے تن میں پوشیدہ کیا

اور اُنکے پیچ میں ہو کے ہیکل سے نکلا اور یوں چلا گیا“

اس آیت میں ”اور ان کے پیچ میں ہو کے“ اور ”یوں چلا گیا“ کے الفاظ الحاقی ہیں۔

رومن کیتھولک کے تمام انگریزی ترجموں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں، وہ حضرات ان کو الحاقی

قرار دیتے ہیں اور ^{۱۶۷۱} اور ^{۱۸۳۱} کے عربی ترجمہ میں بھی متروک ہیں۔ عربی ترجمہ کی

عبارت یوں ہے :-

”فَاخَذَ وَاجْهَارَةً لِيَرْجِعَ فَاَمَّا يَسُوعُ فَمِنْ تَوَّارِهِ وَخَرَجَ مِنَ الْهَيْكَلِ“

یعنی پس انہوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے، مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گیا۔

ساتواں شاہد

انجیل متی میں | انجیل متی باب کی آیت ۱۳ ^{۱۸۴۲} کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہیدی سے بچا کیونکہ بادشاہت

اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے۔ آمین“

اس آیت میں ”کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے“ الحاقی ہے،

رومن کیتھولک والے اس کو الحاقی قرار دیتے ہیں۔ لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک کے تمام

انگریزی ترجموں میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی ^{۱۶۷۱} و ^{۱۸۳۱} کے عربی ترجمہ میں ہے

اس کی عبادت یوں ہے :- وَلَا تَدْعُلُنَا فِي النِّجَامِ رَبِّ وَنَجْنَامِ الشَّرَامِينِ“ اور

^{۱۸۳۹} و ^{۱۸۴۲} کے مطبع بائیسٹ مشن کلکتہ کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس جملہ پر علیحدگی کا

نشان لگایا گیا ہے۔

وآرڈ اپنی کتاب اغلاطنامہ کے ص ۱۸ پر لکھتے ہیں :-

”یوحنا باب آیت ۵۹ کے یہ الفاظ ”اُن کے بیچ میں ہو کے“ اور ”یوں چلا گیا“ الحاقی ہیں۔ بیضاء لکھتا ہے کہ ”یہ الفاظ انتہائی قدیم نسخوں میں موجود ہیں، مگر ارازمس کی رائے ہے کہ مطابق میرا خیال بھی یہ ہے کہ یہ الفاظ ”ان کے بیچ میں ہو کے“ لوقا باب کی آیت ۳۰ سے لئے گئے ہیں اور کاتب نے حاشیہ پر لکھے ہوئے دیکھ کر انکو غلطی سے متن میں داخل کر دیا ہے اور یوں چلا گیا کے الفاظ کسی نے صرف اس باب کا اگلے باب سے ربط پیدا کرنے کے لئے بڑھائے ہیں اور میں نے اپنے اس خیال کو اس لئے لائق اعتنا نہیں سمجھا کہ نہ صرف کمریزاسٹم اور آگسٹائن نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ جملہ ویسے بھی بے ربط اور لغو ہے اس لئے کہ جب وہ چھپ گیا تو پھر اُن کے بیچ میں سے ہو کے کیسے نکل گیا۔“ بیضاء کے اسی استدلال کے سبب اس کے معتقدین نے ۱۵۶۱ء، ۱۵۶۲ء، ۱۵۷۷ء اور ۱۵۷۹ء کے مطبوعہ انگریزی ترجمہ سے یہ جملہ نکال دیا تھا مگر اُس کے بعد ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۳ء میں ان الفاظ کو پھر داخل کر لیا گیا۔

اور مٹی باب آیت ۱۳ میں یہ جملہ ”کیونکہ بادشاہی اور قدرت الٰہی“ الحاقی ہے آرازمس نے اسے ناپسند کیا ہے اور بلنجر کا کہنا ہے کہ یہ ٹکڑا بعد میں ملا لیا گیا ہے

لے اور میں آزمائش میں نہ لائیکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں (آمین) یہ آیت بعد ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کی ہے اس میں بھی اس جملہ پر علیحدگی کا نشان موجود ہے۔ ۱۳ باب ۹ اس طرح شروع ہوتا ہے ”پھر اس نے جاتے وقت ایک شخص کو دیکھا الٰہی“ تو گویا ربط اس طرح ہوا ”... یوں چلا گیا، پھر اس نے جاتے وقت الٰہی“ اغلاطنامہ کے مؤلف کی

غالباً یہی مراد ہے۔ ۱۲ ن

اور اس کو ملانے والے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

لارن شش دلانے لاطینی ترجموں میں اس جملہ کے متروک ہونے کے سبب اعتراض کیا تھا، اسکے جواب میں بلنجر اس کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لارن شش کا یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ کلام خداوند سے یہ جملہ کٹ گیا ہے، اس کو تو یہ چاہیے تھا اُن لوگوں پر لعنت کرتا جنہوں نے بے احتیاطی سے اپنی بات کو خداوند کی نما کا جزو بنا دیا ہے۔“

اُمٹھواں شاہد

یوحنا میں | انجیل یوحنا باب آیت ۵۳ سے باب آیت ۱۱ کی تمام آیات الحاقی ہیں۔ آرازمس، کالون، بیضا، گروٹیس، لیکلرک، وٹسٹین، سملر، شلنر، مورس، ہین لین، پائس اور شملر کے علاوہ ولفی ٹس اور کوچر نے کئی دوسرے علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان آیات کو تسلیم نہیں کیا تھا اور بہت سے مختلف زبانوں کے قدیم تراجم میں آیات موجود نہیں۔ کمریزاسٹم، مقیو فلکٹ اور نونس نے جو انجیل یوحنا کی تفسیریں لکھی ہیں اُن میں ان آیات کی شرح نہیں کی اور نہ دوسرے مقام پر اُن کا حوالہ دیا ہے۔ ترنیل بن اور سائی پرن نے نہ نا اور عفت کے موضوع پر اپنے رسالوں میں ان آیات سے کہیں استدلال نہیں کیا۔

۱۔ ان آیتوں میں ایک عورت کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ یہودیوں نے اس پر تہمت زنا لگا کر حضرت مسیح سے اسے شگسار کر نیکا مطالبہ کیا مگر حضرت مسیح نے کہا کہ تم میں سے جو پاکدامن ہو وہ اسکا فیصلہ کرے اس پر سب لوگ چلے گئے اور کسی فیصلہ نہیں کیا، پھر حضرت مسیح نے اسے آئندہ گناہ نہ کرنے کی تاکید کر کے رخصت کر دیا۔ جدید انگریزی ترجمہ سے یہ عبارت اس موقع پر حذف کر دی گئی ہے، پھر انجیل یوحنا کے ختم کے بعد اس عبارت کو نقل کر کے حاشیہ پر مترجمین لکھتے ہیں کہ یہ عبارت جو عہد جدید کے عام پھیلے ہوئے نسخوں میں یوحنا ۴: ۵۳ تا ۱۱ پر پائی جاتی ہے، اسکی ہمارے قدیم صحیفوں میں کوئی متین جگہ نہیں ہے، بعض نسخوں میں یہ عبارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں یہ لوقا ۲۱: ۳۸ کے بعد موجود ہے اور بعض میں اسے یوحنا ۶: ۲۶ یا ۵۳: ۲۱ یا ۲۴ کے بعد رکھا گیا ہے (نیوانگلش بائبل ص ۱۸۴) اتنی :-

اُن کے پاس موجود نسخوں میں یہ آیات ہوتیں تو یقیناً ان سے استدلال کرتے۔ وارڈ اپنی کتاب کے ص ۳۸ میں لکھتا ہے :-

”بعض متقدمین نے یوحنا کے اٹھویں باب کے ابتدائی حصہ پر شبہ کیا ہے“
ڈاکٹر مل کی موافقت میں ان آیات کی سچائی کی حمایت کرتے ہوئے ہورن اپنی تفسیر جلد چہارم کے ص ۳۱ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :-

”شہادت ان آیات کی سچائی کے حق میں ہے، اگرچہ انتہائی قدیم ترجموں میں یہ موجود نہیں ہیں اور نہ کمریزاسٹم، تھیوفیلٹ اور نوٹس کے حوالوں میں اور نہ ہی ان کی تفسیروں میں ان کی شرح موجود ہے۔ اسی طرح ٹریلین اور سائی پرین کے عفت اور زنا کے موضوع پر رسالوں میں اُن آیات سے استدلال کیا ہے، باوجودیکہ ان آیات میں ان کے لئے ٹھوس دلائل موجود تھے، ان کے پاس موجود نسخوں میں اگرچہ یہ آیات نہیں تھیں، مگر کرٹس بیک نے اسی کے قریب ایسے گنواٹے ہیں جن میں یہ آیات موجود تھیں، البتہ ان کی عبارتوں میں شدید اختلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ آیات سچی نہ ہوتیں تو ان نسخوں میں کیسے داخل ہو گئیں۔ اس کے علاوہ ان میں ایسی کوئی بات بھی تو نہیں جو مسیح علیہ السلام کے طرزِ عمل کے خلاف ہو، بلکہ ان کے حلم، سخاوت اور انکسار کے بالکل مناسب ہیں۔ آگسٹائن نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے نسخوں سے چھوٹ جانیکی یہ وجہ بتائی ہے کہ خداوند نے جو ایک بدکار عورت کو چھوڑ دیا، اس پر کوئی الزام نہ دے، اس سبب کا بتوں نے ان کو لکھا ہی نہیں“ مگر یہ تو جیسہ اس لئے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ خداوند کے ظہور کا مقصد دنیا کو مزا دینا نہیں تھا اور اس جرم کا تدارک بس اس حد تک ہی ممکن تھا، نیز وہ حکومت اُس اصول ہی کی مخالف تھی جو خداوند حکام کی اطاعت کے سلسلے میں لایا تھا“

میں کہتا ہوں کہ اس مفسر نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ آیات انتہائی قدیم ترجموں اور کریمز اسٹم،
 تھیو فلکٹ اور نوٹس کی تفسیروں اور ان کے حوالوں میں نیز ٹریٹیلین اور سائی پر ن کے رسالوں
 میں موجود نہیں ہیں اور آگسٹائن کے نسخوں میں بھی متروک تھیں۔ تبھی تو اُس نے وہ توجہ پیش
 کی جسے ہورن نے ناقابل قبول قرار دیا۔ البتہ اس کے اعتراض کے مطابق اتنی بات ثابت
 ہوتی ہے کہ چوتھی صدی میں یہ آیات متروک تھیں اور اُس صدی اور اس سے پہلی صدی کے
 کاتبوں کی ذہنی کیفیت یہ تھی کہ تقریباً بارہ بارہ آیات کو غارت کر دیتی تھی۔ غور کیجئے کہ جب
 ان کتب مقدسہ کا تو اتر لفظی ثابت نہیں تو ایسے توہمات سے کس حد تک نوبت پہنچی ہوگی؟
 ہورن کے نزدیک ان آیات کی سچائی کی دو دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ تقریباً اسی نسخوں میں
 موجود ہیں۔ دوم یہ کہ کوئی بات مسیح علیہ السلام کے طرز عمل کے خلاف نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں
 یہ دونوں پھر دلیلیں ہیں۔ اس لئے کہ پہلی دلیل کے بارے میں تو وہ خود اقرار کرتے ہیں۔
 ان نسخوں کی عبارتوں میں بھی اختلاف تھا اور یہ شدید اختلاف ان آیات کے اصلی نہ
 ہونے کی دلیل ہے۔ غالباً عیسائیوں میں یہ طریقہ رائج ہو گا کہ بعض اہل علم حضرات نے
 اپنے نسخوں پر حاشیہ میں یہ عبارت اپنی طرف سے بطور حاشیہ لکھی ہوگی جنہیں بعد میں
 ان نسخوں سے نقل کرنے والے کاتبوں نے متن میں شامل کر لیا اور یہاں یہ کوئی نئی بات
 نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کے علماء کے اقرار کے مطابق عہد عتیق و جدید میں ان کاتبوں کے
 حُسن دیانت کے نتیجے میں اس طرح کا بہت کچھ ظہور میں آچکا ہے۔

نواں شاہد

انجیل لوقا باب کی آیت ۳۱ ۱۸۳۱ء کا عربی ترجمہ یوں ہے :-
لوقا میں ”فقال الرب بمن اشبه اناس هذا الجليل الخ“

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں یوں ہے :-

”حضرت فرمود کہ من اشخاص ایں طبقہ را بچہ تشبیہ کنم الخ۔“

اور ۱۸۴۱ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور خداوند نے یہ بھی کہا میں اس زمانہ کے لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں الخ“
اور تمام تصدیق شدہ انگریزی ترجمے اسی کے مطابق ہیں ”اور خداوند نے کہا“ کے الفاظ الحاقی ہیں اور ۱۸۴۱ء کے اردو ترجمہ کرنے والے نے اس الحاق میں بھی اپنی طرف سے لفظ ”یہ بھی“ بڑھا دیا ہے۔

دومین کیتھولک کے نئے ترجمہ مطبوعہ لندن ۱۸۳۶ء میں حاشیہ پر یوں تحریر ہے :-
”مطبوعہ نسخوں میں یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے ”اور خداوند نے کہا الخ“ اور بیشتر نسخوں میں یہ لفظ موجود نہیں، چوٹی کے محققین نے اس کو رد کیا ہے۔
۱۸۴۲ء کے اردو مترجم نے بہت اچھا کیا جو ان الفاظ کو نکال باہر کیا اور آیت یوں شروع کی ہے ”پس اس زمانے کے لوگوں کو کس سے نسبت دوں“

دسواں شاہد

انجیل لوقا باب ۲ کی آیت ۳۳، ۳۴ کے درمیان سے ایک پورا جملہ غائب ہو گیا ہے
ایضاً ہورن جلد چہارم ص ۶۸ پر لکھتا ہے :-

”لوقا باب ۲ کی آیت ۳۳، ۳۴ کے درمیان سے ایک پورا جملہ غائب ہو گیا ہے جسے متی باب ۲ کی آیت ۳۶ اور مرقس باب ۱۳ کی آیت ۳۲ سے لے کر یہاں بڑھا دینا چاہیے تاکہ لوقا بھی دیگر انجیل نویسوں کے موافق ہو جائے“

پھر حاشیہ پر لکھتا ہے :-

”لوقا کے متن میں اس عظیم نقصان سے تمام محققین و مفسرین نے چشم پوشی سے کام

لے اور دو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے ”پس اس زمانہ کے آدمیوں کو الخ“ اور خداوند نے یہ بھی کہا“ کے الفاظ شامل نہیں۔ ۱۲ ان ۱۹۵۹ء کے اردو مترجم نے یوں شروع کیا ہے ”پس اس زمانہ کے آدمیوں کو میں کس سے تشبیہ دوں الخ“ ۱۲

لیا تھا۔ آخر کار ڈاکٹر ہارن نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دی۔
 ملاحظہ کیجئے یہاں یہ مفسر ایک پورے جملے کے غائب ہو جانے کا اقرار کرتے ہوئے
 کہتا ہے کہ اسے متنی اور مرقس سے لے کر بڑھا دیا جائے۔
 عہد جدید کی کتابوں میں اسی طرح کی کمی زیادتی بے شمار مقامات پر وسیع پیمانے پر ہوتی
 ہے، اس کو آدمی کہاں تک لکھے۔ ہورن کے چند اقوال نقل کر کے ہم اس فصل کو ختم کرتے
 ہیں۔ ہورن دوسری جلد کے ص ۳۳۱ پر لکھتے ہیں :-

”اس طرح کے الحاق خود ساختہ اصلاح کے سبب حواریوں کے اعمال اور ان مقامات
 میں جہاں کوئی واقعہ مکرر مذکور ہوا ہے واقع ہوئے ہیں۔ کتابوں اور ان سے
 زیادہ مترجموں نے نامکمل واقعات میں دوسرے مقامات سے لے کر ان جملوں کو
 ملا دیا ہے۔ اس قسم کی زیادہ مثالیں بیان کرنا بے فائدہ ہے بطور مثال صرف
 پولس کے ایمان لانے کا واقعہ، جسے لوقا نے باب ۹ میں ذکر کیا ہے، اس کا موازنہ
 کتاب اعمال کے باب ۲۶، ۲۲ سے اور قرنیلیو کے ایمان لانے کا حال جو کتاب اعمال
 باب ۱۱، ۱۰ میں مذکور ہے، کافی ہیں۔“

دیکھئے مترجموں نے تو صرف ترجموں میں اصلاح کی، مگر کتابوں نے نسخوں کے متن میں
 بھی تصرف کر دیا۔ کتابوں کی کیا شکایت؟ یہاں تو مسیحی اسلاف میں ایسے حضرات جو بڑے
 دیندار کہلاتے تھے، ہر فرقہ پر دوسرے فرقہ کے اعتراضات کے دفعیہ کی غرض سے یا اپنے
 دعویٰ کے اثبات کے لئے کمال دیانت اور دینداری کے تقاضے کے تحت انجیل مقدس کی
 آیات میں تحریف کیا کرتے ہیں۔ ان دیندار حضرات کی تحریف، ملحدوں اور کتابوں کی
 تحریف کے علاوہ تھی۔ چنانچہ ہورن اپنی کتاب کے مذکورہ بالا صفحہ پر ہی لکھتا ہے کہ :-

”اور یہ آیت انجیل متی میں یوں ہے لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے
 نہ بیٹا مگر صرف باپ۔“ انجیل مرقس ۱۳: ۳۲ میں بھی الفاظ کی معمول تبدیلی سے یہی مفہوم ہے۔ ۱۲ فیصم :-

دو بلاشبہ بعض خرابیاں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے، ان کے بعد انہی خرابیوں کو محض اس لئے اختیار کر لیا گیا تاکہ اپنے دعوے کو تقویت دی جاسکے یا اپنے اوپر کئے جانے والے کسی اعتراض کو رد کیا جاسکے، عبارتوں کے اختلاف کی اس بنیاد کو بہت کم لوگوں نے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ فائز کی کتاب جس میں عبارتوں کے اختلافات مذکور ہیں، ہم دو تین نمونے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً :-

● مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲ سے کچھ الفاظ غائب ہو گئے ہیں، ابزوس کہتا ہے کہ ”میرے زمانے میں بہت سے مروجہ نسخوں میں سے یہ الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ الفاظ ”مسئلہ ایرین“ کی تائید کرتے تھے“

● اور لوقا باب ۱۷ آیت ۳۵ میں، یوئیکینس جو مسیح علیہ السلام کے دو اقنوم ہونے کا منکر تھا اس کے، شبہ کو رد کرنے کے لئے بعض الفاظ بڑھائے گئے تھے اور ان کو سریانی، عربی، فارسی ترجموں کے علاوہ دوسرے ترجموں اور مرشدوں کے حوالوں میں بھی بڑھایا گیا ہے۔

● لوقا باب ۲۲ کی آیت ۴۲ سے نسخہ اسکندریانوس کے علاوہ دوسرے نسخوں سے بھی صرف اس لئے نکال دیا گیا کہ بعض دیندار عیسائیوں کے خیال میں خداوند کی فرشتے

۱۔ اعجاز عیسوی میں ایسا ہی ہے، مگر انگریزی مترجم نے یہاں KAFF لکھا ہے۔ تقی ۲۔ اس آیت میں ہے ”اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا مگر باپ“ واضح رہے کہ فرقہ ایرین تثلیث کا منکر ہے۔ اس آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ یہاں بیٹے اور باپ میں کھلی تفریق کی گئی ہے۔ ۱۲۔ تقی

۳۔ اس آیت میں ہے کہ فرشتے نے حضرت مریم سے کہا ”روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا“ اس سے بھی چونکہ عقیدہ تثلیث کی تردید ہوتی ہے اسلئے اس میں تحریف کی گئی ہوگی۔ تقی ۴۔

کے مدد کرنے سے خداوند کے مقام الوہیت میں نقص واقع ہوتا ہے۔
 ۵۰ کہ تھیں کے نام پہلے خط کے باب کی آیت ۵۰ میں لفظ بارہ کو گیارہ سے بدل
 ڈالا تاکہ اس پر جھوٹ کا الزام عائد نہ ہو سکے، جو ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں جڑ بجائے
 کل کے دکھا گیا ہے۔

۵۱ متی باب آیت ۱۸ سے ”اس سے پہلے کہ وہ ہمبستری کریں“ اور آیت ۲۵ سے
 لفظ پہلا اڑا دیا گیا تاکہ کوئی مریم علیہا السلام کی دوشیزگی پر ہمیشہ کے لئے
 شبہ نہ کر سکے۔“



۵۲ اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی مبینہ پھانسی سے ایک رات قبل پریشانی کے عالم میں جبل زیتون پر
 جانے کا واقعہ مذکور ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک فرشتہ آپ کو تقویت دیتا تھا، آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور آسمان
 سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا، پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دل سوزی
 سے دعا کرنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (لوقا ۲۲: ۴۳، ۴۴)
 ایک سال نے اسے الحاقی قرار دیا ہے۔ ۱۲ تقی ۵۳ اس میں حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زندہ ہونے کا
 واقعہ بیان ہوا ہے کہ وہ سب سے پہلے کیفا کو اور پھر بارہ حواریوں کو نظر آئے۔“ آیت یہ ہے ”اور کیفا کو
 اور اس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا۔“ ۱۲ تقی ۵۴ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں لفظ ”بارہ“ ہی
 استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲ ان ۵۵ آیت یہ ہے ”جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو اس سے
 پہلے کہ وہ ہمبستری کریں وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔“ ۱۲ تقی ۵۶ آیت یہ ہے
 ”اور اس کو نہ جانا جب تک اس کے پہلا بیٹا نہ ہوا۔“ ۱۲ تقی ۵۷

فصل سوم

اس میں اس امر کا بیان ہے کہ انجیل کی تحریر، انجیل نویسوں کے سہو اور کوتاہیوں سے خالی نہیں اور اکثر مقامات میں ان کی روایتوں میں اتنا شدید اختلاف ہے کہ دور از کار تاویلات سے بھی مشکل کچھ توافق پیدا ہوتا ہے، بطور نمونہ چند شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا شاہد

انجیل متی میں اختلاف اور غلطیاں | انجیل متی باب اول جو کہ انجیل کی بسم اللہ کا مقام رکھتا ہے اس میں کئی مقامات پر صریح غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ مسیحی حضرات ان کی دور از کار تاویلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی غلطی ابراہیم سے عیسیٰ تک پشتیں | انجیل متی باب آیت ۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”دس سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ پشتیں ہوئیں اور داؤد سے لیکر گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں اور گرفتار ہو کر بابل جانے سے لیکر مسیح تک چودہ پشتیں ہوئیں“ ۱۷

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”پس سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ پشتیں ہیں اور داؤد سے اوس وقت تک کہ بابل کو اوٹھ گئے چودہ پشت ہیں اور بابل کو اوٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشت ہیں“ ۱۷

اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا تفصیل میں تین قسمیں شامل ہیں اور ہر ایک قسم اس طرح چودہ پشتوں پر مشتمل ہے کہ ابراہیم سے داؤد تک چودہ، داؤد سے بآل جانے تک چودہ اور بآل جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں۔ اور اگر ہم اس تفصیل کا جو جناب مسیح نے لکھی ہے، جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ پہلی قسم میں چودہ پشتیں اس صورت میں ہوں گی کہ داؤد بھی اس میں داخل ہوں، اور اگر ان کو پہلی قسم میں شامل نہ کیا جائے تو یہ تیرہ رہ جائیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ داؤد جب پہلی قسم میں شامل ہو کر ایک پشت شمار ہوئے تو قسم دوم میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ قسم سلیمان علیہ السلام سے شروع ہو کر کیونیاہ پر ختم ہوگی۔ اگر اس قسم کی چودہ پشتیں پوری کرنے کے لئے کیونیاہ کو اس میں شمار کریں تو پھر قسم سوم سے خارج کرنا پڑے گا۔ اور قسم سوم سیالٹی آل سے شروع ہوگی۔ مگر اس صورت میں چودہ پشتیں ہرگز نہیں ہوتیں بلکہ مسیح کو اس میں شامل کریں تو تیرہ ورنہ بارہ پشتیں بنتی ہیں۔

دوسری غلطی، عوزیاہ، یورام کا بیٹا یا پڑپوتے کا بیٹا | آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۸۵۲ء میں یوں ہے :-

”اور آسائے یہوشافط اور یہوشافط سے یورام اور یورام سے عوزیاہ پیدا ہوا۔“

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۲ء میں یوں ہے :-

”داسی پدر یہوشافط و یہوشافط پدر یورام و یورام پدر عوزیاہ۔“

۱۔ اگر کیونیاہ کو شمار نہ کیا جائے تو سلسلہ نسب یہ ہے ”سیالٹی آل، زربابل، ابی ہودا، الیا قیم، عازور، صدوق، اخیتم، الیہود، الیعزر، متان، یعقوب، یوسف، مسیح علیہ السلام، اور اگر کیونیاہ کو اس قسم میں شمار کریں تو اس سے پہلی قسم میں کل تیرہ پشتیں رہ جاتی ہیں۔ ۱۲ تقی

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: اور آسائے یہوسفط پیدا ہوا اور یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور یورام سے عوزیاہ پیدا ہوا۔“ (۸:۱)

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء اور ۱۸۳۱ء کے الفاظ ہیں :-

”وأسا ولد یوشافاط ویوشافاط ولد یوسام ویوسام ولد عونریا“
فرقہ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے تصدیق شدہ انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں۔

اس آیت میں دو غلطیاں ہیں :-

۱۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عزریاہ یورام کا بیٹا تھا۔ حالانکہ وہ بیٹا نہیں یورام کے پڑپوتے کا بیٹا تھا۔ درمیان کی تین پشتیں جناب متی کے سہو کے سبب چھوٹ گئی ہیں اور وہ اخزیاہ، یوآس اور امصیاء ہیں۔ چنانچہ کتاب تواریخ اول باب اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی آیت ۱۱، ۱۲ میں یوں ہے :-

”اُس کا بیٹا یورام، اُس کا بیٹا اخزیاہ، اُس کا بیٹا یوآس، اُس کا بیٹا امصیاء،
اُس کا بیٹا عزریاہ، اس کا بیٹا یوتام۔“

۱۸۴۵ء کے مطبوعہ فارسی ترجمہ میں آیت ۱۱، ۱۲ یوں ہے :-

”ویورام پسرش اخزیاہ پسرش ویوآس پسرش، امصیاء پسرش عزریاہ پسرش و
یوتام پسرش۔“

۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں آیت ۱۱، ۱۲ اس طرح ہے :-

”وابن یوشافاط یوسام و ابن یوسام اخزیاء و ابن اخزیاء هولواش
وابن یواش امصیاء و ابن امصیاء عزریاء و ابن عزریاء یوتام۔“

اور تمام انگریزی ترجمے بھی مذکورہ بالا اسی کے مطابق ہیں۔ یہ تینوں بادشاہ ہوئے ہیں۔ ہر ایک کو سلطنت ورثہ میں ملی تھی۔ اخزیاہ نے بھی ایک سال تک حکومت کی۔ اُس کے حالات کتاب سلاطین اول باب اور کتاب تواریخ دوم باب ۲۲ میں مذکور ہیں۔ یوآس نے چالیس برس حکومت کی، اس کے حالات کتاب سلاطین دوم باب ۱۲ اور تواریخ دوم باب ۲۴ میں مرقوم ہیں۔

۱۔ مصیٰہ نے ۲۹ برس حکومت کی، اُس کے حالات سلاطین دوم باب ۱۴ اور تواریخ دوم باب ۲۵ میں درج ہیں۔ ان تینوں کو درمیان سے نکال دینے کی کوئی مستقول وجہ نہیں۔

۲۔ غلطی سے عزریاہ کی بجائے عوزریاہ لکھا گیا۔ حالانکہ اس کا نام عوزریاہ نہیں عزریاہ تھا۔ جیسا کہ کتاب تواریخ اول باب ۱ کی آیت ۱۲ میں اوپر گزرا اور ایسے ہی کتاب سلاطین دوم باب ۴ کی آیت ۲۱ میں بھی تصریح موجود ہے۔

تیسری غلطی، یکونیہ یوسیہ کا بیٹا نہیں | آیت ۱۱ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

”اور گرفتار ہو کر بابل جانے کے زمانے میں یوسیہ سے یکونیہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔“

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں :-

”یوشیا پدر یوکانیا و برادر افش در زمان انتقال بابل است“

اس میں بھی دو غلطیاں ہیں :-

۱۔ یکونیہ، یوسیہ کا پوتا ہے، بیٹا نہیں۔ بلکہ وہ یہوئقیم بن یوسیہ کا بیٹا ہے۔ یہوئقیم نے بھی گیارہ برس تک حکومت کی ہے جس کی تصریح کتاب سلاطین دوم باب ۲۳ میں موجود ہے۔ چنانچہ درمیان میں اس کا نام سہوارہ گیا ہے۔

۲۔ یکونیہ کا کوئی بھائی نہ تھا۔ البتہ اس کے باپ کے تین بھائی تھے۔

چوتھی غلطی، زربابل سیالٹی ایل کا بیٹا نہیں | آیت ۱۲ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور گرفتار ہو کر بابل جانے کے بعد یکونیہ سے سیالٹی ایل پیدا ہوا اور سیالٹی ایل

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور یوشیا سے یوکنیا اور اس کے بھائی جس وقت

بابل کو اوٹھ گئے پیدا ہوئے“ ۱۲ فہم :-

سے زربابل پیدا ہوا۔

اس میں بھی صاف غلطی ہے، اس لئے کہ زربابل سیالتی ایل کا بیٹا نہیں بھتیجا تھا، وہ
فدایاہ بن یونیہ کا بیٹا تھا۔

پانچویں غلطی، ابیہود زربابل کا بیٹا نہیں | آیت ۱۳ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں
یوں ہے کہ :-

”اور زربابل سے ابیہود پیدا ہوا اور ابیہود سے ابیاقیم پیدا ہوا اور ابیاقیم سے
عازور پیدا ہوا۔“

اس میں بھی واضح غلطی ہے، اس لئے کہ عہد عتیق کی کتابوں سے زربابل کے کسی بیٹے کا
نام ابیہود ثابت نہیں ہوتا۔ اب نمبر ۳، ۴، ۵ کی سند سنئے :-

کتاب تواریخ اول باب کی آیات ۱۵ سے ۲۱ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور یوسیہ کے بیٹے یہ تھے، پہلوٹا یوحنا، دوسرا یہو یقیم، تیسرا صدقہاہ جو تھا سلوم

اور بنی یہو یقیم، اس کا بیٹا یونیہ، اس کا بیٹا صدقہاہ اور یونیہ جو ابیر تھا اس

کے بیٹے یہ ہیں :- سیالتی ایل اور ملگرام اور فدایاہ اور شینا، یقیمیاہ، ہوشع اور ندبیاہ

اور فدایاہ کے بیٹے یہ ہیں۔ زربابل اور سمعی اور زربابل کے بیٹے یہ ہیں۔ مستلام اور حیانیہ اور کوٹ

انکی بہن تھی اور حسوبہ اور اہل اور برکیہ اور حسدیاہ، یوحسد یہ پانچ اور حنانیہ کے بیٹے یہ ہیں

فلطیاہ اور سیمیاہ، بنی دفاہ، بنی ادنان، بنی عبدیاہ، بنی سکینا۔“

۱۵ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے اور بابل کو اوٹھ جانے کے بعد یو کینیا سے شلتیل

اور شلتیل سے زور بابل پیدا ہوا“ فہیم ۲۱ اس بات کی تصریح تواریخ اول کے باب ۳ آیات ۱۵ تا

۱۹ میں موجود ہے جن میں سیالتی ایل اور فدایاہ کو یونیہ کا بیٹا کہا گیا ہے اور پھر فدایاہ کے بیٹوں

میں زربابل کو شمار کیا ہے۔ ۱۲ تقی

۱۵ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات تقریباً انہی الفاظ میں ہیں۔ ۱۲ فہیم

چھٹی غلطی، راحب کا نکاح سلمون سے | آیت ۶، ۵ اردو ترجمہ یوں ہے کہ :-

”اور سلمون سے بوعر راحب سے پیدا ہوا اور بوعر سے عوبیدہ موت سے پیدا ہوا اور عوبیدہ سے لیتی پیدا ہوا اور لیتی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا“

متی میں مذکور پشتوں کی تعداد کتاب تواریخ اول باب دوم کے مطابق ہے۔ مگر دونوں مقامات میں مذکور یہ تعداد مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی رو سے سلمون نخسون کا بیٹا ہے اور یہ وہی نخسون ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں فرقہ یہوداہ کا سردار تھا، اس کی تصریح کتاب گنتی باب آیت ۷ اور کتاب تواریخ اول باب آیت ۱۱ موجود ہے۔

اور راحب وہ طوائف ہے جس نے لیثوع علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے دو جاسوسوں کو چھپایا تھا۔ کتاب لیثوع باب ۲، ۶ میں اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ اور اپنے اسی نیک عمل کی وجہ سے ہی شاید سلمون بن نخسون کے نکاح میں آکر یح علیہ السلام کی نانہوں میں شمار ہوئی ہو۔

ولادت یسوع سے راحب کا زمانہ تقریباً چودہ سو پچاس برس قبل کا اور داؤد علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ایک ہزار پچاس برس قبل کا ہے۔ اس طرح راحب سے داؤد تک چار سو برس کے عرصہ میں کل چار پشتوں کا گزرنا لازم آتا ہے اور یہ واضح طور پر ناممکن ہے اور یہوداہ سے سلمون کے عہد تک تقریباً تین سو سال میں چھ پشتیں گزری تھیں۔ نیز عہد عتیق میں کسی مقام پر بھی راحب کے ساتھ سلمون کے نکاح کی کوئی تصریح موجود نہیں۔

۱۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں ”یہوداہ کے قبیلہ سے نخسون بن عینداب“ (گنتی ۷: ۱)

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں ”اور نخسون سے سلما پیدا ہوا اور سلما سے بوعر پیدا

ہوا“ (تواریخ ۲: ۱۱) :-

دوسرا شاہد

لوقا اور متی کے نسب نامہ میں اختلافات | لوقا نے اپنی انجیل کے باب میں جو نسب نامہ درج کیا ہے اس کے بعض مقامات میں تو صریح غلطی ہے اور بعض مقامات اُس نسب نامہ کے مخالف ہیں جسے متی نے ذکر کیا ہے۔

پہلی بات یعنی صریح غلطی | لوقا ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۳۶ یوں ہے :-
 ”صَلَا قَيْنَانِ كَا قَيْنَانِ اِرْفَحَشَدِ كَا اِرْفَحَشَدِ سَامِ كَا
 سَامِ نُوَحَ كَا نُوَحَ لَا فِجْ كَا“

اس آیت کی دوسے معلوم ہوتا ہے کہ سلج ارفکشد کا پوتا تھا۔ حالانکہ وہ پوتا نہیں بیٹا تھا۔ لوقا نے غالباً سپلو اجنٹ کے یونانی ترجمہ سے یہ دھوکہ کھایا ہوگا۔ کتاب پیدائش باب میں اس مذکورہ قینان کا ذکر تک موجود نہیں ہے۔ تواریخ اول باب کی آیت ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں ”سیم ارفکشد سلج“ اور فارسی ترجمہ ۱۸۴۵ء میں ”سام وارفکشد و سلج“ اور عربی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں ”سام ارفخشد شالج“ کے الفاظ ہیں اور تمام انگریزی ترجمے بھی ان کے مطابق ہیں۔

دوسری بات یعنی نسب ناموں میں اختلاف | دونوں نسب ناموں میں کئی وجوہ سے باہم مخالفت ہے :-

۱۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۳۵ اختتام اور ۳۶ اس طرح ہے :-

”..... اور وہ سلج کا اور وہ قینان کا اور وہ ارفکشد کا اور وہ سیم کا اور وہ نوح کا

اور وہ لنگ کا“ آیت کی ترتیب اور تلفظ اسما قابل غور ہے ۱۲ ن

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ۱۲ ن

- ۱۔ مٹی یوسف کو یعقوب کا بیٹا اور لوقا عیسیٰ کا بیٹا کہتا ہے۔
 ۲۔ مٹی کے نزدیک مسیح علیہ السلام سلیمان بن داؤد سے تھے۔ اور لوقا نائن بن داؤد کی اولاد میں سے قرار دیتے ہیں۔
 ۳۔ مٹی داؤد علیہ السلام سے بابل کی اسیری تک سب پشتوں کو مشہور بادشاہ اور لوقا داؤد اور نائن کے بعد کی سب پشتوں کو گننام اور ذلیل کردہ ذکر کرتا ہے۔
 ۴۔ مٹی سیالٹی ایل کو یونیہ اور لوقا اس کو نیری کا۔ اور مٹی زربابل کے بیٹے کا نام ابیہود اور لوقا اس کا نام دسیا لکھتا ہے۔^۹

اس کے علاوہ تواریخ اول باب آیت ۱۷، ۱۹ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کی روایت کے مطابق ابیہود اور لوقا کے قول کے مطابق دسیا نام کا کوئی شخص زربابل کا بیٹا نہیں تھا اور نہ ہی یونیہ اور نیری کا، سیالٹی ایل نام کا کوئی بیٹا تھا۔
 لہذا جب تک کسی معتبر تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ سیالٹی ایل اور زربابل ان کے علاوہ دوسرے اشخاص میں جن کو مٹی نے ذکر کیا ہے، اس کو لوقا کا سہو شمار کیا جائے گا۔
 ۵۔ داؤد سے مسیح کے زمانہ تک مٹی کے مطابق ۲۶ اور لوقا کے مطابق ۴۰ پشتیں ہیں۔ ولادت مسیح علیہ السلام سے پہلے داؤد کا زمانہ ایک ہزار پچاس برس تھا۔ اول (یعنی مٹی) کے مطابق چالیس، چالیس سال اور دوسرے (یعنی لوقا) کے مطابق پچیس پچیس سال میں ایک ایک پشت ہوتی ہے۔

۱۔ یوسف سے مراد یہاں وہ شخص ہیں جنہیں انجیل میں حضرت مریم کا شوہر کہا گیا ہے۔ ۱۲ تھی
 ۲۔ انجیل مٹی ۱۶: ۱ ۱۷: ۱ ۱۸: ۱ ۱۹: ۱ ۲۰: ۱ ۲۱: ۱ ۲۲: ۱ ۲۳: ۱ ۲۴: ۱ ۲۵: ۱ ۲۶: ۱ ۲۷: ۱ ۲۸: ۱ ۲۹: ۱ ۳۰: ۱ ۳۱: ۱ ۳۲: ۱ ۳۳: ۱ ۳۴: ۱ ۳۵: ۱ ۳۶: ۱ ۳۷: ۱ ۳۸: ۱ ۳۹: ۱ ۴۰: ۱
 ۳۔ لوقا ۳: ۲۴ مٹی ۱: ۱۳ ۲: ۱۳ ۳: ۱۳ ۴: ۱۳ ۵: ۱۳ ۶: ۱۳ ۷: ۱۳ ۸: ۱۳ ۹: ۱۳ ۱۰: ۱۳ ۱۱: ۱۳ ۱۲: ۱۳ ۱۳: ۱۳ ۱۴: ۱۳ ۱۵: ۱۳ ۱۶: ۱۳ ۱۷: ۱۳ ۱۸: ۱۳ ۱۹: ۱۳ ۲۰: ۱۳ ۲۱: ۱۳ ۲۲: ۱۳ ۲۳: ۱۳ ۲۴: ۱۳ ۲۵: ۱۳ ۲۶: ۱۳ ۲۷: ۱۳ ۲۸: ۱۳ ۲۹: ۱۳ ۳۰: ۱۳ ۳۱: ۱۳ ۳۲: ۱۳ ۳۳: ۱۳ ۳۴: ۱۳ ۳۵: ۱۳ ۳۶: ۱۳ ۳۷: ۱۳ ۳۸: ۱۳ ۳۹: ۱۳ ۴۰: ۱۳
 اور ترجمہ میں یوں ہیں اور نڈایا کے بیٹے یہ ہیں، زربابل اور زربابل کے بیٹے یہ ہیں، مسلمان
 اور حنا یاہ اور سلو میت ان کی بہن تھی۔ (۱۔ تواریخ ۳: ۱۹) ۱۲

ان دونوں نسب ناموں میں قارئین کو بلا تامل جو اختلاف معلوم ہوتا ہے، اسلاف اور بعد کے مسیحی علماء نے انتہائی کمزور کمزور عذر بیان کئے ہیں۔ مگر متاخرین نے اُن تمام عذروں کو کمزور سمجھ کر صرف اس عذر کو اختیار کر لیا ہے جسے حل الاشکال کے مصنف نے ۱۲۹ پر نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

”مسیحی باب اول میں یوسف کا اور لوقا باب سوم میں مریم کا نسب نامہ بیان کرتا ہے اور لوقا نے اس سبب سے مریم کا نسب نامہ یوسف کے نام سے لکھا ہے کہ یہودیوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی آدمی ایسی لڑکی سے شادی کرتا جس کا بھائی نہ ہوتا اور باپ کی وارث صرف لڑکی ہوتی تو اُس کا شوہر نسب نامہ میں اس لڑکی کے باپ کے بیٹے کے طور پر لکھا جاتا۔ اسی وجہ سے لوقا یوسف کو عیسیٰ کا بیٹا یعنی اپنے سسر کا بیٹا کہتا ہے اور مسیحی یوسف کو یعقوب کا بیٹا لکھتا ہے اور یعقوب اس کا حقیقی باپ تھا۔ لہذا دونوں نسب ناموں میں کوئی واقعی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اور یہودیوں کی مذکورہ بالا عادت تورات کی آیتوں سے بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ چنانچہ گنتی باب ۳۶ کی آیت ۸، ۹، ۱۰، خُمیا باب ۷ آیت ۶۳ کو بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔“

نہیں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ کئی وجوہ سے انتہائی ضعیف ہے۔

۱۔ عہد جدید میں کسی مقام پر صراحتہ یا اشارۃً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مریم ۲ ناتن بن داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ بلکہ اس کے برعکس لوقا باب ۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

لقد اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے ”یہودیہ کے بادشاہ ہیرور کے دنوں میں ابیا کے پاریداروں میں سے ذکر یا نامی ایک کا ہن تھا اس کی جو رو ہارون کے بیٹوں میں سے تھی اور اس کا نام الیسات تھا“ فہم

آیت ۵: ”یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں اِتِیَہ کے فریق میں سے

ذکرِ یاہ نام ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے

تھی اور اس کا نام الیشیع تھا۔“

آیت ۳۶: ”اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشیع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے الخ“

ان دونوں آیتوں کو باہم ربط دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکرِ یاہ علیہ السلام کی بیوی الیشیع ہارون کی اولاد اور مریم علیہا السلام کے رشتہ داروں میں سے تھی۔ لہذا اس رُوس غالباً مریم علیہا السلام بھی داؤد علیہ السلام کے بجائے ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ اس کے علاوہ آگسٹائن لکھتا ہے کہ اُس کے زمانہ میں بعض کتابیں ایسی تھیں جن میں مرقوم تھا کہ مریم علیہا السلام لیوی قبیلہ سے ہیں۔

۲۔ مریم علیہا السلام کا ناتن کی اولاد سے ہونا ثابت ہوتا تو متقدمین اس توجیہ کو چھوڑ کر ان نامعقول توجیہات کو کیوں اختیار کرتے جن کو نامعقول سمجھ کر متاخرین نے ترک کر دیا ہے۔

۳۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کا رہنما کاٹوین جو درحقیقت حل الاشکال کے مصنف کا بھی پیشوا ہے اپنی تفسیر میں اس توجیہ کو نقل کر کے اس کی تردید کرتا ہے اور مریم علیہا السلام کا ناتن کی اولاد سے ہونا تسلیم نہیں کرتا۔

۴۔ یہودی مذکورہ عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں تب بھی توجیہ کرنے والوں کا مطلب تب ثابت ہوگا کہ پہلے کسی دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مریم علیہا السلام درحقیقت عیسیٰ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور ان کا کوئی بھائی نہ تھا اور اس کا ثبوت تو ناممکن ہے اس لئے کہ اب تک کسی قطعی دلیل سے یہ بھی نہیں ثابت ہو سکا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، چہ جائیکہ عیسیٰ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ متاخرین عیسائیوں نے محض اسکل پچوس سے یہ

لے اُردو ترجمہ مطبوعہ کے مطابق یہ آیت یوں: ”اور دیکھ تیری رشتہ دار ایسا بات کو بھی بڑھاپے میں بیٹا ہوا ہے“، غیم

توجیہ گھڑی ہے۔ یہی سبب ہے کہ محققین نے مجبور ہو کر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ دونوں نسب نامے باہم حقیقتہً مختلف ہیں۔ چنانچہ اسٹراس اپنی کتاب کی جلد اول میں لکھتا ہے کہ ”اکمارن، کیسر، ہنس، ڈیوٹ، دی نر، اور فرش وغیرہ محققین کی جماعت نے اعتراف کیا ہے کہ دونوں نسب نامے آپس میں مختلف ہیں۔“

تیسرا شاہد

المسح کی ولادت کا زمانہ | لوقا باب آیت ۱ تا ۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح ہے کہ :-

وہ ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سواریہ کے حاکم کورنیس کے عہد میں ہوئی۔ اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے، اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا، تاکہ اپنی منگیت مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوانے جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آپہنچا اور اس کا پہلو ٹھابٹھا پیدا ہوا الخ۔“

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں ہے :-

وہ ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوستس حکم شد کہ در ہمد بلاد اسم

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں اور ان دنوں میں یوں ہوا کہ قیصر اوگوستس کا حکم نکلا کہ ہر بستی کے لوگوں کے نام لکھے جائیں اور یہ پہلی اسم نویسی تھی جو سواریہ کے حاکم کورنیس کے وقت میں ہوئی تب ہر ایک اپنے اپنے شہر کا نام لکھانے چلا اور یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے یہودیہ میں داؤد کے شہر کو بیت لحم کہلاتا ہے گیا اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا کہ اپنی منگیت مریم کے ساتھ جو پیٹ سے تھی نام لکھاوے، اور ایسا ہوا کہ جب وہ وہاں تھے اس کے جنم کے دن پورے ہوئے اور پہلو ٹھابٹھا جی “ ۱۲ خیم :-

نویسی نہانید۔ وایں تختین اسم نویسی بود کہ در ادانی کرینوس حاکم شام بود شد الخ
 ۱۸۲۱ء کا عربی ترجمہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ
 قیصر اوگوستس نے جوہر شہر میں اسم نویسی کا حکم دیا تھا وہ اسم نویسی یہودیہ کے حاکم کورنئس کے
 عہد میں ہوئی تھی اور یوسف مریم علیہا السلام کے ساتھ ان دنوں بیت اللحم نام لکھوانے گیا تھا
 جن دنوں وہ حاملہ تھیں اور وہاں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہو گئی۔

اور یہ بات تین وجوہ سے غلط ہے :-

۱۔ مٹی باب آیت میں ہے کہ ”مسیح علیہ السلام ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے
 تھے“ اس اعتبار سے ان دنوں ملک یہودیہ کا بادشاہ ہیرودیس تھا اور اس کی زندگی میں یہ
 ملک رومن حکومت کے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ اسم نویسی کو جو کہ خراج لگانے کے لئے ہورہی
 تھی، اُس ملک میں، اُس کے زمانے میں، اوگوستس قیصر روم کے حکم سے اس کا ہونا
 کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ کورنئس مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے پندرہ سال بعد سوریا یعنی ملک یہودیہ کا
 حاکم بنا تھا۔ لہذا اس کے زمانہ میں مریم کا حاملہ ہونا اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش کیسے
 متصور ہو سکتی ہے۔

۳۔ قدیم یونانی و رومی مؤرخین میں سے کسی نے بھی اپنی تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ
 اوگوستس کے زمانہ میں پورے ملک یا پوری سلطنت روم میں اسم نویسی ہوئی تھی یا
 اس کے لئے کوئی حکم جاری ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی
 ظہور پذیر ہوتی تو کوئی نہ کوئی مؤرخ تو ضرور لکھتا۔ اس صورت میں جب لوقا کے کلام میں
 غلطی کا واقعہ ہونا تعجب خیز نہیں ہے تو پھر ظاہر حال کو کس بنا پر ترک کر دیا جائے۔

بجو متقا شاہد

تیسری اس کا شوہر | لوقا باب آیت ۱۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

”لیکن چونکہ تائی ملک کے حاکم ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاںس کے سبب الخ“

اس جگہ لفظ فلپس غلط استعمال ہوا ہے اس لئے کہ ہیرودیاںس، ہیرودیس مذکور کے اس بھائی کی بیوی تھی جس کا نام بھی ہیرودیس ہی تھا۔ کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فلپس کی بیوی ہیرودیاںس تھی۔ چنانچہ ہورن جلد اول کے صفحہ ۶۳۲ پر اس اعتراض کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے :-

”غالبا فلپس کا نام کاتب کی غلطی سے متن میں داخل ہو گیا ہوگا، اس کو متن سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ گریس بیک نے اس لفظ کو متن سے نکال دیا ہے۔“
ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے :-

”فلپس کا لفظ غالباً کاتب کی غفلت سے متن میں داخل ہو گیا ہوگا۔ بہت سے قلمی نسخوں اور ابتدائی دور کے مطبوعہ بیشتر نسخوں میں اس سے چھوڑ دیا گیا ہے۔“

دیکھئے ہورن گریس بیک اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے مؤلفین نے اس لفظ کے غلط ہونے کو تسلیم کر لیا ہے اور اسی بنا پر بہت سارے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اسے ترک کر دیا ہے۔ یوستی بیس نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب میں باب ۱۸ آیت ۵ میں ہیرودیاںس کے شوہر کا نام ہیرودیس ہی لکھا ہے۔
پانچوال شاہد

لسانیا سر، کون تھا؟ | لوقا باب ۳ آیت ۱ اور ترجمہ ۱۸۴۲ء میں ہے :-

”اور ترجمہ ۱۸۴۲ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے ”پھر ہیرودیس جو نکال کے حاکم نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاںس کے سبب الخ“۔ ۱۲۔ فییم

”اور لنیاس ابلینے کے چوتھائی کا حاکم تھا“

فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء میں ہے :-

”ولیناس رئیس ربع ابلینی“

عربی ترجمہ ۱۸۴۱ء میں ہے :-

ولیانوس رئیس علی ربع ابلینہ“

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہیرودیس اور فلپس کے عہد میں لسانیاس نام کا کوئی شخص ابلینے کا حاکم تھا۔ البتہ یوسی بیس نے ابلینے کے ایک قریبی ضلع چال سٹیس کے حاکم لسانیاس کے بارے میں لکھا ہے۔ لوقا نے بھی شاید سنی سنائی روایت کے مطابق لکھ دیا ہوگا۔ مگر یہ شخص تو مسیح علیہ السلام کی ولادت سے چونتیس سال پہلے قتل ہو چکا تھا اور پتسمہ کے وقت مسیح علیہ السلام کی عمر تقریباً تینتیس برس کی ہو چکی تھی۔ اس لحاظ سے اس وقت سے پہلے لسانیاس کی حکومت کا زمانہ ساٹھ برس پیشتر تھا۔ کالون جلد اول میں لکھتا ہے :-

”یہ لسانیاس وہ ہے جو بطلموس بادشاہ چالیس کا بیٹا تھا، جس کو مسیح علیہ السلام کی

ولادت سے تیس سال پہلے قلوپطرہ نے قتل کر دیا تھا، یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ

شخص بطلموس کا پوتا ہو جس کا نام بھی لسانیاس تھا، شاید اس نام کا کوئی اس کا

پڑپوتا ہوگا“ انتہی ملحقاً۔

میں کہتا ہوں اس مفتر کو بھی اس کے بطلموس کا بیٹا یا پوتا ہونے سے انکار ہے

البتہ جب کوئی ایسی سند نہیں ملے جو اس کا ثبوت پیش کرتی تو محض اس کی شکل سے بطلموس کا

پڑپوتا قرار دیتا ہے۔

۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے ”تبرئس قیصر کی حکومت کے پندرہویں برس

..... اور لسانیاس ابلینے کا حاکم تھا“ دونوں ترجموں کے مفہوم

چھٹا شاہد

متی باب آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-
بچوں کا قتل ”جب ہیرودیس نے دیکھا کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی تو نہایت غصے ہوا اور آدمی بھیج کر بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے اُن سب لڑکوں کو قتل کروا دیا جو دو رو برس کے یا اس سے چھوٹے، اُس وقت کے حساب سے جو اُس نے مجوسیوں سے تحفین کی تھی“

یہ قتل کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا، یوسی فیس نے جو کہ ہیرودیس کے حالات سب سے زیادہ لکھنے والا ہے اس قتل کا حال نہیں لکھا۔ علماء یہود جو کہ ہیرودیس کو بدنام کرنے کے لئے اس کی برائیوں کو بڑھ چڑھ کر بیان کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ معاملہ تو انتہائی بڑا ظلم اور ہیرودیس کی بدترین برائی تھی اور اس کے اظہار میں ان کے مذہب پر کوئی حرف بھی نہ آسکتا تھا کہ اس وجہ سے اس کا تذکرہ نہ کرتے، اس کے باوجود ان میں سے کسی بھی عالم نے نہیں لکھا۔ اگر واقع ہوا ہوتا تو یقیناً اس واقعہ کو لکھتے۔
 ساتواں شاہد

مسیح، یروشلیم یا مصر میں متی باب میں بیت اللحم میں مسیح علیہ السلام کی ولادت وہاں مجوسیوں کی آمد اور روانگی، مسیح علیہ السلام کے والدین کا اس جگہ سے مقرر چلے جانا، ہیرودیس کا بیت اللحم اور اس کے حدود میں تمام لڑکوں کو قتل کروا دینا، مسیح کے والدین کا، ہیرودیس کی وفات تک مصر میں قیام اور ہیرودیس کی وفات کے بعد ناصرۃ میں واپس آنے کے بارے میں لکھا ہے۔ اور لوقا باب میں لکھتا ہے کہ
 لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”جب ہیرود نے دیکھا کہ اوس نے مجوسیوں سے فریب کیا۔ تو نہایت غصے ہوا اور لوگوں کو بھیج کر بیت لحم اور اس کی ساری سرحدوں کے سب لڑکوں کو جو دو رو برس کے اور اوس سے چھوٹے تھے اس وقت کے موافق کہ اوس نے مجوسیوں سے تحفین کیا تھا قتل کروایا“ ۱۲ فہیم :-

مسیح علیہ السلام کی ولادت بیت اللحم میں ہوئی۔ اٹھویں روز ختنہ کر کے نام رکھا (چالیس دن پورے ہونے کے بعد) پاک ہو کر موسیٰ کی شریعت کے مطابق مسیح علیہ السلام کے والدین آپ کو ساتھ لے کر یروشلیم میں آئے اور شمعون اور حنا نے روح القدس کے الہام کے مطابق اس کی تعریف کی۔ بلکہ حنا نے تو ان سب لوگوں کو جو یروشلیم کے چٹکارے کے منتظر تھے، مسیح علیہ السلام کے حال سے مطلع کیا۔ پھر مسیح علیہ السلام کے والدین شریعت کے مطابق سب رسوم ادا کر چکنے کے بعد واپس اپنے شہر ناصرہ چلے گئے اور وہاں سے ہر برس عید فصح پر یروشلیم کو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب مسیح علیہ السلام بارہ برس کے ہوئے اور وہ اُس سال یروشلیم کو گئے، تو واپسی کے وقت مسیح علیہ السلام اپنے والدین کو اطلاع دیئے بغیر وہیں ٹھہر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کہانیوں میں سے ایک صاف طور پر خلاف واقعہ ہے اس لئے کہ متی میں مذکور تمام امور یا تو یروشلیم جانے سے پہلے ہوئے کیونکہ ولادت کے بعد چالیس دن کے اندر وہاں جانا ہوا تھا اور یا بعد میں وقوع پذیر ہوئے پہلی صورت تو اس لئے غلط ہے کہ صرف چالیس دن میں ان تمام امور کا پیش آنا ناممکن ہے اور دوسری بھی کئی وجوہ سے باطل ہے، مثلاً :-

۱۔ لوقا کی تحریر کے مطابق شرعی رسوم سے فراغت کے بعد مسیح علیہ السلام کے والدین بیت اللحم کے بجائے ناصرہ گئے تھے۔ لہذا اگر مجوسی آتے تو راستہ میں ملتے یا ناصرہ میں، نہ کہ بیت اللحم میں۔

۲۔ اگر ہیرودیس اتنا شدید دشمن تھا تو پھر روح القدس شمعون کی زبان سے ہیرودیس کے پایہ تخت پر یروشلیم۔ مسیحی بشارت کا چرچا کس طرح کراتا اور حنا یروشلیم کے چٹکارے کے منتظر تمام لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کیونکر کرتی۔

۳۔ لوقا کی تحریر کے مطابق مسیح علیہ السلام کے والدین ہر سال عید فصح پر ناصرہ سے یروشلم جاکرتے تھے۔ اس صورت میں مصر کو جانا اور وہاں رہنا کس زمانہ میں ہوا۔

آٹھواں شاہد

مرقس باب میں شام کے وقت جماعتوں کو رخصت کرنا، دریا میں طوفان
مسیح کا وعظ | آنا اور حضرت مسیح کا اسے روک دینا، تمثیلوں میں وعظ کرنے کے بعد بیان کرتا ہے۔

اور مرقس اسی ماجرے کو پہاڑی کے وعظ کے بعد باب میں اور تمثیلوں کے وعظ کو اس کے بعد باب ۳ میں نقل کرتا ہے۔

ان دونوں وعظوں میں ایک طویل زمانے کا فرق ہے، لہذا ان دونوں میں سے ایک خلاف واقع ہے۔

نواں شاہد

مسیح سے یہودیوں کے سوالات | یروشلم پہنچنے کے بعد مسیح علیہ السلام سے یہودیوں کے سوالات مرقس نے باب میں تیسرے دن اور مرقس نے

باب ۲۱ میں دوسرے دن لکھتا ہے۔ ان دونوں میں سے بھی ایک یقیناً خلاف واقع ہے۔ آٹھویں اور نویں شاہد میں مذکور دونوں اختلافات کے بارے میں ہورن چوتھی جلد کے صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶ پر لکھتا ہے کہ ان واقعات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں۔

دسواں شاہد

ایک اندھا یا دو اندھے | مرقس باب ۱۰ میں مسیح علیہ السلام سے یریحو سے نکلنے وقت ایک

مرقس ۱۰: ۴۶ تا ۴۹ لکھ "وعظ تمثیلات" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وعظ کا نام ہے جو بقول انجیل

آپ نے ایک جھیل کے کنارے دیا تھا اور اس میں محتاق کو تمثیلات کے پیرائے میں بیان فرمایا تھا اور "پہاڑی وعظ"

سے مراد وہ وعظ ہے جو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر دیا تھا۔ ۱۲۔ تفسیر

اندھے کا ملنا اور جناب مسیح کا اس کو شفا بخشنا لکھتا ہے۔ اور متی باب ۲۰ میں دو اندھوں کا ملنا اور شفا پانا لکھتا ہے۔

گیارہواں شاہد

مردہ لڑکی کے زندہ ہونے کا واقعہ | متی باب ۹ میں لکھتا ہے کہ ایک سردار نے آکر جناب مسیح کو آکر کہا کہ میری بیٹی ابھی مری ہے لیکن توجیل کر اپنا ہاتھ اُس پر رکھ تو وہ زندہ ہو جائے گی۔

اور مرقس باب ۵ میں اور لوقا باب ۸ میں لکھتے ہیں کہ اس نے آکر کہا کہ میری بیٹی مرنے کو ہے، اس پر چل کر ہاتھ رکھتے تاکہ وہ اچھی ہو جائے۔ پس جناب مسیح اس کے ساتھ چلے، راستے میں ایک آدمی نے اُس سردار کو اطلاع دی کہ تیری بیٹی مر گئی ہے۔ اندھا رشہ کر اب تکلیف نہ دے۔ جناب مسیح نے یہ سن کر فرمایا ڈر نہیں، اور اس کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ ان کے بیانات میں دوسرا فرق اور بھی ہے، وہ یہ کہ مرقس اور لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس شخص کا نام یا شیر تھا اور وہ عبادت خانہ کا سردار تھا، اُس لڑکی کی عمر بارہ برس کی تھی اور اس لڑکی کو زندہ کرنے کے لئے جناب مسیح یعقوب، یوحنا اور پطرس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے، اور لوقا کے بیان کے مطابق اس کی اکلوتی بیٹی تھی۔

اس کے برعکس نئی نے ان امور کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ متاخرین محققین نے ان تخریروں میں اختلاف کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے مرقس کے بیان اور بعض نے

لے مرقس ۱۰: ۴۶ تا ۵۲ مے متی ۲۰: ۲۹ تا ۳۱ مے متی ۹: ۱۸ لے مرقس ۵: ۲۳ تا ۲۹ د ۳۹ د ۴۰ -

لوقا ۸: ۴۱ تا ۴۹ د ۴۹ د ۵۰ د ۵۱ مے مرقس ۵: ۲۲ لوقا ۸: ۴۱ مے مرقس ۵: ۲۴ لوقا ۸: ۵۱

لے لوقا ۸: ۴۲ - اس کے برعکس مرقس لکھتا ہے کہ ".... میری چھوٹی بیٹی مرنے کو ہے الخ" (۹: ۳۳)

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی یہ اکلوتی بیٹی نہ تھی بلکہ اس کی اور بھی بیٹیاں تھیں، مگر یہ سب سے چھوٹی بیٹی

تھی۔ لہذا ان دونوں کے بیان میں بھی فرق واقع ہو گیا۔ ۱۲

متی کے بیان کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس تحریر کی بنیاد پر یہ استدلال کیا ہے کہ پہلی انجیل لکھنے والی متی حواری ہی نہیں تھا۔ اگر وہ حواری ہوتا تو ایسا مجمل بیان نہ لکھتا۔

پولس، شلی میشر اور اولتساش کہتے ہیں کہ وہ لڑکی مری نہیں تھی بلکہ اس پر نیند کی مانند غشی طاری ہو گئی تھی۔ ان کی دلیل مسیح علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ ”وہ مری نہیں بلکہ سوئی ہے“ اس طرح ان لوگوں کے نزدیک یہاں پر کوئی مسیحی معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ تینڈر تو لفظی طور پر اس لڑکی کی موت کا اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ مرت مردہ دکھائی دیتی تھی حقیقت میں نہ تھی۔

بارہواں شاہد

شمعون، اندریاس، یعقوب اور یوحنا کی مسیح سے ملاقات

متی باب ۴ اور مرقس باب ۳ سے معلوم ہوتا ہے

کہ جناب مسیح نے شمعون اور اندریاس کو گلیل کے کنارے جال ڈالتے دیکھا۔ ان سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ میں تم کو آدم گیر بناؤں گا۔ وہ فی الفور جال چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لئے اور وہاں سے آگے بڑھ کر یعقوب اور یوحنا کو کشتی پر دیکھا اور ان کو بلایا، وہ بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔

اور یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز اندریاس اور اس کا دوست جسے مفسرین یوحنا قرار دیتے ہیں اُس سے دریائے یرون کے قریب ملے۔ پھر دوسرے روز اندریاس کے کہنے پر اس کا بھائی شمعون پطرس آکر ملا۔ اُس کے دوسرے روز مسیح نے گلیل کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور راستے میں فلپس اور نثنائیل ملے۔ یہ ان بیانات میں کئی وجوہ سے فرق ہے۔ مثلاً :-

۱۔ متی ۲: ۹ تا ۱۰ شمعون تاریخ مسیحیت میں پطرس کے نام سے مشہور ہے (متی ۱۸: ۱۸) ۱۸: ۱۸

تا ۲۲، مرقس ۱: ۱۶ تا ۲۰ ۲: ۲۸ تا ۴

۱۔ پہلی دونوں انجیلوں کے مطابق شمعون، اندریاس، یعقوب اور یوحنا جھیل گلیل کے کنارے ملے تھے اور یوحنا کے بیان کے مطابق دریائے یرون کے کنارے پر۔

۲۔ اول دونوں کے بیان کے مطابق اندریاس اور شمعون کو جال ڈالتے دیکھ کر جھیل گلیل کے کنارے سے ساتھ لیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اُسی کنارے سے یوحنا اور یعقوب کو ساتھ ملایا۔ اور یوحنا کے بیان کے مطابق پہلے اندریاس اور یوحنا یرون کے کنارے ملے۔ پھر دوسرے روز اندریاس کے کہنے پر پطرس ملا۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے روز جب گلیل کی طرف چلے تو راستہ میں فلپس اور متی آبلے۔ اس میں یعقوب کا ذکر ہی موجود نہیں۔

۳۔ اول دونوں کے بیان کے مطابق یہ لوگ مچھلیاں پکڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اور یوحنا کے مطابق مچھلیاں پکڑنے کے جال کا کوئی تذکرہ ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ اندریاس اور یوحنا حضرت یحییٰ علیہ السلام اور پطرس اندریاس سے، مسیح علیہ السلام کی تعریف سن کر آئے تھے۔

اور لوقا باب ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ شمعون یوحنا اور یعقوب ایک ہی جگہ پر ملے تھے، اور اندریاس کے نام کی اس میں تصریح موجود نہیں ہے بلکہ
تیسرا ہواں شاہد

متی باب ۱۰، مرقس باب ۳ اور لوقا باب ۶ میں بارہ حواریوں کے نام
بارہ ہواں حواری

لکھے ہیں۔ درج ذیل گیارہ نام متفقہ ہیں :-

شمعون پطرس، اندریاس، یعقوب، یوحنا، فلپس، برتلمائی، توما، متی،
حلفی کا بیٹا یعقوب، شمعون قناتی، یہوداہ اسکریوتی

مگر بارہویں حواری میں لوقا نے اختلاف کیا ہے۔ متی لکھتا ہے کہ وہ لبتی تھا جس کا لقب تدی ہے اور مرقس تدی لکھتا ہے، مگر لوقا کہتا ہے کہ وہ یعقوب

کابیٹا یہود آہ ہے۔

پترو ہواں شاہد

مسیح کا سفر | متی باب ۲۰، ۲۱ اور مرقس باب ۱۰، ۱۱ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یریکو سے چل کر یروشلیم آئے اور یوحنا باب ۱۱، ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ افرائیم سے چل کر بیت عنیاہ میں آئے اور رات وہاں گزار کر دوسرے روز یروشلیم کو گئے۔

پندرہواں شاہد

مسیح کے سر پر شیلے لگانے کا واقعہ | مرقس باب ۱۴ کی آیات ۱-۷ اور ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہیں :-

”دو دن کے بعد فسخ اور عید فطیر ہونے والی تھی رادر سردار کاہن اور فقیہ موقع ڈھونڈ رہے تھے کہ اسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں، کیونکہ کہتے تھے کہ

۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں (لوقا ۶: ۱۶) اسی طرح ہے۔ اعجاز عیسوی قدیم نسخہ میں ”یہودا، بھائی یعقوب کا“ لکھا ہے۔ ممکن ہے قدیم اردو ترجمہ بائبل میں ”یہودا بھائی یعقوب کا“ ہی ہو، جسے تحریف و ادبی انداز کے مطابق ”یعقوب کابیٹا یہودا“ کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

۱۵ متی ۲۰: ۲۶، ۲۱: ۱۰، مرقس ۱۰: ۴۶-۵۲ و ۱: ۱۱ یوحنا ۱۱: ۵۴، ۱۲: ۱۲ -

۱۶ عید فسخ (PASSOVER) یہودیوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جو ماہ نیساں (اپریل) کی چودھویں تاریخ کو منایا جاتا تھا اور درحقیقت یہ بنی اسرائیل کے مصریوں سے نجات پانے کی یادگار تھی۔ کیونکہ اسی تاریخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تھے۔ ”فسخ“ دُبنے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس دن میں ایک دنبہ ذبح کیا جاتا تھا اس لئے اسے عید فسخ کہتے ہیں اس عید کو منانے کے تفصیلی احکام خروج ۲۳: ۱۵، اخبار ۲۳: ۵، ۸ اور کنفی ۲۸: ۱۶، ۲۵ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۱۲ تقی

عیدین نہیں، ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے، جب وہ بیت عنیاہ میں
شمعون کوڑھی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایک عورت جٹا ماسی کا بیش قیمت
خالص عطر سنگ مرمر کے عطر دان میں لائی اور عطر دان توڑ کر عطر کو اس کے سر
پر ڈالا۔ مگر بعض اپنے دل میں خفا ہو کر کہنے لگے یہ عطر کس لئے ضائع کیا گیا ہے؟
کیونکہ یہ عطر تین سو دینار سے زیادہ کوپک کر غریبوں کو دیا جاسکتا تھا اور وہ اسے
ملا مت کرنے لگے۔ یسوع نے کہا اُسے چھوڑ دو، اسے کیوں رن کرتے ہو؟ اس
نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ کیونکہ غریب غریب بار تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں جب
چاہو ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو، لیکن میں تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہوں گا۔
متی باب ۲۶ میں یہ واقعہ مرقس کے بیان کے مطابق ہی مذکور ہے البتہ ”مگر بعض الخ“
متی باب ۲۶ آیت ۸، ۹ میں یوں ہے۔

”شاگرد یہ دیکھ کر خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کس لئے ضائع کیا گیا؟ یہ تو بڑے داموں
کوپک کر غریبوں کو دیا جاسکتا تھا۔“

لے تو سین کی عبارت کو اعجاز عیسوی میں ”الخ“ کو کے لکھا ہے ہم نے پوری آیات لکھ دی ہیں ۱۲۔ ۱۱۔ جٹا
ماسی کا ”کے لفظ قدیم اردو ترجمہ میں موجود نہیں ہیں۔ ۱۲۔ ۱۱۔ قدیم اردو ترجمہ میں ”تین سو دینار کوپک کتا ہے“
جدید ترجمہ میں لفظ ”زیادہ“ بڑھا دیا گیا۔ ۱۲۔ ۱۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں یہ آیات از ۱۲ تا ۱۱ ان الفاظ میں
ہیں ”اور جب وہ بیت عنیا میں کوڑھی شمعون کے گھر کھانے بیٹھا ایک عورت بیش قیمت اچھا عطر مرمر کی شیشی میں
دہاں لائی اور اس شیشی کو توڑ کر اس کے سر پر ڈال دیا تب بعض بعض نے اپنے دل میں آندوہ ہو کر کہنے لگے، عطر کی یہ قدر
کس لئے ہوئی کیونکہ یہ عطر تین سو دینار کوپک کتا اور غریبوں کو دیا جاتا اور وہ اسے ملا مت کرنے لگے، تب
یسوع نے کہا اسے چھوڑ دو کیوں اسے ستاتے ہو اس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، اس واسطے کہ غریب لوگ ہمیشہ
تمہارے ساتھ ہیں اور جب تم چاہو ان سے نیکی کر سکتے ہو پر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہ ہوں گا۔“ ۱۲۔ ۱۱۔ قدیم اردو ترجمہ
میں یہ آیت اس طرح ہیں ”اس کے شاگرد یہ دیکھ کر خفا ہوئے کہنے لگے اڑکی بربادی کیوں ہوئی کیونکہ یہ عطر بڑے
داموں کوپک آ اور وہ محتاجوں کو دیا جاتا“ ۱۲۔ ۱۱۔

و تا باب کی آیات ۳۶ تا ۳۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہیں :-

”پھر کسی فریسی نے اُس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا، پس وہ اُس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اُس شہر کی تھی، یہ جان کر کہ وہ اُس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے، سنگ مرمر کے عطر دان میں عطر لائی، اور اُس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں اُنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے ان کو پونچھا اور اس کے پاؤں بہت چُومے۔ اور ان پر عطر ڈالا۔ اس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اُسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بدچلن ہے الخ۔“

اور یوحنا باب ۱۲ آیات ۱: ۸ یوں ہیں :-

”پھر یسوع فسح سے چھ روز پہلے بیت عیناہ میں آیا جہاں لعزرا تھا، جسے یسوع نے مردوں میں سے جلایا تھا، وہاں انہوں نے اُسکے واسطے شام کا کھانا تیار کیا اور مرتھا خدمت کرتی تھی، مگر لعزرا ان میں سے تھا جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ پھر مریم نے جناماسی کا آدھ سیر خالص اور بیش قیمت عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے اُس کے پاؤں پونچھے اور گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا۔“

لے قدیم اردو ترجمہ ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں ”پھر ایک فردوسی نے اوس سے عرض کی کہ میرے ساتھ کھا اور وہ فردوسی کے گھر جا کے کھانے بیٹھا اور دیکھو اوس شہر میں ایک عورت نے جو گنہگار تھی جب جانا کہ وہ فردوسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کے عطر دان میں عطر لائی اور اوسکے بانوں کے پیچھے کھڑے ہو کے رو رو کے اُنسوؤں سے اوسکے پانودھونے لگے اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے کے اوسکے پانوں کو چُوما اور عطر ملا اور اوس فردوسی نے جس نے اوسکی ضیافت کی تھی، یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ یہ اگر نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ رنڈی جو اوسے چھوتی ہے کون اور کیسی ہے کیونکہ گنہگار ہے“ ۱۲ فہیم :-

مگر اُس کے شاگردوں میں سے ایک شخص یہوداہ اسکرپوتی جو اُسے پکڑوانے کو تھا
 کہنے لگا، یہ عطر تین سو دینار میں بیچ کر غریبوں کو کیوں نہ دیا گیا؟ اُس نے یہ
 اس لئے نہ کہا کہ اُس کو غریبوں کی فکر تھی بلکہ اس لئے کہ چور تھا اور چونکہ اُس
 کے پاس اُن کی تھیلی رہتی تھی، اُس میں جو کچھ بڑا وہ نکال لیتا تھا، پس
 یسوع نے کہا کہ اُسے یہ عطر میرے دفن کے لئے رکھنے دے، کیونکہ غریباً
 تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں لیکن میں ہمیشہ تمہارے پاس نہ رہوں گا۔“

اب دیکھئے کہ لوقا کا بیان دوسری تینوں انجیلوں سے کئی وجوہ سے مختلف ہے۔
 لوقا کا دوسری انجیلوں سے پہلا اختلاف

لوقا کے بیان کے مطابق یہ واقعہ گلیل سے روانگی سے قبل پیش آیا اور باقی تین
 انجیل کے بیان کے مطابق یروشلیم کے نواح میں اُس ہفتہ میں پیش آیا جس میں آپ
 کو مصلوب کیا گیا تھا۔

دوسرا اختلاف | لوقا کے بیان کے مطابق وہ عورت فاحشہ اور بد چلن تھی، مگر متی اور
 مرقس کے بیان کے مطابق وہ ایک نیک عورت تھی اور یوحنا کے مطابق
 وہ لعزر کی بہن فاطمہ تھی جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کی بڑی عنایت تھی۔

لے قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں لائے ہیں ”پھر یسوع میں بیت عینا میں جہاں العازر تھا جسے
 اوسے مردوں میں سے اٹھایا تھا فسح سے چھ روز آگے آیا وہاں انہوں نے اوس کے لئے کھانا تیار کیا
 اور مر تا خدمت کرتی تھی اور ایک اون میں سے جو اوس کے ساتھ کھانے بیٹھے تھے العازر تھا تب مریم نے نازین
 کا آدھ میر خالص اور قیمتی عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ملا اور اپنے بالوں سے اوس کے پاؤں پونچھے اور گھڑ عطر
 کی بو سے بھر گیا تھا تب یہوداہ اسخریوطی نے جو سمحوں کا بیٹا اور ایک اوس کے شاگردوں میں سے اور اوسے پکڑوایا
 چاہتا تھا کہا کہ یہ عطر تین سو دینار کو کیوں نہ بیچ گیا اور محتاجوں کو نہ دیا گیا، تب یسوع نے کہا کہ اوسے چھوڑ
 دے کہ اوس نے یہ میرے دزدن کے لئے رکھا تھا کیونکہ محتاج ہمیشہ تمہارے ساتھ ہونگے پر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں۔“
 ۱۲۔ فیہم

تیسرا اختلاف | لوقا کے مطابق لوگوں کا اعتراض اُس عورت کے فاحشہ ہونے کے سبب سے تھا، مگر باقی تینوں کے بیان کے مطابق امراں اور تفسیح مال کی بنا پر تھا۔

چوتھا اختلاف | لوقا کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کی محبت کا اور باقی تینوں کے مطابق اپنے ہمیشہ نہ رہنے اور غریبوں کے ہمیشہ رہنے کا عذر بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر ان دونوں بیانات میں واضح اختلاف تھا، اس میں جہوں علماء نے یوں تطبیق دی ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہوگا۔ ان میں سے ایک کو لوقا نے اور دوسرے کو باقی تینوں نے قلمبند کیا ہے۔

مگر یہ ترجیحہ اس بنا پر بے کار ہے کہ ان باقی تینوں میں بھی آپس میں سائبہ اختلاف سے بھی زیادہ وجوہ سے اختلاف موجود ہے اور وہ پانچ وجوہ ہیں۔

اختلاف کی پہلی وجہ | متی اور مرقس کے بیان کے مطابق یہ واقعہ عید فصح کے دودن بعد پیش آیا اور یوحنا کے مطابق عید فصح سے چھ دن پہلے وقوع پذیر ہوا۔

دوسری وجہ | متی اور مرقس کے بیان کے مطابق وہ شمعون کا گھر اور یوحنا کے مطابق یہ لعزر کا گھر تھا۔

تیسری وجہ | متی اور مرقس کے بیان کے مطابق اس عورت نے عطر سر پر ڈالا اور یوحنا کے مطابق پاؤں پر ملا اور پھر اپنے بالوں سے پونچھا۔

چوتھی وجہ | متی ناراضگی کا اظہار اور اعتراض کرنے والوں کو مسیح کے شاگرد بتاتا ہے اور مرقس عام لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ مگر یوحنا صرف یہودان اس کے یوقی بتاتا ہے۔

پانچویں وجہ | مرقس اُس عطر کی قیمت تین سو سے زائد بیان کرتا ہے اور یوحنا مرقس
تین سو کہتا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر اربعین کو مجبوراً تین واقعات پر محمول کرنا پڑا ہے۔
مگر یہ دونوں توجہیں اپنی بات کو زبردستی منزاع کے مترادف ہے۔ بظاہر یہ واقعہ
ایک ہی ہے اس لئے کہ یہ ایک امر بعید ہے کہ ہر بار دعوت اور کھانے کے وقت ہی
عطر ملا جائے اور ملنے والی بھی عورت ہی ہو اور ہر مرتبہ دیکھنے والے اُس عورت کے عمل
پر اعتراض کریں اور حضرت عیسیٰ اُس کا عذر فرمائیں۔ تعجب ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ
اُس عورت کے اس فعل کو درست قرار دے چکے تھے تو پھر بھی اس کے شاگرد اور حواری
اسی پر اعتراض کرتے رہے۔

حقیقت یہی ہے کہ واقعہ ایک ہے اور انجیلوں کا اختلاف ان کی عادت کے
مطابق ہے اور ان کی یہ عادت ابتداء سے اختتام تک اسی طرح ہے۔

سولہواں شاہد

نزولِ مسیح اور قیامت کے بارے میں پشین گوئیاں | متی باب ۲۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے :-

آیت ۴، ۳ = اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اس کے شاگردوں نے اُس کے
پاس آکر کہا، ہلکو بتایہ باتیں کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونیکا
نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا۔۔۔ ”آخر“

ملہ اعجاز عیسوی کے اعلیٰ نسخے میں متی کی آیات کا حوالہ ۱۹۵۳ء اور ۸۴ء کے اردو ترجمہ سے دو
جگہ دیا ہے، ہم نے ان دونوں کے بجائے جدید ترجمہ کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان قدیم و جدید
ترجموں میں مذکورہ آیات میں تقریباً مماثلت ہے، البتہ جہاں کچھ فرق ہوا حاشیہ میں اس کی
وضاحت کر دی جائے گی۔ ۱۲ ن

آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ :-

”پس جب تم اُس اجاڑے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا
مقدس مقام میں کھڑا ہو دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے) تو جو یہودیہ میں ہوں، وہ
پھاڑوں پر سجا جائیں، جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نہ اترے
اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے“

آیت ۲۱ :-

”کیونکہ اُس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع نہ اب تک ہوئی
نہ کبھی ہوگی“

آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱ :-

”اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی
روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی
جائیں گی اور اُس وقت ابن آدمؑ کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اُس وقت
زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے
ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ
اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے
اس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں گے“

آیت ۳۴، ۳۵، ۳۶ :-

۱۔ قوسین کی عبارت قدیم حوالہ میں کو جو نہیں ہے۔ ۱۲ ن

۲۔ قدیم ترجمہ ”قوتیں ہلا جائیں گی“ ہے، مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ ۱۲ ن

۳۔ انجیل میں حضرت مسیحؑ نے اپنے آپ کو اکثر ابن آدم کے نام سے یاد کیا ہے، یہاں بھی خود ہی مراد ہیں۔ ۲۲ تفسیر

۴۔ قدیم ترجمہ میں ”گھرانے“ مذکور ہے، مقصود ایک ہی ہے۔ ۱۲ ن

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔
آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی، لیکن اُس دن اور
اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا مگر
صرف باپ۔“

فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء میں آیت ۲۹ اور ۳۴ اس طرح ہیں :-

”و بعد از رحمت ان ایام فی الفور آفتاب تا یک خواہد شد الخ“

بدستی کہ بشما می گویم کہ تا جمیع این چیز ہا کامل نہ کرد و این طبقہ منقرض
نخواہد گشت۔“

مرقس باب ۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ یوں ہے :-

”مگر ان دنوں میں اُس مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند
اپنی روشنی نہ دے گا اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے اور جوتوں
آسمان میں ہیں وہ بلائی جائیں گی اور اس وقت لوگ ابن آدم کو بڑی قدرت
اور جلال کے ساتھ بادلوں میں اُتے دیکھیں گے۔“

آیت ۳۰ اس طرح ہے :-

۱۔ ”یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی“ کے الفاظ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہیں :-

”اس وقت کے لوگ گزر نہ جائیں گے، ہے، مفہوم ایک ہی ہے۔ ۱۲ ن

۲۔ قدیم حوالہ میں ”نہ بیٹا“ کا لفظ موجود نہیں ”مگر صرف باپ“ کے بجائے ”میرے باپ

کے سوا“ کے لفظ ہیں۔ ۱۲ ن

۳۔ اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ میں مرقس اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۳ء کا حوالہ ہے، ہم نے جدید ترجمہ کو

اختیار کیا ہے اور جہاں قدیم و جدید میں فرق ہے حاشیہ میں اس کی نشاہد ہی کر دی ہے۔ ۱۲ ن

۴۔ قدیم حوالہ میں ”ستارے گر جائیں گے“ اور ”وہ ہل جائیں گی“ مذکور ہے۔ ۱۲ ن

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہوئیں یہ نسل ہرگز
تہام نہ ہوگی“ ۱۷

آیت ۳۲ یوں ہے :-

”لیکن اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ
بیٹا مگر باپ“

فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء آیت ۳۰ اس طرح ہے :-

”بدستی کہ بشما میگویم کہ تا تہای این چیز واقع نہ گردد و این طبقہ منفرض
نخواہد گشت“

لوقا باب ۲۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۶ اور ۳۲
اس طرح ہیں :-

۲۰، ۲۱، ۲۲ = پھر جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک

ہے۔ اس وقت جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں گے۔ کیونکہ یہ انتقام کے
دن ہوں گے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی“

۲۵ = اور سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو
تکلیف ہوگی کیونکہ وہ سمندر اور اس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی“ ۱۸

۱۷ قدیم حوالہ میں ۱۸۴۲ء کے ترجمہ میں ”یہ سب باتیں“ یوں ہے ”اس زمانے کے لوگ جب تک یہ سب کچھ
واقع نہ ہوئے گزرنے جائیں گے“ مفہوم میں کچھ تغیر نہیں۔ ۱۲ ان ۱۷ ”اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی الہ“
قدیم حوالہ میں یوں ہے ”اور زمین پر اقوام گھبراہٹ میں گرفتار ہوں گی اور دریا کا اور موجوں کا شور ہوگا“
ایک ہی آیت کے دو ترجموں کے مفہوم میں فرق ہے، قدیم ترجمہ سے اقوام کی گھبراہٹ کا سبب معلوم نہیں ہوتا نیز
دریا اور موجوں کے شور کو مستقل نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے، قطع نظر اس کے کہ کسی کو گھبراہٹ ہو یا نہ ہو،
اس کے برعکس جدید ترجمہ میں اس شور کو گھبراہٹ کا سبب قرار دے دیا گیا ہے، غور طلب ہے!

آیت ۲۷ :- ”اُس وقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے ہوئے دیکھیں گے“

آیت ۳۲ :- ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی“

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں نے ہیکل کی تباہی، نزول مسیح اور قیامت کی علامات کے بارے میں سوال کیا تھا، چنانچہ جواب میں جناب مسیح نے :-
 • یروشلم کی تباہی کی خاص نشانی یہ فرمائی کہ دانی ایل کی خبر کے مطابق یروشلم کو فوجیں گھیر لیں گی۔ اور فرمایا کہ یہ دیکھ کر تم پہاڑوں پر بھاگ جانا، کیونکہ ان دنوں میں ایسی مصیبت ہوگی کہ تخلیقِ عالم سے اب تک کبھی نہیں ہوئی اور وہ دن انتقام لینے کے ہوں گے۔

• اپنے نزول اور قیامت کے بارے میں فرمایا کہ اُس مصیبت کے فوراً بعد یہ دونوں امر بھی وقوع پذیر ہو جائیں گے اور اُس نسل اور طبقہ کے لوگ ان سب چیزوں کو دیکھ لیں گے اور جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ لیکن اُس دن کی بابت اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا، نہ میں نہ فرشتے۔

ان عبارتوں پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متی کی عبارت میں آیت ۲۸ تک ہیکل کی تباہی اور آیت ۲۹ سے آخر تک قیامت اور اپنے نزول کا حال بیان ہوا ہے۔ پولس اور اسٹوارٹ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح مرقس آیت ۲۴ سے ۳۲ اور لوقا آیت ۲۵ سے آخر تک کی عبارتوں میں قیامت کا حال اور جناب مسیح کے نزول کا بیان ہوا ہے۔

اس صورت میں متی آیت ۳۴، مرقس آیت ۳۰ اور لوقا آیت ۳۲ کے مطابق تینوں امور کا وقوع اُس نسل کے لوگوں کی زندگی میں ہی ہو جاتا تھا کہ مسیح کا یہ قول

کہ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے مگر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی، سچا ثابت ہو جاتا۔
حالانکہ تقریباً اٹھارہ سو برس گزر چکے مگر صرف یروشلم کی بربادی کے علاوہ اور کچھ بھی
ظہور پذیر نہیں ہوا۔

باقی عیسائی علماء نے اس بارے میں کھینچا تانی کر کے جو باتیں کہی ہیں وہ ناقابل
النفات ہیں اور انصاف کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہیں، اس لئے کہ متی آیت ۲۹
اور مرقس آیت ۲۴ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یروشلم کی بربادی کے بعد انہی دنوں
میں فوراً یہ دونوں امور بھی وقوع پذیر ہو جائیں گے اور متی آیت ۳۴ اور مرقس آیت
۳۰ کے مطابق اُس نسل کے لوگ ان تینوں امور کا وقوع میں آنا دیکھ لیں۔ اسی طرح
مسیح کے اُس وقت کے لوگوں کی زندگی میں ہی نزول کے وعدے مسیح کے دوسرے
اقوال میں بھی موجود ہیں۔

اپنے نزول کے بارے میں مسیح کی مزید پیشین گوئیاں | متی باب ۱۶
آیت ۲۷، ۲۸

اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

لے تقریباً اٹھارہ سو برس تو اُس وقت ہو چکے تھے جب ”اعجاز عیسوی“ کی تالیف ہوئی تھی، اب
تو تقریباً دو ہزار سال ہو چکے ہیں، مگر یہ قول سیحی صادق نہ آسکا۔ واصل مسیح علیہ السلام کے
جہلی شاگردوں کا یہ الہام دورِ جدید کے ایک خود ساختہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں
کی طرح کلہا ہے جو شائع تو کر دی گئیں، مگر آج تک پوری نہ ہو سکیں۔ سچے نبی کی زبان
سے نکلے ہوئے لفظ یقیناً پورے ہو کر رہتے ہیں، مگر جب نبوت کا دعوے اچھوٹا
ہو یا سچے نبی کی طرف جھوٹی بات اپنی طرف سے منسوب کر دی جائے تو اس کے پورا ہونے
کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے ؟

دیکھو کہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اُس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ بہرگز نہ چکھیں گے۔
فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء میں آیت ۲۸ یوں ہے :-

”بدستی کہ بشما میگویم کہ ایستادگان اینجا کسانے می باشند کہ تا فرزند انسان را در حالتی کہ در ملکوت خودی آید مشاہدہ ننمائید ذائقہ مرگ را نخواہند چشید“

اس جگہ صاف اقرار کیا گیا ہے کہ وہاں کھڑے ہوئے بعض لوگوں کی زندگی میں ہی نزولِ مسیحی ہو جائے گا۔ متی باب ۱۰ آیت ۲۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-
”..... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکے گے کہ ابن آدم آجائے گا۔“

اس مقام پر نزول کا وعدہ حواریوں کی زندگی میں ہی معلوم ہوتا ہے۔ حواریوں کے اقوال سے بھی صاف طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے اور ان کو امید بھی یہی تھی کہ نزولِ مسیح لے یہ بقول انجیل خود حضرت مسیح کا قول ہے اور اس سے آخر زمانے میں تشریف لانے کی طرف اشارہ ہے۔
۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیات اس طرح ہیں کہ ابن آدم اپنے باپ کے شکوہ سے اپنے فرشتوں کے ساتھ آوے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں، بعض ہیں جو موت کا مزہ جب تک کہ ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتا نہ دیکھ لیں چکھیں گے۔“ ۱۲ فہیم -

۱۷ اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کی بستیوں میں درو بست نہ پھرو گے جب تک کہ ابن آدم نہ آئے۔“ ۱۲ فہیم :-

جلد ہی ہوگا اور یہ کہ ہم آخری زمانہ میں ہیں۔

نزل مسیح کے بارہ میں حواریوں کے اقوال

ذیل میں نزول مسیح کے بارہ میں حواریوں کے اقوال شرف درج کئے جاتے ہیں :-

● یعقوب کا عام خط باب ۵ آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”تم بھی صبر کرو اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے“

● پطرس کا پہلا عام خط باب ۱ آیت میں ہے :-

”سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔ پس ہوشیار رہو

اور دعا کرنے کے لئے تیار رہو“

● ارتھسکینیکوٹ کے نام خط باب ۴ آیت ۱۵ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ

میں ہے :-

”چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام کے مطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زندہ ہیں اور خداوند

کے آنے تک باقی رہیں گے سوئے ہوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے“

● فلپیوں کے نام خط باب ۴ آیت ۵ میں ہے :-

”تمہاری نرم مزاجی سب آدمیوں پر ظاہر ہو، خداوند قریب ہے“

● یوحنا عارف کا مکاشفہ باب ۱ آیت ۱، ۳ میں ہے :-

۱۔ اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں ان اقوال کے لئے اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۴۲ء کا حوالہ ہے، ہم نے

جدید ترجمے کو اختیار کیا ہے، جہاں کہیں قدیم و جدید تراجم میں قابل ذکر فرق ہوگا، حاشیے میں

اس کی نشاندہی کرتے جائیں گے۔ ۱۲ فییم

۲۔ قدیم حوالہ میں ”تیار“ کے بجائے ”جاگتے رہو“ کے الفاظ ہیں۔ ۱۲۔ فییم

۳۔ قدیم حوالہ میں لفظ ”کلام“ کی جگہ ”حکم“ کا لفظ ہے جس میں یقینیت زیادہ ہے۔ ۱۳ ن

۴۔ قدیم حوالہ میں ”نرم مزاجی“ کی جگہ ”میانہ روی“ کا لفظ ہے۔ ۱۲ فییم

”یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اسے خدا کی طرف سے اس لئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے“ الخ

● ”اس نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا اور اس کے سننے والے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنے والے مبراہ ک ہیں، کیونکہ وقت نزدیک ہے۔“

● مکاشفہ باب ۳ آیت ۱۱ میں ہے :-

”میں جلد آنے والا ہوں الخ“

● مکاشفہ باب ۲۲ آیت ۷، ۱۰ اور ۲۰ میں ہے :-

”اور دیکھ میں جلد آنے والا ہوں الخ“

پھر اس نے مجھ سے کہا اس کتاب کی نبوت کی باتوں کو پوشیدہ نہ رکھ کیونکہ وقت نزدیک ہے۔“

”جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ بے شک میں جلد آنے والا ہوں الخ“

● اگر تحقیقوں کے نام خط باب ۱۰ آیت ۱۱ میں ہے :-

”یہ باتیں ان پر عبرت کے لئے واقع ہوئیں اور ہم آخری زمانہ والوں کے نصیحت کے واسطے لکھی گئیں :-“

● یوحنا کا پہلا عام خط باب ۲ آیت ۸ ایوں ہے :-

”اے لڑکوں! یہ اخیر وقت ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مخالف مسیح آنے والا ہے، اس کے موافق اب بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے ہیں، اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ اخیر وقت ہے۔“

۱، ۲، ۳، قدیم حوالہ میں ”میں جلد آنے والا ہوں“ کے بجائے ”میں جلد آتا ہوں“ کے الفاظ ہیں ۱۲

۱۲، قدیم حوالہ میں ”عبرت“ کے بجائے ”نمونہ“ کا لفظ ہے - ۱۲ فہیم :-

ان مذکورہ بالا اقوال کی ہمارے مدعا پر دلالت بیان کرنے کی محتاج نہیں۔ پٹی نے اپنی کتاب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حواری حضرات غلطی سے یہ عقیدہ رکھتے تھے، اس کتاب کی عبارت کی تلخیص چوتھی فصل کے آخر میں بیان کی جائے گی۔

صاحب حل الاشکال کی توجیہ | ”حل الاشکال“ کے مؤلف نے استفسار کے جواب میں لکھا ہے :-

”اس باب میں جیسا کہ مذکور ہوا مسیح نے یروشلم کی ویرانی اور قیامت کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ لہذا بعض الفاظ سے قیامت کی طرف اور بعض سے یروشلم کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ سورج کا تاریک ہونا اور ستاروں کا آسمان سے گر جانا کے الفاظ قیامت کے ساتھ اور اُس گروہ کا ختم نہ ہونا یا یہ نسل یا اس وقت کے لوگ تمام نہ ہوں گے کے الفاظ کا یروشلم کی ویرانی کے ساتھ تعلق ہے، یعنی مضمون یوں ہوں گا کہ اس سے پہلے کہ مسیح کے زمانے کے لوگ تمام ہو جائیں یروشلم ویران و برباد ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ توارخ سے مسیح کی بات درست ثابت ہوئی اور مولوی صاحب (یعنی صاحب استفسار) کا بیان غلط ٹھہرا۔“

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ متی کی آیت ۳ کے مطابق شاگردوں کا سوال یروشلم کی بربادی اور قیامت دونوں کی علامات کے بارے میں تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام میں اس سوال کے جواب میں ان دونوں امور کا ہی بیان ہے۔ مگر اس کلام کی تقسیم اسی طرح ہے جیسا کہ پوکس اور اسٹیوارڈ وغیرہ نے مسیحی علماء سے نقل کی ہے کہ آیت ۲۸ تک یروشلم کی بربادی کا اور ۲۹ سے آخر تک قیامت اور نزول مسیح کا بیان ہے، اس سے مختلف مفہوم پر محمول کرنا متی کی عبارت کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصہ بحث | مذکورہ بالا اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس خبر کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ اس سے ہمارا یہ عقیدہ نہ سمجھنا چاہیے۔

کہ یہ مسیح کا قول تھا اور جھوٹا ہو گیا، بلکہ ہم ایسی جھوٹی روایتوں کو الحاقی سمجھتے ہیں اور انجیل متی کو تمثیلی تحریر ہونے کا سرے ہی سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تو متی تحریر کا ترجمہ ہے اور غالباً اہل کتاب مترجموں کی عادت کے مطابق مترجم نے یا کسی دوسرے نے اس کے بعد اس جھوٹی عبارت کو لکھ دیا ہے۔ ”حل الاشکال“ کے مؤلف نے سابقہ توجیہ کے علاوہ بعض علماء سے ایک اور توجیہ بھی نقل کی ہے۔ مگر جب وہ توجیہ جہور مسیحی علماء کے نزدیک ناقابل التفات ہے تو ہم اُس کی طرف کیوں التفات کریں۔ نیز متی باب ۲۸، ۲۹ اور باب ۲۳ کی آیت ۲۳ میں یہ تاویل چل بھی نہیں سکتی۔

ستر صواۓ شاہد

مسیح کے زندہ ہونے کی پیشین گوئی | متی باب ۱۲ آیت ۳۹، ۴۰ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”اُس نے جواب دے کر اُن سے کہا اس زمانے کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہؑ بھی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا، کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا“

اور یہ جملہ کہ ”ویسے ہی ابن آدم الخ“ دوسرے ترجموں میں اس طرح ہے ”جیسے آدم الخ“ کے اردو ترجمہ میں ہے :- ”اسی طرح ابن آدم بھی تین رات دن زمین کے اندر رہے گا“

۱۔ آخری جلد ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں بھی اسی طرح ہے جس کا اصل کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے۔ ۱۳ ن

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہاں ”بداور حرام کار“ کے الفاظ ہیں۔ ۱۳ فہم

۳۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام۔ ۱۲ تفتی :-

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں ہے :-

”فرزند انسان نیز سہ شاعر و زور شکم زمین خواہد ماند“

۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں ہے :-

كلک يكون ابن الانسان في قلب الارض ثلثة ايام و

ثلاث ليالى -

اور متی باب ۱۶ آیت ۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ کے

نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا۔ الخ

اور متی باب ۲۰ آیت ۱۸ و ۱۹ اس طرح ہے :-

”دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے

حوالے کیا جائے گا اور وہ اسی کے قتل کا حکم دیں گے اور اُسے غیر قوموں

کے حوالہ کریں گے تاکہ وہ اُسے ٹھٹھوں میں اڑائیں اور کوڑے ماریں اور صلیب

پر چڑھائیں اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا“ ۱۷

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہاں ”برے اور زنا کار“ کے بجائے ”بد اور

حرام کار“ کے الفاظ ہیں - ۱۲ فہیم

۱۷ صدار کاہن High Priest بنی اسرائیل کے یہاں ایک مذہبی عہدہ ہوتا تھا، تورات میں ہے کہ

یہ عہدہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو سونپا تھا، اس کا خاص شعار اور لباس ہوتا ہے اور

کچھ مخصوص فرائض تفصیل کے لئے دیکھیے خروج ۲۹، ۶۸ اور اخبار باب ۱۶، ۸ - تقی

۱۷ ”تیسرے دن زندہ کیا جائے گا“ کے الفاظ قدیم حوالہ میں اس طرح ہیں ”وہ تیسرے دن پھر جی

اٹھیں گا“ قدیم حوالہ میں یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ خود بخود زندہ ہو جائے گا جو کہ کسی عقیدہ ”الوہیت مسیح“

کا مقتضا ہے، مگر جدید ترجمہ میں یہ تاثر مفقود ہے - ۱۲ ن

مرقس باب ۱ کی آیت ۳۳ و ۳۴ بھی متی کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق ہی ہے۔
متی باب ۲۷ آیت ۶۲، ۶۳ یوں ہے :-

دوسرے دن جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کا ہنوں اور فریسیوں نے
پلاطس کے پاس جمع ہو کر کہا۔ خداوند! ہم یاد ہے کہ اس دھوکے باز نے جیتے
جی کہا تھا میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا ۱۱

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے سب حواریوں، اپنے مریدوں،
اور کاہنوں، فریسیوں اور صدوقیوں کے سامنے کہا تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور
تین رات زمین کے اندر رہوں گا۔ پھر یرושلم جاتے ہوئے بارہ حواریوں کو بھی اس
بات کی خبر دی تھی اور یہ بات اتنی شہرت پا گئی تھی کہ یہودیوں کو بھی یقین تھا کہ عیسیٰؑ نے
یہ فرمایا ہے۔ تب ہی تو انہوں نے پلاطس سے جا کر کہا تھا۔

یہ بات دو وجوہ کی بنا پر غلط معلوم ہوتی ہے :-

۱۔ جناب مسیحؑ تین دن تین رات کے بجائے صرف ایک دن اور دو رات زمین کے اندر
مدفون رہے تھے۔ چنانچہ پولس اور شولتز جیسے بعض مسیحی علماء نے اس جگہ انصاف کے
تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا قول نہیں بلکہ
متی نے اپنے انداز سے یہ تفسیر مسیحؑ کے قول کے ساتھ خلط ملط کر دی ہے۔ درحقیقت
مسیح علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ جیسے نینوا والے یونس علیہ السلام کی ذات اور
آپ کی تعلیمات پر بغیر معجزہ طلب کئے ایمان لے آئے تھے، اسی طرح اس زمانہ کے لوگ

۱۲۔ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں ”دوسرے روز جو تیاری
کے دن کے بعد ہے، سردار کاہن اور فریسیوں نے پلاطس کو جمع ہو کر کہا کہ اے خداوند! ہم
یاد ہے کہ وہ دغا باز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اٹھوں گا“ ۱۳

۱۴۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی قوم - ۱۲ تفسیر

بھی مجھ پر اور میری تعلیمات پر ایمان لے آئیں۔

۲۔ جب یہ خبر اتنی مشہور تھی کہ یہودیوں کو بھی اچھی طرح معلوم تھا اور حواریوں نے بھی یہ خبر بادِ ہاشمی تھی۔ تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حواریوں، حضرت مریم اور مریدوں میں سے کسی کو بھی یہ بات یاد نہ رہی اور جناب مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت تک حواری اُن کے زندہ ہونے میں شک کرتے رہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سب جملے الحاقی اور بے بنیاد افسانہ ہیں جن کو بعد میں شامل کیا گیا ہے، جناب مسیح نے اس بات کی پیشین گوئی ہرگز نہیں کی۔ اس کی تائید بہت سے اقوال سے ہوتی ہے۔

● یوحنا باب ۲۰ آیت ۱، ۲ اور ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

» ہفتہ کے دن مریم مگدلینی ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرہ ہی تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا۔ پس وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع عزیز رکھتا تھا، ددڑی ہوئی گئی اور اُن سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھ دیا ۱۲

دیکھئے اگر مذکورہ پیشین گوئی جناب مسیح نے کی ہوتی تو یہ عورتیں جن میں سے ایک کا نام بھی یوحنا نے لکھا ہے، پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھ کر فوراً یقین کر لیتیں کہ جناب مسیح اُنہیں کی روایت کے مطابق یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیرو تھیں (اور بزعم نصاریٰ) آپ کی قبر پر زیارت کے لئے آئی تھیں۔ ۱۲ تفسیر

۱۲ اور ترجمہ ۱۹۵۲ء کے مطابق یہ آیات ان الفاظ میں ہیں » ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا تب وہ شمعون پطرس اور اُن دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا ددڑی آئی اور اُنہیں کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہم نہیں جانتے کہ اُنہوں نے اسے کہاں رکھا ۱۳ فییم (واضح رہے کہ ہفتہ کا پہلا دن بائبل کی اصطلاح میں اتوار ہے)۔

اپنی پیشین گوئی کے مطابق زندہ ہو گئے ہیں، ان کو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ لوگ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اُسے کہاں رکھ دیا۔

● لوقا باب ۲۴ آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

”جنہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں وہ مریم مگدالینی اور یوانہ اور یعقوب کی ماں مریم اور ان کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں، مگر یہ باتیں انہیں کہانی سے معلوم ہوئیں اور انہوں نے ان کا یقین نہ کیا۔ اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔“

غور کیجئے کہ پیشین گوئی کی صورت میں حواری حضرات اُن عورتوں کی باتوں کو جھوٹ کیوں سمجھتے اور یقین نہ آنے کی کیا وجہ تھی اور قبر کو خالی دیکھ کر سب سے بڑا حواری پطرس تعجب کیوں کرتا۔

● مرقس باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”وہ اس کے بعد وہ دوسری صدمت میں ان میں دو کو جب وہ دیہات کی طرف پیدل جا رہے تھے دکھائی دیا، انہوں نے بھی جا کر باقی لوگوں کو خبر دی، مگر انہوں نے ان کا بھی یقین نہ کیا۔ پھر وہ ان گیا رہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر اُن کو

۱۔ انہیں متی ۲۷: ۵۶ میں یوسیس کی ماں کہا گیا ہے۔ ۲۔ تھی

۳۔ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں روایت کرتے ہیں ”اور مریم مگدالیا اور یوحنا اور مریم یعقوب کی ماں اور دوسری عورتیں جو ساتھ تھیں انہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں پر انہیں ان کی باتیں کہانی سی سمجھ پڑیں اور ان کا اعتقاد نہ کیا تب پطرس اٹھ کر قبر کی طرف دوڑا اور جھک کر دیکھا کہ مرن کفن پڑا ہے اور اس ماجرے سے اپنے جی میں تعجب کرتا چلا گیا۔“ ۲۔ فیہم

ملامت کی کیونکہ جنہوں نے اُس کے جی اٹھنے کے بعد اُسے دیکھا تھا انہوں نے
ان کا یقین نہ کیا تھا ۱۱

غور کیجئے کہ باوجودیکہ پہلے عورتیں گواہی دے چکی تھیں۔ پھر دوسری مرتبہ دو خوار یوں
نے بھی گواہی دی تھی۔ بھلا پیشین گوئی کی صورت میں باقی حواری کس طرح یقین نہ کرتے۔
سبحان اللہ! عجیب معاملہ ہے کہ جناب مسیح کی صحبت میں سال ہا سال رہنے کے باوجود
خوار یوں میں سخت دلی اور بے یقینی کی کیفیت موجود رہی۔

اٹھا رہا تھا شاہد

۱۲ بارہ حواری یا گیارہ؟ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱ کی آیت ۵ ۱۹۵۹ء
کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور کیفا کو اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا“

یہ صریحاً غلط ہے۔ کیا مقدس پولس کو اُس وقت یاد نہ رہا کہ یہوداہ اسکریوتی
جو اُن بارہ میں شامل تھا جناب مسیح کو گرفتار کرنے کے بعد اُن کے مصلوب ہونے
سے پہلے ہی اپنے اس فعل پر لشیان ہو کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر چکا

۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اوسکے بعد وہ دوسری صورت
میں اون میں سے دو کو جس وقت کہ وہ چلتے تھے اور دہات کی طرف جاتے تھے،
دکھائی دیا اونہوں نے جا کے باقی لوگوں کو خبر دی اور اونہوں نے بھی اونکی باتوں پر
یقین نہ لایا۔ آخر اوس نے اون گیا رہوں کو جب وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور
اونکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی کیونکہ اونہوں نے اون کی باتوں کا جنہوں نے
اوسکے جی اٹھنے کے بعد اوسے دیکھا یقین نہ لایا تھا“ ۱۲ فییم

۱۲ فییم حوالہ میں ”اور کیفا“ (یعنی پتر) الح ہے۔ پتر جدید ترجمہ میں پطرس ہے۔ ۱۲ ن

تھا جس کی تصریح متی باب ۲ میں موجود ہے۔ اسی لئے مرقس باب ۱۲ آیت ۱۴ میں بھی
موجود ہے کہ جناب مسیح دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اُن گیارہ کو دکھائی دیئے تھے۔
اس شبہ کے دفعیہ کی غرض سے بعض مسیحی دینداروں نے تحریف کر کے ”بارہ“
کا لفظ گیارہ سے بدل دیا تھا، مگر افسوس ان کی یہ تحریف چل نہیں سکی۔

انیسواں ^{۱۹} شاہد

حواریوں کا عقیدہ حیات مسیح | وارڈ اپنی کتاب اعلیٰ نامہ کے صفحہ ۷۳ پر
لکھتا ہے :-

”جان کالوین کو حواریوں کے عقیدے میں یہ شبہ تھا کہ آیا یہ اُنہی کا بنایا ہوا
ہے یا نہیں۔ اسی بنا پر اس نے متی باب ۲۰ آیت ۱۶ سے یہ جملہ ”کیونکہ بہت
بلے گئے پرچنے ہوئے تھوڑے ہیں“ غلط قرار دے کر نکال دیا ہے۔“
ملاحظہ کیجئے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیشوا جان کالون نے ہمیں یہ دو باتیں
عنایت کیں :-

۱۔ حواریوں کا یہ عقیدہ جس کو ہمارے زمانے کے مسیحی مدارِ ایمان قرار دیتے ہیں اسی
حواریوں کی طرف نسبت کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔

۲۔ انجیل میں سے مذکورہ بالا جملہ غلط ہونے کی بنا پر نکال دینے کے قابل ہے۔

بیسواں ^{۲۰} شاہد

ایبیا تر کاہن یا اخیملک | مرقس باب ۲ آیت ۲۶ یوں ہے :-

”اور وہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی

دی“ (متی باب ۲۷ آیت ۵)

۱۹۵۶ء کے اردو ترجمہ میں متی باب ۲ آیت ۱۶ میں یہ جملہ شامل نہیں ہے۔ ۱۲ ن

”وہ کیونکر ایسا تر سردار کاہن کے دنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اُس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سوا اور کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں۔“

میں کہتا ہوں یہاں لفظ ایسا تر غلط ہے۔ کیونکہ اس سردار کا نام اخیملک تھا جس کی تصریح سموئیل اول باب ۲۱ میں موجود ہے یہ
اکیسواں شاہد

نہ کر یاہ یا بر میاہ | متی باب ۲۷ آیت ۹ میں ہے :-
 ”اُس وقت وہ پورا ہوا جو یر میاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا“ الخ
 میں کہتا ہوں اس آیت میں لفظ یر میاہ غلط استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر ذکر کیا ہونا چاہیے۔ کیونکہ نہ کر یاہ باب ۱۱ کی آیت ۱۲، ۱۳ میں متی کی مذکورہ عبارت سے ملتی جلتی عبارت موجود ہے۔ اگرچہ لفظ اور معنی کے اعتبار سے ان دونوں میں بھی بڑا فرق ہے۔ اس کے برعکس کتاب یر میاہ میں تو اس مفہوم کی عبارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

دار واپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۲۶ پر لکھتا ہے :-
 ”مستر جوئل اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ مرقس نے اخیملک کی بجائے غلطی سے ایسا تر لکھا ہے اور متی نے نہ کر یاہ کی جگہ یر میاہ - ڈاکی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں متی باب ۲۷ کی آیت ۹ کے ذیل میں ہے کہ ”یہ لفظ جو یہاں منقول ہیں کتاب یر میاہ میں موجود نہیں، البتہ کتاب نہ کر یاہ باب ۱۱ کی آیت ۱۲ میں ہیں“ دیگر توجہات میں سے ایک توجہ یہ بھی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں نقل کرتے وقت کاتب نے غلطی سے

۱۔ سموئیل اول باب ۲۱ آیت ۱ اور داؤد ثوبت میں اخیملک کاہن کے پاس آیا اور اخیملک داؤد سے ملنے کو کانپتا ہوا آیا“ الخ ۱۲ فہیم

زکریا کے بجائے یرمیاہ کا نام لکھ دیا ہے۔ یہ غلطی بعد میں متن میں داخل ہو گئی
جس کی تصریح بشپ پیئرس نے کی ہے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ اس مفسر کی مختارہ توجیہ کے مطابق یہ غلطی مسام ہو کر کاتب کی
طرت منسوب ہو گئی۔ ہورن شرح انجیل کی جلد اول کے صفحہ ۶۲۵ پر لکھا ہے :-
”انجیل نویس نے اسل نسخہ میں بنیمبر کا نام نہیں لکھا تھا، مگر کسی کاتب نے بعد
میں یرمیاہ کا نام درج کر دیا۔ چنانچہ بارہویں صدی کے دستخون، سریانی ترجمہ
قدیم فارسی ترجمہ، نئے یونانی ترجمہ اور بعض قدیم قلمی نسخوں میں یرمیاہ کا نام
موجود نہیں ہے اور اس احتمال کو کہ متی نے یرمیاہ کا نام نہیں لکھا تھا، اس
بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ متی عموماً اپنے حوالوں میں نبیوں کا نام نہیں لکھتا۔
ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۵-۳۸۶“

حوالہ میں مذکور صفحات بظاہر اسی جلد اول کے معلوم ہوتے ہیں مگر اس میں تو کچھ
معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ رلد دوم کے ان مذکورہ صفحات میں یوں لکھا ہے :-
”اس حوالہ میں مشکل کچھ کم نہیں۔ کاتب یرمیاہ میں ایسی کوئی پیشین گوئی مذکور نہیں
اور زکریاہ باب ۱۱ آیت ۱۳ میں اس قسم کی پیشین گوئی موجود ہے۔ لیکن متی
کے الفاظ کی اس کے الفاظ سے کوئی مطابقت نہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے
ہے کہ متی کے نسخہ میں غلطی ہوئی ہے، کاتب نے زکریاہ کے بجائے یرمیاہ
لکھ دیا۔ اس لئے یہ لفظ الحاقی ہے۔ مگر ایسی بیک کے لکھے ہوئے گیارہویں
یا بارہویں صدی کے نسخہ میں جس پر ۳۳ کا نمبر ہے اور بارہویں صدی کے لکھے
ہوئے نسخہ میں جس پر ۱۵۴ نمبر ہے، نیز قدیم سریانی ترجمہ، جدید یونانی ترجمہ
اور ایک یا دو قدیم اطالوی نسخوں میں، بعض ان نسخوں میں جن کا حوالہ اگلسٹائن
نے لیا ہے اور ایک اس لاطینی نسخہ میں جس کا حوالہ بروجن سیس نے لیا ہے

یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ گرتیس بیک کے ایک نسخہ میں جس پر ۲۲ نمبر درج ہے، یرمیاہ کے بجائے زکریاہ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ قدیم سریانی ترجمہ کے حاشیہ پر ایڈیشنل کے عربی نسخہ میں بھی یہی لفظ (زکریاہ) درج ہے۔ اُجین اور یوسی میں کے خیال میں یہی سچی عبارت ہے۔ بڑے محققین کا خیال ہے کہ کتاب زکریاہ باب ۱۱، ۱۰، ۹ یرمیاہ کا تصنیف کیا ہوا ہے، اسلوب تحریر اور مطلب کے اعتبار سے ان کا گمان غالب یہی تھا۔ تفصیل کے لئے ڈاکٹر ہمنڈ، میڈلسٹپ گڈراور لوتھر کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔“

جلد چہارم کے صفحہ ۲۲۳ پر دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ابواب (مذکورہ بالا) حقیقتہً زکریاہ ہی کے لکھے ہوئے ہیں۔ اغلب یہی ہے کہ متنی کی عبارت بغیر کسی کا نام ذکر کئے یوں تھی ”وہ جو معرفت نبی کے کہا گیا تھا الخ“ یہ گمان اس بات سے بھی قوی ہوتا ہے کہ متنی اپنے حوالوں میں پیغمبروں کے نام اکثر چھوڑ دیتا ہے۔ بطور دلیل باب آیت ۲۲، باب آیت ۵، باب آیت ۳۵ اور باب آیت ۴ ملاحظہ کیجئے۔ اور سبیل نے اس کے ترک کرنے کو ہی پسند کیا ہے۔ اس کے بعد ہورن نے ڈاکٹر لائٹ فٹ کی بیان کردہ ایک توجیہ درج کی ہے، جلد چہارم کے صفحہ ۲۲۳ کتاب زکریاہ کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”اس کتاب کے ابتدائی حصہ کے مقابلے میں آخری حصہ کا اسلوب بیان صاف اور مضمون عالی مرتبہ ہے جبکہ ابتدائی کا گنجلک ہے، اس فرق کی بنا پر ہی سیڈ میڈ اور ڈاکٹر ہمنڈ اور بعض متاخرین محققین کا خیال ہے کہ اس کتاب کا باب ۱۱، ۱۰، ۹ زکریاہ کے تصنیف کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ متنی کے باب ۲ کی آیت ۱۰، ۹ میں زکریاہ کے بجائے یرمیاہ کا لکھنے اور ان تینوں ابواب میں ایک ہی پیشین گوئی کے ذکر کرنے کے سبب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تینوں ابواب یرمیاہ کے لکھے ہوئے ہیں“

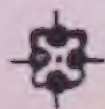
لیکن چونکہ کتاب ذکرِ آیہ کی عبارت اس زبان سے جو بابل کی قید کے بعد کے زمانہ میں اس نے استعمال کی ہے مطابقت رکھتی ہے اس لئے غالب یہی ہے۔
ممتی کی عبارت میں کاتب کی غلطی سے یرمیاہ کا نام داخل ہو گیا ہے۔ محاورہ،
اسلوب بیان، تاریخی شہادت اور اس کتاب کا آخری مضمون سب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ تینوں ابواب اُسی مصنف کے تحریر کردہ ہیں جس نے کتاب کا ابتدائی حصہ تحریر کیا ہے۔ لہذا یہ ابواب میڈ وغیرہ کے خیال کے مطابق نہ تو یرمیاہ کے تصنیف کردہ ہیں اور نہ آدچ بشپ نیو کم، آدچ بشپ سکس اور ڈوڈرلین کے خیال مطابق ذکرِ آیہ سے پہلے زمانہ کے کسی دوسرے پیغمبر کے۔

اسی مذکورہ بالا صفحہ کے حاشیہ پر ڈوڈرلین لکھتا ہے :-

”ڈاکٹر ایف بی کوٹسٹر نے اچھی طرح ثابت کیا ہے کہ عبارت کے انداز، محاورہ اور مقصود سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابواب ذکرِ آیہ ہی کے تصنیف کردہ ہیں۔“

ہورن کی مذکورہ عبارتوں سے اچھی طرح مسلم ہو گیا کہ یہ بہت مشکل مقام ہے اور کتاب یرمیاہ میں یہ بالکل موجود نہیں اور ممتی کی عبارت ذکرِ آیہ کی عبارت کے لفظی مطابقت نہیں رکھتی۔ ہورن کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ ممتی کی عبارت میں کسی کا نام نہیں تھا۔ کاتب نے غلطی سے یرمیاہ کا نام شامل کر دیا ہے۔ گریس بیک کے نسخوں، قدیم سریانی ترجمہ، جدید فارسی ترجمہ، ایک لاطینی نسخہ اور آگسٹائن کے بعض نسخوں میں یہ لفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔ منجیل وائے عربی نسخہ میں یرمیاہ کے بجائے ذکرِ آیہ درج ہے۔ اوجن اور یوسی بلیس اسی کو عتی عبارت گمان کرتے تھے۔ ڈاکٹر آتمند اور میڈ وغیرہ کا قول مردور ہے۔

مفسر خواہ اپنے قول مختار میں اس کو کاتب کی غلطی قرار دیں، بہر حال اس مقام پر ممتی کی انجیل غلطی سے مبرا نہیں ہے۔



فصل چہارم

اسے پلے اسے بات کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انبیاء اور حواریوں کے تمام تحریریں الہامیہ نہیں۔ وہ لوگ گناہوں سے، حتیٰ کہ بڑے گناہ بت پرستی اور شرک سے بڑے معصوم نہیں تھے۔ کرامت کا صدور اور روح القدس سے محض مستفیض ہونا نہ نبوت کے دلیل ہے اور نہ ایمان کے۔

مذکورہ تینوں باتیں عیسائیوں کے بڑے بڑے علماء کے اقوال اور معتبر کتابوں سے ثابت ہیں، ہم ان کے اثبات میں چند شواہد پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں

ہورن انجیل کی شرح کی جلد اول صفحہ ۱۳۱ پر پہلی شہادت

لکھتا ہے :-

و اگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی بعض کتابیں ضائع ہو گئیں تو اس سے ہماری مراد وہ کتابیں ہوتی ہیں جو الہام سے نہیں لکھی گئیں تھیں۔ آگسٹائن نے بڑے قوی دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سلاطین یورپ

اور اسرائیل کی تارنجوں میں بہت سی ایسی چیزیں کا ذکر موجود ہے جو ان کتابوں میں موجود نہیں۔ حالانکہ ان تارنجوں میں ان پیغمبروں کی کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہوئے ہیں اور بعض مقامات پر پیغمبروں کے نام بھی مذکور ہیں، مگر اُس قانون میں جسے خداوند کا کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے، یہ کتابیں موجود نہیں ہیں اور وہ اس کا صرف یہ سبب بتاتا ہے کہ پیغمبر جن کو روح القدس مذہب کی بڑی بڑی مستند چیزیں الہام کرتا تھا ان کی تحریریں دو طرح کی ہیں۔ ایک دیانتدار مورخوں کی تحریروں کی مانند (یعنی بغیر الہام کے) دوسرے الہام سے یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں قسم کے مکتوبات میں اس طرح کا فرق تھا کہ اولیٰ ان کی طرف اور دوسری قسم خدا کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ پہلی قسم سے ہمارے علم میں زیادتی اور دوسری قسم سے ہمارے دین اور قانون کی سند مقصود تھی۔

دوسری شہادت | ہورن اپنی مذکورہ کتاب کی اسی جلد کے ص ۱۳۲ پر ”جنگ نامہ خدا“ نامی کتاب کا جس کا ذکر کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴

میں موجود ہے، حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”یہ کتاب جس کے گم ہو جانے کا قوی شبہ ہے عظیم محقق ڈاکٹر لٹ فٹ کی رائے کے مطابق وہ تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ کو شکست دینے کے بعد یوشع کے لئے بطور یادداشت خدا کے حکم سے لکھا تھا انہوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کتاب میں صرف اس فتح کا حال اور یوشع کی تعلیم کے لئے لڑائی کی تدبیریں وغیرہ ہی درج تھیں۔ لہذا وہ نہ تو الہامی تھی اور نہ قانون کلیسا کا جزو تھی۔“

تیسری شہادت | تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین اس تفسیر کی آخری جلد میں بعض کتابوں کے ضائع ہو جانے کا غذریوں بیان کرتے ہیں :-

”دیہ تو ضروری نہیں کہ پیغمبر کا ہر لکھا ہوا الہامی یا قانون ہو۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ
نے بعض الہامی کتابیں لکھیں، مگر یہ تو ضروری نہیں کہ جو انہوں نے بطور تاریخ
لکھا ہے وہ بھی الہامی قرار پائے اور اس کا یاد رکھنا لازمی ہو۔ اس لئے کہ پیغمبروں
اور حواریوں کو الہام کسی خاص مطلب یا موقع پر ہی کیا جاتا تھا۔“

مذکورہ تینوں عبارتوں میں ان مفسرین اور آگستائن کا یہ بر ملا اعتراض موجود ہے
کہ پیغمبروں کی سب کی سب تحریریں الہامی نہیں ہوتیں اور جو کتابیں گم شدہ ہیں وہ الہامی
نہیں تھیں۔ یہ کہنا کہ گمشدہ کتابیں الہامی نہیں تھیں اور ”جنگ نامہ خدا“ خدا کے حکم
سے لکھنے کے باوجود الہامی نہیں تھا یہ تو محض تحکم ہے۔ لیکن اس جگہ ہمارے مدعی
کو ثابت کرتا ہے۔

کامی شمس کتا ہے :-

پچوتھی شہادت ”مستی اور مرقس حالات لکھتے وقت باہم اختلاف کر جاتے

ہیں اور جب یہ دونوں متفق ہو جائیں تو ان کے متفقہ قول کو لوقا کے قول
پر ترجیح دی جائے گی۔“

مذکورہ عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں :-

- ۱۔ مستی اور مرقس کی بعض تحریروں میں بعض مقامات پر معنوی اختلاف بھی
پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ لفظی موافقت تو کسی ایک واقعہ میں بھی موجود نہیں ہے۔
- ۲۔ تینوں انجیلیوں کا کلام الہامی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر الہامی ہوتا تو مستی اور مرقس
کے کلام کو ترجیح دینے کے کیا معنی ہوں گے۔

پانچویں شہادت یعقوب کا خط باب ۵ آیت ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں
یوں ہے :-

”لہٰذا دلیل کسی دعویٰ کی صحت پر اصرار ”تحکم“ کہلاتا ہے۔ - ۱۳ ن

”اور اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسا کے بزرگوں کو بلائے اور وہ خداوند کے نام سے اس کو تیل مل کر اس کے لئے دعا کریں۔“

اس میں یعقوب حواری بزرگوں کو وہ تیل ملنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس حکم کے بارے میں جناب توختر اپنی کتاب کی جلد دوم میں لکھتے ہیں :-

”و اگرچہ یہ خط یعقوب کا ہے مگر میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ حواری کو اس کا حق نہیں ہے کہ سیکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بنائے۔ یہ منصب صرف حضرت عیسیٰ کا تھا۔“

دیکھئے اگر یعقوب حواری کی تحریر الہام اور وحی الہی ہوتی تو پوراؤسٹنٹ فرقہ کا بانی نہ ہوتا اس پر نکیر نہ کرتا۔ حالانکہ وہ صاف انکار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ احکام شرعیہ کو مقرر کرنے کا منصب صرف حضرت عیسیٰ کے لئے مخصوص تھا اور حواریوں کا یہ منصب نہیں تھا۔

چھٹی شہادت | باسو برلیاؤن لکھتے ہیں :-

”روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے، ان کے لئے کوئی خاص زبان متعین نہیں کی تھی بلکہ اُس نے اُن کے دلوں میں صرف مضامین کا القاء کیا اور غلطیوں میں پڑنے سے اُن کی حفاظت کی اور ان کو یہ بھی اختیار دیا کہ القاء شدہ کلام کو اپنے اپنے محاورہ اور عبادت کے مطابق ادا کر دیں۔ چنانچہ جس طرح ہم اُن پاک لوگوں کی لیاقت اور ان کے مزاج کے مطابق ان کی کتابوں میں اسلوب کا فرق دیکھتے ہیں ویسے ہی اصل زبان پر عبور رکھنے والا شخص متی، لوقا، پولس اور یوحنا کے اسلوب بیان میں فرق کو

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”جو کوئی تم میں بیمار پڑے تو مجلس کے قیسوں کو بلاؤ

اور دے اویں پر خداوند کے نام سے تیل ڈھالکے اویں کے لئے دعا مانگیں“ ۱۲ فییم

۲۔ عمدتین کے پیغمبروں کی کتابوں میں - ۱۲ من المصنف

معلوم کر سکتا ہے۔ اگر روح القدس حوالہ یوں کو عبادت بھی بتا دیتا تو یہ بات ہرگز موجود نہ ہوتی بلکہ اس صورت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا اسلوب یکساں معیار کا ہوتا۔

اس کے علاوہ بعض ایسے معاملات ہیں جن میں الہام کی ضرورت بھی نہیں اور وہ یہ صورت ہے کہ ان لوگوں نے چشم دید حالات یا معتبر گواہوں سے روایت کر کے لکھا ہے۔ چنانچہ لوقا نے جب انجیل کو لکھنا شروع کیا تو بقول اس کے اس نے ان چیزوں کا حال چشم دید لوگوں سے سُن کر لکھا ہے اور اُس کے پیش نظریہ مقصد تھا کہ وہ سب چیزیں جو اُسے معلوم ہیں آنے والی نسلوں تک پہنچا دینا ایک مناسب اقدام ہے۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ معذرت کو ان باتوں کی خبر روح القدس سے ہوتی تو یقیناً وہ یوں کرتا ”بھیا کہ مجھے روح القدس نے بتایا میں نے ان چیزوں کا حال بیان کر دیا“

مقدس پولس کا ایمان لانا اگرچہ تعجب آمیز ہونے کے ساتھ خدا کی طرف سے تھا، مگر اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے لوقا کے پاس مقدس پولس اور اس کے ہمسفروں کی گواہی کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسی بنا پر اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے میں کچھ نہ کچھ فرق واقع ہو گیا لیکن کسی طرح کا تناقض موجود نہیں ہے۔“

ساتویں شہادت | واٹسن اپنی کتاب ”سالہ الہام کی جلد چہارم میں جوڈا کٹر بنسین کی تفسیر سے ماخوذ ہے لکھتا ہے :-

”لوقا کا الہام سے نہ لکھنا، اس کے دیباچہ میں خود اس کی اپنی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ گزشتہ چشم دید لوگوں اور کلام کا وعظ کرنے والوں نے جو کچھ ہم سے بیان کیا بہت سے لوگوں نے ان باتوں کو جو ہمارے نزدیک بھی یقینی تھیں لکھنا شروع

کیا تو میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ اُن تمام باتوں کی اچھی طرح تحقیق کر کے تیرے لئے احاطہ تحریر میں لاؤں۔ متقدمین علماء کا قول بھی اسی بیان کے مطابق ہے۔ چنانچہ آئرن ہیس لکھتا ہے کہ وہ چنیریں جو لوتقا نے حواریوں سے سیکھی تھیں ہمیں پہنچی ہیں۔ جیرم لکھتا ہے کہ اوتقا نے نہ صرف پولس سے جس نے گوداوند کی حیاتِ جبرانی کے وقت تربیت حاصل نہیں پائی تھی، بلکہ دوسرے حواریوں سے بھی انجیل کی تعلیم حاصل کی ہے۔“

ملاحظہ کیجئے یہ لوگ لوتقا کے الہام کے مطلقاً منکر ہیں اور جب لوتقا کو الہام نہیں ہوتا تھا تو پھر اس کی کتاب کے مستند قرار پانے کی کوئی توجیہ ممکن نہیں اور دینی مسابلات میں اس کو ہرگز قابلِ اعتبار نہیں سمجھا سکتے۔

لہٰذا لوتقا اور درجہ ۱۹۵۶ء میں باب آیت ۱-۳ میں مذکورہ مضمون یوں ہے ”چونکہ بتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے مسرّز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔ (لوتقا ۱: ۱-۳)

۲۔ پلّس یہودی حضرت مہیشج کی حیاتِ دنیوی میں ان کا اور شاگردوں کا جانی دشمن تھا اور اس نے ان حضرات کو خوب خوب ستایا مگر بعد میں خود ہی عیسائیت کا عظیم مبلغ بن بیٹھا۔ بعینہ یہی اندازِ فکر اور طریقہ علیٰ عبداللہ بن سبا یہودی نے ظہور اسلام کے بعد اختیار کیا۔ اسلامی عقائد اور امت کے اجماعی عقیدہ کو تورہ تار پیڑ و نہ کر سکا۔ البتہ بعض عجبی علاقوں کی اقوام کو اسلام ہی کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کے مد مقابل کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو فطری حادثہ کہئے یا یہودی ذہنیت کی کارستانی، دین عیسوی اور دین اسلام کو بگاڑنے کے لئے ایک ہی کردار کے دو اشخاص نے ایک جیسا طرزِ عمل اختیار کیا۔ پولس کے بارے میں تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۱۱) ۱۲ جنج

بعض عیدائی حضرات اس مقام پر دو عذر پیش کرتے ہیں :-

انجیل لوقا کے مستند ہونے کے بارے میں دو عذر

۱۔ لوقا کی انجیل کو تصنیف کے بعد پوئس نے دیکر لیا تھا، اس بنا پر اس کی صداقت کے بارے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ یہ اس لئے کہ پوئس مقدس الہامی شخص تھا۔

۲۔ یوحنا نے تینوں انجیلوں یعنی متی، مرقس اور لوقا کی انجیل کو ریکہ کیا ہے اور اس کا دیکھنا بمنزلہ الہام کے ہے۔

یہ دونوں عذر رسالہ ”الہام“ کے مؤلف نے بھی پیش کئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں عذر غلط ہیں اور کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

پہلے عذر کی تردید

پہلے عذر کے ناقابل قبول ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں :-

تمام سچی علامات کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلی مرتبہ قید ہونے کے بعد سے پہلی وجہ وفات تک پوئس مقدس کے حالات نہ تو ”رسولوں کے اعمال“ اور

عہد جدید کی کسی اور کتاب سے اور نہ ہی مقدسین کے کلام سے درست طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہورن جلد چہارم کے ص ۳۳۸ پر لکھتا ہے :-

”اس بنا پر کہ لوقا نے پوئس کی تاریخ کو رہائی کے بعد تحریر نہیں کیا اس کی ۶۲ء میں رہائی کے بعد سے وفات تک کے سفر وغیرہ کے حالات کسی

سچی خبر سے معلوم نہیں ہوتے۔“

لاد ڈنر جلد پنجم کے صفحہ ۵۳ پر لکھتا ہے :-

”اب ہمیں حوالہ ہی کے اس وقت (یعنی رہائی کے وقت) سے اس کی موت تک کی تاریخ لکھنی ہے، لیکن اس مذکورہ وقت کے بارے میں لوقا کے بیان سے کچھ

مدد نہیں ملتی اور عہدِ جدید کی دوسری کتابوں سے بہت کم معلومات ملتی ہیں اور
اسی طرح متقدمین کے کلام سے بھی کوئی خاص مدد نہیں ملتی۔ لہذا یہ معلوم
نہیں ہو سکا کہ قید سے رہا ہونے کے بعد مقدس پولس کہاں چلے گئے۔
لہذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ پہلی قید کے بعد پولس مجنوں الحال ہے تو صرف متاخرین
کا قیاس ہمارے لئے حجت قرار نہیں پاسکتا۔

عیسائی مؤرخین کے مذکورہ بالا بیان کے برعکس
مقدس پولس کے رہائی سے وفات تک کے
حالات کا تحقیقی و تاریخی تجزیہ
رہائی کے بعد وفات تک پولس کے
حالات کے بارے میں دو طرح کا نقطہ نظر
پایا جاتا ہے۔

- ۱۔ پولس رہائی کے بعد ہسپانیہ گئے، وہاں سے روم چلے گئے اور وہیں شہید ہوئے۔
- ۲۔ رہائی کے بعد یروشلم آئے اور پھر ان کلیسیوں کی جانب چلے گئے جو انہوں
نے قائم کئے تھے۔

ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں پہلا نقطہ نظر کئی اعتبارات سے قوی معلوم
ہوتا ہے۔ مثلاً :-

- مقدس پولس کے اپنے کلام میں اس سفر کی طرف اشارہ موجود ہے چنانچہ رومیوں
کے نام خط باب ۵ کی آیت ۲۳، ۲۴ میں مرقوم ہے :-

”مگر چونکہ مجھ کو اب ان ملکوں میں جگہ باقی نہیں رہی اور بہت برسوں سے
تمہارے پاس آنے کا مشاق بھی ہوں اس لئے جب اسفانیہ کو جاؤں گا
تو تمہارے پاس ہوتا ہوا جاؤں گا۔“ الخ

اس جگہ مقدس پولس کا ہسپانیہ جانے کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ جب کسی قطعی
دلیل سے پولس کا رہائی سے پہلے ہسپانیہ ہو کر آنا ثابت نہیں ہوتا تو یقیناً رہائی کے بعد

ضرور گئے ہوں گے۔ اس لئے کہ ارادہ ملتوی کر دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور جب یہ کوئی معقول وجہ معلوم نہ ہو اس وقت تک ظاہر حال کے خلاف پر محمول کرنا صریحاً ناجائز اور مقدس پولیس پر جھوٹ کا الزام لگانے کے مرادف ہے۔

● ”رسولوں کے اعمال“ باب ۲۰ کی آیت ۲۵ میں یوں لکھا ہے :-

”اور اب دیکھو میں جانتا ہوں کہ تم سب جن کے درمیان میں بادشاہی کی منادی کرتا پیرا میرا منہ پھر نہ دیکھو گے“

اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقدس پولیس کا مشرق کا ان کلیسیوں کی طرف جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا جو اس نے خود بنائے تھے۔

● کلیمنٹ اسقف دوم اپنے ایک خط میں لکھتا ہے :-

”پولیس تمام دنیا کو راستی کی تعلیم دیتے ہوئے مغرب کے علاقوں میں آیا اور شہادت کی موت پا کر پاک جگہ میں چلا گیا“

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس مقدس رہائی کے بعد مشرق کے کلیسیوں میں جانے کے بجائے ہسپانیہ کی طرف چلا گیا تھا۔

ان اقوال سے صراحت اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولیس مشرق کے بجائے مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔

پولیس نے لوقا کی انجیل نہیں دیکھی | مذکورہ بالا بیان ثابت ہونے کے بعد پولیس کا لوقا کی انجیل کو دیکھنا محال نظر آتا ہے کیونکہ جمہور عیسائیوں

کا مذہب ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل مشرق کے ایک شہر ایکٹہ کے قیام کے دوران لکھی تھی اور غالب گمان یہی ہے کہ اپنی انجیل لکھنے کے بعد فوراً تھیفلس جس کے لئے یہ تصنیف کی تھی اس کو روانہ کر دی اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ لوقا کی پولیس اور تھیفلس سے کوئی ملاقات ہوئی تھی۔ اس ثبوت کے بعد یہ بات بد اہستہ ظاہر ہے کہ پولیس نے اس انجیل کو کیوں کر دیکھا۔

دوسری وجہ | لوقا کی انجیل کی تحریر سے پولس کی وفات تک کا زمانہ بہت قلیل ہے،
 متی کی انجیل ۳۰ء یا ۳۵ء میں یہودیہ میں لکھی گئی اور مرقس اور
 لوقا نے اپنی انجیلیں تقریباً ۶۰ء میں لکھی ہیں۔ پولس اس عرصہ دراز میں یہودیہ اور
 یروشلم کے تمام علاقوں میں پھرتے رہنے کی وجہ سے ان کو نہ دیکھ سکے تو پھر بعد کے برس
 ڈیڑھ برس میں پولس نے اس کو کیسے دیکھ لیا ہو گا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس
 قلیل عرصہ میں نہ تو پولس کا لوقا کے پاس آنا اور نہ لوقا کا پولس کے پاس جانا اور نہ ہی
 لوقا کی انجیل کا اس کے پاس پہنچنا ثابت ہے۔

تیسری وجہ | وہ سب راوی جن کے اقوال سے یہ قیاس کیا گیا ہے وہ تقریباً سو
 ڈیڑھ سو سال بعد کے لوگ ہیں۔ پھر ان کی روایت کی کوئی
 سند بھی نہیں ملتی کہ ان تک یہ روایت کس ذریعہ سے پہنچی ہے، جس بنا پر وہ صرف
 اپنے ظن و تخمین سے لکھتے چلے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ اقوال بھی ایسے نہیں کہ جن سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہو کہ پولس
 نے انجیل لوقا کے ہر ہر لفظ کو دیکھا ہو۔ آئرینیوس صرف یوں کہتا ہے کہ پولس کے مرید
 لوقا نے اس خوشخبری کو جس کا وعظ پولس نے کیا، ایک کتاب میں لکھا ہے۔ اس سے

۱۔ یہ صرف اسلام کا معجزہ ہے کہ کلام الہی خراہ قرآن کی صورت میں ہے یا حدیث کی صورت
 میں، ہم تک پہنچنے تک جن لوگوں کا واسطہ درمیان میں آتا ہے سب کے نام اور حالات زندگی
 اور دیانت و امانت کی تفصیل آج بھی ایک طالب علم کے سامنے صحیح صورت حال کنول کر رہی دیتی
 ہے۔ مسلمان مآثرین و علماء کی اسمائے رجال پر مدونہ کتب حقانیت اسلام کا منہ بولا ثبوت
 فراہم کرتی ہیں۔ تفصیلات کے لئے تدوین قرآن اور تدوین حدیث کے موضوع پر لکھی گئی بے شمار
 کتب موجود ہیں۔ جرح و تعدیل کا جو فن مسلمان علماء نے ترتیب دیا، دنیا کے تمام مذاہب اس پر
 انگشت بدنداں ہیں۔ ۱۲ انجیل

یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے پولس سے سن کر لکھا ہے۔ یعنی پولس نے جو کچھ اپنے مواظف میں کہا اس میں سے جتنا لوقا کو یاد رہ گیا اس کو ایک کتاب میں لکھ لیا۔
چنانچہ لارڈز آف ٹرنیوس کے اس قول کو نقل کر کے لکھتا ہے :-
”ربط کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرقس کے انجیل لکھنے اور پولس اور پطرس کی

وفات کے بعد یہ بات (یعنی لوقا کا انجیل لکھنا) وقوع پذیر ہوئی۔“
تو اب اس صورت میں پولس کا انجیل لوقا کو دیکھنا اگرچہ محال عقلی نہیں مگر عادتاً تو محال تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن چونکہ پادری فنڈر صاحب کے نزدیک کوئی شے محال ہے ہی نہیں، اس لئے شاید ان کے نزدیک یہاں بھی کوئی مشکل درپیش نہ آتی ہو۔
ٹریل بن کے قول کا بھی یہی حال ہے کیونکہ وہ بھی صرف یہ کہتا ہے کہ لوقا کی تاریخ عموماً پولس کی طرف منسوب ہے۔ یعنی لوقا نے جو کچھ لکھا ہے پولس سے سن کر لکھا ہے۔
باقی ارجن کے قول کے بارے میں رسالہ ”الہام“ کا مؤلف خود ہی لکھتا ہے :-

”ارجن کی گواہی رومیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۴، ۲- تیمتھس کے نام خط

باب ۲ آیت ۸ یا ۲- کرمقیوں کے نام خط باب ۸ آیت ۱۸ پر ایسی صادق آ

دہی ہے کہ میں اس پر اصرار نہیں کرتا۔“

الغرض جب خود اہل کتاب اس شہادت سے استدلال نہیں کرتے اور کہتے ہیں

لے ”محال“، فلسفہ و علم کلام کی ایک اصطلاح ہے، آسان الفاظ میں اس کو ”ناممکن“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں ”محال عقلی“ سے مراد عقلی دلائل سے کسی چیز کا وقوع ناممکن ہو اور محال عادی سے مراد عقلی دلائل سے تو ممکن ہو، البتہ حالات و واقعات کا جو انداز دنیا میں قائم ہے

اس میں ایسا ہوا نہیں کرتا۔“ ۱۲ بحجیب

لے مذکورہ آیات درج کرنا ہیں۔

کہ اس سے مذکورہ آیات کی طرف اشارہ ہے۔ تو اب ہمارے جواب کی کیا ضرورت باقی رہی -

دوسرے عذر کی تردید

دوسرا عذر یعنی یوحنا نے لوقا کی انجیل کو دیکھا تھا، یہ بھی انتہائی ضعیف ہے اور اور ہم پر ہرگز حجت نہیں بن سکتا۔ صرف یوسی بیس کا یہ کہنا کہ ”یوحنا نے تینوں انجیلوں کو دیکھا اور پسند کیا ہے اور اپنی گواہی سے اس کی تصدیق کی ہے“ صرف اس کا زعم ہے۔ اس لئے کہ اس نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور ظاہر ہے یوسی بیس چوتھی صدی میں ہوا ہے اور اس نے اس روایت کو سن سنا کر لکھا ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ روایت کچھ حقیقت رکھتی ہے تب بھی خدا معلوم اُس کے اور یوحنا کے درمیان کتنے واسطے ہوں گے اور نہ معلوم یہ واسطے یعنی راوی کون کون تھے اور اُن کی ثقاہت کا کیا حال تھا؟ اس لئے کہ یوسی بیس سے پہلے کے لوگوں کی کوئی ایسی روایت نہ ہماری نظر سے گزری اور نہ اُن کی کوئی ایسی روایت غور کرنے والوں نے لکھی ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اُن کے پاس اس بارے میں کوئی روایت موجود ہی نہیں ہے۔

قطع نظر اس کے یوسی بیس کا قول چننا قابل اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس نے تو اب گریس کے خط کو بھی سچا قرار دیا تھا حالانکہ رومن کلیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے تمام علماء کے نزدیک وہ جھوٹا اور جعلی ہے۔

یوسی بیس بلا دلیل اُس کی تصدیق کرتا ہے مگر متقدمین علماء کا اس بارے میں کوئی ایسا قول نہیں پایا جاتا۔

اس کے علاوہ یوسی بیس کو اکثر لوگ بدعتی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

شخص ایرس کے پیروکار تھا اور حضرت عیسیٰ کو صرف بشر جانتا تھا۔ نائس کے اجتماع میں محض بادشاہ کے خوف سے الوہیت مسیح کے عقیدے پر دستخط کر کے اتھانی شیس کا عقیدہ اختیار کرنے کا اظہار کیا مگر دل میں اسی عقیدہ پر قائم رہا۔ چنانچہ یہ ظاہر اور آشکارا ہے کہ ایسے شخص کا کچھ لکھنا جس کو اہل انصاف کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے ہوں ہرگز قابلِ وثوق اور قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ جیسوم کا لکھنا بھی مستند نہیں ہے اس لئے کہ اس نے بھی غالباً یوسی بیس سے نقل کیا ہو گا کیونکہ وہ اس کے بعد ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اُس دور کی روایات کا حال یہ تھا کہ تقدس میں مسیحی محض انسانوں اور افواہوں کو جو بازا رہی خبر کہلاتے ہیں تحقیق شدہ اور سچی قرار دے کر لکھ لیا کرتے تھے، بعد کے لوگ بلا چون و چرا تسلیم کر کے آگے روایت کر دیتے تھے۔ اس طرح یہ جھوٹی سچی روایتیں ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتی رہیں۔ اس بارے میں ہورن

لے آریوس یا ایرس Arias ایک اسکندری کاہن تھا ۳۲۵ء میں اس نے یہ عقیدہ نشر کرنا شروع کیا تھا کہ حضرت مسیح اپنے جوہر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے مساوی نہیں ہیں اس کے عقائد توحید کی طرٹ مائل تھے اس لئے شاہ قسطنطین نے عیسائی علماء کی ایک کونسل شہر نیقیہ یا نائس Nicaea میں بلائی جس میں باتفاق رائے پورے جوش و خروش کے سامنے آریوس کے نظریات کو تردید کی گئی۔ یہ کونسل عیسائیت کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو برٹانیکا مقالہ Nicaea - ۱۲ تقی

۳۲۵ء میں بارشاہ قسطنطین کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں منعقد ہوا تھا۔ نائس کا مشہور نام نیقیہ Nicaea ہے اور اس میں ہونے والی عیسائیوں کی مجلس کو نیقاوی کونسل کہا جاتا ہے۔ ۱۲ (بابل سے قرآن تک ص ۶۰۰ ج ۱)

۳۵ St. Jerome. عیسائیوں کا مشہور عالم جان متونی ۴۲۰ء ۱۲

کا قول مقدمہ کی دوسری فصل میں گزر چکا ہے ۱۵

لہذا جب تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ روایت یوسی بئیس تک کسی معتبر اور متصل سند سے پہنچی ہے اور اس کو روایت کرنے والے راوی بھی ثقہ لوگ تھے تب تک مذکورہ روایت ہم پر حجت نہ ہوگی اور خصوصاً اس لئے بھی کہ عیسائیوں کے نزدیک مذہب کی ترقی کے لئے جھوٹ بولنا مستحسن اقدام بھی ہو۔

مترجمین کی بہت سی ایسی روایتوں کو جمع کیا جاسکتا ہے جن میں انہوں نے بالکل بے بنیاد غلط باتوں کو سچی قرار دے کر لکھ دیا تھا۔ متاخرین نے اس جز کو رد و قرار دیدیا ہے مگر طوالت بحث کے پیش نظر اس سے صرف نظر کر لیا گیا ہے۔

ان امور کے ہوتے ہوئے یہ کیسے مان لیا جائے کہ یوحنا نے تینوں انجیلوں کو ملاحظہ کیا تھا جب کہ ان میں تناقض موجود ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ہورن کا قول مقصد سوم کی فصل سوم میں گزر چکا ہے ۱۶

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوحنا نے روح القدس کی مدد سے اس تناقض کو صحیح قرار دیا اور اس کی تصدیق بھی کر دی۔ تو کیا روح القدس ایسا تھا جس نے اس تناقض کو حق کہہ دیا؟ حاشا وکلا یوحنا اگر الہامی تھے تو یہ بات ہرگز ممکن نہیں۔ عیسائیوں کی یہ ہٹ دھرمی ہے کہ وہ اس پر اڑے رہیں کہ یوحنا نے دیکھا ہے اور اس کے دیکھنے سے تینوں انجیلوں کی صداقت کی سند ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ان کا دیکھنا مفید مطلب نہیں، کیونکہ ان کا دیکھنا، نہ دیکھنا برابر قرار پاتا ہے اس لئے کہ الہام میں تناقض نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان انجیلوں میں تناقض موجود ہے جس کا ثبوت مقصد سوم کی فصل سوم کے مطالعہ

۱۵ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵ زیر عنوان انجیل یوحنا - ۱۲

۱۶ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۲ زیر عنوان اکیسواں شاہد - ۱۲

سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے۔

انجیل مرقس الہامی نہیں | جب ہر اعتبار سے یہ ثابت ہو چکا کہ لوقا کی انجیل کسی طرح بھی الہامی نہیں ہو سکتی تو مرقس نے بھی اپنی انجیل چونکہ لوقا کی طرح سن کر لکھی ہے اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ الہامی نہیں ہوگی۔ چنانچہ رسالہ ”الہام“ کا مؤلف لکھتا ہے :-

”جیسا کہ متقدمین کا قول ہے کہ پطرس کے شاگرد مرقس اور پولس کے شاگرد لوقا نے ان باتوں سے جو انہیں خود معلوم تھیں یا ان سے سیکھی تھیں اپنی اپنی تاریخ لکھی۔“

متقدمین کے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن صاحب رسالہ یوسی بیس کی تاریخ سے دو اور جیروم کا ایک قول نقل کر کے، جیسا عذر لوقا کے بارے میں بیان کیا تھا ویسا ہی یہاں بھی پیش کرتا ہے۔ یعنی پطرس نے مرقس کی انجیل کو دیکھ کر اس کی تصدیق کر دی تھی۔

قطع نظر اس کے کہ یوسی بیس کے اپنے کلام میں تناقض موجود ہے یعنی ایک جگہ کہتا ہے کہ پطرس کو روح القدس کے ذریعہ اس کی ترتیب معلوم ہو گئی تو اس کو مستند قرار دے کر ہر کلیسا میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ ”پطرس کو جب اس بارے میں معلوم ہوا تو نہ ایسا کرنے سے روکا اور نہ تعاون کیا۔“

اور اس سے بھی قطع نظر کر کے کہ یوسی بیس کیسا شخص تھا اور اس کی خبر معتبر ہے یا نہیں، ہم کہتے ہیں کہ سینٹ آئرینوس نے لکھا ہے :-

”پطرس کے مرید اور ترجمان مرقس نے پطرس اور پولس کی موت کے بعد جو چیزیں پطرس نے وعظ کی تھیں لکھ کر دیں۔“

لارڈ نر لکھتا ہے :-

”میرے خیال میں مرقس کی انجیل ۶۳ء یا ۶۴ء سے قبل نہیں لکھی گئی کیونکہ اس سے پہلے پطرس کے روم میں قیام کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی اور یہ تاریخ اٹرنیوس کے اس بیان سے مطابقت رکھتی ہے کہ مرقس نے پطرس اور پولس کی وفات کے بعد اپنی انجیل لکھی تھی۔ باسینج اٹرنیوس کی موافقت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس اور پولس کی وفات کے بعد ۶۲ء میں لکھی ہے اور اُن دونوں کی شہادت تقریباً ۶۵ء میں ہوئی ہے“

چنانچہ اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ پطرس نے مرقس کی انجیل کو نہیں دیکھا اس لئے کہ یہ انجیل اُن کی موت کے بعد لکھی گئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ انجیل بھی الہامی نہیں۔

اس کے بعد دو انجیلیں باقی رہ گئیں جو عیسائی انجیل مئی اور یوحنا بھی الہامی نہیں | حضرات کے زعم میں حواریوں کی تصنیف شمار ہوتی ہیں۔ مؤلف رسالہ ”الہام“، ان کے بارے میں لکھتا ہے :-

”حواری حضرات جب دین کے بارے میں کچھ کہتے یا لکھتے تھے تو وہ خزانہ الہام جو ان کو حاصل تھا ان کی حفاظت کرتا تھا، لیکن چونکہ وہ انسان اور ذی عقل مخلوق تھے اور ان کو الہام بھی ہوتا تھا، اس بنا پر دوسرے عام معاملات میں وہ بھی عام آدمیوں کی طرح بغیر الہام کے محض عقل سے ہی کچھ کہتے اور لکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مقدس پولس الہام کے بغیر تیمتھیس کو حکم دے سکتا ہے کہ پانی میں تھوڑی سی شراب ملا کر پی لیا کرے اور اپنی صحت کی حفاظت کرے۔ جیسا کہ تیمتھیس کے نام پہلے خط کے باب کی آیت ۲۲ میں ہے یا تیمتھیس کو یہ کہتا ہے کہ ”جو چوغہ میں ترو اس میں

کرسٹس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں جب تو آئے تو وہ اور کتا میں خاص کمدق کے
 طومار لیتا آئیو، تیمتھیس کے نام دوسرے خط کے باب کی آیت ۱۳ میں ہے
 یا فلیمون کے نام خط کی آیت ۲۴ میں فلیمون یہ کہتا ہے کہ ”کو توں میں اس کے
 سوائے ایک کو ٹھہری میرے لئے تیار کر“ اور تیمتھیس کے نام دوسرے
 خط کے باب ۴ کی آیت ۲۰ میں کہتا ہے ”اراسٹس کو نقس میں رہا اور
 ترتمیس کو میں نے میلئتس میں بیمار چھوڑا۔“

معاملات میں یہ احوال میرے نہیں مقدس پولس کے ہیں، اس کے برعکس
 کرتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۷ کی آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ ”مگر جن کا بپا
 ہو گیا ہے ان کو میں نہیں بلکہ خداوند حکم دیتا ہے“ الخ اور آیت ۱۲ میں کہتا ہے
 ”باقیوں سے میں ہی کہتا ہوں“ الخ اور آیت ۲۵ میں کہتا ہے کہ کنواریوں
 کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں لیکن اپنی
 دے دیتا ہوں“

اعمال باب آیت ۶ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ”جب آسیہ میں اس نے وعظ سنانے کا
 ارادہ کیا تو روح القدس نے منع کیا“ اور آیت ۷ میں یوں ہے کہ ”انہوں نے بتویہ
 جانے کی کوشش کی مگر سیورج کی روح نے انہیں جانے نہ دیا“

۱۔ ترداس سمرنہ سے شمال میں آستیا کی ایک بندرگاہ تھی، کرسٹس ایک شخص کا نام ہے اور
 ”رق“ بکری کی جھلی کو کہتے ہیں جو پرانے زمانہ میں کاغذ کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔

(بائبل سے قرآن تک ص ۵۴۸ جلد ۱)

۲۔ یہ آیت فلیمون کے نام خط میں اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں موجود نہیں۔ اس ترجمہ میں آیت
 ۲۴ کے الفاظ یہ ہیں ”اور مرقس اور ارسترخس اور دیاس اور لوقا جو میرے ہم خدمت
 ہیں تجھے سلام کہتے ہیں“ ۱۲ ن

مذکورہ بالا سے یہ واضح ہوا کہ حواریوں میں عمل کے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام۔ ایک کی رُو سے تو عام کاموں کا حکم دیتے تھے اور دوسرے کی رُو سے دین عیسوی کے احکام کا۔ اس لئے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حواری حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے گھریلو کاموں اور ارادوں میں غلطی کرتے تھے۔ جیسا کہ اعمال باب ۳، ۵، ۳، ۵، ۳ کے نام خط باب ۱۵ آیت ۲۴ و ۲۸۔ کرنٹھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۶ آیت ۶، ۵، ۸ اور کرنٹھیوں کے نام دوسرا خط۔ آیت ۱۵ تا ۱۸ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ انجیلوں کے بارے میں دوسرے عیسائیوں کا بھی بالکل یہی عقیدہ ہے چنانچہ ان کے اقوال بھی گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ذرا بھی انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دونوں انجیلوں میں کچھ بھی وحی سے لکھا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے مؤلفین کو اس کی کوئی حاجت تھی۔ اس لئے کہ عیسائیوں کے زعم کے مطابق حواریوں نے جو کچھ دیکھا اس کو قلمبند کر دیا ہے۔ باسوہرا اور لیا فاں کے مذکورہ بالا قول کے مطابق جب حواری چشم دید واقعات یا معتبر گواہوں سے سن کر لکھتے تھے تو پھر ان کو الہام کی حاجت ہی نہ تھی۔

اس کے علاوہ مٹی کے انجیل تو اصل عبرانی زبان میں تھی اور وہی اصل نسخہ ہے مگر اب جو موجود ہے وہ تو اس کا ترجمہ ہے اور مترجم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کون تھا اور کس حیثیت کا آدمی تھا اور اہل کتاب کی ترجمہ دانی ان کے ترجموں سے بخوبی ظاہر ہے۔ چنانچہ ان سب مراتب کا حال مقدمہ کی فصل دوم میں گزر چکا ہے۔

۱۵۔ غالباً باب ۱ کی آیت ۱۵-۱۸ مراد ہیں۔ کیونکہ اس کا مضمون باب ۱۶ کی آیت ۵، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹،

انجیل یوحنا بھی الہامی نہیں | انجیل یوحنا کے بارے میں تو سب سے پہلے یہ بات بھی طے شدہ نہیں کہ یہ یوحنا کی تصنیف ہے یا کسی اور

کی؟ محقق برٹشیندر، اسٹاولن اور دوسری صدی کے فرقہ الوجین کے نزدیک یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہی نہیں ہے اور قرین قیاس بھی یہی بات ہے۔ اس لئے کہ جب دوسری صدی میں لوگوں نے اس انجیل سے انکار کیا تو آئر نیوس نے کہیں بھی ان کے جواب میں یہ نہیں لکھا کہ پولی کارپ سے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے۔ حالانکہ آئر نیوس پولی کارپ کا شاگرد ہے اور پولی کارپ یوحنا حواری کا مرید تھا۔ لہذا اگر یہ یوحنا کی تصنیف ہوتی تو پولی کارپ کو ضرور معلوم ہوتا اور وہ آئر نیوس کو یقیناً بتا دیتا۔ کیونکہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ آئر نیوس ذرا اسی بات بھی پولی کارپ سے بارہا سنے مگر اس کتاب کے بارے میں ایک مرتبہ بھی تذکرہ نہیں آیا۔ جس کا صاف اور ظاہر مطلب یہی ہے کہ پولی کارپ کو اس کا ہرگز علم نہ تھا کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہے اور اسی وجہ سے اُس نے آئر نیوس کو کچھ نہیں بتایا۔ ورنہ تو آئر نیوس منکرین کے سامنے یہ سند ضرور پیش کرتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف نہیں ہے بلکہ برٹشیندر اور اسٹاولن کی بات ہی برحق ہے۔ لہذا یہ انجیل بھی الہامی نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

آج کی مروجہ چاروں انجلیں غیر الہامی قرار پا چکیں تو کتاب ”رسولوں کے اعمال“ بدرجہ اولیٰ غیر الہامی قرار پائی۔ اس لئے کہ وہ بھی لوقا کی تصنیف ہے اور لوقا الہامی آدمی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پولس اور یوحنا کا اس کو دیکھنا بھی کہیں سے ثابت نہیں ہوا۔

چاروں انجیلوں کے علاوہ دوسری
کتا میں بھی الہامی نہیں تھیں

عہد جدید کی بقیہ کتب میں سے ”عبرانیوں کے نام خط“، ”یعقوب کا عام خط“، ”یہوداہ کا عام خط“، ”پطرس کا دوسرا عام خط“،

”یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط“ اور ”یوحنا عارف کا مکاشفہ“ کا تو کچھ پوچھنا ہی کیا؟ یہ سب کونسل کے حکم سے الہامی اور حواریوں کی تصنیف قرار پائی ہیں اور وہ حکم کوئی سند نہیں رکھتا، اس لئے کہ ۳۹۷ء میں کاہنہ کی اسی کونسل نے مشاہدات یوحنا کو الہامی کتاب قرار دے کر کلیسا کے قانون میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کلیسیائی پند و نصائح کی کتاب، اور مقابین کی دو کتابوں وغیرہ بھی الہامی قرار دیا تھا۔ حالانکہ تمام پروٹسٹنٹ علماء کے نزدیک یہ سب کتابیں جھوٹی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آج بھی بیشتر پروٹسٹنٹ علماء ان کتابوں کو حواریوں کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ ان کے اقوال مقدمہ کی دوسری فصل میں مذکور ہو چکے ہیں۔

باقی رہے مقدس پوٹس کے تیسرا خط، پطرس کا پہلا عام خط اور یوحنا کا پہلا عام خط، تو ان کے لکھنے میں بھی الہام کی کوئی حاجت نہیں تھی اور نہ ہی ان حضرات نے اس کا کبھی دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ مقدس پوٹس کے کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں ان کو خود ہی شبہ تھا ورنہ وہ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ ”مجھے بھی گمان ہوتا ہے کہ مجھ میں روح القدس ہے“

صاحب رسالہ کا ایک بالکل لغو اور بے بنیاد دعویٰ باقی رہ گیا کہ یہ حضرات دینی معاملات میں غلطی نہیں کرتے تھے۔

یہ دعویٰ سراسر لغو اور بلا دلیل کے کیا گیا ہے کہ اس لئے کہ جب زندگی کے عام معاملات میں غلطی کا وقوع ثابت ہو چکا اور عیسائی حضرات بھی اس کا

اعتراف کرتے ہیں، تو پھر دینی معاملات میں غلطی واقع نہ ہونے کا آخر کیا سبب ہے؟ اس لئے کہ اصل سبب تو الہام تھا، وہ تو ان حضرات کے لئے ثابت نہیں ہو سکا۔ اس کے علاوہ ہم چند دلائل ایسے پیش کرتے ہیں جن سے یہ اچھی طرح ثابت ہو جائے گا کہ حواری حضرات دینی معاملات میں بھی عام معاملات کی طرح غلطیاں بھی کرتے تھے۔

پہلی دلیل | زونیکلس اور دوسرے پروٹسٹنٹ حضرات کہتے ہیں :-
”پولس کے خطوط میں تمام کلام پاک نہیں، بلکہ چند چیزوں میں اس نے غلطی کی ہے۔“

ملاحظہ کیجئے کہ ان علماء کے قول کے مطابق پولس کا تمام کلام نہ تو وحی کے مطابق ہے اور نہ غلطی سے پاک ہے۔

دوسری دلیل | مسٹر فلک نے پطرس حواری کی جانب غلط بیانی کی نسبت کی ہے اور اس کو انجیل سے ناواقف قرار دیا ہے۔

تیسری دلیل | ڈاکٹر کوڈ اس مباحثہ کے ضمن میں جو اس کے اور فادر کیم کے درمیان ہوا تھا۔ کہتا ہے کہ ”پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان کے باب میں غلطی کی ہے۔“

چوتھی دلیل | برنٹس جس کو جوہیل نے فاضل و مرشد کامل کا لقب دیا ہے یوں کہتا ہے کہ ”ٹیس الحواریین جناب پطرس اور برنٹس نے روح القدس کے نزول کے بعد غلط بیانی کی، اسی طرح یروشلیم کے گرجا میں بھی۔“

پانچویں دلیل | جان کالون کہتا ہے کہ ”پطرس نے گرجا میں بدعت کا اضافہ کر دیا اور مسیحی آزادی کو خطرہ میں ڈال دیا اور مسیحی توفیق کو دور پھینک دیا۔“ اس کے بعد پطرس برنٹس اور دوسرے حضرات کی مذمت کرتا ہے۔

چھٹی دلیل | میکڈی برجنس نے حواریوں کی طرف بالخصوص پولس کی جانب غلط بیانی کو منسوب کیا ہے۔

ساتویں دلیل | وائی ٹیکر کہتا ہے کہ ”عروج مسیح اور روح القدس کے نزول کے بعد تمام گرجوں کے نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی، بلکہ حواریوں نے بھی غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی دعوت دینے میں سخت غلطی کی اور پطرس نے رسوم میں بھی غلطیاں کیں اور ایسی عظیم غلطیاں حواریوں سے روح القدس کے نزول کے بعد سرزد ہوئیں۔“

دیکھئے ان بڑے بڑے مسیحی علماء کے نزدیک رئیس الحواریین جناب پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان کے باب اور رسوم میں بھی غلطیاں کی ہیں اور وہ انجیل سے ناواقف تھے۔ گرجا میں بدعت کا اضافہ کیا اور مسیحی آزادی کو خطرہ میں ڈال دیا اور مسیحی توفیق کو دور پھینک دیا۔ اسی طرح برنباس، سب گرجوں اور حواریوں نے بالخصوص پولس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بقول وائی ٹیکر سب حواریوں نے غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی دعوت دینے میں سخت غلطی کی ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے اس بہت بڑے عالم کے اس دعویٰ کی تائید حضرت مسیح کے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ متی باب ۲۵ آیت ۶، ۷ اور ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے

”ان یاہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوٹی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔“

۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۷ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”یسوع نے بارہوں کو حکم کر کے بھیجا اور کہا کہ تم عوام کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ تخصیص اسرائیل کے گھر کی گشہ گو سپندوں کی طرف جاؤ۔“ ۱۱ فہیم

متی باب ۲۴ آیت ۲۴۔ اُردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں جناب مسیح کا قول یوں ہے کہ :-
 ”اُس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوٹی ہوئی بھیڑوں کے
 سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا“ ۱

اس مسیحی فاضل کی تحقیق کی رُوس سے مسلمانوں اور ہندوؤں کو پادری حضرات کی
 طرف سے ملت مسیحی کی دعوت دینا بدرجہ اولیٰ غلطی اور ہٹ دھرمی شمار ہو گا۔

اٹھویں دلیل | زکریا نے اپنے رسالہ میں کالوین کے بعض پیروؤں کا حال ذکر کیا
 ہے کہ انہوں نے کہا کہ ”اگر پوٹس جیو امیں آئے اور کالوین کے
 مقابلہ میں وعظ کئے تو ہم پوٹس کو چھوڑ دیں گے اور کالوین کی بات سنیں گے“

نویں دلیل | لواتھروس، لوتھر کے متبعین میں سے ہے بعض بڑے علماء کے حال
 کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کا قول ہے کہ ”ہمارے لئے
 یہ تو ممکن ہے کہ ہم پوٹس کے کسی مسئلہ میں شک کریں۔ مگر لوتھر کے کسی مسئلہ میں اسپرگ کے
 کلیسا کے عقائد کی کتاب میں شک کرنے کی گنجائش ہمارے یہاں نہیں ہے۔“

ملاحظہ کیجئے ان دونوں اقوال کے مطابق لوتھر اور کالوین کے پیروان دونوں کے
 اقوال کے مقابلہ میں پوٹس کے اقوال کو کمتر قرار دیتے ہیں اور دونوں کا اجتہاد یقیناً
 غلطی سے خالی نہیں تھا۔ تو بھلا ان حضرات کے نزدیک پوٹس کے اجتہاد میں کیوں کمر
 غلطی نہ ہوئی ہوگی؟

یہاں یہ بات پیش نظر ہے کہ دلیل اول سے نویں دلیل تک ان علماء کے جو
 اقوال مذکور ہوئے ہم نے وارڈ کی کتاب اغلاط نامہ سے نقل کئے ہیں اُس کتاب میں

۱۔ اُردو ترجمہ ۱۹۵۱ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”میں اسرائیل کے گھرانے کی
 گمراہ گوسفندوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا“ قیم

یہ تفصیل سے مذکور ہے کہ اُس نے یہ اقوال کہاں سے لئے ہیں تحقیق طلب نگاہوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

دسویں دلیل ”رسولوں کے اعمال“ باب ۱۵ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲۰۱

۴ یوں ہے کہ :-

”پھر بعض لوگ یہودیہ سے آکر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا تختہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پاسکتے۔ پس جب پوٹس اور برنباہ کی اُن سے بہت تکرار اور بحث ہوئی تو کلیسا نے یہ ٹھہرایا کہ پوٹس اور برنباہ اور اُن میں سے چند اور شخص اس مسئلہ کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں۔۔۔ جب یروشلیم میں پہنچے الخ

آیت ۶، ۷ ”پس رسول اور بزرگ اس بات پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر کہا الخ

آیت ۱۳۔ ”جب وہ خاموش ہوئے تو یعقوب کہنے لگا اے بھائیو میری سنو“

آیت ۱۹۔ ”پس میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو غیر قوموں میں سے خدا کی طرف رجوع ہوئے ہیں ہم اُن کو تکلیف نہ دیں۔“

آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹ یوں ہے :-

”چند روز بعد پوٹس نے برنباہ سے کہا کہ جن جن شہروں میں ہم نے خدا

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اور بعض لوگوں نے یہودیہ سے آکر بھائیوں کو تعلیم کیا کہ بغیر اس کے کہ تم موسیٰ کی شریعت کے موافق تختہ کرو اور تم نجات پا نہیں سکتے جب تشویش ہوئی اور پاؤل اور برناباہ نے اونسے بہت مباحثہ کیا تو انہوں نے ٹھہرایا کہ پاؤل اور برناباہ ہم سے بعضوں کو ساتھ لیکے اوس موال کے لئے حواریوں اور پیشواؤں کے پاس یروشالم میں جا دیں۔“ ۲۴

کا کلام سنایا تھا آڈیو میں چل کر بھائیوں کو دیکھیں کہ کیسے ہیں اور
برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ لے چلیں
مگر پولس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص بمقولیہ میں کنارہ کر کے اُس کام کے
لئے ان کے ساتھ نہ گیا تھا اُس کو ہمراہ لے چلیں۔ پس اُن میں ایسی سخت
تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور برنباس مرقس کو ساتھ
لے کر جہانہ پر گیس کو روانہ ہوا۔^{۱۷}

ان تمام آیات سے صاف طور پر اس کی وضاحت ہو گئی کہ طبقہ اولیٰ کے مسیحی پولس
کو واجب الطاعت نبی نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اُن کی باتوں کو غلطی سے پاک تصور کرتے
تھے ورنہ تو یروشلم کے سفر کی کیا ضرورت تھی؟ اسی طرح برنباس سخت تکرار کر کے اس
سے جدا نہ ہوتا۔ پولس کی طرح دوسرے خواہی بھی واجب الطاعت نہیں تھے اور نہ
اپنے بارے میں انہوں نے ایسے خیال کا اظہار کیا اور باہم ایک دوسرے کو بھی وہ
اس قابل قرار نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اس درپیش مسئلہ میں اکٹھے ہو کر
بحث و تمحیص نہ کرتے۔

اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ پولس اور دیگر خواہی حضرات مذہب عیسوی کے

۱۷۔ یہ آیات اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یوں ہیں ”چند روز کے بعد پاؤل نے برناباس سے کہا کہ
اؤ اپنے بھائیوں سے ہر ایک شہر میں جہاں ہم نے خداوند کے کلام کی بشارت دی ہے پھر کے
ملاقات کریں اور برناباس نے قصد کیا کہ یوحنا کو جس کا لقب مابق تھا ساتھ لیوے پر پاؤل سمجھا
کہ ایسے شخص کو جو بمقولیہ میں اُن سے جدا ہو گیا اور کام کے واسطے اونکے ہمراہ نہ آیا ساتھ لینا
خوب نہیں۔ اور انہیں ایسی شدت کی آزدگی ہوئی کہ وہ آپس سے جدا ہو گئے اور
برناباس مابق کو لیکے قیرن کو تری سے روانہ ہوا۔“ ۱۲ فہیم

مجتہد تھے اُن کے احکام وحی کے بجائے اجتہادی ہوتے تھے اور حواری بھی باہم ایک دوسرے کو مجتہد ہی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ یعقوب حواری صاف صاف کہتا ہے کہ ”میرا فیصلہ یہ ہے“ الخ

گیارہویں دلیل گلیتوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۱، ۱۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”لیکن جب کیفا انطاکیہ میں آیا تو میں نے رد برو ہو کر اس کی مخالفت کی کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا۔ اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا مگر جب وہ آگئے تو محتوؤں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا۔ اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی۔ یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ خوشخبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے کیفا سے کہا تو جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے نہ کہ یہودیوں کی طرح تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے“

دیکھئے اس مسئلہ میں جھگڑے کی نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ اجتہادی گفتگو سے بھی بات آگے بڑھ گئی۔ حضرت پطرس حواری جو تمام عیسائیوں کے نزدیک رئیس الحواریین اور

۱۔ کیفا پطرس کا اصل نام ہے۔ بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نام شمعون تھا۔ بہر حال یہ تینوں نام ایک شخص کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو لوقا ۲۴: ۳۴ کہ نشتیوں

کے نام پہلا خط ۱۵: ۵ اور متی ۱۸: ۴ - ۱۲ بنجیب

۲۔ ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”پر جب پتہ انطاکیہ میں آیا تو (باقی حاشیہ اگلے ص۔ پر)

حضرت مسیح کے خلیفہ ہیں، پوئس اُن کو لائق ملامت اور مکالمہ قرار دیتا ہے اور اسی طرح کا سلوک برنباس اور دوسرے مسیحی حضرات کے ساتھ روا رکھتا ہے اور فرماتا ہے کہ:-

”یہ سب انجیل کی سیدھی راہ پر نہیں چلتے۔“

اور رُئیس الحواریین کو بھرے مجمع میں درشت لہجہ میں کہا کہ
 ”تو انجیل کے حکم کے خلاف غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر مجبور کرتا ہے“
 لہذا اگر حضرت پطرس واجب الطاعت نبی ہوتے اور اُن کے کلام میں غلطی کا احتمال نہ ہوتا تو پوئس کا اُن کے حکم کو انجیل کی مخالفت قرار دے دینا کیسے ممکن تھا؟

(۳) ساری بحث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ حواری حضرات دینی معاملات میں بھی غلطیاں کیا کرتے تھے۔



(بقیہ حاشیہ ص ۴۷۷ سے آگے) میں نے دوبرو اوس سے مقابلہ کیا اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا کیونکہ وہ پیشتر اوس سے کہ کئی شخص یعقوب کے یہاں سے آئے غیر قوموں کے ساتھ کھایا کرتا تھا پر جب دے آئے تو مختون سے ڈر کے پیچھے ہٹا اور الگ ہوا اور باقی یہودیوں نے بھی اسی طرح مکر کیا یہاں تک کہ برنا با بھی دب کر اونکے مکر میں شریک ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ دے انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے میں نے سمجھوں کے سامنے پتھر کو کہا کہ جب تو یہودی ہو کہ غیر قوموں کی طرح نہ یہودیوں کی طرح زندگی کرتا ہے پس تو کس واسطے غیر قوموں پر یہ جبر کرتا ہے کہ ”یہودیوں کے طور پر چلیں“ ۱۲ فہیم

۲۔ انبیاء اور حواری حضرات گناہوں سے حتیٰ کہ بُت پرستی اور شرک سے بھی معصوم نہیں تھے

پہلا شاہد

نوح کے شراب پینے پر | کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۲۱ میں اردو ترجمہ
۱۹۵۹ء یوں ہے :-

”مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔“

دوسرا شاہد

داؤد کے زنا اور ظلم پر | کتاب سموئیل اول باب ۱۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں
آیت ۲-۵ یوں ہے :-

”اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر
ٹھہرنے لگا اور چھت پر سے اُس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔
تب داؤد نے لوگ بھیج کر اُس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا
کیا وہ العام کی بیٹی بت سبچ نہیں جو حتیٰ اور یاہ کی بیوی ہے۔ اور داؤد
نے لوگ بھیج کر اُسے بلایا اور اس کے پاس آئی اور اُس نے اس سے صحبت

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے ”اور شراب پی اور اسے نشہ ہوا اور

اپنے خیمے کے اندر کپڑے اتار پھینکے۔“ ۱۲ فہیم

۱۶ اور یاہ حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا ایک جرنیل تھا۔

کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔“

آیت ۱۴، ۱۵ میں ہے :-
 ”صبح کو داؤد نے یوآبؑ کے لئے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بچے ہو۔“

آیت ۲۶، ۲۷ اس طرح ہے :-
 ”جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر

اسے قوسین کی عبارت قدیم حوالہ میں مسلسل آیت کا حصہ ہے اور مربوط ہے، الفاظ یہ ہیں :-

..... ”اور وہ اپنی ناپاکی سے اپنے کو ظاہر کر کے اپنے گھر چلی گئی۔“ نجیب

۲۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے فرش پر سے اٹھا اور اپنے قصر کے بام پر ٹہلنے لگا اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہادہ ہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے، سو کہا گیا وہ العام کی بیٹی بت سب سے حتیٰ اوریاہ کی جو رو نہیں ہے اور داؤد نے لوگ بھیجے تاکہ اس عورت کو داؤد پاس لائیں چنانچہ وہ اس پاس آئی سو وہ اس سے ہم بستر ہوا اور وہ اپنی ناپاکی سے اپنے کو ظاہر کر کے اپنے گھر کو چلی گئی اور اس عورت کو پیٹ رہ گیا سو اس نے داؤد پاس خبر بھیجی کہ مجھے پیٹ رہ گیا۔“ ۱۲ فہیم

۲۶ یوآب حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ ۱۲ تقی

۲۷ قدیم اردو ترجمہ ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں ”اور صبح کو داؤد نے یوآب کو لئے خط لکھ کے اوریاہ کے ہاتھ میں دیا اور اسے روانہ کیا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو جنگ کی گرمی کے وقت اگاڑی کجھو اور اس کے پاس سے پھر آئیو تاکہ وہ مارا جائے اور مقتول ہو۔“ ۱۲ فہیم

اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اُس سے اس کے ایک لڑکا ہوا پر اُس کام سے جب داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا، دیکھئے مذکورہ عبارت کی رو سے اور یاہ کی بیوی کو ایک نظر دیکھتے ہی حضرت داؤد اس پر عاشق ہو گئے اور آدمی بھیج کر اُسے بلایا۔ پھر اس سے نہ ناکیا اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی اور بے چارے اور یاہ کو محض اس کی بیوی حاصل کرنے کی خاطر ظالمانہ طریقے سے فریب دے کر مروا ڈالا۔

تیسرا شاہد

کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰-۳۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں **لوط کے زنا پر** حضرت لوط علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

”اور لوط غمر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اُسے غمر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڑھاپے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے آؤ ہم اپنے باپ کو ملے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ موانہوں نے اسی رات اپنے باپ کو ملے پلائیں اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”اور اور یاہ کی جورو اپنے شوہر اور یاہ کا مرنا سن کر سوگ میں بیٹھی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر میں بلوایا اور اسے اپنی جورو کیا سو وہ اس کے لئے بیٹا جنی پر داؤد کے اس کام سے خداوند آزرده ہوا“ ۱۲ فہیم

دوسرے روزیوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ اُد اُج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اُس سے ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اُس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اس کا نام موآب رکھا وہ موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہ بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔
 دیکھئے یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت لوط نے برابر دو رات تک شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا۔ وہ دونوں اس زنا سے حاملہ ہو گئیں اور دونوں کے بیٹے ہوئے۔ موآبی اور بنی عمون انہی صاحبزادوں کی اولاد ہیں۔
 تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام مسلسل دو راتیں اس مصیبت میں مبتلا رہے۔

چوتھا شاہد

سلیمان کی بُت پرستی پر | کتاب سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۴-۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”کیونکہ جب سلیمان بڑھا ہو گیا تو اُس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اُس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا

جیسا اُس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عساراتؑ اور عتونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے اُگے بدی کی اور اُس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اُس کے باپ داؤد نے کی تھی۔ پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لئے اُس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عتوں کے نفرتی موکت کے لئے بلند مقام بنادیا۔ اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں

لئے عسارات، ملکوم، کموس اور موکت ان بتوں کے نام ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں مختلف اقوام نے بنا رکھے تھے۔ ۱۲ تفسیر

۱۳ میں نے ایک عیسائی عالم سے ایک مرتبہ حضرت سلیمان کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کا ذکر کیا اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہوں کا صدور تو آپ کے نزدیک ممکن ہے لیکن کیا نبی کے مرتد ہو جانے کو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہیں! ہم نبی سے شرک کا صدور ممکن نہیں سمجھتے۔ میں نے اس پر حضرت سلیمان کے اس قے کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ درحقیقت سلیمان ہمارے نزدیک پیغمبر ہی نہ تھے وہ تو ایک بادشاہ تھے اور بہت سے بادشاہ مرتد ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ جواب بائبل سے ناواقفیت کی دلیل تھا۔ اس لئے کہ بائبل سے حضرت سلیمان کا نبی ہونا ثابت ہے۔ اول تو اس لئے کہ بائبل کے مجموعہ کتب میں سے کم از کم کتاب امثال باتفاق نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بائبل کی تمام کتابیں صاحب الہام اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں۔ دوسرے بائبل کے متعدد مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت سلیمان پر وحی نازل ہوتی تھی۔ مثلاً کتاب سلاطین اول میں ہے ”اور خداوند کا کلام سلیمان پر نازل ہوا کہ یہ گھر جو تُو نے بنایا ہے۔ سو اگر تو میرے آئین پر چلے الخ“ (۱- سلاطین ۱۱:۶) اس کے علاوہ جب جبعون کے مقام پر حضرت سلیمان کو خواب میں خدا نظر آیا تھا تو اُس نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا ایسا کہ (باقی حاشیہ ص ۴۸۴ پر)

۱۰ کے حضور بخور جلای اور قربانی گزارتی تھیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰) سے آگے تیری مانند نہ تو کوئی تجھ سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔ (۱۰- سلاطین ۳: ۱۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان آخر تک نیک رہے اور کوئی ان کی طرح صاحب عقل و خرد اور صاحب دل نہ ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ عیسائی حضرات کو یہ بھی منظور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو صرف فاسق نہیں بلکہ کافر اور مرتد تک قرار دیدیں اور یہ بھی منظور ہے کہ کسی نبی کی نبوت سے بلا دلیل انکار کر دیں لیکن یہ منظور نہیں کہ وہ ایک مرتبہ جرات کے ساتھ یہ کہہ دیں کہ بائبل ناقابل اعتماد ہے اور اس میں بیان کیا ہوا یہ قصہ سراسر من گھڑت ہے۔ حق کو دوا شکاف کرنے کا یہ منصب تو درحقیقت قرآن کریم کا ہے جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے دُنکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ پورا قصہ حضرت سلیمان پر ایک شرمناک تہمت ہے۔ اور مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنٌ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِیْنَ كَفَرُوْا (سلیمان کافر نہیں ہوا تھا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا۔ بقرہ: ۱۰۲) ۱۲ اتقی

۱۰ قدیم حوالہ میں آخری جملہ یوں ہے ”اور وہ اُن کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا اور قربانیاں گزارتا کرتا تھا“ الفاظ اور مفہوم کا فرق واضح ہے۔ ۱۲ ن

۱۱ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں ”اور ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اوس کی جو دودوں نے اوس کے دل کو اپنے معبودوں کی طرف مائل کیا اور اوس کے دل میں یہواہ کا شوق کامل نہ رہا جیسا اوس کے باپ داؤد کا تھا۔ یہو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عسروت اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پرستش کی اور سلیمان بدی کہہ کے یہواہ کی نظر سے گم گیا اور اوس نے یہواہ کی پوری فرماں برداری اپنے باپ داؤد کی سزا نہ کی چنانچہ سلیمان نے ہوا بیوں کی نفرتی کاموش کے لئے اوس پہاڑ پر جو اور شلیم کے سامنے ہے اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کے لئے ایک بلند مکان بنایا اور یہ سب اوس نے اپنی ساری اجنبی جو دودوں کی خاطر کیا اور وہ اوس کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا اور قربانیاں گزارتا کرتا تھا“ ۱۲ فہیم

دیکھیے سلیمان علیہ السلام جن کو عیسائی بھی مانتے تھے ان کی کتاب امثال اور غزل الغزلات کو الہامی کتابیں تسلیم کرتے ہیں، بڑھاپے میں بُت پرستی کرتے تھے۔ بتوں کے حضور سجدہ کیا کرتے تھے اور قربانیاں گزرا کر دیتے تھے یہ اور یروشلم کے سامنے پہاڑ پر بُت خانہ بنایا تھا۔

طوالت کے خوف سے اسرائیلی انبیاء کے اس طرح کے بس اتنے ہی بطور نمونہ حالات پر اکتفا کر کے ان حواریوں کے چند حالات لکھتے ہیں کہ جن کو مسیحی حضرات موسیٰ سے بھی بلند مرتبہ قرار دیتے ہیں۔

پانچواں شاہد

مسیحی باب ۱۶ آیت ۲۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء
پطرس، شیطان۔ خداوند کا مخالف

کے بارے میں جناب مسیح کا قول یوں مذکور ہے :-

”اُس نے پھر کہ پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو، تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔“

۱۸۴۲ء کے مطبوعہ فارسی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ :-

۱۔ قدیم ترجمہ کے حوالہ سے جس کا حوالہ گذشتہ صفحہ کے حاشیہ پر مذکور ہے - ۱۲

۲۔ قدیم ترجمہ میں بھی مفہوم تقریباً اسی کے مطابق ہے البتہ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں

”اے شیطان مخالف میرے“ لفظ کے الفاظ ہیں۔ جدید ترجمہ سے لفظ ”مخالف“

کا مفہوم اٹھادیا گیا ہے۔ قدیم حوالہ میں ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۱ء دونوں کے حوالے ہیں ہم نے

صرف ۱۹۵۹ء پر اکتفاء کیا ہے۔

”اذا اتفقت نوره پطرس را گفت ای شیطان از عقب من برو کہ موجب صدمہ
من است زیرا کہ سرشت تو از الہیات نیست بلکہ از انسانیات است“

چھٹا شاہد

یہوداہ اسکر یوتی کے لاپلچ وغیرہ پر | یہوداہ اسکر یوتی بارہ حواریوں میں سے ایک
تھا اس کا یہ حال تھا کہ صرف تین سو روپے
کے لاپلچ میں جناب مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کر وادیا۔ اور پھر خود کشی کر کے حرام
موت مر گیا جس کی تفصیلی تصریح متی باب ۲۶، ۲۷ میں مذکور ہے۔

ساتواں شاہد

گیارہ حواریوں کے کردار پر | باقی گیارہ حواریوں کا حال یہ تھا کہ جناب مسیح کی گرفتاری
کے وقت ان کو دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ
گئے۔ اس کے بعد جناب پطرس دیوان خانہ میں ایک طرف ہو کر نیتہ دیکھنے کو تشریف
لائے تو مخالفین میں سے ایک شخص نے ان کو پہچان لیا۔ اس پر جناب رئیس الحواریین
نے سب کے سامنے انکار کیا۔ پھر جب دوسرے نے بھی پہچان لیا تو ”اس نے قسم کھا
کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو (یعنی عیسیٰ) کو نہیں جانتا“ پھر جب تیسرے نے بھی
پہچان لیا تو اعظم الحواریین اس پر لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو
نہیں جانتا“ لہٰذا اس کی تصریح متی باب ۲۶ میں موجود ہے۔

دیکھئے اُس وقت حواریوں کا بھاگ جانا، پھر جناب رئیس الحواریین کا تین مرتبہ
جھوٹ بولنا۔ دو مرتبہ جھوٹی قسم کھا کر اور ایک مرتبہ لعنت کر کے کتنی بڑی غلطی اور
عظیم گناہ کا ارتکاب تھا۔

۱۷ متی ۲۶: ۵۶ ۱۷ متی ۲۶: ۷۰ ۱۷ متی ۲۶: ۷۲

۱۷ متی ۲۶: ۷۲ -

انجیل کے بیان کے مطابق اپنے عروج آسمانی تک مسیح علیہ السلام حواریوں کی بے
اعتقادی اور سخت دلی کے شاکی رہے جس کی تصریح مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ میں
موجود ہے۔ یہ آیت تیسری فصل میں گزر چکی ہے یہ
ولیم میور اپنی اردو زبان میں لکھی ہوئی تائریخ کلیسا کے باب اول کی دفعہ ۱۳
میں لکھتا ہے کہ :-

”مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اُس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب
بالکل نہیں سمجھا تھا اور ان کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید
میں لگا تھا اُس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے اور پطرس نے
جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا پھر مسیح کے مصلوب ہونے کے
بعد سب بالکل مایوس اور ناامید ہو گئے“

اس عبارت کے مطابق بھی عیسیٰ کے شاگرد اور حواری بے اعتقاد اور دنیاوی نعمتوں
کے طلب گار تھے۔ ان کی اتباع یقیناً اسی بنا پر تھی کہ عیسیٰ شہنشاہ بن جائیں گے اور
ہم بھی حکمرانی کریں گے۔ اسی لئے اُن کے مصلوب ہو جانے کے بعد مایوس اور ناامید
ہو گئے تھے۔ ولیم میور اس کتاب کے مذکورہ باب کی دفعہ ۱۶ میں لکھتا ہے کہ :-
”اس کے پہلے (یعنی نزول روح القدس کے) انہوں نے صاف نہیں سمجھا تھا کہ مسیح
کی بادشاہت کیسی ہوگی بلکہ جب وہ آسمان پر چڑھنے کو جاتا تھا انہوں نے
پوچھا کہ کیا تو اسی وقت بادشاہت بنی اسرائیل کو پھر بحال کرے گا یعنی وہ
بادشاہت دنیوی کی امید رکھتے تھے لیکن اب ان کی جہالت جاتی رہی اور

۱۔ ملاحظہ ہو مقصد سوم فصل سوم زیر عنوان ستر ہواں شاہد ص ۴ - ۱۲ نجیب

۲۔ جدید تلفظ ”پطرس“ ہے۔ متی ۲۶: ۷۳ - ۱۲ نجیب

روح القدس نے ان کو سکھایا کہ مسیح کی بادشاہت صرف روحانی ہے۔
 اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے عروج تک حواریوں کو اسی بادشاہت
 کی امید تھی۔ مگر روح القدس کے نزول کے بعد ان کی یہ جہالت جاتی رہی۔ لیکن وہ
 اس کے بعد بھی غلطیوں اور کیرہ گناہوں کے مرتکب رہے۔ ان کا ہر قول و فعل ہرگز وحی
 کے مطابق نہ تھا۔ پولس اور پطرس کا مذکورہ بالا مباحثہ اس کا شاہد ہے۔
 اگر یوں کہا جائے کہ انبیاء اور حواری اگرچہ دوسرے گناہوں کے مرتکب تو
 ہو جاتے ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ تو جیسہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت پطرس
 سے کئی مرتبہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا گذشتہ سطور میں ابھی گزر چکا ہے۔
 بنی اسرائیل کے انبیاء کے جھوٹ بولنے پر چند شواہد مزید ملاحظہ کریں :-

آٹھواں شاہد

ابراہیم کا جھوٹ | کتاب پیدائش باب ۲۰ کی آیت ۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء
 میں یوں ہے کہ :-

”اور ابراہام نے اپنی بیوی سارا کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے“ الخ

۱۔ ملاحظہ ہو زیر عنوان ”دسویں دلیل“ ص ۲۲۳

۲۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور ابراہیم اپنی جو وسارہ
 کی بابت بولا کہ میری بہن ہے“ ۱۲ فہیم

۳۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس جگہ مصنف یہ اعتراف الزامی طور پر کر رہے ہیں اس لئے خود
 مسیحی علماء (مثلاً مصنف طریق الاولیاء) نے اسے حضرت ابراہیم کی غلطی قرار دیا ہے ورنہ جہاں تک
 نفس واقعہ کا تعلق ہے ہمارے نزدیک وہ غلط نہیں ہے اور حضرت ابراہیم نے حضرت سیارہ
 کو اپنی بہن قرار دیا، وہ درحقیقت جھوٹ نہ تھا بلکہ ایک قسم کا تور یہ تھا (بقیہ حاشیہ (گلے ص ۳۹ پر)

نواں شاہد

اسحاق کا جھوٹ | کتاب پیدائش باب ۲۶ کی آیت ۷۶ میں یوں ہے کہ :-

”پس اسحاق جرار میں رہنے لگا اور وہاں کے باشندوں نے اُس سے اُس کی بیوی کی بابت پوچھا، اُس نے کہا وہ میری بہن ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ڈرا یہ سوچ کر کہ کہیں رقیہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اُسے قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ وہ خوبصورت تھی“

(بقیہ حاشیہ ص ۴۸۸ سے آگے) اس لئے کہ ایک طرف تو حضرت سارہ ان کی علامی بہن تھیں۔ دوسری طرف چونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس لئے وہ ان کی تنہا دینی بہن بھی تھیں، بہن سے حضرت ابراہیم کی مراد یہی تھی اور جہاں کفار کی طرف سے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہوا وہاں اس قسم کا تو یہ باتفاق جائز بلکہ بعض حالات میں واجب ہے۔ یہاں مصنف نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیم پر ایک الزام کی حیثیت سے صرف اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ یہ مسیحی علماء کے نزدیک ان کا گناہ تھا۔

دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علاقہ بہن سے نکاح ابراہیمی شریعت میں جائز تھا اور موسوی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اس وضاحت پر خود مصنف کی بھی ایک عبارت موجود ہے۔ وہ اپنی کتاب ”ازالۃ الشکوک“ میں لکھتے ہیں :-

”اور بعض ہمارے نزدیک گویا نہیں مگر یہ لوگ جو خطا سمجھتے ہیں تو الزاماً اس کو بھی نقل کیا گیا“ (ازالۃ الشکوک ص ۳۴۸ ج ۲) ۱۲ تقی

۱۵۔ قدیم حوالہ میں ہر راہ کے بجائے ”خلوص“ کا لفظ ہے۔ ۱۲ نجیب

۱۶۔ حاشیہ پیش نظر ہے جو ہم نے اٹھویں شاہد کے تحت شمار نمبر ۳ میں دیا ہے۔ ۱۲ تقی

دسواں شاہد

کتاب پیدائش باب ۲۷ کی آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱ اور ۲۲
یعقوب کا جھوٹ اور دغا میں یوں ہے کہ :-

”و یعقوب نے اپنے باپ سے کہا میں تیرا پہلو مٹھا عیسو ہوں۔ میں نے تیرے
 کہنے کے مطابق کیا ہے۔ سو ذرا اٹھ اور بیٹھ کر میرے شکار کا گوشت کھا
 تاکہ تو مجھے دل سے دُعا دے۔ تب اسحاق نے اپنے بیٹے سے کہا
 بیٹا! تجھے یہ اس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اُس نے کہا، اس لئے کہ خداوند
 تیرے خدا نے میرا کام بنا دیا۔ تب اسحاق نے یعقوب سے کہا (لے میرے
 بیٹے ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں؟)
 تب اُس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے؟ اُس نے کہا
 میں وہی ہوں“ ۱۷

دیکھئے اس مقام پر حضرت یعقوب نے اپنے باپ سے کئی مرتبہ جھوٹ بولا اور دغا کیا۔
 اسی لئے عیسو کے جواب میں حضرت اسحاق نے یہ عذر کیا کہ :-
 تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا :-
 جس کی تصریح مذکورہ باب کی آیت ۳۵ میں مرقوم ہے۔

۱۷ قوسین کی عبارت اصل نسخہ میں نہیں ہے ہم نے پوری آیت کو نقل کر دیا ہے۔ اصل نسخہ
 میں صرف یوں ہے ”تب اسحاق نے یعقوب کو کہا الخ“ ۱۷ بنجیب

۱۸ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو اس طرح نقل کرتے ہیں ”یعقوب اپنے باپ سے بولا کہ میں
 تیرا پہلو مٹھا عیسو ہوں جیسا تو نے مجھے کہا تھا میں نے کیا... الخ تب اسحاق نے اپنے بیٹے سے کہا یہ کیا
 ہے کہ تو نے ایسا جلد پایا اے میرے بیٹے وہ بولا اس لئے کہ یہ وہاں تیرا خدا مجھ پاس لایا تب اسحاق نے یعقوب
 کو کہا الخ کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے وہ بولا کہ میں وہی ہوں“ ۱۸ فہیم

گیارہواں شاہد

داؤد کے جھوٹ | کتاب سموئیل اول باب ۲۱ کی آیت ۲، ۳، ۶ اور ۸ اس طرح ہیں کہ :-

”داؤد نے اخیملک کاہن سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کا حکم کر کے کہا ہے کہ جس کام پر میں تجھے بھیجتا ہوں اور جو حکم میں نے تجھے دیا ہے وہ کسی شخص پر ظاہر نہ ہو۔ سو میں نے جوانوں کو فلائی فلائی جگہ بٹھا دیا ہے پس اب تیرے ہاں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں روٹیوں کے پانچ گروے یا جو کچھ موجود ہو دے۔“

تب کاہن نے مقدس روٹی اُس کو دی الخ
پھر داؤد نے اخیملک سے پوچھا کیا یہاں تیرے پاس کوئی نیرہ یا تلوار نہیں؟ کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لایا کیونکہ بادشاہ کے کام کی جلدی تھی۔“

دیکھئے داؤد نے یہاں دو مرتبہ جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ وہ ساؤل سے باغی ہو کر فرار ہوئے تھے مگر یہاں آکر کیا کہا۔ اور اس جھوٹ بولنے کی وجہ سے اخیملک نے اُسے روٹی کھلائی اور ایک تلوار دی پس سبک ساؤل نے پسپا سی کاہنوں، اخیملک اور اُس

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”سو داؤد نے اخیملک کاہن کو کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کو بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ کام جو میں نے تجھے کہا ہے کسی پر آشکارا نہ ہووے اور لوگوں کو میں نے فلائی فلائی جگہ بھیج دیا ہے اب بتا تیرے پاس کچھ ہے ایک پانچ گروے روٹیوں کے یا جو کچھ حاضر ہو سو میرے ہاتھ میں دے سو کاہن نے تبرک کی روٹی اور سکودی الخ پھر داؤد نے اخیملک سے پوچھا کہ تیرے قابو میں کوئی نیرہ یا تیغ تو نہیں کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے سلاح نہیں لایا کہ مجھے بادشاہ کے کام کی جلدی تھی۔“ ۱۲ فہیم

کے تمام خاندان سمیت ان کے شہر کے تمام مردوں، عورتوں اور بچوں حتیٰ کہ جانوروں کو بھی تہ تیغ کر ڈالا۔

چنانچہ کتاب مذکور کے باب ۲۲ کی آیت ۱۱، ۱۶، ۱۸، ۱۹ اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے :-

”تب بادشاہ نے اخیطوب کے بیٹے اخیملک کا ہن کو اور اس کے باپ کے سارے گھرانے کو یعنی اُن کا ہنوں کو جو نوب میں تھے بلوا بھیجا اور وہ سب بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے۔“

بادشاہ نے کہا اے اخیملک ! تو اور تیرے باپ کا سارا گھرانہ ضرور مار ڈالا جائے گا۔

تب بادشاہ نے دو ٹیگ سے کہا تو مڑ اور ان کا ہنوں پر حملہ کر، سو آدمی دو ٹیگ نے مڑ کر کا ہنوں پر حملہ کیا اور اس دن اس نے پچاسی آدمی جو کتان کے افود پہنے تھے قتل کئے اور اُس نے کا ہنوں کے شہر نوب کو تلوار کی دھار سے مارا اور مردوں اور عورتوں اور لڑکوں اور دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑ بکریوں کو تہ تیغ کیا۔“

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۲ء میں ان آیات کے الفاظ یوں ہیں ”تب بادشاہ نے اخیطوب کے بیٹے اخیملک کا ہن کو اور اس کے باپ کے سارے گھرانے اور کا ہنوں کو نوب سے بلوا بھیجا اور وہ سب بادشاہ پاس حاضر ہوئے تب بادشاہ بولا اخیملک تو واجب القتل ہے تو اور تیرے باپ کا سارا گھرانہ بادشاہ نے دواغ کو کہا تو پھر اور ان کا ہنوں پر حملہ کر سو آدمی دواغ پھر اور کا ہنوں پر حملہ کیا آدمی نے پچاسی آدمی جو کتان کی افود پہنے ہوئے تھے قتل کئے اور اُن نے کا ہنوں کے شہر نوب میں مردوں اور عورتوں اور لڑکوں اور دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑوں کو تہ تیغ سے ایک لخت قتل کیا۔“ ۲۔ فہیم

خلاصہ بحث | مذکور عبادتوں سے ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور داؤد علیہم السلام عیساؑی حضرات ان تمام کو نبی اور حضرت عیسیٰ کے اجداد مانتے ہیں، ان کا اور اسی طرح رئیس الحواریین پطرس کا، جن کو عیساؑی موسیٰ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں جھوٹ بولنا ثابت ہو گیا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ اگرچہ زنا اور بت پرستی وغیرہ بڑے بڑے گناہ بھی کرتے تھے اور کبھی کبھی جھوٹ بھی بول لیتے تھے، مگر کبھی ایسا تو نہیں کیا کہ کوئی ایسا حکم جو خدا کی طرف سے نہ ہو، جھوٹ بول کر اس کو خدا کا حکم بتایا ہو۔ جیسا کہ پادری فنڈر نے بھی ”میزان الحق“ مطبوعہ ۱۸۵۰ء کے صفحہ ۵ پر تحریر کیا ہے یہ بھی عذر لنگ ہے کیونکہ :-

بارہواں شاہد

انبیاء کا تبلیغ وحی میں بھی جھوٹ بولنا | کتاب سلاطین اول باب ۱۳ آیت ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۲۹ میں یہوداہ سے آکر بنی

امرائیل کے بادشاہ یربعام کو یہ خبر کہ ”اس مذبح کو جو تُو نے بنایا ہے داؤد کے گھرانے کا بادشاہ یوسیاہ گرا دے گا“ سنا کر واپس اپنے وطن کو جانے والے ایک نبی کے بارے میں یوں مرقوم ہے :-

”اور بیت ایل میں ایک بڈھا نبی رہتا تھا سو اُس کے بیٹوں میں سے ایک نے آکر وہ سب کام جو اس مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کئے اُسے بتائے الخ سو اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے لئے گدھے پر زین کس دو الخ وہ اس

۱۔ قدیم حوالہ میں ”اس کے بیٹوں میں سے ایک نے آکر الخ کے بجائے“ اوسکے بیٹے اوس پاس آئے“ ہے۔ ”ایک“ کی تخصیص محل نظر ہے۔ قدیم و جدید ترجموں میں سے ایک میں ضرور تحریف ہوئی ہے۔ ۱۲ ن

پرسوار ہوا اور اس مرد کے پیچھے چلا اور اُسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ پایا۔ الخ آیت ۲۹

دیکھئے اس بوڑھے پیغمبر نے جس کے لئے اس باب میں پانچ جگہ نبی کہا گیا ہے آیت ۲۰ میں اس نے خود سچی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آیت ۲۰ میں ان کی نبوت حقہ کا تصدیق موجود ہے۔ خدا پر کیسا بہتان گھڑا اور ایک غریب پیغمبر کو جھوٹ بول کر خدا کے غضب میں گرفتار کر دیا کے مروا ڈالا۔

اس پیغمبر نے اس مقام پر بلاشبہ ایک ایسے حکم کو جو خدا کی طرف سے نہیں تھا، خدا کا حکم بتایا۔ چنانچہ اس طرح انبیاء اسرائیل کا تبلیغ وحی میں بھی جھوٹ بولنا ثابت ہو گیا۔

۳۔ کرامت کا صدور اور محض روح القدس کے مستفیض

ہونا نہ نبوت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی۔

پہلا اعتراف

مسیح کا حواریوں کے نبی نہ ہونے پر | متی باب ۷ آیت ۲۲، ۲۳ اور ترمیم ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

وہ اس دن بتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند! اے خداوند! کیا ہم نے تیرے

لے ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۹۵۲ء میں یہ آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں اور وقت بیت ایل میں ایک بوڑھا نبی رہتا تھا سوا اسکے بیٹے اوس پاس آئے اور اودن کاموں کی جو مرد خدا نے اوس روز بیت ایل میں کئے اوسے خبر دی الخ پھر اوس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے لئے گدھے پر زین باندھو الخ تب وہ اوس پر چڑھا اور اوس مرد خدا کے پیچھے چلا سوا اسکے بلم کے درخت کے نیچے بیٹھا پایا الخ تا آیت ۲۹ - ۱۲ فہیم

نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدردھوں کو نہیں نکالا اور تیرے
 نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اُس وقت میں اُن سے صاف کہہ
 دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی، اے بدکارو! میرے پاس
 سے چلے جاؤ۔“

دیکھئے اس میں ان لوگوں کو جنہوں نے مسیح کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا بہت سے
 معجزے اور کرامات دکھائیں، بدکار قرار دیا اور فرمایا میرے مرید نہیں۔ تفسیر ہنری
 واسکاٹ میں لکھا ہے کہ :-

”ممكن ہے کہ صرف معجزوں والا ایمان پائے جائے قطع نظر اس سے کہ وہ ایمان
 بخات کا وسیلہ اور عشق و اطاعت کے اعمال بجالانے کا سبب بھی بن
 سکے۔ نہ بانوں پر عبور اور مرلیضوں کی شفا یابی کی قدرت دنیا میں مقبول کر تی
 ہے مگر خدا کے ہاں خالص پاکیزگی مقبول ہے۔ خدا کا فضل انسان کو آسمان
 پر لے جائے گا۔ خواہ اس سے کرامت کا صدور نہ بھی ہو اور خدا کے
 فضل کے بغیر معجزہ انسان کو آسمان پر نہیں لے جاتا۔ اب چونکہ کرامات کا
 صدور موقوف ہو چکا لہذا اس توجیہ کی بھی ضرورت نہیں رہی۔“

دیکھئے اس میں اس بات کا برملا اعتراف کیا گیا ہے کہ ایسے ایمان کا وجود جس
 کے سبب معجزے ظہور میں آسکیں۔ بخات کا وسیلہ بننے والے ایمان کے
 بغیر بھی ممکن ہے۔

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق ان آیات کی عبارت اس طرح ہے ”اوس دن ہمیرے مجھے کہیں گے
 اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا او
 تیرے نام سے بہت سی کراماتیں ظاہر نہیں کیں اور موقت میں اونسے صاف کہوں گا کہ میں کبھی تم سے واقف
 نہ تھا اے بدکارو میرے پاس سے دور رہو۔“ فہیم

دوسرا اعتراف

یہوداہ مسیح کا دشمن اور مرتد تھا | متی باب ۱۰ آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

”پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر ان کو ناپاک روحوں پر اختیار
بخشا کہ اُن کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں
اور بارہ رسولوں کے نام یہ ہیں پہلا شمعون جو پطرس کہلاتا ہے الخ
..... شمعون قنانی اور یہوداہ اسکر یوتی، جس نے اسے پکڑا بھی دیا۔ ان بارہ
کو یسوع نے بھیجا اور حکم دے کر کہا الخ

بیماروں کو اچھا کرنا، مُردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا، بد روحوں
کو نکالنا۔ تم نے مفت پایا مفت دینا“

دیکھئے اس جگہ پطرس حواری کی طرح یہوداہ اسکر یوتی کو بھی حواری شمار کیا گیا ہے
اور اُسے بیماروں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے، مُردوں کو زندہ کرنے اور مہجوت
آسیب نکلانے کی قدرت حاصل تھی۔ مُردوں کو زندہ کرنے اور کرامات و معجزات
کی قدرت رکھنے والا یہ مسیحی رسول جو عیسائیوں کے زعم میں یقیناً رسول اللہ تھا

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات اس طرح مرقوم ہیں ”پھر اس نے اپنے بارہ
شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری
اور دکھ اور درد کو دور کریں اور بارہ رسولوں کا یہ نام ہے پہلا شمعون جو پتر کہلاتا الخ شمعون
کنانی اور یہوداہ اسکر یوتی جس نے اسے پکڑا دیا۔ یسوع نے ان بارہوں کو فرما کے بھیجا
بیماروں کو چنگا کر، کوڑھیوں کو پاک صاف کر، مُردوں کو جلاد دیووں کو نکالو تم نے
مفت پایا مفت دو“ ۱۳ فہیم

انجیلوں کی تصریحات کے مطابق وہی شخص ہے جس نے صرف تیس روپے کے لالچ میں حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر وا دیا۔ مرتد ہو گیا اور گلے میں پھانسی لگا کر حرام موت مر گیا۔ ۱۷

تیسرا اعتراف

متی باب ۲۴ آیت ۲۴ اور ترجمہ ۱۸۴۱ء کے مطابق **جھوٹے نبی کی طاقت** یوں ہے :-

”کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور کرامتیں دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔“ ۱۸

۱۷ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو متی ۲۶: ۱۴، ۱۶، ۲۷، ۵۰ اور ۲۷: ۳-۵ ۱۲ بنجیب

۱۸ یہوداہ اسکر لوتی کی موت - متی باب ۲۷ آیت ۵ اس طرح ہے :

”اور وہ دوپٹوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔“

مگر اعمال باب ۱۸، ۱۹ میں موت کی دوسری وجہ بیان کی گئی ہے جو یہ ہے :

”اس نے بدکاری کی کافی سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ

پھٹ گیا اور سب انٹریاں نکل پڑیں اور یہ یروشلیم کے سب رہنے والوں کو معلوم ہوا۔“

مگر انجیل برنباس کی شہادت کے مطابق حضرت مسیح کو سولی نہیں دی گئی بلکہ انہیں آسمان پر

اٹھایا گیا ان کے بجائے یہوداہ اسکر لوتی کی صورت بدل دی گئی اور اس کو پھانسی دی گئی۔ ۱۲ اتقی

۱۹ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں آیت یوں ہے۔ ”کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے

ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔“

ایک ہی زبان کے تین نسخوں کی عبارت میں تفاوت کے علاوہ لفظ ”جھوٹے مسیح“ کا ایک نسخہ میں

اضافہ کا مطلب یا تو اس میں الحاق ہے یا پھر دوسروں سے نکال دیا گیا۔ بہر صورت تحریف

واقع ہو گئی۔ ۱۲ بنجیب۔

اور ۸۴۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ :-
 ”کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور
 کرامتیں دکھلائیں گے“ الخ

۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں یہی آیت اسی طرح ہے :-
 ”فانهم سيقوم مسيحو كذب و انبياء كذبة و يعطون علامات
 عظيمة و معجزات“ الخ

دیکھئے اس آیت کی رو سے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی میں اتنے بڑے معجزے اور
 کرامات دکھانے کی طاقت ہوتی ہے کہ برگزیدوں کو گمراہ کر ڈالے۔
 چوتھا اعتراف

تفسیرینکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ آیت
 بے دین شخص کی قدرت | ۹، ۸ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اُس وقت وہ بے دین ظاہر ہوگا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک
 سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلی سے نیست کرے گا اور جس کی آمد شیطان کی
 تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ“ الخ
 آیت ۹ ۸۴۴ء کے ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور اس کا آنا شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت
 اور جھوٹی عجائبات و غرائب کے ساتھ“

اور یہ آیت ۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے :-

۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۸۳۱ء میں یہ آیات اس طرح ہیں ”تب وہ بے شرع ظاہر ہوگا جسے
 خداوند اپنے منہ کے دم سے فنا اور اپنے آنے کی شکوہ سے نیست کر دیگا اور اسکا آنا شیطان کے کئے سے
 کامل قدرت اور جھوٹی عجائبات و غرائب کے ساتھ ہوگا“ ۱۷ فیہم

”و ظہور ش از عمل شیطان با ہر قسم معجزہ و عجائب غرائب کا ذب می باشد“
 دیکھئے پولیس جس شخص کو بے دین لکھتا ہے ہر طرح کی قدرت کا مالک ہوگا اور
 معجزے دکھلائے گا۔

پانچواں اعتراف

جن آسیب کو نکالنا دلیل نبوت نہیں | یوسی بیس اپنی تاریخ کی آٹھویں کتاب
 کے باب میں لکھتا ہے کہ :-

”سیمان نے بہت سے ایسے منتر ایجاد کئے تھے جن سے بیماروں کو شفا
 ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ایسے عمل ایجاد کئے تھے جن کے ذریعے جن اور
 آسیب کو نکالا جاتا، وہ عمل آج بھی بڑے پیمانے پر جاری ہیں۔ میں نے
 خود دیکھا ہے کہ میرے ہم وطن البعزہ نے بادشاہ وس پی سین، اس کے
 بیٹوں اور امراء کے سامنے لوگوں سے جن اور آسیب اُتار دیئے۔ اس
 کے اُتارنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ آسیب زدہ شخص کے نتھنوں میں ایک چھلا
 رکھ کر آسیب کو نتھنوں کے راستے نکال لیتا تھا۔ ایسا کرتے ہی آسیب زدہ
 شخص فوراً گر جاتا اس کے بعد وہ جن سے دوبارہ واپس نہ آنے کا اقرار
 لیتا۔ اس دوران وہ منتر پڑھتا اور سیمان کا نام لیتا رہتا تھا۔ لوگوں کو
 یقین دلانے کے لئے کچھ دور پانی سے بھرا ہوا ایک برتن رکھ دیتا
 اور جن کو نکالنے کے بعد اس برتن کو الٹ دینے کا حکم کرتا اور وہ جن
 الٹ دیتا تھا۔“

میں کہتا ہوں کہ جب وہ عمل یوسی بیس کے عہد میں بڑے پیمانے پر جاری تھے تو
 حضرت مسیح اور حواریوں کے زمانہ میں تو اور بھی زیادہ ہوں گے۔ ہمارے اس زمانہ
 میں ہندوستان میں بھی سینکڑوں عالِم حضرات موجود ہیں جو جن آسیب کو علوی عمل یا

سفلی عمل کے زور سے نکال دیتے ہیں۔
جس سے ثابت ہوا کہ حق آسیب کو نکال دینا کبھی بھی نبوت کی دلیل
نہیں بن سکتا۔

چھٹا اعتراف

کتاب سموئیل اول باب ۱۰ آیت ۱۰-۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء
میں یوں ہے کہ :-

”اور جب وہ اُدھر اُس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اُس
کو ملی اور خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی اور وہ بھی اُن کے
درمیان نبوت کرنے لگا اور ایسا ہوا کہ جب اُس کے اگلے جان پہچانوں
نے یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کر رہا ہے تو وہ ایک دوسرے
سے کہنے لگے: قیس کے بیٹے کو کیا ہو گیا؟ وہ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل
ہے؟ اور وہاں کے ایک آدمی نے جواب دیا کہ بھلا اُن کا باپ کون ہے؟
تب ہی سے یہ مثل چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے اور جب وہ نبوت کر چکا
تو اُوں نے مقام میں آیا۔“

اور اسی کتاب کے باب ۱۱ کی آیت ۶ یوں ہے :-

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں ”اور جب وہ جمعیت کو آئے تو
نبیوں کا گروہ وہاں سے دوچار ہوا اور خدا کی روح اُس پر چڑھی اور اُس نے بھی اُن کے درمیان
نبوت کی اور اُس کے اگلے جان پہچانوں نے جو یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کرتا ہے تو ایک نے
دوسرے سے کہا کہ قیس کے بیٹے کو کیا ہوا؟ کیا ساؤل بھی نبیوں کے درمیان ہے اور ایک نے
اونہیں سے جواب دیا اور کہا کہ ادن کا باپ کون ہے تب ہی سے یہ مثل چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟
سو جب وہ نبوت کر چکا تو اُوں نے مکان میں آیا۔“ ۱۲ فہیم

”جب ساؤل نے یہ باتیں سنیں تو خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی
اور اُس کا غصہ نہایت بھڑکا“ ۱

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل بھی روح القدس سے مستفیض تھا اور روح
القدس اس پر نازل ہوتا تھا۔ مگر کتاب مذکور کے باب ۱۶ کی آیت ۱۴، ۱۵ میں اس
طرح ہے کہ :-

”اور خداوند کی روح ساؤل سے جدا ہو گئی اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح
اُسے ستانے لگی اور ساؤل کے ملازموں نے اس سے کہا دیکھ اب ایک بُری
روح خدا کی طرف سے تجھے ستاتی ہے“ ۲

اور آیت ۲۳ میں اس طرح ہے :-

”سو جب وہ بُری روح خدا کی طرف سے ساؤل پر چڑھتی تھی تو داؤد
بربط لے کر ہاتھ سے بجاتا تھا اور ساؤل کو راحت ہوتی اور وہ بحال ہو
جاتا تھا اور وہ بری روح اس سے اتر جاتی تھی“ ۳

”سو جب وہ بری روح خدا کی طرف سے“ الخ ۱۸۳۸ کے فارسی ترجمہ میں یوں ہے :-

”وچنین اتفاق افتاد کہ ہر گاہ روح کسیف از طرف خدا بر ساؤل نازل می شد“

۱۔ قدیم اردو ترجمے میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے ”اور جو نبی ساؤل نے یہ سندیسے سے دو نہیں
خدا کی روح اوس پر چڑھی اور اوس کا غصہ بے طرح بھڑکا“ ۱۲ فہیم

۲۔ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات اس طرح ہیں ”اور خداوند کی روح ساؤل پر سے چلی گئی
اور خداوند کے حکم سے ایک روح او سے ستانے لگی تب ساؤل کے خادموں نے او سے کہا دیکھ
اب ایک شریر روح خدا کی طرف سے تجھے ستاتی ہے“ ۱۲ فہیم

۳۔ یہ آیت قدیم اردو ترجموں میں اس طرح ہے ”اور ایسا ہوا کہ جب خدا کی روح ساؤل پر
چڑھتی تھی تو داؤد بربط ہاتھ سے بجاتا تھا اور ساؤل خوشوقت ہوتا تھا اور راحت پاتا تھا اور شریر روح او پر نہ تھی“ ۱۲ فہیم

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے کہ :-

”وواقع شد هنگام تاثیر روح مفر از جانب خدا“ الخ

(قدیم) اردو ترجموں میں ”خدا کی روح ساؤل پر چڑھتی“ الخ ہے جبکہ فارسی ترجموں^۱ میں اس کو ”روح کسیف“ اور ”روح مفر“ کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح خدا سے مراد روح شیطان ہی ہے۔ یہ تو ایک الگ بحث ہے۔

بہر حال روح خدا کے جدا ہونے کے بعد خدا کے حکم سے ساؤل پر ایک روح شیطانی مسلط ہو گئی اور روح رحمانی اور شیطانی کا یہ جامع پیغمبر دونوں سے مستفیض تھا۔ روح شیطانی کے مسلط ہو جانے کے بعد روح القدس سے استفاضہ ختم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ کتاب مذکور کے باب ۱۹ کی آیت ۲۳، ۲۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”تب وہ ادھر آئے کے نبوت کی طرف چلا اور خدا کی روح اس پر بھی نازل ہوئی اور وہ چلتے چلتے نبوت کہتا ہوا آئے کے نبوت میں پہنچا اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اُس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا۔ اس لئے یہ کہاوت

۱۔ جدید اردو ترجمہ جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس میں بھی قدیم فارسی ترجموں کے موافق ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نے اس جملہ کے شروع میں لفظ ”قدیم“ (قوسین) میں لکھ دیا ہے۔ کیونکہ مصنف کے پیش نظر وہی اردو ترجمے تھے۔ ہم نے جدید ترجمہ کو ہی نقل کیا ہے۔

چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟

دیکھئے اس جگہ ساؤل روح القدس کے فیض میں ایسا مستغرق ہو گیا کہ کپڑے اُتار کر ننگا ہو گیا اور سارا دن اور ساری رات اُسی طرح پڑا رہا۔ رحمانی اور شیطانی روحوں کے جامع اس مشہور پیغمبر کی حالت کتاب سموئل اول کے ناظرین کے سامنے کھل کر آ جاتی ہے کہ اس مجمع الضدین پیغمبر کی ذات بابرکات کیسا گناہوں کا پلندہ تھی۔

خلاصہ بحث

مقدمہ کتاب کی فصل دوم و سوم اور مقصد سوم کی چاروں فصلوں کے مطالعہ سے قارئین کے سامنے درج ذیل باتیں واضح ہو کر آتی ہیں :-

پہلی بات | تفسیر میں قول فیصل قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ متی کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی جو صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئی اس کا یونانی ترجمہ ہی اب موجود ہے جس کے بارے میں جیروم کہتا ہے کہ اس کے مترجم تک کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ڈاکٹر ویس اور فرقہ یونی ٹیرن انجیل متی کے باب اول و دوم کو الحاقی قرار دیتے ہیں اور لاطینی ترجمہ سے نسب نامہ کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔

اسی طرح کاروتس، بروئیس اور بلر مائن کے قول کے مطابق انجیل مرقس بھی ناپید ہو گئی ہے صرف اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ بعض متقدمین علماء کو اس کے آخری

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں تب وہ رامہ نیات کی طرف چلا اور خدا کی اوس پر بھی آچڑھی اور وہ چلتا گیا اور نبوت کرنا گیا یہاں تک کہ رامہ نیات میں پہنچا اور اوس نے بھی اپنے کپڑے اُتارنا چھینکے اور سموئل کے آگے اس نے بھی نبوت کی اور اوس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا

اس لئے میشل ہوتی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟ ۱۲ فہیم

باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں شبہ تھا۔

انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی بعض آیات اور پہلے دو ابواب میں بعض متقدمین علماء کو تردد تھا۔

مذہب عیسوی کے مشہور مصلح مادھن لومٹر کو ان تینوں مذکورہ انجیلوں کی صداقت میں شک تھا۔ ان کے نزدیک صرف یوحنا کی انجیل ہی صحیح انجیل ہے۔ اس صحیح انجیل کا جو حال ہے مشہور محقق اور عیسائی عالم برٹشیندر اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ :-
 ”یہ انجیل اور یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اُس کی طرف منسوب کر دی ہیں“
 فرقہ الوجین کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسٹاولن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ :-
 ”بلا شک و شبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرس کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے“

مشہور عیسائی محقق عالم کروٹیس کہتا ہے کہ اس انجیل کا باب الحاقی ہے۔
 ہورن کے اقراء کے مطابق انجیلوں کی تالیف کا زمانہ معتبر روایات سے ثابت نہیں ہوتا اور متقدمین کے ہاں تنقید روایات کا کوئی معیار نہ تھا۔

طس اور فلیموں کے نام خط اور تیمتھیس کے نام دونوں خطوں کو بعض علماء نے مردود شمار کیا ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ عبرانیوں کے نام خط پوس کا تحریر کردہ ہے۔

پطرس کا دوسرا خط، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط، یوحنا کے پہلے خط کے بعض فقرے اور مکاشفہ یوحنا کا ناقابل بیان ہے،
 حوالہ یوں کی طرف ان کی نسبت خواہ مخواہ اور زبردستی بلا کسی سند کے کی گئی ہے۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے بیشتر علماء نے ان کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ نائس کونسل منعقد

۳۲۵ تک جمہور کے نزدیک واجب التسلیم نہیں تھے۔

پطرس کے دوسرے خط، یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خط، یہوداہ کے خط اور یوحنا حواری کے مکاشفہ کو عرب کے گرجے تسلیم نہیں کرتے تھے اور سریانی گرجا تو اب تک بھی تسلیم نہیں کرتا۔

سرل کی طرح یروشلم کے تمام گرجے بھی سرل کے زمانے تک مکاشفہ یوحنا کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ بعض متقدمین اس کو سرن تھس ملحد کی تصنیف قرار دیتے تھے۔ دیونیشس نے دلائل سے اور پروفیسر ایوالڈ نے بڑی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے۔ ۳۲۴ء میں منعقدہ لوڈیشیا کونسل میں بھی یہ واجب التسلیم کتب مقدسہ کی فہرست سے خارج رہی اور ۳۹۷ء میں منعقدہ کارٹیج کی کونسل میں اس کو اس فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اکثر عیسائی اس کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ مگر اس کونسل والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو مکاشفہ کی طرح کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کتاب باروخ، کتاب پندو نصائح کلیسا اور مقابین کی دونوں کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا تھا مگر پروٹسٹنٹ فرقہ ان سب کو تسلیم نہیں کرتا۔

دوسری بات | مقدمہ کی تیسری فصل میں تحریف کے جو نو اسباب بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ انجیل میں تحریف کا امکان بہت زیادہ اور آسان تھا۔

تیسری بات | ابتدائی مسیحی طبقہ میں جعل سازی شروع ہو گئی تھی، اس انجیل کے علاوہ پچھتر کے قریب انجیلیں، خطوط اور مکاشفے تھے جن کو جمہور مسیحی اب بغیر کسی ٹھوس دلیل کے جھوٹا بتاتے ہیں اور ابتدائی طبقوں میں محافظت کا طریقہ بھی اچھا نہیں تھا۔ اسی بنا پر عہد جدید کی کئی سچی کتابیں بھی گم ہو گئیں۔

چوتھی بات | انجیل کے مفسرین اور علماء کے اعتراف کے مطابق موجودہ انجیل کے بہت سے مقامات پر الحاق ہو گیا ہے۔ مثلاً انجیل متی باب ۲۳ آیت ۳۵، یوحنا کا پہلا خط باب ۵ آیت ۴، ۸، کمر تھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۰ آیت ۲۸ اور متی باب ۱۲ آیت ۴۸، ۳۵ میں۔

پانچویں بات | انجیل نویسوں کی تحریر وہم اور غلطیوں سے پاک نہیں۔

چھٹی بات | بڑے بڑے عیسائی علماء کے اعتراف کے مطابق انبیاء بنی اسرائیل اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں ہوتی تھیں اور پطرس سمیت تمام حواریوں نے روح القدس کے نزول کے بعد بھی غلطیاں کی ہیں۔

ساتویں بات | انبیاء اور حواریوں سے زنا، بُت پرستی اور جھوٹ جیسے گناہ اکبرہ سرزد ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ تبلیغ وحی میں بھی ان سے جھوٹ بولنا ثابت ہے۔

آٹھویں بات | کرامت اور معجزات کا صدور نبوت کی دلیل نہیں، بلکہ اہل کتاب کے نزدیک تو یہ ایمان کی بھی دلیل نہیں ہے۔

۱۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور انہوں نے مجھے مصلوب کیا اور اس کے پٹے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے“ ۱۲ بحیث ۲۔ الفاظ ترجمہ ۱۹۳۳ء یوں ہیں ”اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے اور گواہی دینے والے تین ہیں روح اور پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں“ ۱۲ بحیث

۳۔ ۱۹۶۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت الفاظ اس طرح ہیں ”لیکن اگر تم سے کوئی کہے کہ یہ قربانی کا گوشت ہے تو اس کے سبب میں نے تمہیں جتایا اور دینی امتیاز کے سبب نہ کھاؤ“ ۱۳ بحیث

۴۔ آیت ۱۹۶۳ء کے ترجمہ میں یوں ہے ”کیونکہ ابن آدم بہت کاما مک ہے“ اور آیت ۳۵ کے الفاظ اس طرح ہیں ”اچھا آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور بُرا آدمی بُرے خزانہ سے بری چیزیں نکالتا ہے“ ۱۲ بحیث

میں کہتا ہوں کہ کتب مقدسہ کے اس سارے مجموعہ کی نہ کوئی سند ہے اور نہ ہی یہ مجموعہ الہامی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ انجیل متی تو دنیا سے ناپید ہو چکی، صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی ہے۔ مرقس اور لوقا نہ تو حواری تھے اور نہ ان کا کلام الہامی تھا۔ لہذا یہ تینوں انجیلیں تو یقیناً حواریوں کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ اس لئے ان تینوں کو الہامی کہنا صراحتہ انصاف کا خون کرنا ہے۔ ان کی حیثیت تاریخ کی دوسری کتابوں جیسی ہی ہے۔ البتہ ان میں اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں زیادہ سے زیادہ یہ فرق ہو سکتا ہے کہ ان کے مورخ دیانت دار تھے۔ اس کے باوجود تاریخ کی دوسری کتابوں کی نسبت ان میں الحاق اور تحریف کا شبہ بہت زیادہ ہے۔

پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط اور مکاشفہ یوحنا، ہمارے نزدیک کسی طرح بھی الہامی تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔ کاریج کی کونسل کا حکم ہمارے نزدیک صرف ایک کونسل حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کتاب باروخ، پند و نصائح کلیسا اور مقابیوں کی دونوں کتابوں کے بارے میں جس طرح پروٹسٹنٹ والوں کے نزدیک اس کونسل کا حکم معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح ہم مکاشفہ کے بارے میں بھی اس کونسل کے فیصلے کو معتبر نہیں سمجھتے۔

پولس کو نہ ہم حواری تسلیم کرتے ہیں اور نہ صاحب الہام۔ اس کا کلام ہم پر حجت نہیں۔ بلکہ زونگلز اور دیگر پروٹسٹنٹوں کی طرح ہم بھی اس کی کلام کو غلطی سے پاک نہیں سمجھتے۔

اگر ہم ان سب باتوں سے بھی قطع نظر کر لیں تو بھی ہمارے نزدیک انجیل صرف حضرت عیسیٰ کے اقوال ہی کی حد تک ہے۔ البتہ ان اقوال میں بھی وہی قابل اعتبار ہوں گے جو کم از کم خبر واحد کے اصول کے مطابق ہوں۔ اور ان کا حکم وہی ہوگا جو ہمارے

ہاں احادیث آحاد کا ہے۔ چنانچہ جب تک ان اقوال کے خلاف کوئی قطعی نقلی اور عقلی دلیل موجود نہ ہو تب تک ان کو قبول کیا جائے گا اور اگر موجود تو ہو مگر اس کی تاویل ممکن ہو تو تاویل کر لی جائے گی۔ ورنہ راوی کے وہم اور غلطی پر محمول کر کے اس کو رد کر دیا جائے گا۔

اور عیسائی محققین علماء کے مذکورہ بالا اعتراف کے مطابق انجیل کے راویوں سے وہم اور غلطی کا صدور کوئی بعید نہ تھا۔ مثلاً یہ کتنی بڑی غلطی تھی کہ حواری یہ سمجھتے تھے کہ قیامت انہی حضرات کی زندگی میں آجائے گی جس کی تصریح ان کے اقوال میں بیشتر مقامات پر مذکور ہے جن میں سے چند اقوال ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

حواریوں کے زعم میں یہ بھی تھا کہ یوحنا نزول مسیح تک وفات نہیں پائے گا۔ چنانچہ یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۱، ۲۲، ۲۳۔ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

”پطرس نے اسے دیکھ کر یسوع سے کہا اے خداوند! اس کا کیا حال ہوگا؟
یسوع نے اُس سے کہا اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا ہے
تو تجھ کو کیا؟ تو میرے پیچھے ہو لے۔ پس بھائیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی
کہ وہ شاگرد نہ مرے گا۔ لیکن یسوع نے اُس سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ
نہ مرے گا بلکہ یہ کہ اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا ہے تو
تجھ کو کیا؟“

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں ”پتھر نے اسے دیکھ کر یسوع کو کہا اے خداوند اس شخص کو کیا ہوگا یسوع نے اس سے کہا اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ یہیں ٹھہرے تو تجھے کیا تو میرے پیچھے چلا آتے بھائیوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ وہ شاگرد نہ مرے گا لیکن یسوع نے اسے نہیں کہا کہ وہ نہ مرے گا بلکہ یہ کہ اگر میں چاہوں کہ میرے آنے تک وہ ٹھہرے تو تجھے کیا“ ۱۲ فییم

تفسیر بالانس میں ہے کہ :-

”عیسیٰ کے الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ غلطی مشہور ہو گئی کہ وہ نہیں مرے گا۔ اور چونکہ یوحنا تمام حوالہ یوں کے بعد زندہ رہا اس لئے یہ غلطی اور بھی بڑھ پکڑ گئی جس کی بنا پر مرنے سے پہلے یوحنا نے اس غلطی کو درست کر دینا مناسب خیال کیا“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

”غالباً عیسیٰ کے اس قول سے مراد یہودی تھے، لیکن حوالہ یوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا اسے جنت میں زندہ اٹھایا جائے گا“

آگے چل کر اسی تفسیر میں اس طرح ہے :-

”اس سے یہ اصول سیکھ لینا چاہیئے کہ انسان کی روایت بلا تحقیق ہوتی ہے اور اُس پر ایمان کی بناء رکھنا احمقانہ پن ہے۔ یہ محض حوالہ یوں کی ایک روایت تھی اور یہ بات جو بھائیوں میں مشہور تھی ابتداء ہی سے عام رواج پا گئی تھی مگر پھر بھی وہ جھوٹی تھی۔ اب سوچئے کہ جن روایتوں کو تحریر میں نہیں لایا گیا ان پر کتنا بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟ یہ تفسیر روایتی انداز میں تھی عیسیٰ کی کوئی نئی بات پیش نہیں کی گئی تھی“

اسی مذکورہ تفسیر کے حاشیہ پر یوں ہے کہ :-

اس وجہ سے کہ حواری خداوند کے آنے کو صرف انصاف کے قیام کے لئے آنا خیال کرتے تھے اس لئے لفظوں کا مطلب غلط سمجھے جیسا کہ خود انجیل نویس

نے اس کی تصریح کر دی ہے“

ڈاؤلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

”خداوند کے اس مبہم اظہار سے بعض مریدوں نے یہ سمجھا کہ یوحنا کبھی نہیں
 مرے گا اور نزول عیسوی کے وقت زندہ رہنے والے لوگوں میں موجود ہو
 گا۔ جیسا کہ کرتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۵ کی آیت ۵۱، ۵۲ اور
 مقسلیکیوں کے نام پہلے خط کے باب ۴ کی آیت ۱۷ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔
 حالانکہ ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حواری یروشلم کی تباہی تک زندہ رہے
 گا۔ مگر کتب مقدسہ کے بہت سے فقروں میں اس کو خداوند کے آنے سے
 تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ آنا انصاف کے قائم ہونے اور اس کے سچا ہونے
 کی بہت بڑی شہادت تھی۔ جس کی طرف متی باب ۲۴ آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹ میں
 اشارہ کیا گیا ہے۔“

کتاب پبلی مطبوعہ لندن ۱۸۵۷ء میں صفحہ ۳۲۳ پر مرقوم ہے کہ :-
 ”پہلے عیسائیوں کی طرف دوسری غلطی یہ منسوب کی گئی ہے کہ وہ قرب قیامت
 کی امید رکھتے تھے۔ میں اعتراف بیان کرنے سے پہلے اسی طرح کا ایک

۱۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیات یوں ہیں ”دیکھو میں تم سے بھیجی کی بات کہتا ہوں ہم سب
 تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے۔ اور یہ ایک دم میں ایک پل میں پچھلا نرسنگا پھونکتے ہی
 ہوگا کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مردے غیر فانی حالت میں اٹھیں گے اور ہم بدل جائیں گے۔“ ۱۲ نجیب

۲۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت اس طرح ہے ”پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے ان کے ساتھ بادلوں
 پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے۔“ ۱۲ نجیب

۳۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں ”کیوں کہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر کچم تک
 دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔“ ۱۳ نجیب

۴۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں ”جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن
 آدم کے آنے کے وقت ہوگا۔“ ۱۲ نجیب

اور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے تعلق پطرس سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہیں ٹھہرا رہے تو تجھے کیا؟ اس سے یہ غلط مفہوم لیا گیا کہ یوحنا نہیں مرے گا اور بھائیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔ غور کیجئے کہ اگر یہی بات عام عیسائیوں کا نظریہ قرار پا کر ہم تک پہنچتی اور اس غلطی کا ازالہ کرنے والی توضیح ضائع ہو جاتی تو آج کوئی شخص اس غلطی کا حوالہ دے کہ اور اس کی بنیاد پر دینِ عیسوی کی تردید پر کمر بستہ ہو جاتا تو یہ بات اس چیز کے لحاظ سے جو ہم تک پہنچی ہے بہت ہی بے انصافی تھی اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انجیل یہ یقین دلاتی ہے کہ حواریوں اور اقلین عیسائیوں کو قیامت کے اپنے ہی زمانے میں آنے کی امید تھی ان کو بھی وہی توجیہ اختیار کرنا چاہیئے جو ہم نے اس چند روزہ پرانی غلطی کے بارے میں اختیار کی ہے اور اسی توجیہ نے ان حضرات کے فریبی قرار پانے سے محفوظ رکھا ہے۔

اب اس بات میں یہی سوال مشکل ہے کہ جب ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ حواریوں کی رائے غلط فہمی پر مبنی تھی تو پھر ان کی کس چیز پر ہم بھروسہ کر سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں دینِ عیسوی کا ایک حامی منکرین کو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو حواریوں کی شہادت چاہیئے ہے۔ اُن کی ذاتی رائے سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اصل مقصود چاہیئے اُس سے اخذ کردہ نتیجہ سے کوئی بحث نہیں ہے۔

منکرین کے اعتراضات سے مکمل طور پر محفوظ رہنے کے لئے اس مذکورہ جواب میں دو باتوں کا خاص خیال رکھنا ہوگا :

۱۔ اس مقصود کو جو حواریوں پر الہام کے ذریعہ حاصل ہوا اور پھر ان سے اس

کے اظہار سے ثابت ہوا ہے کہ اس چیز سے جو اُس سے جدا تھی اور اتفاقاً اس کے ساتھ مل گئی ہے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ جو معاملات صراحتہ دین کے خلاف ہیں ان کے بارے میں تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں ہے لیکن جو معاملات اتفاقاً خلط ملط ہو گئے ہیں ان کے بارے میں کچھ پیش کیا جاتا ہے۔

آسیب زدگی انہی معاملات میں سے ایک ہے جو لوگ اس کو اس زمانہ کی غلط فہمی پر مبنی سمجھتے ہیں کہ انجیل کے مولف اور اس زمانہ میں یہودی بھی اس میں مبتلا تھے اس امر کے اعتراف سے نہ ہچکچائیں اس سے دین عیسوی کی حقانیت کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو عیسیٰؑ دنیا میں لائے تھے، بلکہ اُس زمانے اور اُس ملک کی مروجہ رائے ہونے کے سبب ملفوظات عیسوی میں بھی اتفاقاً ظہور میں آگیا اور مدعوں کی تاثیر کے بارے میں انسانی آراء کو درست کہنا فریضہ رسالت میں سے نہیں ہے۔ لہذا اس کو گواہی سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

۲۔ حواریوں کے ملفوظات میں ان کے مسئلوں اور دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہیے اُن کے مسئلے تو الہامی ہیں۔ مگر ان مسئلوں کی توضیح اور تقویت کی غرض سے وہ لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو کی صورت میں مناسبتیں اور دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ یہودیوں کے سوا جو لوگ مسیحی ہوئے اُن کے ذمہ شریعت موسوی کی اطاعت نہیں ہے، الہامی مسئلہ تھا جس کی تصدیق معجزات سے ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی پولس جب اس مطلب کو بیان کرتا ہے تو اس کی تائید کے لئے بہت سی باتیں اپنی طرف سے پیش کرتا ہے۔ یہ مسئلہ تو اپنی جگہ واجب التسلیم ہے لیکن دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے

کو تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ دوسرے مقامات پر بھی یہی توجیہ کی جائے گی۔ میری رائے میں یہ بڑی قوی توجیہ ہے کہ جب رہائی لوگ کسی بات پر اتفاق کر لیں تو ان کے مقدمات سے جو نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسلیم ہے۔ مگر ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام مقدمات کی تشریح کرتے رہیں یا انہیں من وعن قبول کر لیں۔ البتہ ایسی صورت میں کہ وہ لوگ مقدمات کے ایسے معترف ہوں جیسے نتیجہ کے تو اس وقت تسلیم کرنا واجب ہے۔“

عیسائی مفسرین اور پہلی کے مذکورہ بالا بیانات سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ | ان سب حضرات کے اقرار کے مطابق یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یوحنا کی وفات کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو حواریوں اور اولین مسیحی طبقہ نے غلط طور پر سمجھا تھا۔ جوہنری واسکاٹ کی تفسیر کے مطابق وہ لوگ یقین رکھتے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا بہشت میں زندہ اٹھایا جائے گا۔ اور اس تفسیر کے حاشیہ کے مطابق اس یقین کا سبب یہ تھا کہ حواری حضرات حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری سے صرف وہی نزول مراد لیتے تھے جو قیامت کے قریب ہوگا۔ اور بادنس کے مطابق یہ غلطی اس لئے بھی جڑیں پکڑ گئی کہ یوحنا حواری نے دوسرے حواریوں سے زائد عمر پائی۔

ملاحظہ کیجئے کہ ان حضرات کا یہ اعتقاد صریح غلط نکلا۔

دوسرا فائدہ | پہلی کے اعتراف کے مطابق تمام حواری اور اولین عیسائی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اسی طبقہ کے لوگوں کی زندگی میں قیامت آجائے گی۔ ڈایلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر کے مطابق کرمیتیوں کے نام پہلے خط کے باب ۵ کی

آیت ۵۱، ۵۲ اور تھسلینکیوں کے نام پہلے خط کے باب ۴ کی آیت ۱۷ میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے۔

ان دونوں فائدوں پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت پطرس اور پولس ۶۴ء میں یوحنا کی وفات سے ۳۶ برس پہلے مقتول ہوئے۔ اسی طرح دوسرے حواری بھی وفات پا چکے تھے تو تمام حضرات وفات تک ان دونوں غلطیوں میں مبتلا رہے ہوں گے اور یہی عقیدہ رکھتے ہوں گے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا زندہ جنت میں اٹھایا جائے گا اور قیامت اُسی طبقہ کے لوگوں کی زندگی میں ہی آجائے گی۔ کرتھیوں اور تھسلینکیوں کے نام پہلے خطوں کی عبارت یوں ہے :-

کرتھیوں کے نام پہلے خط باب ۱۵ آیت ۵۱، ۵۲ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں اس طرح ہے :-

دیکھو میں تم سے بھیجہ کی بات کہتا ہوں، ہم سب تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے اور یہ ایک دم میں، ایک پل میں، پھچلا نرسنگا پھونکتے ہی ہوگا۔ کیونکہ نرسنگا پھونکا جانے کا اور مردے غیر فانی حالت میں اٹھیں گے اور ہم بدل جائیں گے۔“ ۱۷

تھسلینکیوں کے نام پہلا خط باب ۴ آیت ۱۶، ۱۷ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ہے :-
”کیونکہ خداوند خود آسمان سے لٹکا اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خدا کے نرسنگے

۱۷ قدیم حوالہ میں لفظ ”غیب“ استعمال ہوا ہے۔ ۱۲

۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیات یوں ہیں ”دیکھو میں تمہیں غیب کی ایک بات کہتا ہوں کہ ہم نہ سوئیں گے پر ہم سب بدل ہوں گے، ایک دم ایک پل میں پچھلے صور پھونکتے ہوئے صور تو پھونکا جائیگا اور مردے اٹھیں گے اور ہم مبدل ہوتیں گے۔“ ۱۲ فہیم

کے ساتھ اتر آئے گا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں مٹے جی اٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہم ان میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے۔“

اب افسوس یہ ہے کہ پوسٹ مقدس کی غیب کی وہ بات غیر صادق نکلی اور تمام حواری پچھلے نرسنگے کے ٹھنکنے سے پہلے ہی موت کی نیند سو گئے اور ایک کو بھی نرسنگا ٹھنکنے تک نہ زندگی اور نزول کے وقت جناب مسیح کے استقبال کے لئے بادلوں پر اٹھایا جانا نصیب نہ ہو سکا۔

تیسرا فائدہ | بارتس کا یہ قول کہ ”مرنے سے پہلے یوحنا نے اس غلطی کو درست کر دینا مناسب خیال کیا“ بالکل غلط ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ محقق برشینڈر اور اسٹاڈلن اور فرقہ الوجین کے قول کے مطابق یہ کسی دوسرے عیسائی کی تصنیف کردہ ہے اور اگر اس کی تصنیف تسلیم بھی کر لیں تب بھی مشہور عظیم عیسائی محقق گر وٹیس کے مطابق اکیسواں باب ہرگز یوحنا کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یوحنا کی وفات کے بعد افسس کے کلیسا نے اپنی طرف سے اسے اس میں شامل کر دیا ہے۔ لہذا اس غلطی کو صحیح کرنے والا افسس کا کلیسا ہے نہ کہ یوحنا، یوحنا تو اپنے اسی عقیدے پر ہی وفات پا گئے ہوں گے۔ مگر جب عیسائیوں نے دیکھا کہ یوحنا تو وفات پا چکے اور مسیح کا نزول نہیں ہوا تو اس باب کو شامل کرنے کی جرات کر کے قول مسیح کی تاویل کی کوشش کی۔

۱۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے مطابق یہ آیات اس طرح ہیں ”کیونکہ خداوند آپ دھوم سے مقرب فرشتے کے اہتمام کے ساتھ خدا کا نرسنگا پھونکتے ہوئے آسمان پر سے اترے گا اور جو مسیح میں ہو کے مٹے ہیں دے پہلے اٹھیں گے اوس کے بعد ہم میں سے دے جو جیتے چھوٹیں گے اون سمیت بدلیوں پر ناگاہ چڑھائے جائیں گے تاکہ ہم ان میں خداوند سے ملاقات کریں سو ہم خداوند کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے“ ۱۲ فیم

چوتھا فائدہ | حوالہ یوں کی وہ روایت جو عیسائیوں میں مشہور تھی، جب چھوٹی تھی جیسا کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں تصریح موجود ہے۔ تو اب انجیلوں کی کوئی روایت الہامی اور واجب الاعتقاد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ تمام انجیل نویس حضرت عیسیٰؑ کے اقوال کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنی کرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا اور حوالہ یوں کا کبھی کبھی غلط سمجھنا اور بعض غلطیوں پر قائم رہنا ثابت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

اس کے علاوہ بھی تواری حضرات بہت سے مقامات پر قول مسیحی کے مجمل ہونے کے سبب مطب عیسوی کو نہیں سمجھ سکے اور پاس ادب اور خوف کی بنا پر وضاحت بھی نہیں کرا سکے۔ بطور نمونہ اس بارے میں چند شواہد پیش خدمت ہیں :-

پہلا شاہد | انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۱۹-۲۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہودیوں کے جواب میں جناب مسیح کا یہ قول منقول ہے :-

دولیسوع نے جواب میں اُن سے کہا اس مقدس کو ڈھا دو تو میں اُسے تین دن میں کھڑا کر دوں گا۔ یہودیوں نے کہا چھیا لیس برس میں یہ مقدس بنا ہے اور کیا تو اسے تین دن میں کھڑا کر دے گا؟ مگر اُس نے اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہا تھا۔ پس جب وہ مردوں میں سے جی اُٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا اور انہوں نے کتاب مقدس اور اُس قول کا جو یسوع نے کہا تھا یقین کیا۔^{۱۸۴}

۱۸۴ اصل حوالہ میں لفظ ”ہیکل“ ہے جو مقدس ہی کا ہم معنی ہے۔ ۱۲ انجیل
 ۱۸۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیات ان الفاظ میں روایت ہوئی ہیں ”یسوع نے جواب دے کر انہیں کہا اس ہیکل کو ڈھا دو میں اسے تین دن میں کھڑا کروں گا یہودیوں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مذکورہ عبارت میں یوحنا کی تصریح کے مطابق جناب مسیح کے اس قول کو نہ کسی یہودی نے سمجھا عالم اور جاہل سب برابر رہے اور نہ ہی حواریوں اور مریدوں نے سمجھا تھا۔ بلکہ جناب مسیح کے زندہ ہو جانے کے بعد حواریوں نے یہ سمجھا کہ مقدس سے تو جسم عیسوی مراد تھا۔

دوسرا شاہد | یوحنا باب ۶ آیت ۵۱ - ۵۶ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اُتری اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہے گا بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی

(بقیہ حاشیہ ۵۱۶ سے آگے) نے کہا چالیس برس سے یہ ہیکل بن رہا ہے تو اوسے تین دن میں بنائے گا پر اوس نے اپنے بدن کے ہیکل کی بات کہی تھی اس لئے جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اوسکے شاگردوں کو یاد آیا اوسنے اونہیں یہ کہا تھا اوروے کتابوں پر اور اوس کلمہ پر جو یسوع نے کہا تھا ایمان لائے۔“ ۱۲ فیہم

۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیات اس طرح ہیں میں ہوں وہ جیتی روٹی جو آسمان سے اُتری اگر کوئی اوس روٹی کو کھائے ابد تک جیتا رہے گا اور روٹی جو میں دوں گا میرا گوشت ہے جو میں جہان کی حیات کے لئے دوں گا تب یہودی آپس میں بحث کرنے لگے کہ یہ مرد اپنا گوشت کیونکر ہمیں دے سکتا ہے کہ کھائیں۔ یسوع نے اونہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں اگر تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اوس کا لہو نہ پیو تم میں حیات نہیں ہے جو کوئی میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے حیات ابدی پاتا ہے اور میں اوسے پچھلے دن اٹھاؤں گا کہ میرا گوشت فی الحقیقت خوردنی اور میرا لہو فی الحقیقت نوشیدنی ہے وہ جو میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے مجھ میں بستا ہے اور میں اوسیں۔“ ۱۲ فیہم

کے لئے دوں گا وہ میرا گوشت ہے ۔

پس یہودی یہ کہہ کر آپس میں جھگڑنے لگے کہ یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکہ کھانے کو دے سکتا ہے ؟ یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اس کا خون نہ پیو تم میں زندگی نہیں ۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور میں اسے آخری دن پھر زندہ کروں گا ۔ کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے ۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے وہ مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اس میں ”

اور آیت ۶۰ میں ہے :-

”اس لئے اس کے شاگردوں میں سے بہتوں نے سن کر کہا کہ یہ کلام ناگوار ہے اسے کون سن سکتا ہے ؟“

دیکھئے یہاں جناب مسیح کا کلام نہ کسی یہودی کی سمجھ میں آیا اور مسیح کے بہت سے شاگردوں نے بھی اس کو سخت ناگوار خیال کیا ۔

تیسرا شاید | یوحنا باب ۱۱ آیت ۱۱-۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”اُس نے یہ باتیں کہیں اور اس کے بعد اُن سے کہنے لگا کہ ہمارا دوست لعزہ سو گیا ہے لیکن میں اسے جگانے جاتا ہوں ۔ پس شاگردوں نے اُس سے کہا اے خداوند ! اگر سو گیا ہے تو بچ جائے گا ۔ یسوع نے تو

۱۵ یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یوں ہے ”تب اوس کے شاگردوں بہتوں نے سن کے کہا کہ یہ سخت مشکل کلام ہے اوسے کون سن سکتا ہے ؟“ ۱۲ فہیم

اس کی موت کی بابت کہا تھا مگر وہ سمجھے کہ آرام کی نیند کی بابت کہا۔
اس جگہ بھی جناب مسیح کے شاگرد آپ کے کلام کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔

چوتھا شاہد | متی باب ۱۶ آیت ۶-۸ میں ہے :-

”یسوع نے اُن سے کہا خبردار فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے ہو شیار
لہ ہنا وہ آپس میں چرچا کرنے لگے کہ ہم روٹی نہیں لائے۔ یسوع نے یہ
معلوم کر کے کہا اے کم اعتقادو! تم آپس میں کیوں چرچا کرتے ہو کہ
ہمارے پاس روٹی نہیں۔“

اور آیت ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

”کیا وجہ ہے کہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ میں نے تم سے روٹی کی بابت نہیں کہا
فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے خبردار ہو تب اُن کی سمجھ میں آیا کہ
اُس نے روٹی کے خمیر سے نہیں بلکہ فریسیوں اور صدوقیوں کی تعلیم سے

لہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں ”اوس نے یہ باتیں کہیں
پھر اون سے کہا ہمارا دوست لعازہ سو گیا ہے میں جاتا ہوں کہ او سے جگاؤں۔ تب
اوس کے شاگردوں نے کہا اے خداوند اگر وہ سوتا ہے تو چنگا ہوگا یسوع نے اوسکی موت
کی کہی تھی پراونہوں نے خیال کیا کہ اوس نے نیند کے چین کی فرمائی۔“ ۱۲ فہیم

۲۔ قدیم حوالوں میں یہ آیات یوں ہیں ”تب یسوع نے اون سے کہا کہ خبردار فریسیوں
اور زادوقیوں کے خمیر سے پرہیز کرو اونہوں نے اپنے دل میں گمان کر کے کہا کہ اوس
کا سبب یہ ہے کہ ہم نے روٹیاں ساتھ نہ لیں۔ لیکن یسوع نے یہ دریافت کر کے اون سے
کہا کہ اے کم اعتقادو تم اپنے دل میں کیوں گمان کرتے ہو کہ یہ روٹیاں نہ لینے کے
سبب سے ہے۔“ ۱۲ فہیم

خبردار رہنے کو کہا تھا۔“

پانچواں شاہد | لوقا باب ۹ آیت ۴۴، ۴۵ میں تمام حواریوں سے جناب مسیح مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

”تمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں کیونکہ ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالہ کئے جانے کو ہے۔“

”لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہ تھے بلکہ یہ اُن سے چھپائی گئی تاکہ اُسے معلوم نہ کرسیں اور اس بات کی بابت اُس سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے۔“
دیکھئے یہاں سب حواری جناب مسیح کا کلام نہ سمجھ سکے اور خوف کے زیر اثر سوال بھی نہ کر سکے۔

چھٹا شاہد | لوقا باب ۱۸ آیت ۳۱-۳۲ میں ہے :-

”پھر اُس نے ان بارہ کو ساتھ لے کر اُن سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلم کو

لے۔ قدیم حوالے ان آیات کو اس طرح نقل کرتے ہیں ”تم کیوں نہیں سوچتے کہ میں نے تم سے روٹی کے لئے نہیں کہا کہ تم فردوسیوں اور زردقیوں کے خمیر سے پرہیز کرو تب وہ سمجھے کہ اوس نے انہیں روٹی کے خمیر سے نہیں بلکہ فریسیوں اور زردقیوں کی تعلیم سے پرہیز کرنے کو کہا۔“ ۱۲ فہیم

۱۳ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں ”کہ ان باتوں کو کانوں سے سن رکھو کہ ابن آدم خلق کے ہاتھ میں گرفتار کیا جاوے گا پروئے اس کلام کو نہ سمجھے اور یہ ان پر پوشیدہ رہا تاں وہ دے دے دریا فت کریں اور انہوں نے مارے ڈر کے اوس سے سوال نہ کیا۔“ ۱۳ فہیم

باتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں ابن آدم کے حق میں پوری ہوں گی۔ کیونکہ وہ غیر قوم کے حوالے کیا جائے گا اور لوگ اس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وہ تیسرے دن جی اُٹھے گا۔ لیکن انہوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول ان پر پوشیدہ رہا اور ان باتوں کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا۔“

یہاں بھی حواری کچھ نہ سمجھے۔

ساتواں شاہد مسیحی تعلیمات کے مطابق عروج مسیح تک تمام حواری یہی سمجھتے رہے کہ مسیح کی بادشاہت دنیوی ہے اور ہمیں بھی سلطنت و حکومت ملے گی۔

غرضیکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں کہ روایت بالمعنی کرنے کے باوجود انجیل کے مصنفین سے انجیل کے دوسرے مقامات کو سمجھنے میں بھی غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ نیز قرسی اور لوقا نہ تو حواری ہیں اور نہ ہی چشم دید واقعات لکھتے ہیں اور سنی کی انجیل کا فقط یونانی ترجمہ موجود ہے۔ لہذا ان تینوں کی روایت کا زیادہ سے زیادہ درجہ عام مورخین یا اخبار آحاد کے راویوں کا ہو سکتا ہے۔

۱۔ قدیم حوالہ میں آیت ۳۲ یوں ہے ”اس لئے کہ وہ عوام کے حوالہ کیا جائیگا اور لوگ اس سے ٹھٹھے کریں گے اور اس کے منہ پر تھوکیں گے۔“ بائبل کے جدید اردو ترجمہ میں لفظ ”عوام“ کے بجائے ”غیر قوم“ کر دیا اور ”بے عزت کریں گے“ کا جملہ بڑھا دیا گیا ہے۔ ۲۔ ان تین اخبار آحاد ”خبر واحد کی جمع ہے۔“ ”خبر واحد“ روایت کی ایک قسم ہے جس میں کوئی خبر یا روایت صرف ایک ہی روایت کرنے والے سے منقول ہو۔ علوم اسلامیہ میں روایات حدیث میں اس میں تخصیص ہے کہ ایک راوی نے صرف ایک راوی سے روایت کی ہو قرآن حدیث کی اصطلاح کے مطابق خبر واحد کی بعض صورتیں بالکل صحیح قرار پاتی ہیں تفصیلاً کیے تدریجاً حدیث کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔ ۳۔ ان

یہاں سے فرقہ پروٹسٹنٹ کے علماء کی اس انتہائی سچی بات کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے کہ حواریوں کا منصب کسی حکم شرعی کو مقررہ کرنا نہیں تھا۔

تمام حواریوں نے حتیٰ کہ پطرس حواری نے بھی آسمان پر عروج مسیح کے بعد بڑی غلطیاں کی ہیں اور پوئس تو غلطی کرنے میں سبھی کا سردار تھا جیسا کہ مقصد سوم کی فصل چہارم میں امر اول کے تحت ان کے اقوال مذکور ہو چکے ہیں۔

پانچواں فائدہ پہلی نے مخالفین کا یہ الزام تسلیم کر لیا کہ حواری اور پہلے عیسائی غلطی سے یہی امید رکھتے تھے کہ یقیناً قیامت انہی کے زمانے میں آجائے گی اور اس غلطی کا یہ جواب دیا کہ ہمیں تو حواریوں کی گواہی چاہیئے اُن کی ذاتی رائے سے کوئی سروکار نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں تو مخالفین کو الزام دھرنے کی اور بھی گنجائش پیدا ہو گئی اور ان کا اعتراض بالکل سچا ثابت ہو گیا۔ اور اس مجیب کے اقرار کے مطابق یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ حواریوں کا کلام الہامی اور واجب التسلیم نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ دیاندار مورخین کے اقوال کی مانند ہے۔ اور یہی ان کی شہادت تو اس میں بھی سہو و خطا کا خطرہ موجود ہے۔

چھٹا فائدہ پتلی کا یہ قول کہ ”دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کو تسلیم کرنا ضروری نہیں الخ دلالت کرتا ہے کہ عہد جدید کے اس مجموعہ مندرج حواریوں کے تمام اقوال الہامی نہیں ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو مقصد سوم فصل چہارم ۱۔ انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریری الہامی نہیں۔“

میں کہتا ہوں کہ کلام عیسوی کے ساتھ بطور تفسیر کے حواریوں نے اپنی طرف سے جو کچھ ملایا ہے وہ بھی ہرگز واجب التسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے الحاقی اور بلا دلیل ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی صرف اتنا ثابت ہو گا کہ ان کا اپنا گمان اس بارے میں یوں تھا۔ خواہ وہ غلط تھا یا صحیح تھا۔

حواریوں کی ان تفسیروں کی تفصیل کتاب ”استفسار“ کے سولہویں استفسار میں ملاحظہ فرمائیں۔

سائوال فائدہ پہلی کا یہ قول کہ ”ان کے مقدمات سے جو نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسلیم ہے مگر ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام مقدمات کی تشریح کرتے رہیں یا انہیں من وعن قبول کر لیں الخ“ قابل تعجب ہے۔ اس لئے کہ جب دلیل کے مقدمات ہی مقبول اور واجب التسلیم نہ ہوں تو ان سے جو نتیجہ نکلے گا وہ کس طرح مقبول اور واجب التسلیم قرار پاسکتا ہے۔

عیسائی محقق برکس، پہلی کا یہ قول نقل کر کے حاشیہ میں استہزاءً یہ لکھتا ہے کہ :-

”یہ ایک نہایت نامعقول خیال ہے کہ حواریوں نے بُرے مقدمات استعمال کرنے کے باوجود اچھا نتیجہ نکالا اور جو مطلب خدا نے پہلے الہام کیا تھا اُس میں غلطی کی حالانکہ وہ تازہ الہام کی تعلیم میں مصروف

۱۔ ”استفسار“ مولانا آل حسن صاحب کی مدعیست پر لا جواب کتاب ہے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی مشہور کتاب ”ازالۃ الالہام“ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ شاہجہان آباد کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۲۱۲) ۱۲ ن

تھے۔ اسی طرح یہ کہ انہوں نے کتب مقدسہ کے ایک حقہ کی حالت
 لکھنے کی خاطر دوسرے حقہ کو بدل ڈالا اور جو شخص ایسے مقدمات کو
 استعمال کرے جن پر یقین نہیں ہے وہ دیانت دار نہیں ہو سکتا اور
 دینِ عیسوی کے مسائل کے اثبات کے لئے حواریوں نے جو ان مقدمات
 کو استعمال کیا ہے وہ ہر عیسائی کے لئے ان مقدمات کی صداقت
 کی پوری دلیل ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو طریقہ استدلال بے فائدہ اور
 بدتر بلکہ استہزاء کے قابل ہے۔“

اس عیسائی محقق نے اگرچہ پتلی پر بہت لے دے کی ہے مگر اپنی طرف
 سے کوئی اچھی توجیہ پیش نہیں کر سکا۔

بہر حال اس کتاب کے مقدمہ اور تینوں مقصدوں کے قاری پر یہ بات
 بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے جس مجموعہ کا نام ”بائبل“
 ہے، اس کی نہ تو کوئی متصل سند موجود ہے اور نہ یہ مجموعہ الحاق، غلطی اور
 تحریف سے خالی ہے۔



بائبل کے دوسرے ترجمے

گزشتہ صفحات میں بائبل کے اصل نسخوں کے احوال تفصیل سے بیان کر دینے کے بعد اس بات کی ضرورت تو نہیں رہتی کہ ان ترجموں کے بارے میں کچھ لکھا جائے جن کو پادری حضرات انجیل، توریت اور دوسری کتابوں کے نام سے تقسیم کرتے رہتے ہیں اس لئے کہ جب اصل بائبل کا یہ حال ہے (جو گزشتہ صفحات میں بیان ہوا) تو جو کتابیں اس اصل کے تابع ہیں ان کو جو خراب حالت ہوگی وہ بالکل واضح ہے۔

تاہم ہم چند ایسے ترجموں کا تذکرہ کرتے ہیں جو عیسائیوں کے ہاں مشہور اور معتبر قرار دیئے جاتے ہیں۔ باقی ترجموں کو بھی انہی پر قیاس کر لیا جائے۔

۱۔ یونانی ترجمہ | یہ سب سے بڑا ترجمہ شمار کیا جاتا ہے اس میں موجود خرابیوں کا حال مقصد دوم کے آخر میں بیان ہو چکا ہے۔^۱

۲۔ لاطینی ترجمہ | یہ ترجمہ دومن کی تھوکر فرقہ کا مدارِ ایمان ہے اس کی خرابیوں کا حال مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور ہو چکا ہے۔^۲

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا ص ۳۲۹ - ۱۲ انجیل

۲۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا ص ۱۱ - ۱۲ انجیل

۳۔ ارازمس کا یونانی نسخہ | یہاں یہ بات یاد رہے کہ پندرہویں صدی تک انگلستان میں یونانی زبان سے واقفیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ۱۴۵۳ء میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے شہر کو فتح کیا تو اُس وقت اہل یونان براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں چلے گئے۔ کچھ لوگ انگلستان بھی آ گئے تھے۔ اس وقت سے وہاں کے لوگ اس زبان سے واقف ہونے شروع ہوئے۔ بیگٹر لکھتا ہے :-

” ۱۴۵۳ء میں جب ترکوں نے قسطنطنیہ کے شہر کو فتح کر لیا تو وہاں کے باشندے ترک وطن کر گئے اور یونانی نسخے اپنے ساتھ لے گئے۔ ۱۵۱۶ء میں ڈاکٹر لی نیکمہ کے ذریعے یونانی علم انگلینڈ میں داخل ہوا۔“
 ارازمس نے ۱۵۱۶ء میں اپنا یونانی ترجمہ تیار کیا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کا عظیم عالم ولیم کارہینٹر کہتا ہے :-

سب سے پہلے یونانی کا جو نسخہ رواج پذیر ہوا وہ ارازمس کا نسخہ ہے یہ نسخہ ۱۵۱۶ء میں رائج ہوا اور جن نسخوں کی مدد سے اس نے وہ نسخہ تیار کیا وہ صرف چار ہی نسخے تھے۔ جن نسخوں کو اس نے اس تیار دی میں استعمال کیا ان میں سے بھی تین نسخے مکمل نہیں تھے بلکہ وہ عہد جدید کی کتابوں کے کچھ اجزاء تھے اور کچھ معتبر بھی نہ تھے۔ اپنے نسخہ میں وہ بعض یونانی مرشدوں اور لاطینی ترجمہ سے تصحیح کر لیتا تھا۔ اور اگر کسی مقام پر مطلب واضح نہ ہوتا تو اپنی رائے سے اسے صحیح کر دیتا تھا۔ ارازمس کے پاس موجود مواد کی قلت کے سبب، باوجودیکہ وہ بڑا محقق اور ذہین بھی ہوا، اس کا یہ نسخہ بہت بہتر نہیں ہو سکتا۔ بعد کی طباعتوں میں اُس نے بہت سی تبدیلیاں بھی کیں اور ان میں سے بعض اچھی بھی تھیں۔ مگر پھر بھی اُس کے اصل نسخہ

میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔“

دیکھیے وایم کارل پیٹر کے اقرار کے مطابق ارازمس کا نسخہ صرف چار ہی نسخوں کی مدد سے تیار ہوا تھا اور ان میں سے بھی تین نسخے ناقص تھے۔ پھر اس کی تصحیح بعض مقامات میں ارازمس کے اپنے خیال کے مطابق ہوئی۔ وہ اگرچہ محقق اور ذہین ہی ہو لیکن مذکورہ حالات کے سبب وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔

۴۔ ٹنڈیل کا انگریزی ترجمہ | ٹنڈیل نے یہ انگریزی ترجمہ ارازمس کے یونانی نسخہ کے تیسرے ایڈیشن سے کیا ہے۔ اصل نسخہ

کا حال جب معلوم ہو چکا تو اس ترجمہ کی حالت خود بخود ظاہر ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس قدر غلط تھا کہ ایڈورڈ ششم کے عہد میں غلطیوں کی بھرمار کے الزام میں اس کے تمام نسخے جلا ڈالے گئے۔ بشپ ٹنشل نے اس ترجمہ کے صرف عہد جدید میں دو ہزار غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔

۵۔ لوٹھر کا ڈچ ترجمہ | دین عیسوی کے مشہور مصلح جناب لوٹھر نے ولندیزی زبان میں یہ ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمہ کا مقام اس سے کیا جاسکتا ہے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت بڑے عالم زونینگلس نے اس مصلح دین کو اس ترجمہ کے بارے میں لکھا تھا :-

”اے لوٹھر! تو خدا کے کلام کو بگاڑتا ہے اور تو پاک کتابوں کو مریخ بگاڑنے

اور بدلنے والا ہے۔ تجھ سے ہمیں کتنی شرم آتی ہے کہ پہلے ہم تیری بے حد

قدر کرتے تھے اور اب یہ ثابت کریں کہ تو کس قماش کا انسان ہے۔“

اس کے نتیجے میں جناب مصلح صاحب نے زونینگلس کے ترجمہ کو فہرست سے

خارج کر دیا تھا اور دین کے معاملہ میں زونینگلس کو احمق، گدھا، دجال اور فریبی قرار دیتے تھے۔ مگر سن اس ترجمہ کے متعلق لکھتا ہے :-

”یہ ترجمہ عہدِ عتیق کی کتابوں، خصوصاً کتاب ایوب اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں کو عیب دار ثابت کرتا ہے اور یہ گھناؤنی بات بہت زیادہ ہے

اور عہدِ جدید کا ترجمہ بھی حد سے زیادہ معیوب ہے۔“

اسی طرح یسرا اور اوسیا نڈرین جناب مصلح صاحب کو بر ملا کہتے تھے کہ تُو نے یہ ترجمہ بالکل غلط کیا ہے۔ اسٹافیلٹس اور امیرلس نے اس ترجمہ کے عہدِ جدید میں چودہ سو خرابیوں کی نشاندہی کر کے انہیں بدعتی قرار دیا ہے۔

۶۔ بینرا کا انگریزی ترجمہ | انگلستان کے لوگ اسی ترجمہ کے پیرو ہیں۔ اس ترجمہ کا حال یہ ہے کہ ایکو لپیدیس او بیزل کے

علماء کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ بیشتر مقامات میں انتہائی بُرا اور روح القدس کے بالکل مخالف ہے۔ فاضل مولیٰ نس کہتا ہے کہ بینرا حقیقت میں متن انجیل کی عبادت کو ہی تبدیل کر دیتا ہے۔ کالون مذہب کے ایک فاضل کا سٹیلو نے جو ادسلیڈر کے قول کے مطابق ماہر اور زبان پر عبور رکھتا تھا۔ ترجمہ بینرا کی خرابیوں کے اثبات کے متعلق اپنی کتاب میں ملامت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں اس کی تمام غلطیاں نہیں لکھوں گا کیونکہ اس مقصد کے لئے ایک بہت بڑی کتاب چاہیئے۔

۷۔ کاسٹیلو کا ترجمہ | اس کے بارے میں بینرا کہتا ہے کہ یہ ترجمہ بدتر خراب اور ملحدانہ ہے اُس کے جواب میں کاسٹیلو نے اپنی کتاب

کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بائبل کے ہمارے لاطینی اور فرانسیسی ترجمہ کو بعض لوگوں نے غیر معقول نہیں سمجھا بلکہ روح القدس کے ارادے کے برخلاف قرار دے کر اس پر رد کیا ہے۔

۸۔ علماء زورک کا ترجمہ | لواتھرس اور ہوسی پین نے اپنی تائیدیں میں لکھا ہے کہ فروشی دوس نے یہ ترجمہ چھاپ کر لو تھر کے پاس

بھیجا۔ لوتھرنے اس کو ناپسند کر کے واپس کر دیا اور مردود قرار دیا۔

۹۔ ٹانکرین کا ترجمہ | ایک ٹراؤٹ سکس نے اس ترجمہ کو بڑے غصے سے
مردود ٹھہرایا اور اس کی جگہ جناب لوتھرن کے
ترجمہ کو مقرر کر دیا۔

۱۰۔ کتاب الصلوٰۃ کا ترجمہ | کتاب الصلوٰۃ کے اس ترجمہ میں بعض ذبوروں کے
ترجمے بھی شامل تھے۔ یہ ترجمہ خالص انگلستان میں
ہی ہوا تھا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ لوگوں نے جیمس اول کو اس مضمون
کی ایک درخواست دی تھی کہ ہمارے نماز کی کتاب میں جو زبوروں داخل ہیں ان میں
تقریباً دو سو مقامات پر عبرانی نسخہ کے مخالف کئی بیشی اور تحریف موجود ہے چنانچہ انہوں
نے ایک کتاب لکھی جس میں اس ترجمہ کی تمام غلطیاں درج کر دی گئیں۔

دوسرے ترجموں پر عیسائی علماء کا تبصرہ | بائبل کے مذکورہ بالا ترجموں
کے علاوہ دوسرے ترجموں اور

ان کے مفسروں کا بھی ویسا ہی حال ہے۔

مولیٰ نس کہتا ہے :-

”سکالون نے اپنی کتاب ہارمونی میں انجیل کی عبارتوں کو تہ و بالا کر دیا اور انجیل
کے الفاظ پر اندھیرے کے پردے چڑھا دیئے اور متن میں بھی عبارت
پرٹھا دی“

مسٹر کادل لائل کہتے ہیں :-

”اگر نیری مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا، سچ کو چھپایا اور جاہلوں کو فریب دیا۔
انجیل کے سیدھے سادے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ حقیقت میں ان لوگوں
کو نور سے ظلمت اور سچ کی نسبت جھوٹ زیادہ پسند ہے۔“

رنیلڈ نے جب انگلستان کی کلیسا پر الزامات عائد کئے تو وائٹیکر کو بھجوراً یہ لکھنا پڑا :-

”کارلائل اور دوسرے حضرات نے جو ہمارے بائبل کے ترجمہ کے خلاف لکھا ہے وہ بے فائدہ ہے اُس سے کچھ مفید مطلب حاصل نہیں ہوتا البتہ بعض چیزیں ہمارے ترجمہ میں ضرور قابلِ اصلاح ہیں“
 لٹنگن کے علماء نے دینی وجوہات کے سبب بادشاہ کو مطلع کیا کہ :-
 ”بائبل کا ترجمہ انتہائی خراب ہے۔ بعض مقامات میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بعض جگہ بات کو بالکل بدل دیا گیا ہے اور بعض جگہ روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کر دیا ہے“

بعض لوگوں نے اس ترجمہ کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ :-
 ”یہ بے ہودہ اور بے معنی ترجمہ ہے بہت سے مقامات میں روح القدس کی مراد کو الٹ کے رکھ دیا گیا ہے“

یہی وجہ ہے کہ اکثر پروٹسٹنٹ حضرات نے اس ترجمہ پر تصدیقی دستخط نہیں کئے۔ چنانچہ مسٹر برجیس نے کہا تھا :-

”ایسا ترجمہ جس میں بے انتہا کمی بیشی کی گئی ہے، بعض مقامات میں مطلب کو پوشیدہ کرتا ہے اور بعض جگہ بالکل مفہوم بدل دیتا ہے، میں اس کی کس طرح تصدیق کر سکتا ہوں۔“

مسٹر بروٹن نے کونسل کے لارڈ حضرات سے درخواست کی تھی کہ :-
 ”چونکہ انگلستان میں موجودہ رائج ترجمہ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے ایک نیا انگریزی ترجمہ تیار کیا جائے“
 اور بشپ حضرات سے کہتا ہے کہ :-

”تمہارے مشہور انگریزی ترجمہ کی یہ حالت ہے کہ اس میں عہدِ عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۸۴۸ مقامات پر الٹ دیا گیا ہے اور یہ کروڑ ہا انسانوں کے عہدِ جدید کی کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب بنا ہے۔“

میں کہتا ہوں یہ انگریزی ترجمہ جس کو عیسائی علماء نے ”مطلب کو فاسد کرنے والا“ سچ کو چھپانے والا، انجیل کے سیدھے سادے مطلب کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والا، روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کرنے والا، روح القدس کی مراد کو بدل دینے والا، بے ہودہ، بے معنی، غلطیوں سے ایسا پُر کر کے ۸۴۸ مقامات پر عہدِ عتیق کے عبارتوں کو بدل ڈالا اور کروڑوں آدمیوں کے عہدِ جدید کو رد کرنے کا سبب بننے کے القابات سے نوازا ہے۔ اس کے بارے میں ظاہر ہے کالہ لائل اپنی اس بات میں انتہائی سچے ہیں کہ ”انگریزی مترجموں کو نور سے ظلمت اور سچ کی نسبت جھوٹ زیادہ پسند ہے۔“ اس لئے کہ آج بھی ہم جب اردو، فارسی اور عربی ترجموں کے مختلف سالوں کے مطبوعہ نسخوں کا باہم موازنہ کرتے ہیں تو وہ سب خرابیاں جو اوپر مذکور ہوئیں ہماری نظروں کے سامنے آ جاتی ہیں۔

عربی ترجمے تو ایسے لغو ہیں کہ ان کے بیشتر مقامات سے بالکل الٹ مطلب سمجھ میں آتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مترجم یقیناً عربی زبان سے نا آشنا ہیں۔ غریب مترجم بھی کیا کریں یہ تو ان کی اپنی زبان نہیں اور جب اپنی زبان میں لکھنے کا وہ حال ہے جو اوپر بیان ہوا چکا ہے تو پھر دوسری زبان میں ایسا لکھنے پر کیا شکایت کریں؟ چنانچہ بشپ ٹنٹل نے ٹنڈیل کے ترجمہ میں صرف عہدِ جدید

۱۵۵۴ء (مطابق ۱۲۷۰ھ) میں ہوئی۔ فاضل مؤلف

جب اُس وقت تک کی یہ شکایت کر رہے ہیں تو اس سوا صدی میں اور کیا کچھ خرابیاں نہیں پیدا ہو گئی ہوں گی۔ ۱۲ نجیب

میں دو ہزار خرابیوں کی نشاندہی کی تھی۔ ڈاکٹر کریم می مارٹن نے ان ترجموں میں موجود خرابیوں پر ایک مستقل کتاب لکھ ڈالی ہے۔

مسٹر مل نے صرف عہد جدید کے ترجموں میں عبارتوں کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی ہے۔

ہم نے یہ تمام اقوال وارڈ کی کتاب اغلاط نامہ سے نقل کئے ہیں۔ یاد کرنے ایک علمی لطیفہ لکھا ہے کہ :-

”پر وٹسٹ حضرت اس بات کے قائل ہیں کہ کتب مقدسہ کا حافظ خدا ہے لہذا اس میں کوئی غلطی نہیں اور کیا پر وٹسٹ حضرت نے اختلاف عبارت کے بارے میں آواز اٹھائی ہے؟ کیا کیپلوس عہد عتیق میں اثبات اختلاف کے متعلق اپنی کتاب پر وٹسٹ کی اعانت سے چھپوا سکتا ہے؟“
پر وٹسٹ دین کے نزدیک ادلی وابدی معجزے نے عہد عتیق اور عہد جدید کو ادنیٰ سے ادنیٰ صدمہ سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ مگر عبارتوں کے تیس ہزار اختلافات کے مضبوط لشکر کے سامنے یہ مسئلہ قدم جمائے کھڑا نہیں رہ سکتا۔“

بائبل کے علماء کے اعتراضات کے مطابق عربی، لاطینی، یونانی اور انگریزی وغیرہ تمام ترجموں میں یہ خرابی مفرد^۱، تثنیہ^۲، جمع^۳، مرفوع^۴، منصوب^۵

۱۔ مفرد: اردو میں ”تہا یا اکیلا“ سے تعبیر کر سکتے ہیں عربی میں اسم فعل حرف حتیٰ کہ ضمائر میں بھی اسکا لحاظ ہوتا ہے۔ ان

۲۔ تثنیہ: ایک ذائد اور تین سے کم افراد اسم فعل) کیلئے عربی میں مستقل صیغہ ہے جسکی نظیر اردو میں نہیں ہے۔ ۱۲۔ ن

۳۔ جمع: عربی میں دو سے زائد افراد (اسم فعل) کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے اور اردو میں ایک ذائد کو جمع کہتے ہیں۔ ۱۲۔ ن

۴۔ مرفوع: یہ لفظ آخری حرف پر پیش والے لفظ کو کہتے ہیں یہ صرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے مخصوص معنی کیلئے اسکا وجود ضروری ہے۔

۵۔ منصوب: یہ آخری حرف پر زبور والے لفظ کو کہتے ہیں یہ بھی صرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے، اور مخصوص معنی کیلئے اسکی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ ۱۲۔ ن

محرور اور مذکور مؤنث کے استعمال میں چنداں فرق نہیں کیا گیا بلکہ ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال ایک عام و بام کی طرح کیا گیا ہے۔

پوپ اربانوس ہشتم نے جب عربی بائبل میں غلطیوں کی بھرمار دیکھی تو بہت سے قسٹس، راہب، علماء اور عبرانی، یونانی اور عربی زبانوں کے ماہرین جمع کر کے ۱۶۲۵ء میں یہ حکم دیا کہ اس میں تصحیح کر کے از سر نو صحیح نسخہ تیار کریں۔ علماء نے بڑی محنت سے جب اس کو تیار کیا تو وہ بھی غلط رہا۔ اس لئے اس کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا جس میں بطور عذر کھسیا نے پن کا مظاہرہ کیا گیا۔ یہ مقدمہ ”استفسار“ میں مکمل منقول ہے۔ یہاں ہم اس مقدمہ کی آخری حصہ کی بقدر ضرورت عبارت نقل کرتے ہیں :-

۱۔ یہ آخری حرف کے نیچے ذیروالے لفظ کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی موجودگی معنی کی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے۔ ۱۲
 ”(نوٹ) یہ تمام اصطلاحات عربی حرف و نحو سے متعلق ہیں عربی زبان میں ان کی تبدیلی سے معنی کہیں کے کہیں بدل جاتے ہیں مثلاً جملہ ہے جَاءَ مُحَمَّدٌ، محمد آیا اور یہ جملہ مکمل ہے۔ اگر اسے یوں پڑھیں کہ جَاءَ مُحَمَّدًا تو معنی یوں ہو جائیں گے ”محمد کے پاس آیا“ جملہ ناقص ہو گیا اور آنے والی کی خبر نہیں کون آیا؟ یہ حرف محمد کے آخری حرف ”دال“ پر پیش اور زبر کے بدلنے سے تبدیلی پیدا ہو گئی۔
 تفصیل کے لئے عربی نحو کی کتب ملاحظہ ہوں۔ ۱۰ نجیب

۲۔ یہودی علماء کا ایک درجہ ۱۲ نجیب

۳۔ مولانا آل حسن کی رد عیسا ئیت پر مشہور تحقیقی کتاب - ۱۲ نجیب

”ثم انك في هذا النقل تجد شيئاً من الكلام غير موافق
قوانين اللغة بل مضاد لها كالجنس المذكور بدل المؤنث
والعدد المفرد بدل الجمع والجمع بدل المثنى والرفع مكان
الجر والنصب في الاسماء والجزء في الفعل ونزيادة الحروف
عوض الحركات وما يشابه ذلك فكان سبباً لهذا الكلام
سراجه كلام المسيحيين فصار لهم نوع تلك اللغة خصوصاً
ولكن ليس في اللسان العربي فقط بل في اللاتيني واليوناني
والعبراني تغايرت الانبياء والرسل والاباء الاولون
عن قياس الكلام لانه لم يرد روح القدس ان تقيد
اتساع الكلمة الى لهية بالحدود المضيقه التي حدتها
المفرائض النحوية فقد رآنا الاسرار السماوية بغير فصاحة
وبلاغة بكلمات يسيرة الخ“

۱۔ (ترجمہ) ”تم اس نقل میں بہت سی چیزیں ایسی پاؤ گے جو عام قوانین لغت کے خلاف ہوں گی مثلاً
مؤنث کے عوض میں مذکر اور جمع کی جگہ مفرد اور تثنیہ کی بجائے جمع اور مذکر کی جگہ پیش اور اسم میں نصب
اور فعل میں جزم، حرکات کی جگہ حروف کی زیادتی وغیرہ وغیرہ ان تمام باتوں کا سبب عیسائیوں کی زبان
کی سادگی ہے اور اس طرح انہوں نے زبان کی ایک مخصوص قسم بنالی ہے۔ یہ بات عربی کے ساتھ ہی مخصوص
نہیں ہے بلکہ لاطینی اور عبرانی اور یونانی زبانوں میں بھی انبیاء اور رسولوں نے اور ان کے اکابر اور
بڑوں نے لغات اور الفاظ میں اس قسم کا تغافل برتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روح القدس
کا یہ منشاء کبھی نہیں ہوا کہ کلام الہی کو ان حدود اور پابندیوں کے ساتھ جکڑ دیا جائے جو نحوی
قواعد نے لگائی ہیں، اسی لئے اس نے ہمارے سامنے خدائی اسرار کو بغير فصاحت و بلاغت کے
آسان الفاظ میں پیش کیا“ ۱۲ انجیل

اس عبارت میں اہل زبان نے کئی امور کا اعتراف کیا ہے۔

- ۱۔ ان کے اس ترجمہ میں کچھ کلام لغت عرب کی ضد ہے اور یہ کچھ خدا کے فضل سے اتنا عام ہے کہ کوئی صفحہ بلکہ کوئی سطر بھی اس پورے ترجمہ میں اس سے خالی نہ ہوگی۔
- ۲۔ عذر میں دو سبب بیان کئے ہیں۔ ایک تو مسیحی حضرات کے کلام کی سادگی کہ گویا یہ ان کی عادت ہے کہ اپنی بول چال میں مذکر، مؤنث اور مرفوع و منصوب یا مجرور وغیرہ کی کوئی تمیز نہیں کرتے۔ دوسرا یہ کہ روح القدس، سابقہ پیغمبروں اور پوپ حضرات نے دانستہ طور پر اس بات سے چشم پوشی کی ہے کلام ربانی نحوی قواعد کا پابند ہو۔

سادگی کا جائزہ | اب اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ گذشتہ اٹھارہ سو برس میں ان حضرات کی اس سادگی نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے۔

ان کے اپنے اقرار کے مطابق یہ بلالاطینی، یونانی، عبرانی اور عربی سب ترجموں میں وبائی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس معاملہ میں پوپ حضرات پر نہ ہیں کوئی تعجب ہے اور نہ ان کوئی شکایت مگر غضب خدا کا یہ حضرات ان خرافات میں روح القدس اور اگلے پیغمبروں کو بھی شامل کرتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی کلام نحوی قواعد کے خلاف اور سادگی میں لغت کے مخالف بلکہ اس کی ضد استعمال ہوگا تو یقیناً اس کو غلط قرار دیا جائے گا۔

حاشا وکلا پیغمبروں یا روح القدس کی یہ مرضی ہو سکتی ہے۔

ہو رن اپنی تفسیر کی جلد اول کے ص ۶۳۹ پر کتاب سلاطین اول باب کی آیت ۱۴ نقل کر کے

۱۔ یہ مدت اعجاز عیسوی کی تالیف (۱۲۷۰ھ، ۱۸۵۴ء) کے وقت تھی اب اس سوا سو سال

میں کیا کچھ کیا گیا ہوگا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ ۱۲ نجیب

۲۔ ۱۹۶۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یہ ہیں ”اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے

کوڑوں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں“ (۴:۱۴) ۱۲ نجیب

اس پر منکرین کے اعتراض اور اپنے جواب کو یوں لکھتا ہے :-

”بعض منکرین اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوئے جو ناپاک جانور ہیں ایک پیغمبر کے لئے کس طرح خود اک لا سکتے تھے؟ لیکن یہ منکر اگر اصل لفظ کو دیکھتے تو ایسا اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ اصل لفظ ”اُدریم“ ہے جس کے معنی ”عرب“ ہیں جیسا کہ کتاب تواریخ دوم باب ۲۱ آیت ۱۶ اور نحیا باب ۴ آیت ۷ میں استعمال ہوا ہے۔

علماء یہود کی کتاب پیدائش کی ایک تفسیر ”بریشیت دبا“ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں بت شان کے نواح میں ایک شہر تھا جہاں اس پیغمبر (ایلیاہ) کو روپوش ہو جانے کا حکم ہوا تھا۔

جیروم کہتا ہے کہ ”اُدریم“ ایک سرحدی شہر کے عرب باشندے ہیں جو پیغمبر کو کھانا پہنچاتے تھے، جیروم کی یہ گواہی بڑی قیمتی ہے۔

اگرچہ لاطینی مطبوعہ ترجموں میں کوئے کا لفظ لکھا ہے مگر تواریخ اور نحیا اور جیروم نے ”اُدریم“ کا ترجمہ عرب باشندے کیا ہے اور عربی ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے آدمی ہی مراد ہیں جانور نہیں مشہور یہودی مفسر جارچی نے بھی اس لفظ کا یہی ترجمہ کیا ہے اور یہ بھی ہو کیسے سکتا ہے کہ پاک پیغمبر جو شریعت کی اتباع میں گرم جوش اور شریعت کا بے باک حامی تھا کوؤں جیسے ناپاک

۱۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یوں ہیں ”اور خداوند نے یہورام کے خلاف فلسطیوں

اور ان عربوں کا جو گوشیوں کی سمت میں رہتے ہیں دل ابھارا“ (۱۶:۲۱) ۱۲ بنجیب

۲۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یوں ہیں ”پر جب سنبط اور طوبیاء اور عربوں

اور عثمونیوں اور اشددیوں نے سنا کہ میر و سلیم کی فصیل مرمت ہوتی جاتی ہے اور در اڑیں بند

ہونے لگیں تو وہ جل گئے“ (۴:۴) ۱۲ بنجیب

جانوروں سے خلافِ شریعت طریقے سے گوشت حاصل کرتا اور اُسے یہ یقین بھی ہوتا کہ یہ ناپاک جانور اس کے لئے گوشت لانے سے پہلے لاشوں پر نہ چھپٹے ہوں گے۔ پھر ایلناہ کو عرصہ دراز تک روٹی اور گوشت مہیا ہوتا رہا۔ بھلا ایسی خدمت اتنی مدت تک کوؤں کی طرف کس طرح منسوب ہو سکتی ہے اس لئے انتہائی غالب یہی امر ہے کہ ادرب یا اوربو کے کچھ باشندوں نے پیغمبر کی خود اک ہم پہنچانے کا کام مبرا بنام دیا ہو گا۔“

ملاحظہ کیجئے کہ اس جگہ ہورن صاحب دلائل عقلیہ، یہودیوں کی تفسیروں اور جیروم کی گواہی سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :-
 ”اور ہم کے معنی عرب باشندے کرنا چاہئیں کوئے نہیں۔“

اس اعتراف کے مطابق سب ترجموں کے ترجمے اور تمام عیسائی شارحین کی شرحیں اس مقام پر غلط ہیں۔ کتاب سلاطین اول باب ۱۷ کی آیت ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں۔“

بائبل میں ہمارے دعوئے التحریف کے اثبات سے خداوند تعالیٰ کے فضل سے فراغت پائی ۔



۱۷ اس آیت کے الفاظ ۱۸۴۲ء کے مطبوعہ ترجمہ میں یوں ہیں ”اور ایسا ہو گا کہ تو اس نالہ سے پیوے گا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ تیری پرورش کریں۔“ ۱۲ نجیب

e-Book by:
umarkairanvi@gmail.com
islaminhindi.blogspot.in & islamhindimen.wordpress.com

With thanks: **Abdur Rehman 'Adeeb'** Kairanvi

حصہ دوم

مشہور عیسائی پادری فنتہر کی کتاب

”میزان الحق“

کے باب اول کی تیسری فصل کا جواب

”میزان الحق“ کے باب اول کی تیسری فصل کا جواب

اب ہم پادری فنڈر صاحب کی کتاب ”میزان الحق“ کے باب اول کی تیسری فصل کا جواب لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے ۱۸۴۳ء کے مطبوعہ نسخے میں بھی اکثر مقامات پر کتب مقدسہ کی طرح پادری صاحب نے اس میں بھی رد و بدل اور کمی بیشی کر کے اسے دوبارہ ۱۸۵۰ء میں طبع کرایا۔ ان کے نزدیک بھی یہی آخری نسخہ ہی صحیح اور درست ہے۔ اس لئے ہم اس پہلے منسوخ شدہ نسخے سے صرف نظر کرتے ہوئے اس بعد کے مطبوعہ صحیح نسخے سے عبارتوں کو لفظاً لفظاً نقل کر کے ان کے جواب ترتیب وار بیان کریں گے۔ واللہ التوفیق

۹ پادری صاحب اس فصل میں لکھتے ہیں :-

”تیسری فصل اس بات کے ثبوت میں کہ مجریوں کا یہ دعویٰ کہ کتب مقدسہ

تحریف و تبدیل ہوئیں باطل ہے“

مسلمانوں کا یہ مذکورہ دعویٰ بلاشبہ درست ہے اور پادری

صاحب کا اس کو باطل کہنا غلط ہے جیسا کہ اس کتاب کے

ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔

۱۰ پادری صاحب کہتے ہیں :-

”قرآن اور اس کے معتقد دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیحی اور یہودیوں نے اپنی

مقدس کتابیں تحریف کیں اور اون آیتوں کو جو محمد کی طرف اشارہ تھیں نکال کر دوسرے لفظ اون کے مقام پر رکھ دیئے ہیں اور اس سبب سے مقدس کتابیں جواب اون کے یہاں موافق اور رائج ہیں صحیح اور قابل اعتماد نہیں۔ ہاں واجب اور ضرور ہے کہ ہم بڑی دقت سے اس دعویٰ کی تحقیق پر متوجہ ہوویں۔“

جواب | قرآن کریم سے درحقیقت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہود بنو قریظہ و بنو نضیر وغیرہ کتب مقدسہ میں لفظی و معنوی تحریف کیا کرتے تھے اور قرآن میں انہی لوگوں کو تحریف کے جرم کا مرتکب قرار دیا گیا ہے اور قرآن کا یہ دعویٰ بلاشبہ سچا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے لفظی و معنوی تحریف ثابت ہو گئی ہے۔ اگر پادری صاحب یا ان کے ہم خیال حضرات کے پاس اس دعویٰ کی غلطی پر کوئی دلیل ہو تو پیش کریں۔

مسلمانوں کا دعویٰ یہی ہے کہ عہد عتیق و عہد جدید کے پورے مجموعہ کی سند متصل نہیں اور اس مجموعہ میں یقیناً الحاق اور غلطی پائی جاتی ہے اور بعض مقامات پر تو قصداً تحریف کی گئی ہے۔ اور قدیم و جدید ترجموں کا حال تو بلاشبہ اصل سے بھی بدتر ہے اور ہمارے اس دعویٰ کا اثبات اس کتاب میں اچھی طرح ہو چکا۔

مسلمان یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرتے کہ تحریف صرف انہی آیتوں میں ہوئی جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف اشارہ تھا بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے کہ (کتب مقدسہ میں تحریف ہوئی ہے) اور کتب مقدسہ میں الحاق و تحریف ثابت ہو جانے کی وجہ سے یہ پورا مجموعہ اُن کے نزدیک نہ تو قابل اعتماد ہے اور نہ اس پر ایمان ضروری ہے۔

اور پادری صاحب کا یہ جملہ کہ :-

”اور ضرور ہے کہ بڑی دقت سے الح“

صرف ایک سرسری وعدہ ہے جس کو انہوں نے قطعاً پورا نہیں کیا اور یہ کرتے بھی کیسے۔ کیونکہ اپنے گھر سے خوب واقف ہونے کے سبب وہ مسلمانوں کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

● پادری صاحب لکھتے ہیں :-

رد جب کہ ہم محمدیوں سے اس دعویٰ کا ثبوت چاہتے ہیں تو تعجب ہے کہ ان میں سے کسی نے اب تک اس دعویٰ کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہیں کیا ہے اور وے (وہ) ان چار سوالوں کے جواب دینے میں کہ آیا پرانے اور نئے عہد کی مقدس کتابیں کس وقت میں اور کن لوگوں کی معرفت اور کیونکر تحریف ہوئیں اور پھر بے بدے لفظ کون سے ہیں اب تک مسیحیوں کے قرضدار رہتے ہیں اور سب محمدی صرف دعویٰ بلا دلیل پیش لا کے حکومت کی راہ سے کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہے اور ضرور ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں قرآن کے موافق نہیں اور قرآن میں بھی مسیحیوں اور یہودیوں کی مقدس کتابوں کی تحریف کا اشارہ ہوا ہے۔ لیکن جب تک کہ محمدی لوگ اپنے اس دعویٰ کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہ کریں اور ان چار سوالوں کا جواب نہ دیں مسیحیوں کو کچھ ضروری نہیں کہ ان کے اس دعویٰ پر توجہ کریں اور جواب دیں۔ کیونکہ جس دعویٰ کے ثبوت کی معتبر دلیلیں نہ ہوں وہ بے جا اور بے فائدہ ہے بلکہ (بلکہ) بغیر دلیل دعویٰ کہ نا عقلمندوں کا کام نہیں۔“

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”جب کہ ہم“ الح درست نہیں کیونکہ لفظ **جواب** ”ہم“ اور لفظ ”محمدیوں“ سے ان کی کیا مراد ہے؟ کیا اگلے پچھلے تمام

عیسائی جو بعثت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد گزرے ہیں اور اسی طرح تمام اگلے پچھلے مسلمان یا صرف عیسائیوں کا خاص فرقہ پروٹسٹنٹ جس کا ظہور ۱۵۱۷ء میں ہوا اور ان کے ہم عصر مسلمان یا عیسائیوں اور مسلمانوں سے اپنے ہم عصر مراد ہیں۔

اگر پہلی صورت مراد ہے تو ہم عرض کریں کہ ظہور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد سے پندرہویں صدی عیسوی تک کے اختتام تک پوپ اور ان کے متعلقین کا اقتدار عروج پر تھا۔ اور وہ لوگ عہد عتیق کی کتابوں کے بارے میں خود یہ رائے رکھتے تھے کہ یہودیوں نے ان میں تحریف کی ہے۔ لہذا اس وقت تک ان کے مقابلہ میں اہل اسلام کو اثبات تحریف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہاں سولہویں صدی سے اب تک کا حال تو آئندہ سطور میں کچھ اس کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔

اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو ہمارے عرض یہ ہے کہ متقدمین پروٹسٹنٹوں کی کوئی ایسی کتاب مسلمانوں کی نظر سے نہیں گزری کہ وہ بلاوجہ اثبات تحریف کے درپے ہوتے۔ البتہ اتنا معلوم ہوا تھا کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیشوا جناب

۱۔ فرقہ پروٹسٹنٹ Protestant عیسائیوں کا مشہور فرقہ جو سولہویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا اور پھر رفتہ رفتہ تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ کلیسا کے پاپاؤں نے عیسائیت کی شکل و صورت کو بڑی حد تک بگاڑ دیا ہے اس میں بہت سی بدعتیں شامل کر دی ہیں اور بے حد تنگ نظری سے کام لیا ہے اس لئے کلیسا کے بنیاد کی اصلاح کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس فرقہ نے جو نظریات پیش کئے وہ بیشمار چیزوں میں قدیم رومن کیتھولک فرقہ سے مختلف ہیں اس فرقہ نے چودہ کتابوں کو بائبل سے نکال دیا اور بائبل کو لوگوں کی مادری زبان میں پہنچانے کی تحریک چلائی اور پاپا سے اس کے بہت سے اختیارات چھین لئے۔ رومن کیتھولک فرقہ نے جو بہت سی رسمیں گھڑ رکھی تھیں انہیں منسوخ کر کے صرف بپتسمہ (Baptism) اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لوتھر فرماتے تھے کہ :-

”یہ جھوٹی رائے واجب المرد ہے کہ انجیلیں چار ہیں اس لئے کہ صرف انجیل یوحنا درست ہے، یعقوب کا خط گھاس پھوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ہم نہ موسیٰ کو اور نہ اس کی توریت کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ تو عیسیٰ کا دشمن تھا اور احکام عشر (دس احکام) سے عیسائیوں کو کوئی واسطہ نہیں۔ یہ سب احکام قابل اخراج اور تمام بدعات کا سرچشمہ ہیں“ ملحق

اور جناب لوتھر کا شاگرد و دشید اسلی بیس ان احکام کی تعلیم کی ممانعت کرتا تھا اور اس شاگرد و دشید سے جو فرقہ انٹی نومینس جاری ہوا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ توریت خدا کا کلام نہیں اور جو لوگ احکام عشرہ کی جانب اپنے کو متوجہ کرتے ہیں ان کا تعلق شیطان سے ہے۔ اور وہ موسیٰ کے ساتھ سولی پاٹیں۔

دبقید حاشید ص سے آگے (عشاء ربانی Eucharist) کو باقی رکھا اور عشاء ربانی کی تفصیلات بھی بدل دیں۔

مارٹن لوتھر اس فرقہ کا بانی ہے اور کاتون وغیرہ اس کے مشور لیڈر ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص ۳۲ تا ۴۳، ۱۹۶۰ء مقالہ دیفامیشن) ۱۲ تقی

۱۵ مارٹن لوتھر Luther Martin جرمنی میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی اور اس کا سب سے پہلا لیڈر ہے۔ اس نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی کہ ہر عام و خاص انسان کو براہ راست کتب مقدسہ سے استفادہ کا حق حاصل ہے، اس نے کلیسائے روم کی بدعات کے خلاف احتجاج کیا تھا اس لئے اس کے فرقہ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں اس نے توریت کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا جس کو جرمنی نشر کا ایک شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ پیدائش ۱۴۸۳ء۔ وفات ۱۵۴۶ء ۱۲ تقی

اور زونیکلیس وغیرہ فرقہ پروٹسٹنٹ والے کہتے ہیں کہ پولس کے خطوط میں درج شدہ تمام کلام مقدس نہیں ہے۔ ڈاکٹر کوڈ، برنٹس، جان کالون اور وائی ٹیکر جیسے پروٹسٹنٹ فرقہ کے بڑے علماء یوں کہتے ہیں کہ ”نیس الحواریین جناب پطرس اور دوسرے حواریوں نے روح القدس کے نزول کے بعد عطیاں کیں۔“

اور اسی طرح پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء کے بہت سے اقوال تھے جن کی تفصیل مقصد سوم کی چوتھی فصل میں گزر چکی ہے۔ البتہ متاخرین پروٹسٹنٹوں نے اس بارے میں بلاوجہ شور برپا کر رکھا ہے۔ آئندہ سطور میں اس کا جواب حاضر ہے۔

● اور اگر تیسری صورت مراد ہے (یعنی متاخرین عیسائی اور مسلمان) تو یہ دعویٰ قرین انصاف نہیں ہے کیونکہ ”میزان الحق“ اور ”تحقیق دین حق“ اور ایک دو اور کتابوں سے پہلے جتنی کتابیں پادریوں نے تصنیف کیں وہ اس قابل نہ تھیں کہ کوئی ان کی طرف التفات کرتا۔ اور ان کتابوں کی اشاعت کے بعد مسلمانوں نے قلم اٹھایا اور ان کے جواب میں مشغول ہوئے اور اس دینی مباحثہ میں ان کی کتابیں طبع ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور محو طے عرصہ میں پادری صاحب اپنی ان کتابوں کے لئے شافی جواب پالیں گے کہ

۱۔ زونیکلیس (زونگلی) (Zwingli) سوئٹزرلینڈ میں) پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء میں بڑے پایہ کا عالم ہے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۹۹) ۱۲ بجیب

۲۔ کالون (Calvin) فرقہ پروٹسٹنٹ کا مشہور مصلح ۱۵۰۹ء تا ۱۵۶۴ء) شروع میں قدیم کیتھولک عقائد کا تھا۔ بعد میں لوٹنر کے عقائد و نظریات کو قبول کیا۔ پھر ان نظریات کی تبلیغ میں بڑی قربانیاں دیں۔ فرانس میں پیدا ہوا تھا بعد میں بے شمار سفر کر کے جینوا میں مقیم ہو گیا۔ جینوا اور گرد و نواح میں پروٹسٹنٹ نظریات کو پھیلانے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ عیسائیت پر اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ فرانسیسی زبان میں بائبل کا پہلا ترجمہ اسی نے کیا ہے اگرچہ موجود کلیسا اس کے تمام نظریات کو تمام و کمال قبول نہیں کرتا مگر اسے اپنا مقتدا تسلیم کرتا ہے (از برٹانیکا ج ۲)

سیر ہو جائیں گے۔ اور انشاء اللہ یہی زیر نظر کتاب ان کو معتبر دلیل نظر آئے گی۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”ان چار سوالوں کے جواب دینے میں الخ صحیح نہیں، کیونکہ ان چار سوالوں کے جواب سے متعلق مسلمانوں کا مقروض ہونا محض پادری صاحب کا وہم ہے۔ اس لئے کہ اس وہمی قرضہ کے بارے میں پادری صاحب کے جمہور سلف اور دین عیسوی کے پیشوا بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے اور وہ متقدمین ہی اپنی طرف سے خود اور مسلمانوں کی طرف سے وکالت اس قرضہ کو ادا کر کے سبکدوش ہو گئے تھے۔ اور ان کے سبکدوش ہونے کی تصدیق متاخرین عیسائیوں میں سے بھی بڑے بڑے محققین علماء نے کی ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں (ان کے اقوال ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور اگر پادری صاحب کے نزدیک اس قرضہ کی ادائیگی مشکوک ہے یا اس انصاف کے خلاف وہ پھر دوبارہ دعویٰ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم اس قرضے کی وصولی کی رسیدیں ان کے متقدمین و متاخرین کے دستخطوں کے ساتھ اب دوبارہ پادری صاحب اور دیگر عیسائیوں کو دکھلائے دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

تخریف بائبل

خلاصہ بحث

اس قرضہ کی ”کس وقت میں“ رسید یہ ہے کہ بعض تخریفوں میں زمانہ تخریف زمانہ تو متعین ہے۔ مثلاً عہدِ عتیق میں مندرج واقعات کی تائید بخیر کہ متقدمین عیسائیوں کی عام رائے کے مطابق یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں تقریباً ۳۱۰ء میں ان میں تخریف کی تھی اور کتاب استشاء باب ۲ کی آیت ہمیں

جو تخریف کی گئی وہ جمہور عیسائی علماء کے نزدیک سامریوں نے موسیٰ کی وفات کے پانچ سو سال بعد توریت کے سامری نسخہ میں اور ڈاکٹر ہیلز اور ڈاکٹر کنی کاٹ کی تحقیق کے مطابق یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں کی تھی۔

بائبل کے متقدمین و متاخرین مفسر بہت سی تحریفوں کا زمانہ رسید (شہادت) دینے کے وقت دو وجوہ سے متعین کر سکتے ہیں۔

۱۔ صدیوں تک مسیحی فرقوں کے درمیان صرف سپٹواجنٹ (یونان) ترجمہ ہی واجب التسلیم ہے اور عبرانی نسخے ان کے پاس زیادہ نہ تھے، جس سے وہ باخبر رہتے۔

۲۔ چونکہ ان کتابوں کی سند متصل ان کے پاس موجود نہیں تھی۔ اس لئے وہ بے چارے مجبور تھے اور اس بارے میں محض ظن و تخمین سے کچھ کہنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی خرابیاں اس زمانہ میں ہوئی ہوں گی جس زمانہ میں یہودیوں نے بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں اور بعض کو جلا دیا اور بہت سی کتابیں گم کر دیں۔ اس حال میں متقدمین جب ان کتابوں کی بربادی کا زمانہ متعین نہ کر سکے تو یہ بے چارے کمی بیشی یا حروف جملوں میں رد و بدل کا زمانہ کیونکر متعین کر سکتے تھے۔

اور اس قرضہ کی کہ ”کن لوگوں کی معرفت“ رسید یہ ہے کہ یہودیوں **محررین** سامریوں اور دین دار مسیحی حضرات کا بتوں اور ملحوظوں کے ہاتھوں۔

اور اس قرضہ کی کہ ”اور کیونکر تخریف ہوئیں“ رسید یہ ہے **سبب تخریف** کہ اس قول سے دو صورتیں نکلتی ہیں، ایک یہ کہ اگر یہ غرض

ہے کہ اس کا سبب کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مقامات پر یہودیوں اور
ملاحوں کی طرف سے حسد اور شراکت اور بعض مقامات میں کاتبوں کی لاپرواہی
وغفلت اور ان کی تفصیل اسی کتاب میں گزر چکی ہے۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ کس طرح سے ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مقام
پر زیادتی، کسی جگہ کمی اور کسی مقام پر رد و بدل کے ساتھ اور بعض مقامات پر
اس تحریف سے متنبہ بڑھا کر ساری کتابوں کو جلا ڈالا یا پھاڑ ڈالا اور بہت سی
کتابیں گم کر دیں۔

لفظی تبدیلی کی مثالیں

اور پادری صاحب کا یہ قرصہ کہ ”تبدیل شدہ الفاظ کون سے ہیں“ اس
کی ادائیگی حاضر ہے۔ سنئے :-

۱۔ تارینچوں میں تبدیلی | عہد عتیق میں مندرج واقعات کی تارینچیں، جن کا
تذکرہ مقصد اول کی فصل سوم میں ”پہلے، دوسرے اور
تیسرے اختلاف“ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۲۔ عیبال کی جگہ ”گرازیم“ | سامری نسخہ میں عیبال کی جگہ گرازیم کا لفظ اور عربی
نسخہ میں اس کے برعکس استعمال ہوا ہے۔ اس کا
تذکرہ مقصد اول کی فصل سوم کے ”چوتھے اختلاف“ میں گزر چکا ہے۔

۳۔ ایک آدمی کی جگہ پانی | کتاب گنتی باب ۲۲ آیت ۷ عبرانی تورات اور
سامری یا یونانی میں، جس کا ذکر فصل مذکور کے

انیسویں اختلاف میں مذکور ہے۔

۴۔ چرواہے کے بجائے ریوڑ | کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳، ۸ میں چرواہے کے بجائے ”ریوڑ“ کا لفظ۔ اس کا تذکرہ فصل مذکور کے ”اکیسویں اختلاف“ میں گزر چکا ہے۔

۵۔ قریہ اربع کی جگہ جبرون اور شیش کی جگہ دان | کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۸ میں ”قریہ اربع“ کی جگہ ”جبرون“ کا لفظ اور کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ میں ”لش“ کے بجائے ”دان“ کا لفظ۔ ان دونوں کا ذکر مقصد اول کی فصل دوم کی ”دسویں اور گیارہویں دلیل“ میں مذکور ہو چکا ہے۔

۶۔ پچھتر کی جگہ ستر | یونانی ترجمہ اور انجیل میں لفظ پچھتر کی بجائے لفظ ستر جس کا تذکرہ مقصد اول کی زبور ۲۲ آیت ۱۶ بارہویں روایت میں گزر چکا ہے۔

۷۔ ”ہاتھ پاؤں چھیدتے ہیں“ کی جگہ | لاطینی ترجمہ میں ”میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں“ عبرانی نسخہ میں اس کے بجائے ”اور دونوں ہاتھ شیروں کی طرح ہیں“ میرے دونوں ہاتھ شیروں کے ہاتھوں کی طرح ہیں“ ہے۔ اس کا ذکر مقصد دوم فصل سوم کے پانچویں شاہد میں مذکور ہو چکا ہے۔

کان کھول دیئے کی جگہ ایک بدن تیار کیا | زبور ۴ آیت ۶ کا یہ جملہ ”تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں“ عبرانی نسخہ میں اس کے بجائے ”تو نے میرے لئے ایک بدن تیار کیا“ اور یونانی نسخہ میں اور انجیل

۱۔ کتاب یسوع باب ۱۴ آیت ۱۵: ”اور اگلے وقتوں میں جبرون کا نام قریت اربع تھا۔۔۔ الخ ۱۲ نجیب

۲۔ کتاب قضاۃ باب ۱۸ آیت ۲۹ ”اور اس شہر کا نام اپنے باپ دان کے نام پر جوامر ائیل کی اولاد تھا دان ہی رکھا لیکن پہلے اس شہر کا نام لیش تھا۔“ ۱۲ نجیب

میں عبرانی کے برعکس ہے۔ اس کا ذکر (مقصد دوم کی) فصل مذکورہ بالا کے چھٹے شاہد میں گزر چکا ہے۔

۹۔ ”گروہ“ کی جگہ ”سیوں“ اور اغوار کر لیا کی جگہ ”جکڑ لیا“ زبور ۱۱۹ آیت ۶۱ کا یہ جملہ عبرانی میں ”شریروں کے گروہ“ نے مجھے اغوار کر لیا۔ یونانی میں اس کے بجائے ”شریروں کی سیوں نے مجھے جکڑ لیا۔“ اس کا ذکر مقصد دوم کی مذکورہ بالا فصل سوم کے نویں شاہد میں گزر چکا ہے۔

۱۰۔ پوری آیت کی تبدیلی کتاب ایوب باب ۳۸ آیت ۱۴ عبرانی اور یونانی ترجمہ میں، جس کا تذکرہ (مقصد دوم کی فصل سوم کے) سولہویں شاہد میں مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ تعداد میں تبدیلی کتاب تواریخ دوم باب ۱۳ آیت ۳، ۴، ۵ میں عبرانی نسخہ میں چالیس ہزار، اسی ہزار اور پچاس ہزار کے بجائے ”چار لاکھ، آٹھ لاکھ اور پانچ لاکھ“ کے لفظ استعمال ہوئے جس کا تذکرہ مقصد دوم فصل مذکور (سوم) کے اکتیسویں شاہد میں گزر رہا ہے۔

۱۴۔ کتاب تواریخ دوم باب ۲۲ آیت ۲ میں ”بائیس“ کے لفظ کی جگہ ”بیالیس“ جس کا ذکر مقصد دوم فصل چہارم کے فساد ۱ میں گزر چکا ہے۔

۱۵۔ کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۴ اور باب ۱۰ آیت ۱۸ میں لفظ ”سات ہزار“ کی جگہ ”سات سو“ جس کا ذکر مذکورہ فصل کے فساد ۲، ۳ میں گزر رہا ہے۔

۱۶۔ ۱۹۶۲ء کے مطبوعہ ترجمہ میں آیت کے الفاظ یہ ہیں ”وہ ایسے بدلتی ہے جیسے مہر کے نیچے حکمی مٹی اور تمام چیزیں پٹری کی طرح نمایاں ہو جاتی ہیں“ مزید تفصیل مقصد دوم فصل سوم، شاہد ۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ بنجیب

۱۶۔ کتاب سموئیل دوم باب ۲۲ آیت ۱۳ میں ”تین برس“ کی بجائے سات برس“ کا لفظ اور کتاب تواریح اول باب ۲۱ آیت ۱۲ میں اس کے برعکس جس کا تذکرہ مقصد دوم فصل مذکورہ (چہارم) کے فساد ۷، ۸ میں گزرا۔

۱۷، ۱۸۔ کتاب سلاطین دوم باب ۱۶ آیت میں لفظ تیس کے بجائے بیس اور کتاب القضاۃ باب ۱۲ آیت ۶ میں ”دو ہزار چالیس“ کے بجائے لفظ ”بیالیس ہزار“ ہے۔ ان کا ذکر (مقصد سوم) مذکورہ فصل (چہارم) کے فساد ۷، ۸ میں گزر چکا ہے۔

۱۹۔ کتاب سلاطین اول باب ۷ آیت ۲۶ میں لفظ ”تین ہزار“ کی بجائے دو ہزار یا کتاب تواریح دوم باب ۴ آیت ۵ ”دو ہزار“ کی جگہ ”تین ہزار“ جس کا ذکر فصل مذکورہ کے (حصہ دوم فصل چہارم) فساد ۱۱ میں گزرا ہے۔

۲۰۔ کتاب سلاطین اول باب ۱۸ آیت ۱ میں لفظ ”ساتھ تین برس“ کے بجائے ”تیسرے سال“ اور لوقا باب ۴ آیت ۲۵ اور یعقوب کا خط باب ۵ آیت ۱۷ میں اس کے برعکس۔ اس کا تذکرہ فساد ۱۱ میں گزرا ہے۔

۲۱۔ کتاب سموئیل دوم باب ۱۵ آیت ۷ میں ”چار“ کے بجائے ”چالیس“ کا لفظ ہے۔ اس کا تذکرہ فساد ۱۱ میں گزرا ہے۔

۲۲۔ ہد وعزہ یا ہدر عزہ کتاب سموئیل باب ۱۰ میں تین مرتبہ اور کتاب تواریح اول باب ۱۸ میں سات مقامات پر

”ہد وعزہ“ کی جگہ ہدر عزہ کا لفظ ہے۔

۱۔ کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۳ میں ہے ”اور داؤد نے صوبہ کے بادشاہ رجب کے بیٹے ہد وعزہ کو بھی الخ اور کتاب سموئیل دوم باب ۱۰ میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۵۵۲ پر)

۲۳۔ ناموں میں تبدیلی | کتاب یسوع باب آیت ۱۸ میں ”عکر“ کے بجائے ”عکن“ کا لفظ ہے۔

۲۴۔ کتاب سموئیل دوم باب ۲۳ آیت ۸ میں ”یسوبعام“ کی جگہ ”یوشب بشیت“ کا لفظ ہے۔

۲۵۔ کتاب تواریخ اول باب ۳ آیت ۵ میں ”العام“ کی جگہ ”عمی۔ ایل“ کا لفظ ہے۔

۲۶۔ کتاب سلاطین دوم باب ۱۲ آیت ۲۱ میں ”عزیاہ“ کی جگہ ”عزیاہ“ کا لفظ ہے۔

۲۷۔ کتاب تواریخ دوم باب ۲۱ آیت ۱۴ میں ”اخزیاہ“ کی جگہ ”یواخذ“ کا لفظ ہے۔

دبقیہ حاشیہ ۵۵ سے آگے کی آیت ۱۶ میں ”اور ہدر عزرد کے لوگ بھیجے۔۔۔۔ اور ہدر عزرد کی فوج کا سپہ سالار سو بک انفا سردار تھا۔“ اور آیت ۱۹ میں ”اور جب ان بادشاہوں نے جو ہدر عزرد کے خادم تھے الخ اور کتاب تواریخ اول باب ۱۸ کی آیت ۲ میں ”اور داؤد نے ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزرد کو بھی الخ آیت ۵ اور جب دمشق کے ارامی ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزرد کی مدد کرنے کو آئے“ الخ آیت ۷ ”داؤد ہدر عزرد کے نوکروں کی“ الخ آیت ۷ اور ہدر عزرد کے شہروں“ الخ آیت ۹ ”داؤد نے ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزرد کا سالانہ لشکر مانہ لیا۔“ آیت ۱۱ اور اس نے جنگ کر کے ہدر عزرد کو مارا۔“ دیکھو ہدر عزرد تو عوسے لڑا کرتا تھا کتاب سموئیل دوم باب ۱۱ جگہ سموئیل دوم باب ۱ اور تواریخ اول باب ۱۱ ہدر عزرد ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۳۔ ۱۴۔ کتاب تواریخ اول باب آیت ۲ میں لفظ عکر مذکور ہے آیت اس طرح ہے ”اور اسرائیل کا دکھ دینے والا عکر جس نے مخصوص کی ہوئی چیز میں خیانت کی کرمی کا بیٹا تھا۔“

۲۸۔ کتاب سبیاہ باب ۶۴ کی آیت ۴۔

۲۹۔ کتاب تواریح دوم باب ۳۶ کی آیت ۱۰ میں ”چچا“ کی جگہ ”بھائی“

کا لفظ ہے۔

۳۰۔ کتاب تواریح دوم باب ۲۸ آیت ۱۹ میں ”بادشاہ یہوداہ“ کی جگہ ”شاہ

اسرائیل“ کا لفظ ہے۔

۳۱۔ ۳۲۔ پوری آیت میں تبدیلی ملاکی باب ۳ آیت ۱۔ اور میکاہ باب ۵ آیت ۲۔

۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ زبور ۷۷ کی آیت ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

۳۷۔ ۳۸۔ عاموس باب ۹ کی آیت ۱۱، ۱۲

۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ زبور ۷۷ کی آیت ۶، ۷، ۸

۴۲۔ زبور ۷۷ کی آیت ۴

۴۳۔ گنتی میں تبدیلی کتاب تواریح دوم باب ۱۵ آیت ۱۹ میں ”چھپیس“ کی جگہ ”پینتیس“ کا لفظ۔

۴۴۔ کتاب تواریح دوم باب ۱۶ آیت ۱ میں ”چھپیس“ کی جگہ ”چھتیس“ کا لفظ۔

۴۵۔ لفظی و معنوی تبدیلی کتاب سلاطین اول باب ۲۴ آیت ۲۴ میں دو جگہ ”لٹو“ کا لفظ ہے۔

۴۶۔ کتاب تواریح اول باب ۲۰ آیت ۳ میں لفظ ”کاٹ ڈالا“ کے

بجائے محنت کروائی۔

۱۔ قدیم حوالہ میں لفظ ”گانٹھوں“ استعمال ہوا ہے۔ جدید اردو بائبل میں لفظ ”لٹو“

استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲۔ نجیب

- ۴۷۔ لوقا باب آیت ۱۹ میں ”ہیرو دس“ کے بجائے ”فلیس“ کا لفظ ہے۔
- ۴۸۔ مرقس باب آیت ۲۶ میں ”اخیملک“ کے بجائے ”ایاتر“ کا لفظ اور متی باب ۲۷ آیت ۹ میں ”ذکر یاہ“ کے بجائے ”یرمیاہ“ کا لفظ۔
- عہد عتیق اور عہد جدید میں اسی طرح ایک کے بجائے دوسرا لفظ اور بھی پیشتر مقامات پر لکھا گیا ہے۔ جن کی تفصیل کتاب ہذا کے تینوں مقصدوں میں شرح و بسط کے ساتھ گزر چکی ہے۔
- تخریف سے ہماری مراد عام ہے۔ خواہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھ دیا جائے خواہ عبارت میں کوئی لفظ یا جملہ بڑھا دیا جائے یا کم کر دیا جائے۔ پہلی صورت کی چند مثالیں تو اوپر مذکور ہو چکیں۔ تو دوسری دونوں صورتوں کی کچھ مثالیں بھی نقل کر دی جاتی ہیں۔

زیادتی کے ساتھ تخریف کی مثالیں

- ۱۔ کتاب پیدائش باب ۳۶ کی آیت ۳۱
- ۲۔ کتاب گنتی باب ۳۲ کی آیت ۴۱۔ اور کتاب استثناء کا مکمل باب ۲۔
- ۳۔ کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۶ کا یہ جملہ ”اُس وقت ملک میں کنگانی
- ۴۔ رہتے تھے۔“
- ۵۔ کتاب یثوع باب ۴ آیت ۹، باب ۵ آیت ۹، باب ۸ آیت ۲۸، ۲۹ باب

۱۵۔ مثلاً کتاب گنتی باب ۲۶، کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۵، کتاب یثوع باب ۲۴ آیت ۱ اور کتاب سموئیل اول باب ۳ آیت ۵ میں

جدید اردو ترجمہ میں سے بہت سی زیادتیوں کو پھر خارج کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب

آیت ۲۷ - باب ۱۳ آیت ۱۳ ، باب ۱۴ آیت ۱۴ ، باب ۱۵ آیت ۶۳ اور باب ۱۶ آیت ۱۰ کے وہ جملے جن میں ”آج کے دن تک“ یا ”آج تک“ کا لفظ ہے۔

۵ - کتاب یسوع باب ۲۴ کی آخری پانچ آیتیں۔

۶ - نحمیاہ باب ۱۲ کی آیت ۱ تا آیت ۲۶ تک

۷ - کتاب امثال کے آخری سات ابواب

۸ - کتاب یرمیاہ کا باب ۵۲

۹ - کتاب یسعیاہ کے ستائیس ابواب

۱۰ - کتاب یرمیاہ باب ۱۰ کی آیت ۱۱

۱۱ - انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۵ کا یہ جملہ کہ ”تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا پورا ہو۔“

۱۲ - یوحنا کا پہلا خط باب ۵ آیت ۷، ۸ کی یہ عبارت کہ ”جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر“ اور کمر نشینوں کے نام پہلا خط باب ۱۰ کی آیت ۲۸ کا یہ جملہ کہ ”زمین اور اس کی معموری خداوند کی ہے“

۱۳ - متی باب ۱۲ آیت ۸ میں لفظ ”بھی“ اور متی باب ۱۲ آیت ۳۵ میں لفظ ”دل“۔

۱۴ - متی باب ۱۳ کا یہ جملہ کہ ”کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے اور انجیل یوحنا باب ۷، ۸ کی بارہ آیتیں۔“

۱۵ - ”اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں تحریف کی اس قسم کی پندرہ مثالیں شمار کی گئیں ہیں۔ غالباً کاتب کے تسامح سے ۷ کے بعد ۷ لگا دیا گیا ہے۔ اس بنا پر حقیقت یہ کل چودہ مثالیں بنتی ہیں۔ ۱۲ انجیب۔“

کی اور نقصان کے ساتھ تحریف کی مثالیں

- ۱۔ کتاب پیدائش باب ۴ آیت ۸ کا یہ جملہ کہ ”اؤ میدان کو چلیں“
 - ۲۔ کتاب پیدائش باب ۷ آیت ۱۷ میں ”رات“ کا لفظ ۔
 - ۳۔ کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ کا جملہ ”وہ اُس کی نگاہ میں بُرا تھا۔“
 - ۴۔ کتاب پیدائش باب ۵۰ آیت ۲۵ کے بعض الفاظ ۔
 - ۵۔ کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۵ میں لفظ ”ہمارے خدا کی نجات“ وغیرہ۔
- ہم بعض حرفوں یا جملوں کی نسبت لفظی تبدیلی یا کمی بیشی کے ذریعہ تحریف کی کیا شکایت کریں۔ یہ تو اہل کتاب کی ایک عادت ہے۔ کیٹھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے مسلمہ عظیم عالم آگسٹائن اور دوسرے متقدمین مسیحی بر ملا چلاتے تھے کہ عہدِ عتیق کے واقعات کی تاریخوں میں دین عیسوی سے دشمنی کی بنا پر یہودیوں نے ۳۰۰ء میں تحریف کر ڈالی۔
- ڈاکٹر ہیلز قطعی دلیل سے سامری نسخہ میں درج تاریخوں کی صحت ثابت کر کے عبرانی نسخہ میں یہودیوں کی طرف سے تحریف کا قائل تھا۔ ڈاکٹر کنی کاٹ سامریوں کی دینداری کا لحاظ کرتے ہوئے عہدِ عتیق و جدید کے محققین کے سامریوں پر تحریف کے الزام کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے تحریف کا الزام یہودیوں پر رکھتا ہے۔ ڈاکٹر ہمفرے کہتا تھا کہ یہودیوں کے وہم نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو کئی مقامات پر ایسا خراب کیا ہے کہ پڑھنے والا اس کو باسانی معلوم کر سکتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہودی علماء نے مسیح سے متعلق بشارتوں کو بہت بُری طرح سے بگاڑ ڈالا ہے۔

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ فاضل کہتے تھے کہ قدیم مترجم نے اور طرح لکھا ہے اور اب یہودی اس کو دوسری طرح پڑھتے ہیں اور میرے نزدیک خطا کی نسبت یہود کی طرف کرنا قوی ہے۔ آدھن تیسری صدی میں چلاتا تھا کہ ہم کتابوں کی غلطی اور متن کو صحیح کرنے

کے سلسلے میں اُن کی بددیانتی اور بے باکی کی کیا شکایت کریں اور کتابوں میں ان کی کمی زیادتی کی آزادانہ روش کو کیا کہیں۔ جسٹن شہید واشگاف طور پر کہتا تھا کہ یہودیوں نے بہت سی پیشین گوئیاں نکال ڈالیں اور عزرائیل کا یہ قول بھی نکال دیا کہ :-

”عید فصح کا جشن ہمارے نجات دہندہ خداوند کا جشن ہے اگر تم خداوند کو اس

جشن سے افضل سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین ہمیشہ آباد

رہے گی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم

غیر قوموں کے مذاق کا نشانہ بنو گے“

مشہور عیسائی محقق علماء و آئی ٹیکر اور ڈاکٹر اے کلاہک جسٹن شہید کے اس قول

کی تائید کرتے تھے۔

ہورن اس بات کا معترف ہے کہ :-

”و بلاشبہ بعض خرابیاں دیندار مسیحیوں نے قصد اکی ہیں اور ان کے بعد اپنے

دین کی تقویت اور منافعین کے اعتراضات کے رد کرنے کی غرض سے انہی

خرابیوں کو ترجیح دی جاتی رہی“

پہلی صدی سے دسویں صدی تک جعل سازی اور جھوٹی کتابیں بنانے کا عام رواج

تھا۔ دوسری صدی میں دین مسیحی کی ترویج و اشاعت کی خاطر جھوٹے عیسائیوں کے

ہاں دینی مستحبات میں سے قرار پا گیا تھا۔ اس لئے ہم ایک دو جملے نکالنے یا بڑھانے

کا کیا گلہ کریں۔ کیونکہ اہل کتاب حضرات نے تو انبیاء کی بیس بائیس کتابیں ہی جان

بوجھ کر ضائع کر ڈالیں اور عہدِ عتیق میں کئی کتابیں اور چھتر چھتر کے قریب انجیلیں

خطوط اور مشاہدات جعلی بنا کر شامل کر دیئے تھے۔ جب ان حضرات کی دیانت کا

یہ حال ہو تو اس صورت میں مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ایک دو لفظ نکال دینا یا

ان کے لئے نقصان دہ الفاظ بڑھادینا کوئی نئی بات نہیں۔

اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ :-

”اور سب محمدی صرف دعویٰ بلا دلیل الخ“

محض تعصب کی بنا پر ہے۔ شائد دلیل کوئی ایسا امر ہے جس کا وجود صرف پادری صاحب کے ہی ذہن میں ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ ”جب تک کہ محمدی لوگ اپنے اس دعویٰ کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہ کریں“

جناب من ! اب تو غریب محمدیوں نے معتبر دلیلوں سے ثابت کر دیا اور چادروں سوالوں کا جواب دے دیا۔ اب آپ اور دوسرے مسیحی اس دعویٰ (تحریف بائبل) پر توجہ دیں اور جواب عنایت کریں۔

ان کا یہ کہنا کہ ”بغیر دلیل دعویٰ کرنا عقلمندوں کا کام نہیں“

ہم کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن مسلمان ہرگز بلا دلیل دعویٰ نہیں کرتے اور جیسے یہ عقلمندوں کا کام نہیں ویسے ہی سچے دعوے اور سچی دلیلوں سے چشم پوشی کرنا اور ان کے مقابلہ میں یہودہ اعتراضات پیش کرنا بھی عقلمندوں کا کام نہیں۔ لہذا عقل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اب آپ بھی اپنے بزرگ اسلاف کی مانند ان چادروں قرضوں کی وصولیابی کی لہر سید پر دستخط کر دیجئے۔ اور اگر آپ نہ بھی تسلیم کریں تب بھی آپ کے اسلاف اس کی ادائیگی کے گواہ ہیں لہذا ہمیں کوئی اندیشہ نہیں۔



عیسائیوں کا تحریفِ قرآن کا دعویٰ

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”و واضح ہو کہ عیسائی لوگ بطریق اولیٰ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں تحریف پائی جاتی ہے

اور یہ قرآن جو محمدیوں میں اب مروج ہے اصل قرآن نہیں ہے“

ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب نے دعویٰ تو منہ بھر کے (بہت بڑا) کیا مگر افسوس کہ اپنے اس دعویٰ کو ادنیٰ سے قابلِ التفات طریقے سے بھی نہ ثابت کر سکے۔ چنانچہ لے دے کے اس سلسلہ میں ان کی قوتِ پروا زاتنی ہے کہ یوں ارشاد کیا :-

”کیونکہ پہلے تو اُسے ابو بکر نے اکٹھا اور مرتب کیا۔ پھر عثمان نے دوبارہ ملاحظہ

کر کے اصلاح دی ہے۔ حال آنکہ شیعہ لوگ ان اشخاص کو کافر اور بے دین

جانتے اور کہتے ہیں کہ عثمان نے کئی سورتوں کو جو علی کی شان میں تھیں قرآن

سے نکال ڈالا۔ اور فانی کی کتابِ دبستان میں یوں مسطور ہے کہ ”کہتے ہیں

کہ عثمان نے قرآن کو جلا کہ بعض سورتیں جو علی اور اس کی اولاد کی شان میں تھیں

نکال ڈالیں۔ اور کتابِ عین الحیات کے ۲۰۸ ورق ۲ صفحہ میں ایک حدیث

مرقوم ہے کہ امام جعفر نے فرمایا ہے کہ سورہ احزاب میں قریش کے اکثر

مرد اور عورت کی برائیاں تھیں اور وہ سورہ بقرہ سے بڑی تھی لیکن

کم کی گئی“

میں کہتا ہوں کہ اس میں پادری صاحب نے مذہبِ شیعہ کے مطابق دو

دعوے کئے ہیں -

۱۔ معاذ اللہ ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما کافر اور بے دین تھے۔

۲۔ عثمانؓ نے کئی سورتوں کو نکال ڈالا ہے۔

پہلے دعویٰ کو مشہور سمجھ کر اس کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ دوسرے دعویٰ کی تائید میں کتاب دبستان اور عین الحیات سے دو قول نقل کئے ہیں۔ یہ دونوں دعوے الزامی اور تحقیقی اعتبار سے بے بنیاد ہیں۔ ان کا الزامی اور تحقیقی جواب ملاحظہ کیجئے۔

الزامی جواب

فرقہ ایبونیہ کا بائبل کے متعلق عقیدہ | موشیمؒ اپنی تاریخ کی جلد اول میں ص ۲۸۳ پر لکھتا ہے کہ :-

”فرقہ ایبونیہ جو پہلی صدی میں گزرا ہے اس کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ تھا کہ وہ فقط انسان تھے، جو مریم اور یوسف بنجارے سے دوسرے عام انسانوں کی طرح معمول کے مطابق پیدا ہوئے اور شریعت موسوی کو ماننا فقط یہودیوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسروں پر بھی اسی طرح ضروری اور واجب ہے اور نجات کے لئے شریعت موسویہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چونکہ پولس اس عقیدے میں ان کا ہمنوا نہ تھا اور اس معاملہ میں ان کے سخت خلاف رہا اس لئے وہ لوگ اس کی شدید مذمت کرتے اور اس کی تحریروں کو بے حد حقیر خیال کرتے تھے۔“

لارڈ نے اپنی تفسیر کی جلد ۶ صفحہ ۳۸۳ پر ارجحان کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ :-

۱۔ برٹانیکا ص ۸۸ ج ۴، مقالہ Ebionites ۲۔ غالباً موشیم Mosheim موسیٰ ہایم کا عربی تلفظ ہے (انہ ضمیمہ اظہار الحق اردو بائبل سے قرآن تک ص ۶۲۹ ج ۱ طبع ۱۳۹۵ھ - ۱۲ بجیب ۲۰

”فرقہ ابیونیہ کے دونوں گروہوں نے پولس کے خطوط کے سخت تردید کی تھی اور یہ لوگ پولس کو عقلمند اور نیک انسان تسلیم نہیں کرتے تھے۔“
پھر اسی مذکورہ صفحہ پر یوسی بیس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :-
”یہ فرقہ پولس کے خطوط کی سخت تردید کرتا تھا اور اس کو تو رات سے بھرا ہوا قراہ دیتا ہے۔“

اسی کتاب کی دوسری جلد صفحہ ۳۶ پر کہتا ہے کہ :-
”متقدمین نے ہم کو خبر دی ہے کہ یہ فرقہ پولس اور اس کے خطوط کی سخت تردید کرتا ہے۔“

اسی طرح بل اپنی تالیخ میں اس فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :-
”یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں میں سے صرف تورات کو تسلیم کرتا ہے اور سلیمان داؤد، ارمیاہ اور حزقی ایل علیہم السلام سے سخت نفرت کرتا ہے۔
عہدِ جدید کی کتابوں میں سے صرف انجیل متی کو تسلیم کرتا ہے اور اس میں بھی اُس نے بہت سے مواقع پر تحریف کر دی ہے یہاں تک کہ اس کے پہلے دونوں ابواب کو خارج کر دیا۔“

مارسیونیہ کا عقیدہ | یہی بل اپنی تالیخ میں فروت مارسیونیہ کے بیان میں یوں لکھتا ہے :-

۱۔ اس فرقہ کا بانی مارٹین (یا مرقیون) تھا اس کی نسبت سے اس فرقہ کو مارسیونیہ (مرقیونیہ) کہتے ہیں۔ مارسیون نیطس کے شہر سلوپ میں پیدا ہوا تھا، شروع میں بت پرست تھا، تقریباً ۱۴۰ء میں عیسائی ہوا اور ۱۴۵ء کے لگ بھگ اس نے اپنا الگ فرقہ قائم کیا۔ اس فرقہ کے متبعین زیادہ تر شام، فلسطین اور کچھ مغرب کے علاقوں میں تھے، ۱۵۰ء سے ۲۵۰ء تک ان کا عروج رہا اور یہ عیسائے عظم کے لئے خطرہ بنے۔ پھر ان کا زور ہلکا ہو گیا اور ساتویں صدی میں یہ فرقہ فنا ہو گیا۔ راز انسا کیلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ ”مرقیون“ ص ۱۶۸۔

”اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا دو ہیں۔ ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر اور یہ بھی کہتا ہے کہ توحیدیت اور عہدِ عتیق کی تمام کتابیں خالق شر کی جانب ہیں جو سب کی سب عہدِ جدید کی کتابوں کے مخالف ہیں“۔
پھر کہتا ہے کہ :-

”اُس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے اور وہاں پر انہوں نے قابیل اور اہل سدوم کی روحوں کو جہنم کے عذاب سے رہائی دی۔ کیونکہ یہ لوگ اس کے پاس حاضر رہے اور خدائے خالق شر کی اطاعت انہوں نے نہیں کی۔ مگر ہابیل و نوح و ابراہیم اور دوسرے صالحین کی روحوں کو بدستور جہنم میں رہنے دیا۔ کیونکہ یہ سب فریق ان کے خلاف تھے۔ اُن کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جہان کا خالق صرف وہی خدا نہیں ہے جس نے عیسیٰ کو بھیجا اور رسول بنایا۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں کو الہامی نہیں مانتا اور عہدِ جدید کی کتابوں میں سے صرف انجیل و توکا کو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے پہلے دونوں بابوں کا انکار کرتا ہے نیز پولس کے خطوط میں سے صرف دس خطوط کو تسلیم کرتا ہے لیکن جو چیز اُن کی رائے کے خلاف ہو اُس کو رد کر دیتا ہے“۔
لاہڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۸ ص ۴۴ پر لکھتا ہے کہ :-

”ماہِ سیونیہ نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو بالکل خارج کر دیا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کتابیں اس خدا کی بھیجی ہوئی ہیں جو گناہوں اور شر کا خالق ہے۔ اس فرقہ کے پیرو کہتے تھے کہ توحیدیت اور انجیل ایک ہی ذات کی طرف سے نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ عہدِ عتیق میں بہت ساری چیزیں عہدِ جدید کے مخالف ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ عہدِ عتیق میں بیان کیا گیا ہے کہ جہان کا خالق جاہل ہے

کیونکہ اُس نے آدم کو پکارا کہ تو کہاں ہے؟ اسی طرح متلون مزاج ہونے کے سبب مختلف حکم دیتا ہے۔ جہان کو پیدا کر کے اور ساڈل کو بادشاہ بنا کر پچھتا یا ہے

پھر اسی جلد کے ص ۸۶ پر فرقہ مارسیونیہ کے متعلق کہتا ہے کہ :-

”یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں سے اس قدر شدید نفرت کرتا تھا کہ اپنی ولجبت التسلیم عہدِ جدید کی کتابوں سے اس نے وہ تمام آیتیں جن میں توراتیت یا دیگر پیغمبروں کا ذکر تھا، یا ان کتابوں کا حوالہ دیا گیا تھا، حضرت عیسیٰ کی آمد کی پیشین گوئی تھی یا باپ کو خالقِ دنیا قرار دیا گیا تھا۔ ان کو خارج کر کے اپنی طرف سے بہت سے جملے بڑھا دیئے۔ وہ کہتے تھے کہ یہودیوں کا خدا اور ہے اور عیسیٰ کا باپ اور، عیسیٰ آئین کو مٹانے کے لئے آیا تھا کیونکہ وہ انجیل کے مخالف تھا“

پھر اسی جلد میں مارسیونیہ کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ بطور خلاصہ چند باتیں مذکور ہیں :-

”فرقہ مارسیونیہ عہدِ جدید کی صرف گیارہ کتابوں کو تسلیم کرتا تھا، ان گیارہ کو بھی ناقص اور تحریف شدہ قرار دیتا تھا۔ عہدِ جدید کی کتابوں کی انجیل اور خطوطِ دوموں

۱۔ کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۱ کی طرف اشارہ ہے اور ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت یوں ہے :-

”تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟“ ۱۲ انجیل

۲۔ کتاب سمویل اول باب ۱ آیت ۱ کی طرف اشارہ ہے آیت کے الفاظ یوں ہیں ”مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساڈل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا۔“ انجیل

۳۔ یعنی توراتیت کے احکام - ۱۲ مصنف

میں تقسیم کرتا تھا۔ انجیل میں سے صرف لوقا کی انجیل کو صحیح تسلیم کرتا تھا اور
خطوط میں سے صرف پولس کے خطوط کو تسلیم کرتا تھا۔ ان دونوں قسموں
میں سے بہت کچھ نکال ڈالا اور بیشتر مقامات پر الحاق کر دیا تھا۔

انجیل لوقا میں تحریف | انجیل میں تبدیل شدہ یا خارج شدہ مقامات
درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ باب اول و دوم مکمل
- ۲۔ باب یحییٰ سے مسیح تک کے اصطباغ پانے کا حال اور نسب نامہ
- ۳۔ باب سے شیطان کی طرف سے مسیح کے امتحان، ہیکل میں جانے اور کتاب
یسعیاہ پڑھنے کا حال۔
- ۴۔ باب ۱۱ سے آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۴۹، ۵۰، ۵۱ اور ”یوناہ کے نشان
کے سوا“ الفاظ۔
- ۵۔ باب ۱۲ سے آیت ۶، ۲۸۔
- ۶۔ باب ۱۳ سے آیت ۱ تا ۶ یعنی چھ آیتیں۔
- ۷۔ باب ۱۵ سے آیت ۱۱ تا ۳۲ یعنی ۲۲ آیتیں۔
- ۸۔ باب ۱۸ سے آیت ۱، ۳، ۳۲، ۳۳ یعنی تین آیتیں۔
- ۹۔ باب ۱۹ سے آیت ۲۸ تا ۴۶ یعنی ۱۹ آیتیں۔
- ۱۰۔ باب ۲۰ میں ۹ تا ۱۸ یعنی گیارہ آیتیں۔
- ۱۱۔ باب ۲۱ سے آیت ۱۸، ۲۱، ۲۲ یعنی ۳ آیتیں۔

۱۔ آیت ۲۹: ”وہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان
ان کو نہ دیا جائے گا“ (لوقا ۱۱: ۲۹)

۱۲۔ باب ۲۲ سے آیت ۱۶، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۵۰، ۵۱ یعنی ۱۶ آیتیں۔

۱۳۔ باب ۲۳ سے آیت ۴۳۔

۱۴۔ باب ۲۴ سے آیت ۲۶، ۲۷۔

ان سب تحریفات کا تذکرہ ایسے قانونین نے کیا ہے۔ ڈاکٹر مل کہتا ہے کہ باب ۱۴ سے آیت ۳۸، ۳۹ کو بھی نکال ڈالا تھا۔

فرقہ مانی کینر کا عقیدہ | لارڈ ٹرنر اپنی تفسیر جلد ۳ میں فرقہ مانی کینر کے بیان میں اسٹیشن کا قول نقل کرتا ہے کہ :-

”وہ خدا جس نے موسیٰ کو تورات دی اور اسرائیلی پیغمبروں سے کلام کیا

وہ سچا خدا ہی نہ تھا بلکہ ایک شیطان تھا۔ یہ فرقہ عہدِ جدید کی کتابوں

کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان کتابوں میں الحاق کیا

گیا ہے اور جس حصے کو پسند کرتا ہے قبول کرتا ہے اور باقی کو چھوڑ

دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں جھوٹی کتابوں کو ترجیح دیتا ہے

اور کہتا ہے کہ یہ یقیناً سچی ہیں“

پھر لکھتا ہے کہ :-

”تمام مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس پورے فرقے نے کسی زمانے

میں بھی عہدِ عتیق کی مقدس کتابوں کو تسلیم نہیں کیا۔“

اعمالِ ارکلاکس میں اس فرقے کا عقیدہ یہ لکھا ہے :-

”شیطان نے یہودیوں کے پیغمبروں کو فریب دیا اور شیطان ہی نے

۱۔ ایران کے مشہور فلسفی ”مانی“ ۲۱۶ء کے متبعین (برٹانیکا مقالہ

(برٹانیکا مقالہ MANICHAISM) ۱۲ تقی

موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں سے کلام کیا۔ یہ فرقہ انجیل یوحنا کے باب ۱۰ آیت ۸ سے استدلال کرتا ہے کہ مسیح نے اُن کے بارے میں کہا ہے کہ وہ چور اور لہرن تھے۔ نیز اس فرقہ نے عہد جدید سے اعمالِ حواریین کو نکال دیا تھا۔
 ماسٹس کہتا ہے کہ :-

”اگر تم انجیل کو مانتے ہو تو تم کو اُن تمام امور کو ماننا چاہیئے جو اس میں درج ہیں اور تم عہدِ عتیق مذکور تمام باتوں کو بھی نہیں تسلیم کرتے بلکہ تم تو صرف ان پیشین گوئیوں کو تسلیم کرتے ہو جو یہود کے اُس بادشاہ کے حق میں تھیں جن کو تم مسیح سمجھتے ہو یا بعض اخلاقی نصیحتوں کو صحیح قرار دیتے ہو۔ تم لوگ پولس سے زیادہ اس کی قدر نہیں کرتے کیونکہ وہ تو اس کو گندگی قرار دیتا ہے۔ تو پھر میں بھی عہدِ جدید کے ساتھ کیوں نہ ایسا ہی کروں کہ جو میری نجات کے لئے مددگار ہو اور درست اس کو تسلیم کر لوں اور جن چیزوں کا تمہارے باپ دادا نے فریب دہی سے الحاق کر کے اس کی خوبصورتی اور عمدگی کو تحریف کر کے بگاڑ دیا ہے ان کا انکار کر دوں۔ کیونکہ یہ ایک تحقیق شدہ بات ہے کہ اس عہدِ جدید کو نہ حضرت عیسیٰؑ نے لکھا ہے نہ اُن کے حواریوں نے۔ بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گننام شخص نے تصنیف کیا ہے۔ اُس نے یہ سوچ کر کہ کہیں اس کو مذکورہ واقعات و حالات سے ناواقف سمجھ کر لوگ ان کا اعتبار نہ کریں گے۔ ان کتابوں کو حواریوں اور اُن کے شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اُس نے غلطیوں اور تضادات سے بھری ہوئی کتابوں کو عیسیٰ کے مریدوں کی طرف منسوب کر کے سخت

تکلیف پہنچائی ہے۔ کیا یہ عیسیٰ کے اُن مریدوں کی جو باہم متفق اور ایک دل
تھے برائی کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

یہ دیکھ کر ہم نے یہ صحیح راستہ اختیار کیا ہے کہ ہر چیز کو عقل و ادراک
کی کسوٹی پر پرکھ کر صرف ان چیزوں کو قبول کر لیں جو ایمان میں مفید اور سچ
اور ان کے باپ خدائے بزرگ کی عزت و عظمت کے قابل ہوں اور جو مفید
اور قابل نہیں ان کو رد کر دیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے عہدِ عتیق کی بعض چیزوں
کو سکھایا اور باقی کو رد کر دیا تھا۔ اسی طرح انجیل میں عیسیٰ کے وعدہ کے
مطابق روح القدس ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم کیا مانیں اور کیا نہ کریں۔

روح القدس کے وسیلہ سے اُن خود ہی کچھ ہم کیوں نہ کریں جو تم نے عہدِ عتیق
کے ساتھ کیا ہے۔ خصوصاً مذکورہ بالا صورت میں کہ نہ اُسے عیسیٰ نے تصنیف
کیا ہے نہ اُن کے حواریوں نے اور پورے عہدِ عتیق سے جس طرح تم صرف
پیشین گوئیوں اور اخلاقی باتوں کو لیتے ہو اور ختنہ، قربانی اور یومِ بہت
کے احترام وغیرہ کے احکام کو رد کرتے ہو، تو پھر اگر ہم بھی عہدِ جدید
سے وہی چیزیں تسلیم کریں جن سے بیٹے کی عزت افزوں ہوتی ہے اور
اُن کو اُس نے یا اُس کے حواریوں نے کہا ہے اور ان چیزوں کو خارج
کر دیں جو حواریوں نے عدم واقفیت سے بیان کیں یا جھوٹ اور
بے حیائی سے اُن کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ تو یہ کون سی بے ہودگی
کی بات ہوگی؟

موشیم، لارڈز اور سبل کی تحریروں کے مطابق فرقہ ابیوتیہ حضرت عیسیٰ کو فقط ایک
انسان اور یوسف بنجار کا بیٹا قرار دیتا تھا۔ شریعت موسوی کی اطاعت کو یہودیوں
اور غیر یہودیوں سب کے لئے واجب قرار دیتا تھا۔ پولس کو انتہائی بُرا اور توریت کا

منکر اور بے وقوف اور بد بتاتا تھا۔ اس کے خطوط کو مردود ٹھہراتا اور داؤد، سلیمان، یرمیاہ اور حزقی ایل علیہم السلام کے اسمائے گرامی سے سخت نفرت رکھتا تھا۔

بل اور لارڈز کے بیان کے مطابق فرقہ مارسیونیہ کا عقیدہ تھا کہ خدا دو ہیں۔ اول یزداں جس نے انجیل بھیجی اور دوسرا شیطان جس نے عہدِ عتیق کی تمام کتابیں عطا کیں اور یہ سب کتابیں انجیل کے مخالف ہیں۔ یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں سے شدید نفرت کرتا اور سب کو رد کرتا تھا۔ وہ دوسرے خدا کو جاہل اور متلون مزاج قرار دیتا تھا اور عہدِ جدید میں سے صرف انجیل لوتقا اور پولس کے دس خطوط کو تسلیم کرتا تھا۔ انجیل کے بھی کئی ابواب اور فقروں کو مردود بتاتا تھا۔

اس کا عقیدہ تھا کہ جب مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے تو قابیل اور قوم لوط جیسے لوگ جن کو عیسائی اور یہودی کافر سمجھتے ہیں ان کی روحوں کو جہنم سے نجات دلائی اور ان لوگوں کی روحوں کو جن کو عیسائی اور یہودی انبیاء اور نیک سمجھتے ہیں جہنم میں رہنے دیا۔

لارڈز کے قول کے مطابق فرقہ مانی کینر کہتا تھا کہ موسیٰ اور تمام عبرانی پیغمبروں کا خدا جس نے توریت دی اور ان پیغمبروں سے کلام کیا شیطان ہے اور شیطان نے ہی ان پیغمبروں کو فریب دیا تھا۔ یوحنا باب ۱۰ آیت ۸ میں ان سب کو چور اور ڈاکو قرار دیا گیا ہے۔ یہ فرقہ عہدِ عتیق کی تمام کتابوں کو رد کرتا تھا اور عہدِ جدید میں الحاق کا قائل تھا۔ پورے عہدِ جدید کو واجب التسلیم قرار نہیں دیتا تھا۔ بعض چھوٹی چھوٹی کتابوں کو بالکل سچی سمجھ کر عہدِ جدید پر فوقیت دیتا تھا۔

اُس کا کہنا تھا کہ عہدِ جدید کی کتابیں حواریوں کی تصنیف کردہ نہیں بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گناہمگن شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ کتابیں غلطیوں اور تضادات سے بھری پڑی ہیں۔ اس بناء پر

ان میں سے جو عقل کی کسوٹی پر درست ثابت ہوگی وہ مقبول ہے ورنہ مردود ٹھہرے گی۔
یہ تینوں فرقے جن کا شمار تثلیث کے عدد کی رعایت سے کامل ہے سچی تھے
اب اگرچہ پادری صاحب ان کو اسی طرح بدعتی قرار دیں جس طرح انہوں نے پادری صاحب
کے اسلاف کو بدعتی قرار دیا تھا مگر وہ زور شور سے اپنے سچے مسیح ہونے کا دم
بھرتے تھے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پادری صاحب ۷، اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ کے
قول (جو کہ خود بھی اچھی طرح مکمل نہیں ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں ظاہر ہوگا) کو حجت
قرار دے کر طعن کرتے ہیں تو کیا ان فرقوں کے جن کا عدد موافق عدد تثلیث کے
کامل ہے کچھ غور نہ کریں گے بلکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ :-

• الوہیت حضرت عیسیٰ سے انکار کریں اور ان کو صرف یوسف بنجارہ کا بیٹا تسلیم
کریں۔ اور مفتاح الاسرار کو پھاڑ ڈالیں اور اس کی تصنیف سے جو گناہ سرزد
ہوا ہے اس سے توبہ کریں۔

• العیاذ باللہ موسیٰ کے خدا کو شیطان، جاہل اور متلون مزاج تسلیم کریں۔
• موسیٰ اور تمام عبرانی پیغمبروں کو جن کا رتبہ اہل اسلام کے ہاں بھی ابوبکر اور
عثمان رضی اللہ عنہما سے یقیناً بہت بڑا ہے شیطان کے رسول تسلیم کریں۔
• عہد عتیق کی کتابیں جن کا مرتبہ پادری صاحب کے نزدیک قرآن سے بڑھ کر ہے
ان کو شیطانی کلام قرار دیں۔

• یہ عقیدہ رکھیں کہ نوح، ابراہیم اور دوسرے تمام نبی شیطان کے پیرو تھے۔ ان کی
روحیں دوزخ میں اور قابیل و قوم لوط کی روحیں جنت میں ہیں۔

• تینوں فرقوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق عہد جدید میں سے بہت کچھ مردود
تسلیم کریں۔

۱ اور اگر پادری صاحب ان تینوں فرقوں کے اقوال کو جمہور مسیحیوں کے قول یا انجیل کے مخالف سمجھتے ہیں تو پھر اہل تشیع کے قول کو بھی بلا کم و کاست ویسا ہی قرار دیں جیسا آئندہ سطور میں مذکور ہو گا۔

تحقیقی جواب

ہمارا دعویٰ ہے کہ خلفائے کرام اور دوسرے مہاجرین و انصار صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف کفر کی نسبت کرنا شریعت محمدی کے مطابق بالکل باطل ہے۔ آیات قرآنی اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام کے اقوال جو اہل تشیع کی معتبر کتب میں منقول ہیں اس وہم باطل کی کلیتہً تردید کرتے ہیں۔
ذیل میں کچھ آیات اور اقوال نقل کئے جاتے ہیں :-

صحابہ کرام کے مومن ہونے کی شہادت قرآن سے

پہلی شہادت | سورہ توبہ کی آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے :-

وَأَسْبَغُونَا أَزْوَاجًا مِّنْ	”اور مہاجرین و انصار میں سے اسلام کی طرف
أَتْمَحَاجِرِينَ وَأَزْوَاجًا مِّنْ	سبقت کر نیوالے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں
بِإِحْسَانٍ مَّرَضَىٰ اللَّهُ عَنْهُمْ	ان کی پیروی کی (یعنی ایمان اور طاعت سے) اللہ ان سے
عَنْهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا	(انکی اطاعت اور نیک اعمال کے سبب) راضی ہو گیا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ	اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے (تمام دینی اور دنیوی نعمتوں
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۱۰۰ : ۱۰۱)	کی عطا ئے الٰہی پر) اور اللہ نے ان کے لئے ایسے

باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ غزوہ بدر تک مسلمان ہونے والے "سابقون" کہلاتے ہیں اور باقی ان کی پیروی کرنے والے۔ چنانچہ مہاجرین و انصار میں سے سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والوں اور ان کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس آیت میں چار صفتیں ارشاد فرماتا ہے :-

۱۔ اللہ اُن سے راضی ہو چکا ہے۔

۲۔ وہ لوگ اللہ سے راضی ہو چکے ہیں۔

۳۔ اُن کے حق میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

۴۔ جنت کی دوامی اور ابدی رہائش کا اُن سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

بلاشبہ ابوبکر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایمان اور ہجرت کے اعتبار سے پہلے مہاجرین میں داخل ہیں۔ لہذا اُن کے لئے یہ چاروں مندرجہ بالا صفات ثابت ہو گئیں۔

دوسری شہادت | سورہ توبہ ہی میں ارشاد ہے :-

”وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو اُسکی طرف آتا دی گئی اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مال سے جہاد کیا وہ لوگ اللہ کے نزدیک رتبے کے اعتبار سے بہت عظیم ہیں اور یہی لوگ (دونوں جہان میں) کامیاب ہیں۔ اُن کا پروردگار انہیں اپنی رحمت اور رضا مندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُنکے لئے پائیدار نعمتیں ہوں گی یہ لوگ اُن باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس اجر عظیم ہے“

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ هُ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَوَسْوَائِنِ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۱۰)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں پانچ باتیں ارشاد فرمائی ہیں :-

- ۱۔ ان کے مراتب و درجات خدا کے یہاں بہت بلند ہیں۔
- ۲۔ وہ لوگ دونوں جہان میں اپنی مراد و مقصد میں کامیاب ہیں۔
- ۳۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے۔
- ۵۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

تیسری شہادت | سورہ توبہ ہی میں فرمایا گیا ہے :-

”لیکن رسول نے اور انہوں نے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اور انہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور میں فلاح پانے والے ہیں، اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

لِکِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والوں کی تین صفات ارشاد فرمائی ہیں :-

- ۱۔ دُنیا و آخرت کی جملہ نعمتیں اُن کے لئے مخصوص ہیں۔

۱۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما مومن بھی ہیں مہاجر بھی، جان و مال کی خدا کی راہ میں قربانی دینے والے بھی، لہذا ان کے لئے پانچوں صفات ثابت ہوتیں۔ ۱۲ نجیب

۲۔ یقینی بات ہے کہ ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما مومن و مجاہد ہیں اور یہ تینوں وعدے ان کے لئے مخصوص ہیں۔ ۱۲

۲۔ یہ لوگ فلاح و نجات کے مستحق ہیں۔

۳۔ آخرت میں جنت کی دوامی رہائش کی یقین دہانی۔

چوتھی شہادت | سورہ توبہ ہی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ
الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْغُرُ
الْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا -

”اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان و اللہ کی
راہ میں جہاد کریں اور ان کا مال و کہ اس کو اللہ کی راہ میں
خرچ کریں اس قیمت پر کہ اُن کے لئے جنت ہے، لڑتے
ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں (خدا کے دشمنوں کو)
اور مرتے ہیں۔ ہاتھ سے وعدہ ہو چکا اس کے
ذمہ سچا، یہ اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے
قول میں پورا اللہ سے زیادہ“

بِالْعَلَّةِ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَ
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ
الْعَابِدُونَ الْجَامِدُونَ السَّائِحُونَ
الْمُرَاكِبُونَ السَّاجِدُونَ الْغُ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ
اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ -

”سو خوشیاں کرو (اے اسلام والو) اس معاملہ پر جو تم نے
کیا ہے اس سے (کیونکہ فانی چیز کے بدلے ابدی چیز خریدی
ہے) اور یہی بڑی کامیابی ہے، وہ (مسلمان ہیں) توبہ کرنے
والے ہیں (دہرائیوں سے) بندگی کرنے والے ہیں (اخلاص
کے ساتھ) شکر کرنے والے (ہیں نعمت اسلام پر) بے تعلق
رہنے والے دنیا کی لذتوں سے (مکروغ کرنے والے) سجدہ
کرنے والے، حکم کو نبیوالے ہیں (ایمان و عبادت وغیرہ) نیک

۱۔ کیونکہ وہ بڑا کریم ہے اور کریم یقیناً وعدہ پورا کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ۔

خلاف وعدہ محال است کہ کریم آید لیکن اگر نکلے وعدہ دہاؤنا شائد من المصنف

اعجاز عیسوی میں یہ عبارت ترجمہ کے درمیان ہے اس کا حاشیہ میں درج ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ۲۔ انجیل

بات کا اور منع کرنے والے بڑی بات (یعنی کفر اور گناہوں سے) سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود سے جو باندھی اللہ نے (یعنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے) اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو کہ اللہ نے ان کو اچھی صفات کے ساتھ متصف کیا۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین صحابہ کے لئے جنت کا سنجتہ وعدہ فرمایا اور ان کی توصفات بیان فرمائیں۔ بلاشبہ یہ حضرات بھی ان صفات کے ساتھ موصوف تھے۔

سورہ حج کی آیت ۴۱ میں باری تعالیٰ کا مہاجرین کے بارہ

پانچویں شہادت | میں ارشاد ہے کہ :-

الَّذِينَ آمَنُوا هُمْ فِي
أَرْوَاحِهِمْ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
آتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ
وَنَهَوُا عَنِ الْمُنكَرِ وَبِشَاءِ عَاقِبَةِ
الْأُمُورِ - حج - ۴۱

”وہ لوگ جن کو ہم زمین میں جبکہ عطا کریں تو غنا نہ
قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کا
حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں اور اللہ
ہی کے لئے تمام کاموں کا انجام ہے (یعنی یہ اُمت
طویل عرصہ تک دین پر قائم رکھے گی)“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں
فرمایا ہے کہ اگر ہم اُن کو زمین کی حکومت و بادشاہت دے دیں تو اُن سے سب
امور حسنہ ہی صادر ہوں گے۔

ادھر یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین میں سے ابو بکرؓ، عمرؓ
عثمانؓ اور علیؓ کو حکمران بنایا تھا تو ضروری ہو گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بیان
فرمودہ سب امور حسنہ بھی انجام دیئے ہوں گے۔ ورنہ تو کلام خداوندی کا بے
معنی ہونا لازم آئے گا۔ لہذا یہ آیت خلفائے راشدین کی خلافت کے برحق ہونے
کی بھی ایک دلیل ہے۔

خلفائے راشدین کی عادلانہ حکومتوں کے کارنامے پوری دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ عیسائیوں کے لئے حجت کے طور پر ڈاکٹر ٹیلر کی لب التواریخ جلد ۲ باب کی فصل چہارم میں مرقوم ایک شہادت پیش خدمت ہے۔

”ابوبکرؓ نے قرآن کی تدوین و ترویج کی اور محمدؐ کی فتوحات کے نقشِ قدم پر چل کر اُس نے قیصرِ مشرق، ہیراکلیس کی فوج کو شکست دی اور یروشلم پر قبضہ کیا اور لبنان کے پہاڑ سے بحیرہ روم تک پورے ملک کو اپنا مطیع بنایا۔ ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد عمرؓ بیعت کے ذریعے خلیفہ مقرر ہوئے۔ اُس نے ایک ہی پیش قدمی سے شام، فونیقی (بشمول فلسطین) میسوپوٹیمیا اور خالیدیہ، جو کہ یونانی حکومت کے زیر اثر ممالک تھے، سب فتح کر لئے۔

دوسری پیش قدمی میں فارس کی پوری سلطنت کو مفتوح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔ اسی زمانہ میں اس کے سپہ سالاروں نے مقرر، لیبیا اور نومیدیا کو بھی فتح کر لیا۔“

پانچویں فصل میں کہتا ہے کہ :-

”عمرؓ کے جانشین عثمانؓ نے ایک تریانہ کے ملک اور کچھ تاتاری علاقوں کو فتح کیا اور ہودس (یعنی روس) اور یونان کے جزائر کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد محمدؐ کے داماد (یعنی علیؓ) خلیفہ ہوئے جو آج تک محمدیوں میں مکرم ہیں“

چھٹی شہادت | سورہ حج کی آیت ۸، میں ارشاد ہے کہ :-

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ
جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا
”اور محنت کرو اللہ کے واسطے (کفاح وغیرہ)
ظاہری دشمنوں اور نفس و شہوت وغیرہ باطنی دشمنوں سے“

جعل علیکم فی الدین من
 حرج ملّة ابیکم ابراہیم
 ہو سناکم المسلمین من
 قبل و فی هذا لیکون الرسول
 شهیداً علیکم و تکنونا شهداء
 علی الناس فاقیموا المصلوات
 و اتوا الزکوٰۃ و اعتصموا
 بالله هو مولىکم ج فنعمر
 المولى و نعلم النصیر ۵ ج - ۱۸

جیسی کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت (یعنی صفائی
 قلب اور خلوص نیت کے ساتھ) اس نے تم کو پسند
 کیا اور نہیں رکھی دین میں تم پر کچھ مشکل، دین تمہارے
 باپ ابراہیم کا، اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان (مطیع)
 پہلے سے (یعنی کتب سابقہ میں) اور اس قرآن میں تاکہ
 رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں
 پر، سو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ (اور اپنے
 تمام کاموں میں) مضبوط پکڑو اللہ کو، وہ تمہارا مالک
 سو خوب مالک ہے اور خوب مددگار۔“

ملاحظہ کیجئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بے دین اور کافر کہنے کی بجائے
 مسلمان کے نام سے موصوم کیا ہے۔

ساتویں شہادت | سورہ نور کی آیت ۵۵ میں ارشاد ہے :-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
 كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
 دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ

”تم میں سے جو لوگ (اس سورت کے نازل ہونے تک)
 ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن سے اللہ نے وعدہ
 کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس
 طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور ان
 کے لئے اس دین کو قوت عطا کرے گا جسے اُن کے لئے

۱ یعنی داؤد علیہ السلام کو جیسا کہ ارشاد ہے یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض الا یہ اسی
 طرح سلیمان علیہ السلام اور دیگر حضرات کو خلیفہ بنایا گیا۔ ۲ من المصنف

وَلْيَتَذَكَّرْ لَكُمْ مِمَّا فَرَّغْتُمْ عَنْهَا وَرَبُّكُمْ
 اَمَّا يَعْجِدُ وَتَنِي وَرَءَ بَيْتِهِمْ
 لِي شَيْئًا وَمِنْ كَفَرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَاَلَيْسَ
 مَعَهُ الْفَاسِقُونَ ۝ نور - ۵۵

پسند کیا ہے اور انہیں ان کے خوف کے بعد اس
 عطا کرے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے
 ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور اس کے بعد جو
 شخص کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں ۔“

آیت بالا میں لفظ ”منکم“ میں ضمیر مخاطب اور تو مقامات پر ضمیر غائب جمع کے صیغہ
 کے ساتھ مذکور ہے اور جمع کا لفظ تین سے کم پر دلالت نہیں کرتا۔ لہذا اس آیت میں
 یہ وعدہ ان صحابہ کرام سے ہے جو اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت ایمان لا چکے تھے
 اور بتایا گیا ہے کہ تین یا تین سے زائد داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی مانند درجہ خلافت
 پر فائز ہوں گے۔ ان کے مبارک دور میں جس دین کی اشاعت ہوگی وہ خدا کا پسندیدہ
 دین ہوگا۔ ان کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو مکمل امن و امان حاصل ہو جائے گا اور
 مسلمان صرف اور صرف خدا کی بندگی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
 کو خلافت کبریٰ پر فائز فرما کر دین محمدی کو مشرق و مغرب میں غلبہ عطا فرمایا۔ اس لئے
 یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ چاروں خلفاء یقیناً سچے خلفاء تھے اور ان کے دور خلافت
 میں جو دین پھیلا وہی دین ہے جو خدا کا پسندیدہ دین تھا ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا
 ان کی خلافت کا انکار کرنے والا فاسق ہے۔

سورۃ فتح کی آیت ۲۶ میں چودہ سو کے قریب اُن مہاجرین
 اٹھویں شہادت اور انصاء کے حق میں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھے، یوں ارشاد ہے کیا ہے کہ :-

اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
 الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ، فَأَنْزَلَ
 رَجَبٌ رَّكْبَىٰ مَنكَرُوهٍ لِّمَنْ دَلِيلٌ فِي كَدِّهِ
 كِي ضَرْبٌ مِّمَّا تَارَ اللّٰهُ لِي فِي طَرَفٍ مِّنَ الْمِيَانِ

اللَّهُ سَكِينَةٌ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَىٰ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْزَّكَاةُ مَكْمَلَةٌ
التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا
أَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمًا - فتح - ۲۶

اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور لازم کر دیا
ان کے لئے کلمہ تقویٰ (یعنی کلمہ شہادت کبھی
بھی ان سے جدا نہ ہو گا) اور وہی تھے اس
کے لائق اور اہل اُس کے (دوسروں کی نسبت) اور
ہے اللہ ہر چیز سے خبر دار ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن تمام صحابہ کرام کے حق میں جن میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی
یقیناً شامل ہیں چار باتوں کی شہادت فرمائی ہے :-

۱۔ وہ سب مومن ہیں ۔

۲۔ یہ سب لوگ سکینہ کے نزول میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
شریک تھے ۔

۳۔ تقویٰ و پرہیزگاری والا کلمہ ان کے وجود کے ساتھ ایسا لازم ہے کہ کبھی جدا
نہیں ہو سکتا ۔

۴۔ وہ لوگ اس تقویٰ والے کلمہ کے سب سے زیادہ مستحق اور لائق ہیں ۔
لہذا اب جو شخص ان حضرات کو بے ایمان وغیرہ قرار دیتا ہے اس کا قول قرآن کے
صریح خلاف اور بالکل مردود ہے ۔

نویں شہادت | سورہ فتح کی آیت ۲۹ میں ارشاد ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَوَأَمُّوا
مُتَّعًا سَجْدًا يَلْبَغُونَ فَضُلًا

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں
(یعنی آپ کے صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپ میں
مہربان، تم ان کو روک روک کرتے اور سجدہ کرتے دیکھو
گے (کیونکہ اکثر وقت ان کا ناندھی میں گزرتا ہے) وہ

مِنْ اِنَّهٗ وَ مِرْضُوْنَا نَسِيْمًا هُمْ
 فِى وَ جُوْهِمُ مِنْ
 اللہ کے فضل (یعنی ثواب) اور رضامندی کو تلاش
 کرتے ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر
 اثر السُّجُوْدِ ۵ (رفح - ۲۹) ہے سجدوں کے اثر سے

اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی یوں تعریف فرمائی ہے کہ وہ کافروں کے لئے سخت
 اور آپس میں بڑے مہربان اور رکوع و سجدہ کرنے والے، اللہ کے فضل و رضا کے طالب
 ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے بھی ان بزرگوں کے حق میں اس کے خلاف
 عقیدہ رکھے وہ بڑا خطا کار ہے۔

دسویں شہادت [سورہ حجرات آیت ۷ میں فرمایا ہے کہ :-

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمْ اِيْمَانَ
 وَ تَرْتَبَتْ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرِهَ اِلَيْكُمْ
 الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ
 اُوْلٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ۝۵ حَجَرَاتُ
 لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب کر دیا
 اور اُسے تمہارے دلوں میں مرتب کر دیا۔ اور
 کفر و فسوق اور نافرمانی کو تمہارے لئے مکروہ
 (ناگوار) کر دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس میں حسب ذیل امور کی تصریح فرمائی کہ :-

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں ایمان کی محبت
 جاگزیں کر دی۔

۲۔ کفر، فسق اور گناہ ان کے ہاں مبغوض و ناپسند تھے۔

۳۔ یہ لوگ راہ حق پر اور رشد و ہدایت کے ساتھ موصوف تھے۔

لہذا اب جو ان کو کافر یا فاسق سمجھتا ہے وہ خود گمراہ اور فاسق ہے۔

گیارہویں شہادت [سورہ حشر میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
 أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
 أَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ
 اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۚ وَبَشُرُونَ
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْعَادِلُونَ ۚ وَالَّذِينَ
 تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن
 قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ
 إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي
 صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
 أُوتُوا ۚ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ
 أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
 وَمَن يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ حشر -

”واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو
 نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے
 مالوں سے۔ ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور
 اس کی رضا مندی، اور امداد کرتے ہیں اللہ اور
 اس کے رسول کی (اپنے مال اور جان سے) وہ
 لوگ وہی ہیں سچے (دین میں قول و فعل سے)
 اور جو لوگ جب پکڑ لیتے ہیں (یعنی انصار) اس گھر
 میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے
 ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان کے
 پاس۔ اور نہیں پالتے اپنے دل میں تنگی، اس چیز
 جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان
 کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ،
 اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے سودھی
 لوگ ہیں مراد پانے والے۔“

- ۱۔ یعنی کفار مکہ نے ان کو نکال دیا تھا اور ان کا مال ضبط کر لیا تھا۔ ۱۲ من المصنف
- ۲۔ یعنی ان کی ہجرت تجارت یا کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا اور رسول کی دوستی
 کیلئے انہوں نے اپنا وطن اور مال چھوڑ دیا ہے۔ ۱۲ من المصنف
- ۳۔ یعنی مدینہ میں۔ ۱۲ من المصنف
- ۴۔ اپنے اوپر جو نہیں سمجھتے بلکہ اپنے گھروں میں ان کو جگہ دیتے ہیں اور اپنے مالوں میں ان
 کو حصہ دار بناتے ہیں۔ ۱۲ من المصنف

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے چھ اوصاف بیان فرماتے ہوئے ان کی یوں تعریف فرمائی ہے :-

۱ - ان مہاجرین کی ہجرت دنیا کی طمع کے لئے ہرگز نہ تھی۔ بلکہ محض خالص اللہ اور رسول کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھی۔

۲ - یہ لوگ اپنی جان و مال کے ساتھ خدا اور رسول کے دین کے مددگار تھے۔

۳ - دین میں اپنے قول اور فعل کے اعتبار سے صادق تھے۔

۴ - انصار ان لوگوں سے محبت رکھتے تھے جو (مدینے) ہجرت کر کے آئے تھے۔

۵ - انصار اس وقت خوش ہوتے تھے جب مہاجرین کو کوئی چیز ملتی تھی۔

۶ - انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو باوجود اپنی احتیاج کے اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔

درحقیقت یہ چھ صفات مہاجرین و انصار کے کمال ایمان پر دلالت کرتی ہیں۔

بارہویں شہادت | سورہ آل عمران میں ارشاد ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ	تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ	نکالا گیا ہے۔ تم نیکی (ایمان و طاعت
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ	رسول) کا حکم کرتے ہو۔ اور برائی یعنی کفر
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۝	وغیرہ سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر
(آل عمران)	ایمان رکھتے ہو

اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ :-

۱ - یہ لوگ تمام امتوں میں بہترین جماعت ہیں۔

۲۔ یہ لوگ ہمیشہ نیکی کی تعلیم کرنے والے اور بُرائی سے روکنے والے ہیں۔

۳۔ یہ لوگ اللہ پر ایمان لانے والے تھے۔

غرض اس قسم کی اور دوسری آیات بھی موجود ہیں۔ مگر میں عیسیٰ علیہ السلام کے حوالیوں اور بارہ اماموں کے شمار کے مطابق صرف بارہ قرآنی آیتیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اب ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے اقوال اہل تشیع کی معتبر و معتمد کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

خلفائے ثلاثہ کے حق میں اہل بیت کی شہادتیں

پہلی شہادت

حضرت علیؑ کا قول | شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب ”منہج البلاغہ“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ :-

۱۔ چونکہ معترض عیسائی پادری نے شیعہ فرقہ کے حوالے سے اعتراض کیا تھا اسی مناسبت سے مصنفؒ نے بارہ اماموں کا تذکرہ یہاں فرمایا تاکہ معترض کے ساتھ ساتھ اثنا عشری عقیدہ والوں پر بھی حجت قائم ہو جائے۔ کیونکہ جس طرح حوالیوں کی تعداد بارہ بیان کی جاتی ہے اہل تشیع کی اکثریت بھی بارہ اماموں کی معصومیت و امامت کا عقیدہ رکھتی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ نجیب

۲۔ یہاں اہل تشیع کی رعایت سے یہ اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اولادِ رسولؐ کے لئے قرآن و حدیث میں کثرت کے ساتھ ”آل“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن و حدیث نے اہل بیت سے مراد ازواجِ النبیؐ قرار دیا ہے اور لغت و عرف بھی اس پر ہی دال ہے۔ ۱۲ نجیب

اللہ دتر فلان فلقہ قوم الودود ” فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین ہے کیونکہ اس نے
 داوی العمد و اقام السنۃ (۱) کچی کو سیدھا کیا (۲) راستوں کی اصلاح کی (۳)
 و خلعت البدعۃ ذهب نقی سنت کو قائم اور جاری کیا (۴) بدعت کی مخالفت
 الثوب قلیل العیب اصاب کی (۵) دنیا سے پاکدامن کیا (۶) بہت کم عیب والا
 تحیرھا و سبق شرھا اذی تھا (۷) بہترین افعال کرتا رہا (۸) برے افعال
 الحی اللہ طاعته و اتعا سے محترز رہا (۹) اللہ کی فرمانبرداری کرتا رہا (۱۰)
 بمحمد رحل و توکھم فی اللہ سے اس کے حقوق میں سب زیادہ ڈر نہوا لہ تھا
 طرق متشعبۃ لا یھدی خود تو چلا گیا لیکن لوگوں کو منتشر اور پرالگ نہ چھوڑ گیا
 فیہ الضال و یستیقن کہ اس میں گمراہ اور بے کوئی ہدایت حاصل کرنے کی
 المھتدی - صورت اور ہدایت یافتہ کے لئے کوئی

(نہج البلاغہ)

یقین کی شکل نہیں

اس کلام میں ” فلاں شخص “ سے مراد نہج البلاغہ کے اکثر شارحین جو فرقہ امامیہ سے ہیں
 کے نزدیک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض شارحین کے نزدیک اس کا مصداق عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکرؓ یا عمرؓ
 کے دس اوصاف اس ارشاد میں شمار کئے جن کا پایا جانا ان میں ضروری ہے اور یہ ان
 کی قوت ایمانی کی واضح دلیل ہے۔

۱۔ اطباء الحق جلد سوم میں مترجم نے داوی العمد کا ترجمہ سنگین بیماری کا علاج کیا ” سے کیا ہے
 اور حاشیہ میں اس کی یہ توجیہ بیان کی گئی ہے کہ :-

” اصل میں لفظ یہ ہے ” داوی العمد (من) ” عمد کے معنی ہیں ” بیماری کا کسی کو کمزور کر دینا “

اسی مناسبت سے یہاں ترجمہ ” بیماری “ سے کر دیا گیا ہے ” ۱۳ تقی

مصنف نے جو ترجمہ کیا ہے وہ بہتر اور محاورے کے مطابق ہے۔ ۱۲ بخیب

دوسری شہادت

امام ابو جعفر کا قول شیعوں کے بڑے فاضل معتز علی بن عیسیٰ اردبیلی اثنا عشری کی تصنیف کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ :-

سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف هل یجوز
فقال نعم قد حلی ابو بکر الصّدیق سیفہ فقال الراوی اتقول
هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصّدیق نعم
الصّدیق نعم الصّدیق فمن لم یقل له الصّدیق فلا صدق الله
قوله فی الدنیا والاخرۃ -

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے جڑاؤ تلوار کی نسبت مسئلہ دریافت کیا کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بے شک جائز ہے کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جڑاؤ تلوار استعمال فرمائی ہے۔ راوی نے کہا کہ کیا آپ اس قسم کی بات کہتے ہیں؟ یہ سن کر امام موصوف جوش میں آکر اپنی مسند سے کودے اور فرمایا کہ ”بے شک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں“ جو ان کو (یعنی ابو بکر کو) صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات (یعنی ایمان) سچ نہ مانے“

ملاحظہ کیجئے کہ جب امام محمد باقرؑ نے ابو بکرؓ کو صدیق فرمایا تو پوچھنے والا جو کہ شیعہ تھا اس نے بطور تعجب عرض کیا کہ کیا آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟ اس پر امام نے غصہ سے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں میں ان کو صدیق کہتا ہوں اور جو ان کو صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔

امام محمد باقرؑ کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابو بکرؓ یقیناً صدیق ہیں۔ اور ان کی صدیقیت کا انکار کرنے والا دنیا و آخرت میں جھوٹا ہو گا۔ صدیقیت

مقام نبوت کے بعد ایک بلند مرتبہ ہے۔

تبلیغی شہادت

حضرت علیؓ کا خط | حضرت امیر معاویہؓ کے نام حضرت علیؓ کا ایک خط "نبج البلاغہ" کے شاہین نے نقل کیا ہے۔ اس میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے حق میں یوں فرمایا گیا ہے :-

لعمری ان مکا نهما من الاسلام لعطیہ وان المصاب
بهما لخرج فی الاسلام رشیداً رحمہما اللہ وجہرا ھما اللہ باحق
ما عملہ -

”مجھ کو اپنی زندگی کی قسم اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند ہے۔
اسلام کے لئے ان دونوں کی شہادت بہت بڑا نقصان ہے۔ اللہ ان
دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کے بہترین اعمال کا ان کو
صلہ عطا کرے“

دیکھئے حضرت علیؓ اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند بتاتے ہیں اور ان کے
حق میں نیک دُعا کرتے ہیں۔ لہذا اب جو ان کا اسلام میں رتبہ کمتر قرار دے اور
ان کے حق میں بد دُعا کرے وہ یقیناً حضرت علیؓ کی مخالفت پر کمر باندھتا ہے۔

چوتھی شہادت

امام محمد باقر کا فرمان | شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے بہت بڑے عالم مصنف کتاب
الفصول نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت
یوں نقل کی ہے :-

”انہ قال لجماعة خاضوا فی ابی بکر وعمر وعثمان الا تخبرونی
انتم من المهاجرین الذین اخر جوامن دیا مھر و اموالھم

يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنْ اِلٰهٍ وَرَاضُوْنَ اَنَّا وَنُصِرُوْنَ اِلٰهًا وَرَسُوْلُهُ
 قَالُوْا لَا قٰنَتُمْ مِّنَ الَّذِيْنَ تَبُوْؤُوْا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ
 مِّنْ قَبْلِهِمْ يَحْتَنُوْنَ مِنْ هَاجِرٍ اِلَيْهِمْ - قَالُوْا لَا قٰلَ اٰمَنَّا
 فَقَدْ بَرَّئْتُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا اَحَدَ هٰذَيْنِ الْفَرِيقَيْنِ وَاِنَّا اَشْهَدُ
 اَنْكُمْ لَسْتُمْ مِّنَ الَّذِيْنَ قَالِ اِلٰهٌ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ
 يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَغْفِرْ لَنَا وَاٰلِ اٰخِرَانَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
 بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ
 رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

”امام موصوف نے اُن لوگوں سے جو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عیب
 جوئی اور نکتہ چینی میں مصروف تھے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو یہ بات نہ بتاؤ گے کہ
 تم اُن مہاجرین میں سے ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے محض خدا کی خوشنودی
 حاصل کرنے اور اللہ اور رسول کی مدد کے لئے جدا کر دیئے گئے تھے؟
 انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم ان لوگوں میں داخل نہیں۔ فرمایا تو کیا تم اُن
 لوگوں میں سے ہو جو مدینہ میں مہاجرین کی آمد سے قبل مقیم چلے آتے تھے،
 اور ایمان لاچکے تھے اور جو مہاجر اُن کے پاس پہنچتا تھا وہ اس سے محبت کرتے
 تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اُن میں سے بھی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ تم نے
 خود اعتراف کر لیا کہ تم ان دونوں جماعتوں میں داخل نہیں ہو، اور میں
 گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

”اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں کہ ابے ہمارے پروردگار !
 ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان

لائے تھے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کوئی کھوٹ نہ رکھ۔ اے

ہمارے پروردگار! بلاشبہ آپ مہربان اور رحیم ہیں۔“

ملاحظہ کیجئے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کو گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

پانچویں شہادت

امام حسن عسکری کی روایت | وہ تفسیر میں کوشیہ حضرات امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اس میں یہ روایت موجود ہے کہ :-

ان الله اوحى الى ادم ليفيض على كل واحد من محبتي محمد و آل محمد و اصحاب محمد ما لو قسمت على كل عند ما خلق الله من طول الدهر الى اخره و كانوا كفارا لا ذاهدا الى عاقبة محمودة و ايمان بالله حتى يستحقوا به الجنة و ان سجدوا من يبغض آل محمد و اصحابه اولاد منهم يعد به الله عذابا لو قسم على مثل خلق الله لا هلكوا اجمعين ۔

”اللہ نے آدم کے پاس وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد اور اصحاب سے محبت رکھنے والے ہر شخص پر اتنی رحمت نازل کروں گا کہ اگر اس کو تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے جو ابتداء دنیا سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں تو وہ اس رحمت کی بنا پر مومن اور نیک انجام ہو کہ مستحق جنت بن جائیں گے اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اصحاب سے یا ان میں سے کسی ایک سے بغض و دشمنی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو

ایسا شدید عذاب دے گا کہ اگر اس کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو ہلاک کر دے۔“

دیکھئے اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تمام ال اور اصحاب سے محبت رکھنا ضروری ہے اور بغض و دشمنی ایک سے بھی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقام محبت میں *أَوْ دَاحِدًا مِنْهُمْ* نہیں فرمایا اور بغض و دشمنی کے سلسلہ میں اس کلمہ کو زائد ذکر کیا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محبت سب سے لکھنی چاہیئے اور دشمنی ایک کے ساتھ بھی عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے کافی ہے۔

اب اس صورت میں اگر کوئی شخص نفعانیت اور بے جا تعصب کی بنا پر آیات قرآنیہ اور ائمہ علیہم السلام کے ارشادات کے برعکس کوئی بات کہتا ہے تو اس کی بات حجت قرار نہیں پاسکتی۔

ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے کفر و ایمان سے متعلق ان تعریحات کے بعد اب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے مذہب میں تحریف قرآن کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کی حقانیت پر شیعہ علماء کے اقوال

شیعہ کے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن مجید میں کمی بیشی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشریہ کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔

خوب طوالت کے سبب اس فرقہ کے محققین علماء کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) محمد بن علی بابویہ کی شہادت | شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ جو علمائے امامیہ اثناء عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں اپنے رسالہ "اعتقادات" میں لکھتے ہیں :-

اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علی نبیہ هو ما بین الدفتین عند الناس مائة واربعة عشر سورة ومبلغ سورة عند الناس مائة واربعة عشر سورة وعندنا والمصحف والعشر سورة واحدة ولا یلف والم ترکیف سورة واحدة ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلك فهو کاذب -

”ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ البتہ اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ۱۱۴ ہے مگر ہمارے نزدیک سورۃ والفحیٰ اور الم نشرح مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں۔ اسی طرح لایلف اور الم ترکیف دونوں ملکر ایک سورت ہیں اور جو شخص ہمارے جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے۔“

دیکھئے اس میں علامہ ابن بابویہ قمی صاحب بر ملا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک قرآن یہی ہے جو موجود ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ہمارا اختلاف صرف سورتوں کی تعداد میں ہے اور پس۔ اور جو ہم پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ ہم قرآن میں کمی ہو جانے کے قائل ہیں، وہ جھوٹا ہے۔

۲۔ سید مرتضیٰ کی شہادت | تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے اس میں عظیم شیعہ مجتہد سید مرتضیٰ ذوالمجدد علم الہدیٰ ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ :-

ان العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام المشهورة و اشعار العرب المسطورة فان العناية اشدهت والدواعي توفرت على نقله و بلغت إلى حد لم تبلغ إليه فيما ذكرنا لان القرآن معجز النبوة و ماخذ العلوم الشرعية و الاحكام دينية و علماء المسلمين قد بلغوا في حفظه و عنايته الغاية حتى عرفوا كل شيء فيه من اعرابه و قرأته و حروفه و اياته فكيف يجوز ان يكون مغيرا او منقوصا مع العناية المصادقة و المقنطة الشديدة -

» قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات یا اہل عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین۔ کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے۔ اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے اور مسلمانوں علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز مثلاً اس کے اعراب اور قراءتوں حروف و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی۔ پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہ تام کے بعد یہ احتمال کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر و

تبدل ہو یا کی بیشی ہو۔“

۳۔ عامی کی شہادت | محمد بن حسن حر عاملی نے جو شیعہ کے فرقہ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

ہر یکہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت
و اعلیٰ درجہ تواتر بودہ و آلافت صحابہ حفظ و نقل می کردند آن را و در عہد
رسول خداً مجموع مولف بود۔ (ملخصاً)

”جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا وہ یقینی طور پر جان لے
گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے۔ ہزاروں صحابہؓ اس
کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے اور عہد رسالت میں وہ جمع اور
مدون ہو چکا تھا۔“

اسی طرح اور بھی شیعہ علماء کی تصریحات موجود ہیں۔

الغرض بڑے بڑے محققین علماء شیعہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف کے قائل
نہیں۔ شیخ صدوق نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”جو ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا
ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے“ اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات
اس میں تغیر و تبدل و تحریف کے قائل ہیں خود شیعوں میں وہ لائق اعتبار نہیں ہیں۔
پھر ان قائلین تحریف کا اپنا عمل خود ان کے اپنے عقیدے کے خلاف رہا ہے۔
کیونکہ نماز اور تلاوت کے وقت وہ بھی اسی قرآن کو پڑھتے اور اپنے مردوں کو اسی
کا ثواب بخشتے تھے۔ ان کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ تمام اہل بیت نماز میں بھی
اور نماز کے علاوہ بھی اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے لڑکے لڑکیوں اور خادموں
کے علاوہ پورے علاقہ کے لوگوں کو یہی قرآن سکھاتے تھے۔ لہذا اس قلیل تعداد کا یہ قول

جو ان کے اپنے عقیدہ و عمل کے خلاف اور جمہور شیعہ کے عقیدہ کے مخالف تھا کسی صورت قابل اعتبار نہیں ہو گا۔ خود قرآن میں ان کے اس قول کا رد موجود ہے۔ چنانچہ سورہ حجر کی آیت ۹ میں ارشاد ہے :-

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ -

”ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔
(یعنی ہر وقت میں کمی نہ یادتی اور تحریف و تبدیل سے)

سورۃ حم سجدہ میں ارشاد فرمایا

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ
حَكِيمٍ خَبِيرٍ

”اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے اتنا ہی ہوئی حکمتوں
والے سب تعریفوں والے کی“

پادری صاحب کے مذکورہ بالا دونوں دعوؤں کا بطلان جب معلوم ہو چکا تو اب ان کے
دعوؤں کی تائید کرنے والے دلائل کی حقیقت ملاحظہ کیجئے :-

پہلی دلیل

دبستان سے | پادری صاحب فرماتے ہیں کہ ”فانی کی کتاب دبستان میں یوں
مسطور ہے الخ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ کہ پادری صاحب
نے اس حوالہ میں کچھ تھوڑی سی تحریف کی ہے۔ اس لئے کہ اثنا عشری فرقہ کا مذہب بیان
کرتے ہوئے دبستان کی عبارت یوں لکھی ہوئی ہے :-

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ التَّبْدِيلُ وَالتَّنَاقُضُ ————— مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ
ای بوجہ من الوجوه (مدارک) من المصنف

”بعضے ازیشان گویند کہ عثمان مصاحف را سوخته بعضے از سورة ہا کہ در شان
علی و فضل آتش بود بر انداخت“

لہذا پادری صاحب یہاں لفظ ”بعض“ ہضم کر گئے۔ دوم یہ کہ یہ ”بعض“ وہی لوگ
ہیں جن کا اثنا عشری فرقہ امامیہ میں کچھ بھی شمار نہیں ہوتا۔

پھر دبستان کے مصنف نہ تو خود مسلمان ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے مذہب اور
ان کی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ شخص محض سنی سنائی باتوں کو نقل کر دیتا ہے
اور غالباً یہ بات اس سے کسی غیر معتبر اثنا عشری عالم نے کہہ دی ہوگی۔

دوسری دلیل

عین الحیات سے | پادری صاحب کا یہ قول کہ ”اور کتاب عین الحیات کی الخ“ میں
کہتا ہوں کہ یہ روایت خبر واحد ہے جو قطعی دلائل کی مخالفت
کرنے کے سبب متروک اور مردود ہے اور علماء اثنا عشریہ کا بھی یہ مسئلہ اصول ہے کہ
جو روایت خبر واحد ہو اور دلیل قطعی کے مخالف ہو اس میں یا تو تاویل کی جائے گی
اور یا اس کو رد کر دیا جائے گا۔ ایسی روایت خواہ کافی کلینی کی کیوں نہ ہو اور یہ کتاب
شیعہ کے ہاں اصح الکتب شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد لکھنؤ اپنی کتاب ”صوام“
میں عقیدہ ۱۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :-

”لے شاید اس نے اسی طرح سنا ہو گا جیسے پادری فخر صاحب نے میزان الحق میں لکھ دیا ہے کہ :-
”اس باب (یعنی نسخ) میں قرآن اور اس کے مفسر دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت
اور انجیل کے ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوئی الخ پھر لکھتے ہیں کہ ”اس حالت میں محمدیوں کا دعویٰ
بے اصل و بیجا ہے جو کہتے ہیں کہ زبور، توریت اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے“ حالانکہ قرآن میں کہیں
اس کا مذکور نہیں اور نہ کسی تفسیر میں یہ ہے۔ چنانچہ جب مجمع عام میں ان پر اعتراض کیا گیا (کہ یہ کہاں) لکھا ہے
تو فرمایا کہ ہم نے بعض مسلمانوں سے سن کر لکھا ہے۔ ۱۲ من المصنف۔“

”و مانمیکوئیم کہ ہر ایک از احادیث کافی گو روایات ان ضعیف و مجروح باشند
 قطعی الصدور اند چنانچہ شما ادعای آمیکنید و ایضا بر تقدیر قطعی بودن ہر گاہ
 آیات قرآنی منسوخ باشند و ماول چر بعض احادیث کافی ماول نباشند
 بنا بر مخالف بودن ان از اجماع و الاحادیث المستفیضہ“

اور کتاب ”ذوالفقار“ میں آٹھویں مقدمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ :-

”بالاتفاق میان علماء اسلام قاعدہ مقررہ است کہ انچہ از آیات و احادیث
 کہ برخلاف قطعیات دلالت داشتہ باشند می اندازند اگر قابلیت داشتہ
 باشد و الا ماول میسازند“

جب کلینیؑ کی روایات احادیث سب روایات احاد کا مذکورہ بالا حال ہو تو بھلا
 عین الحیات کی ایک دو احاد روایات کے اسی کی مانند متروک ہونے میں کیا مانع
 لازم آسکتا ہے ۔

تدوین قرآن سے متعلق احادیث اور یادری ضا کے اعتراض

یادری صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت کی معتبر و مشہور کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ ہے اس
 کی کتاب فضائل قرآن ”فصل اول میں درج ہے کہ :-

”عن عمر بن الخطاب قال سمعت هشام بن حکیم بن حزام یقرأ
 سورۃ الفرقان علی غیو ما أقرأها و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 أقرأنیہا فکدت أن أعجل علیہ ثم أمهلته حتی انصرف ثم

۱۔ محمد یعقوب کلینی شیعوں کے مشہور عالم ہیں جن کی کتاب الکافی شیعہ فقہ و حدیث کی
 مستند ترین کتاب ہے ۔ ۱۲ اتقی

لبیتہ بردائہ فحُت بد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقلت یا رسول اللہ انی سمعت هذا یقرأ سورۃ الفرقان
 علی غیر ما اُقرأ اتینہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 امرسلہ اِقرأ فقرأ القرآن التی سمعته یقرأ فقال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هكذا انزلت ثم قال لی اِقرأ فقرأت
 فقال هكذا انزلت ان هذا القرآن انزل علی سبعة اُحرث
 فاقرأ واما تیسرہ منہ متفق علیہ واللفظ لمسلم۔

”یعنی عمر بن الخطاب کہتا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم ابن حزام کو سنا کہ وہ سورہ
 فرقان میری قرأت کے خلاف پڑھتا تھا۔ حالانکہ مجھ کو وہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے پڑھائی تھی پس پیچھے میں نے چاہا کہ جلد اسے منع کروں لیکن میں
 نے اسے مہلت دی یہاں تک کہ وہ پڑھ چکا بعد اس کے میں اس کی چادر
 پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور کہا یا رسول اللہ! میں
 نے اس شخص کو سورہ فرقان ایک اور قرأت سے پڑھتے سنا ہے خلاف
 اس قرأت کے جو آپ نے مجھے بتائی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے۔ اور اسے کہا پڑھ۔ پس اس نے وہی قرأت
 پڑھی جو میں نے اسے پڑھتے سنی تھی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تو پڑھ۔ پس میں نے
 بھی پڑھی فرمایا کہ اسی طرح نازل کی گئی ہے اور قرآن سات قرأت پر نازل ہوا
 ہے، جس قرأت پر آسان ہوا وہ پڑھو۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور عبارت
 مسلم کی ہے۔“

پھر تیسری فصل میں مرقوم ہے :-

عن نرید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقلل اهل الیمامة فاذا
 عمر بن الخطاب عنده قال ابوبکر ان عمر اثنی فانی فقال انت القتل
 قد استمر^{لہ} یوم الیمامة بقراء القرآن انی اخشی ان استمر بالقتل
 بالقرء بالموطن فیذہب کثیر من القرآن وانی امری ان
 تأمر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئاً لم یفعل رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر هذا والله خیر قل یزید عمر
 یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلك ورایت فی ذلك الذی
 راى عمر قال نرید قال ابوبکر انک رجل شاحب عاقل و -
 وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع
 القرآن فاجعله فواللہ لو کلفو فی نقل جبل من الجبال ما
 کان اثقل علی منما امرنی من جمع القرآن قال قلت کیف
 تفعلون شیئاً لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
 هو والله خیر قل یزید ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری
 للذی شرح له صدر ابی بکر وعمر فتنبعت القرآن اجمعه
 من العسب اللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اخر سورة
 التوبة مع ابی خزیمہ الانصارى لم اجدها مع اجد غیرک -
 لقد جاء کمرسول من انفسک حتی خاتمة برأۃ فكانت الصحف
 عند ابی بکر حتی توفاه الله ثم عند عمر حیوته ثم عند حفصة
 بنت عمر - رواه البخاری -

”یعنی زید بن ثابت کہتا ہے کہ ابوبکر نے مقتل اہل یمامہ میں آدمی بھیج کر مجھے بلوایا گیا۔ دیکھا تو عمر بھی اوسکے پاس تھا۔ ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ عمر نے میرے پاس آکر کہا کہ یمامہ کی لڑائی کے دن قرآن کے قادی بہت مقتول ہوئے ہیں ڈرتا ہوں کہ اگر اور مقاموں میں بھی ایسا ہی مقابلہ ہوگا تو قرآن میں سے بہت سا جاتا رہے گا میں ایسا چاہتا ہوں کہ تم قرآن کے جمع کرنے کا حکم دو۔ میں نے عمر سے کہا کہ وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تم کیونکر کرو گے، اوسنے کہا خدا کی قسم یہ اچھا ہے۔ بس عمر تبرکاً یہی بات مجھ سے کہتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اوس امر پر آگاہ کیا اور وہ فائدہ جو قرآن کے جمع کرنے میں عمر کو معلوم ہوتا تھا مجھے بھی معلوم ہوا۔ اب زید کہتا ہے کہ ابوبکر نے مجھ سے کہا تم مرد، جوان و عاقل ہو اور تہمت سے تبرأ ہو۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی لکھا کرتے تھے پس تم قرآن کی تتبع کر کے اوسے جمع کرو۔ خدا کی قسم، اگر لوگ مجھے ایک پہاڑ اٹھانیکی تکلیف دیتے تو مجھ پر بھاری نہ پڑتا۔ جیسا قرآن کا جمع کرنا بھاری پڑا۔ میں نے اونسے کہا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تم کیونکر کرتے ہو؟ انہوں نے کہا واللہ یہ بہتر ہے۔ پس ابوبکر نے مجھ سے تبرکاً کہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو بھی اوس امر کے فائدہ پر آگاہ کر دیا جس پر ابوبکر اور عمرؓ کے دل کو آگاہ کیا تھا۔ پس میں نے قرآن کی تتبع اور تلاش کی اور خرما کے پتوں اور پتھروں اور حافظ لوگوں کے دلوں سے لے کر اوسے جمع کیا حتیٰ کہ سورۃ التوبہ کی آخر کی یہ آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم خاتمہ برأۃ تک ابی خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ پائی۔ پس قرآن کے وہ اجزاء ابوبکر کے پاس

رہے۔ انہوں نے وفات پائی تو عمر کے پاس رہے اور ان کے بعد ان کی بیٹی حفصہ کے پاس رہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔“

عن انس بن مالك ان حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكاتب
بمغازي اهل الشام في فتح ارمينية واذم بايجان مع اهل العراق
فافزع حذيفة اختلا فهم في القرأة فقال حذيفة لعثمان يا
امير المؤمنين ادرك هذه الامم قبل ان يختلفوا في الكتاب اختلا
اليهود والنصارى فامرسل عثمان الى حفصة ان ارسلي الينا
بالمصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها اليك فامرسلت بها
حفصة الى عثمان فامرزيد بن ثابت وعبدالله بن الزبير و
سعيد بن العاص وعبدالله بن الحارث بن هشام فنسخوها
في المصاحف وقال عثمان للحرط لقريشيين التذات اذا
اختلفتم انتم وزييد بن ثابت في محر من القرآن فاكتبوه
بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا المصحف
والمصحف مراد عثمان المصحف الى حفصة وارسل الى كل اقل
بالمصحف ان يحرق قال بن شهاب فاخبرني ناسجة بن زيد
بن ثابت انه سمع زييد بن ثابت قال فقدت آية من الخراب
حين نسخنا المصحف قد كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقراء بها فالتسناها فوجدناها مع خزيمية بن ثابت النصارى
من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فالحقناها في سورتها
في المصحف رواه البخاري -

”یعنی انس بن مالک کہتا ہے کہ حذیفہ ابن یمان عثمان کے پاس آیا درحالیکہ وہ

ارمینہ میں اہل شام کے ساتھ اور آذربہجان میں اہل عراق کے ساتھ جہاد کر رہا
 تھا اور قادیوں کی مختلف قرات سے ڈر کر عثمان سے کہا کہ اے امیر المومنین!
 اس امت کی خبر لیجئے قبل ازیں کہ دے کتاب میں اختلاف کریں۔ جیسے یہود و
 نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ پس عثمان نے حفصہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تم اجزا ہمارے
 پاس بھیج دو تاکہ ہم اس کے متعدد نسخے لکھیں اور پھر تمہیں دیدیں۔ حفصہ نے وہ اجزا
 عثمان کے پاس بھیج دیئے۔ تب عثمان نے زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر
 اور سعید بن العاص اور عبداللہ ابن الحارث ابن ہشام کو مامور کیا۔ انہوں
 نے اس کو متعدد نسخوں میں لکھا اور عثمان نے ان تینوں شخصوں (یعنی عبداللہ بن زبیر
 اور سعید ابن العاص اور عبداللہ ابن حارث) سے جو قوم قریش تھے کہا کہ
 جس وقت تم تینوں شخص اور زید قرآن کے کسی امر میں اختلاف کرو تو اسے
 قریش کے لہجہ پر لکھنا کیونکہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس
 انہوں نے ایسا ہی کیا جبکہ اجزاء کو متعدد نسخوں میں لکھ چکے تو عثمان نے
 حفصہ کے پاس پھر بھیجا اور ہر طرف ایک ایک صحیفہ اون نسخوں میں سے
 جنہیں اب لکھا تھا بھیج دیا اور اس کے ماسوا جتنے قرآن کے صحیفے تھے ان کے
 جلادینے کا حکم دیا۔ ابن شہاب کہتا ہے کہ خادجہ ابن زید ابن ثابت نے
 مجھے خبر دی کہ اسے زید ابن ثابت یعنی اپنے باپ سے سنا کہ وہ کہتے تھے
 کہ جس وقت قرآن کو ہم نے لکھا سورۃ احزاب کی ایک آیت جو میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا تھا مجھے لکھی ہوئی نہ ملی۔ تب ہم نے
 اسے ڈھونڈھا تو خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پائی اور وہ آیت یہ
 ہے ”من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ“ پس ہم نے اسے
 سورۃ احزاب میں لاحق کلمہ کے کتاب میں داخل کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہم ان تینوں حدیثوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر ان کو پادری صاحب کے دعویٰ سے تو کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ ان کے زعم کے مطابق جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں ان حدیثوں سے چار باتیں نکلتی ہیں۔

اب مشکوٰۃ کی ان حدیثوں سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں :-

۱۔ پہلی یہ کہ خود محمد کے وقت میں ایک شخص نے آیت کو ایسا اور دوسرے نے اسی آیت کو ویسا پڑھا تھا۔

۲۔ دوسری یہ کہ قرآن محمد کے وقت میں ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ ابوبکر نے آیات کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اگرچہ محمد سے اس کام کے واسطے اس کو حکم نہیں ملا تھا بلکہ صرف مصلحت کی راہ سے کیا تا کہ مبادا آیات گم ہو جائیں۔

۳۔ تیسری یہ کہ عثمان نے خلافت کے تخت پر بیٹھ کر جب دیکھا کہ لوگ پھر بھی قرآن کے پڑھنے میں فرق کرتے ہیں اور ڈر کہ قرآن میں آگے اور زیادہ خرابیاں نہ ہوں تو زید وغیرہ کو حکم دیا کہ قرآن کو دوبارہ صحیح کریں اور سب آیات قریش کی زبان میں لکھیں۔

۴۔ چوتھی اس نے سب اگلے نسخے جمع کر کے جلا دیئے اس نئے نسخہ سے اور نسخے لکھوا کر سب جگہ بھیج دیئے اور اس طرح اس کو مشہور کیا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ عثمانؓ نے کس واسطے اگلے نسخوں کو جلا دیا اگر وہ نیا نسخہ جو اس نے مشہور کیا اور اب مستعمل ہے اگلے نسخوں سے مضمون اور الفاظ میں بعینہ برابر اور موافق تھا اور اسے صرف آیات اور سورتوں ہی کی ترتیب اور ترکیب اور طور پر کی تھی تو کیا سبب تھا کہ ان کو جلا دیا بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں تو بعض کو تو ضرور ہی رکھ چھوڑا تا کہ اگر کوئی کہے کہ تم نے قرآن کو تغیر دیا اور بدل ڈالا تو اون اگلے نسخوں کو اس کے سامنے رکھے اور کہے کہ لویہ اگلے نسخے ہیں، دیکھو اور مقابلہ کرو تا کہ

تمہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن مضمون اور الفاظ میں اگلے نسخوں سے موافق اور مطابق ہے لیکن اس بات سے کہ عثمان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اگلے نسخوں سے جلا دیا تو کچھ گمان نہیں ہوتا۔ مگر یہی کہ اگلے نسخوں میں سے ہر ایک اور طرح کا تھا یا یہ کہ جیسا شیعہ کہتے ہیں کہ اوس نے قرآن کو قصداً کم کیا اور بعض آیات میں تغیر و تبدیل کیا ہے۔ اور اس نسخہ کو جو حفصہ کے پاس تھا اور عثمان نے اوس کو پھیر دیا اوس کی خبر کسی کو نہ ملی اور نہ کسی نے اوس کو پھر دیکھا۔ شاید عثمان نے من بعدہ اوسکے جلا دینے کا بھی حکم دیا ہو گا۔ اگر کسی محمدی کے پاس ہو تو اوسے ظاہر کرے تا اب کے قرآن کو اوس سے مقابلہ کریں اور معلوم ہو وے کہ یہ اوس سے مطابق ہے کہ نہیں۔ اب اس صورت میں کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں اور سنیوں کی مشہور اور معتبر کتاب میں بھی ایسی باتیں لکھی ہیں۔ تو ہر صاحب فہم و شعور کے دل میں قرآن کے صحیح اور اصل ہونے کی بابت شک کلی ہو گی۔ اگر محمدی ایسی باتیں تو ریت و انجیل کی بابت مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لاسکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں، بے جا نہیں ہوتا۔“

پادری صاحب کے مذکورہ اعتراضات کا جواب

پہلا اعتراض اور اس کا جواب | میں کہتا ہوں کہ ان کا ”پہلے یہ الخ“ قول ناقابل التفات ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف تو صرف قرأت میں تھا۔ جیسا کہ پادری صاحب نے خود ہی پہلی حدیث کے ترجمہ میں اس طرح بیان کیا ہے :-

”وہ سورہ فرقان میری قرأت کے خلاف پڑھتا تھا۔“ الخ اور ”یا رسول اللہ میں نے اس شخص کو سورہ فرقان ایک اور قرأت سے الخ اور ”قرآن سات

قرآن پر نازل ہوا ہے الخ۔

ہر قادی اپنی قرآن کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کر اچکا تھا اور ساتوں قرأتیں متواتر ہیں اور سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منقول ہیں۔ اس لئے پادری صاحب کی ذات پر ہمیں تعجب ہے کہ اس کو اثبات تحریف میں کیا سمجھ کر نقل کرتے ہیں۔

ہاں اگر قرأت کے یہ اختلاف ایسے ہوتے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی عبارت نازل ہوتی اور آنحضرتؐ نے بھی اُس کو ایک ہی طرح پڑھا ہوتا اور پھر لوگ اس کو آنحضرتؐ کے بعد بدل ڈالتے اور اپنی طرف سے دوسری عبارتیں بنا کر پڑھنے لگتے۔ نیز قرآن کی عبارت تو اتر سے بھی منقول نہ ہوتی، بلکہ وہ لوگوں کی عبارتوں کے ساتھ مل کر اس طرح غلط ملط ہو جاتی کہ قرآن کی عبارت اور لوگوں کی عبارت کے درمیان امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا تو البتہ اعتراض کی گنجائش ہو سکتی تھی اور پادری صاحب کا مذکورہ دعویٰ کسی حد تک درست قرار پاسکتا تھا۔

لیکن قرآن کریم کی عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ یہ سعادت تو صرف عہدِ عتیق اور عہدِ جدید ہی کے حصہ میں آچکی ہے۔ یعنی ان میں عبارت کے ایسے اختلافات موجود ہیں جن میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کون سی عبارت اصل مصنف کی ہے اور کون سی عبارت ملحدوں، کاتبوں کے ذریعہ یا دیندار مسیحیوں کے طفیل نسخوں میں داخل ہوئی۔ چنانچہ ہورن اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ پر لکھتا ہے کہ :-

”جب دو یا دو سے زیادہ عبارتیں باہم مختلف ہوں تو ان میں سے ایک ہی سچی ہو سکتی ہے۔ باقی یا تو قصداً تحریف ہے یا سہو کاتب کا شاخسانہ، پھر اکثر مقامات پر اصل عبارت کو موضوع عبارت سے پہچاننا انتہائی

دُشوار ہے۔ لہذا جس جگہ تھوڑا بھی شبہ ہوتا ہے وہاں سب کو اختلافِ عبارت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جب صراحتہ معلوم ہو جائے کہ کاتب نے جھوٹ لکھا ہے تو اس کو کاتب کی غلطی قرار دیدیا جاتا ہے۔“

اس عبارت میں صاف طور پر اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ عبارت میں ایسے اختلاف کی موجودگی میں ان میں سے کسی بھی کلام کو اندازہ و تخمینہ کے سوا اصل مصنف کی طرف یقینی طور پر منسوب نہیں کر سکتے۔ اور عبارت میں اس طرح کا اختلاف اہل اسلام کی اصطلاح میں تحریف کہلاتا ہے (کیونکہ غیر الہامی کلام، الہامی کلام کے ساتھ اس طرح غلط ملط ہو گیا ہے کہ ان میں باہم امتیاز کرنا ناممکن ہو گیا) اور عبارت کا یہ اختلاف عہدِ عتیق و جدید میں صرف دو چار جگہ ہی نہیں بلکہ بے شمار ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر مل نے جب عہدِ جدید کے نسخوں کو باہم ملایا تو عبارت کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی۔ اور ڈاکٹر گرگرس بیک نے اس سے بھی زیادہ نسخوں یعنی تین سو پچپن کا باہم مقابلہ کیا تو عبارت کے ویسے ہی ڈیڑھ لاکھ اختلاف بتلا دیئے۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر دنیا میں موجود تمام نسخوں کا باہم مقابلہ کیا جائے تو خدا جانے اختلافات کی تعداد کہاں تک جا پہنچے گی۔ اس لئے کہ ابھی تک ہزاروں نسخے ایسے موجود ہیں جن کا کسی نے بھی مقابلہ نہیں کیا۔ چنانچہ کتب خانہ ویلیگن سٹا کے نسخوں میں سے صرف ۳۴ نسخے باہم ملائے گئے ہیں۔ فلائس کے کتب خانہ میں بھی تقریباً ایک ہزار نسخے موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے بھی صرف چوبیس نسخوں کا باہم مقابلہ کیا گیا ہے اور پیرس کے نسخوں میں سے صرف ۹۴ نسخوں کی جانچ پڑتال ہوئی ہے۔

بلانجینی نے ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے نسخوں کا تذکرہ کیا ہے جن کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تین سو پچپن نسخے بھی عہدِ جدید

کے پورے پورے نسخے نہ تھے بلکہ بعض میں تو چند آیات تھیں اور بعض میں محض چند اجزاء کسی میں ایک انجیل تھی اور کسی میں چار انجیلیں اور کسی میں صرف پوئس کے خطوط ہی شامل تھے۔ غرضیکہ پرانے نسخوں میں تو کوئی بھی مکمل نسخہ نہیں تھا۔

چنانچہ ذیل میں ہم بطور نمونہ چند ایسے نسخوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو عیسائی علماء نے قدیم اور معتبر سمجھ کر اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے :-

۱۔ کوڈکس کوئیاناوس | یہ چار اجزاء پر مشتمل تھا۔ پہلے جز میں انجیل متی باب ۱ کی آیت ۵۷ سے ۶۵ تک کل نو آیات، دوسرے جز میں انجیل

متی ہی کے باب ۲۷ کی آیت ۲۶ سے ۳۴ تک کل ۹ آیات، تیسرے جز میں انجیل یوحنا باب ۱۲ کی آیت ۲ سے ۳۱ تک کل نو آیات اور چوتھے جز میں انجیل یوحنا کے باب ۱ کی آیت ۱۵ سے ۲۲ تک کل ۸ آیات تھیں تو گویا اس قدیم نسخے میں صرف ۴۵ آیات موجود تھیں۔ حالانکہ عہد جدید کی کل آیات کی تعداد سات ہزار نو سو انسٹھ (۷۹۵۹) ہے۔ اس لئے یہ بات قابل غور ہے کہ کتنی آیات کو ایک مستقل نسخہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ کوڈکس بینیری | اس نسخہ میں چار انجیلیں اور رسولوں کے اعمال شامل تھے، اس میں بھی چھیا سٹھ ورق نہایت بوسیدہ اور پھٹے ہوئے

ہیں جس میں سے دس ورق کسی کاتب نے بعد میں لکھ کر ملا دیئے ہیں اور انجیل متی باب کی بیس آیات اس میں بھی غائب تھیں۔

۳۔ کوڈکس افریمی | اس کا تذکرہ کوڈکس وائیکانوس اور کوڈکس اسکندریانوس کے ساتھ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

۴۔ چوتھا نسخہ | اس میں صرف پوئس کے خطوط ہی مندرج تھے۔ یہاں ہم صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کے لئے

کہ یزبیک اور میکائلس کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔

لہذا اس بیان سے یہ بات صاف اور واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان تین سو پچپن نسخوں کے اگر پورے پورے نسخے بنائے جائیں تو بمشکل سو سے بھی کم بنیں گے۔ اس کے ساتھ عبارت کے ڈیڑھ لاکھ اختلافات کو ان نسخوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر نسخہ کے حصہ میں عبارت کے ڈیڑھ ہزار اختلافات آتے ہیں۔

کلام الہی کے تعین میں دشواری

اب ہم بطور نمونہ عبارت کے چند ایسے ہی اختلافات ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کلام الہی کی حتمی طور پر نشان دہی کس قدر دشوار ہے۔

۱۔ خروج باب ۲۱ آیت ۸ میں حضرت موسیٰ ایک عبرانی کے بارے میں جو اپنی بیٹی دوسرے شخص کے ہاتھ اس خیال سے بیچنا چاہتا تھا کہ وہ دوسرا شخص اس سے نکاح کر لے گا۔ یوں حکم فرماتے ہیں :-

”اگر وہ آقا اوسکا جو اسے اپنے نام زد نہیں کرے رہ گیا نارا منی ہو تو اوسکا فدیہ دیکے الخ“

اور عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر کسی دوسرے نسخہ سے یہ عبارت یوں منقول ہے کہ :-

”اگر وہ آقا اوسکا جو اسے اپنے نام زد کر کے رہ گیا نارا منی ہو تو اوسکا فدیہ دیکے الخ“

آج کل تمام ترجموں میں یہی دوسری عبارت درج کی جاتی ہے :-

۱۔ لفظ ”نہیں“ کو عبارت سے نکال دیا گیا جس سے مطلب مبرا بدل گیا اور جدید ترجمہ میں بھی اسی کی مناسبت سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس آیت کے الفاظ یوں ہیں :- ”اگر اس کا آقا جس نے اس سے نسبت کی ہے اُس سے خوش نہ ہو تو وہ اس کا فدیہ منظور کر لے الخ“۔

۲۔ کتاب احبار باب ۱۱ آیت ۲۱ میں ان اشیاء کے بارے میں جو بنی اسرائیل کے لئے پاک اور حلال نہیں ہیں عبرانی نسخہ میں یوں مذکور ہے :-

”پر تم سب رہینگنے والے پرندوں میں سے جو چارہ پاؤں سے چلتے ہیں اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹتی ہوئی نہیں ہیں کہ وہ اُن سے کوہ کر زمین پر چلتے ہیں تم اُن میں سے کھاؤ“

عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر دیگر نسخوں سے لیکر ”اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹتی ہوئی نہیں ہیں“ کی جگہ ”اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹتی ہوئی ہیں“ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اور اب عیسائی حضرات اسی حاشیہ کی عبارت کا ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مصدقہ انگریزی ترجمہ اور اردو و فارسی ترجموں میں اسی عبارت کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

۳۔ کتاب احبار باب ۲۵ کی آیت ۳۰ میں یوں درج ہے :-

”اور اگر سال بھر کی مدت میں اُس کا فدیہ نہ دیا جاوے تو وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر نہیں ہے خریدار پاس اُس کے قرون میں ہمیشہ تک اُس کا ہوا وہ یوں کے سال میں چھٹ جائیگا“

اور حاشیہ پر کسی دوسرے نسخہ سے یہ عبارت منقول ہے کہ ”تو وہ گھر جو شہر پناہ کے

۱۔ لیکن ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۱ء کے اردو ترجمہ میں اس آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے :-

”مگر پر دار رہینگنے والے جان داروں میں سے جو چارہ پاؤں کے بل چلتے ہیں تم اُن جانداروں کو کھا سکتے ہو جن کے نہ مین کے اوپر کوہ نے پھاندنے کو پاؤں کے اوپر ٹانگیں ہوتی ہیں“

قدیم ترجمہ اور جدید ترجمہ کے الفاظ اور مفہوم میں یہ واضح فرق قابل ملاحظہ ہے۔ ۱۲ ن

اندر ہے“ اور اب اسی عبارت کا ترجمہ کیا جاتا ہے ۱۵

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب کتب مقدسہ میں عبارت کے ایسے سنگین اختلافات موجود ہوں کہ ان میں باہم ایک دوسرے کی ضد ہوں اور پھر کسی کے بارے میں بھی یقینی طور پر یہ نہ کہا جاسکے کہ اصل مصنف کی عبارت ہے بلکہ دونوں میں صدق و کذب کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں جس مسئلہ کے بارے میں یہ عبارتیں آئی ہیں اس کے بارے میں کس طرح کوئی قطعی حکم کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے بہت سے مسائل میں شبہ رہا مثلاً حلت و حرمت کے مسئلہ میں اب یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون سے جانور حلال تھے، کیا وہ جن کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی تھیں یا وہ جن کی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہ تھیں۔ اس لئے کہ دونوں طرح کی عبارتیں موجود ہیں۔ اسی طرح لونڈی کے مسئلہ میں کہ اُسے کون آزاد کرے۔ آیا وہ شخص کرے جس نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا یا وہ شخص جس نے اس کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس بارے میں بھی دونوں طرح عبارتیں موجود ہیں۔

ایسے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے زانیہ عورت کو بغیر سزا دیئے چھوڑ دینے کا مسئلہ ہے جو انجیل یوحنا باب ۸ میں مذکور ہے۔ اس میں بھی عبارت کے بے شمار اختلافات موجود ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے عیسائی علماء نے تو اس کی صداقت تسلیم کرنے سے ہی

۱۵ یہ آیت ۱۹۶۲ء جدید ترجمہ میں یوں ہے :-

”اور اگر وہ پورے ایک سال کی میعاد کے اندر چھڑایا نہ جائے تو اُس فصیل شہر کے مکان پر خریدار کا نسل در نسل دائمی قبضہ ہو جائے اور وہ سالِ یوبلی میں بھی

نہ چھوڑے“ (احبار ۲۵: ۳۰) ۱۲ بنجیب

۱۶ انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۱۱ تا ۱۱ - ۱۲ بنجیب

انکار کیا ہے، اس کی تفصیل مقصد سوم میں گزر چکی ہے۔

انہی مذکورہ مسائل کی طرح اور بے شمار مسائل میں واضح اشتباہ موجود ہے، مگر طوالت کے خوف سے ہم بطور نمونہ انہی مذکورہ مسائل پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں پادری حضرات کا یہ کہنا کہ عبادت کے اختلاف سے کسی مسئلہ میں تو خرابی نہیں ہوتی۔ کتنی بودی سی بات ہے۔

کتب مقدسہ میں مذکورہ بالا عبادتوں کا اختلاف تو آپ کو معلوم ہو چکا اب قرآن کی قراءتوں میں اختلاف کو دیکھئے کہ ان کی نوعیت کیا ہے؟

تو یہ جان لیں کہ قرآن کی ساتوں قراءتوں میں اختلاف اس قسم کا ہے کہ ایک قراءت میں خالص فتح کے ساتھ اور ایک میں امالہ کے ساتھ، اسی طرح ایک قراءت میں ادغام اور دوسری میں اظہار کے ساتھ یا ایسے ہی دوسرے اختلاف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود سب قراءتوں کا مضمون ایک ہی ہے اور یہ ہرگز ایسا اختلاف نہیں ہے جس کے سبب بعض قراءتوں کی رو سے ایک حکم نکلتا ہو اور دوسری قراءت کے مطابق کوئی دوسرا حکم نکلے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب | پادری صاحب کا قول ”دوسری یہ الخ“ بھی انتہائی کمزور ہے۔ اس لئے کہ

گو قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا۔ مگر پورا قرآن (عہد نبوت میں ہی) پتھروں کے ٹکڑوں اور دوسری چیزوں پر لکھا جا چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چوبیس آدمی وحی کو لکھنے پر مامور تھے اور بہت سارے صحابہ کرام حافظ قرآن تھے۔

تیسرا اعتراض اور اس کا جواب | پادری صاحب کا ”تیسری یہ کہ الخ“ والا قول بھی انتہائی لچر ہے۔ حقیقت حال بس اتنی

ہے کہ اصل میں تو قرآن لغت قریش کے مطابق نازل ہوا۔ پھر آنحضرت کی خواہش پر اس میں وسعت دے دی گئی۔ خلافت عثمانؓ تک اسی طرح پڑھا جاتا رہا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب یہ دیکھا کہ بعض لوگ اپنی قرأت کو دوسری قرأت پر ترجیح دیتے ہیں اور خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کرتے ہیں جو کہ ایک بُری بات تھی تو انہوں نے ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی غرض سے پچاس ہزار آدمیوں (صحابہؓ) سے مشورہ کے بعد یہ مناسب خیال کیا کہ سب لوگ قرآن کو لغت قریش کے موافق پڑھتے رہیں۔ لہذا ابوبکرؓ کے عہد میں کتابت شدہ مصاحف قرآن کو لغت قریش کے موافق نقل کر کے ممالکِ محروسہ میں بھیج دیا گیا۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ لغت قریش کے ساتھ دوسری لغات کا اختلاف کچھ اس طرح کا تھا۔ مثلاً لفظ ”التابوت“ لغت قریش میں ”ت“ کے ساتھ تھا اور حضرت زید بن کالتعلق انصاریؓ سے تھا ان کی قرأت کے مطابق ہائے ہوز کے ساتھ (یعنی التابوہ) پڑھا جاتا تھا اور دوسرے مقامات پر بھی اس اختلاف کی تقریباً یہی نوعیت تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس میں کسی اور طرح کی اپنی طرف سے اصلاح نہیں کی تھی۔ اس مذکورہ بالا صورت کو پادری صاحب اگر اصلاح سے موصوم کہتے ہیں تو یہ کوئی محلِ طعن نہیں ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب | ان کا یہ کہنا کہ ”اور اس نے صرف آیات الخ“ کا جواب یہ ہے کہ عثمانؓ نے آیات کی ترتیب

میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ بلکہ آیات کی وہی ترتیب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام جب قرآن کی کوئی آیت لاتے تھے تو فرما دیتے تھے کہ اس کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھنا ہے۔ لہذا وہیں پر رکھی جاتی تھی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی آیات کی یہی

ترتیب تھی اور اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

پانچویں اعتراض کا جواب | پادری صاحب کا یہ قول کہ ”تو کیا سبب تھا الخ“ کے بارے میں عرض ہے کہ اس کا سبب وہی تھا کہ فضول جھگڑا اور بعض قراءتوں کو دوسری قراءتوں پر (بلا وجہ) ترجیح دینے کا معاملہ ختم ہو جائے۔

ان کا یہ کہنا کہ ”بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں الخ“ محض توہم ہے، اس لئے کہ عثمانؓ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر چپکے سے قرآن میں کچھ تغیر نہ کر دیا تھا اور قرآن کے تواتر کے سبب مسلمانوں سے ایسی کسی بات کی امید بھی نہ تھی، اور کسی غیر مسلم نے آج تک قرآن پر ایمان نہ لانے کے باوجود، قرآن کے بارے میں ایسا بے ہودہ گمان نہ قائم نہ کیا تھا۔ ہاں صرف پادری صاحب نے اپنی ندامت ٹالنے کی خاطر ایسی بات کی ہے۔

چھٹے اعتراض کا جواب | ان کا یہ قول کہ ”جیسے شیعہ کہتے ہیں الخ“ دہی ناقابل التفات ہے، اوپر گزرا چکا ہے کہ شیعہ حضرات میں سے جمہور اور علمائے محققین اس امر سے انکار کرتے ہیں اور اس فرقہ کے جو چند ایک غیر معروف قسم کے لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ اسی فرقہ کے لوگ ان کو غیر معتبر قرار دے کر ان کے قول کو باطل سمجھتے ہیں۔

مگر حیف کہ پادری صاحب ان چند ایک کے قول کو تو دلیل بناتے ہیں اور اپنے (مسیحی) فرقوں میں سے ایبونیہ، مابوسیونیہ اور مانیکیز فرقوں کے (کتب مقدسہ کے بارے میں) اقوال کو نہیں لکھتے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان بعض شیعہ کے قول کا اپنے ان تینوں فرقوں کے اقوال سے موازنہ کریں اور حقیقت حال کا تجزیہ کریں۔

ساتویں اعتراض کا جواب | پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”اب اس صورت میں الخ“ شیعہ میں سے انہیں بعض غیر معروف قسم کے غیر معتبر لوگوں نے کہا ہے جن کو خود انہی کے جمہور علمائے محققین نے جھٹلادیا ہے دوسرے اسلامی فرقوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اور پھر ان سے تو کہیں بڑھ کر پادری صاحب کے اپنے (ہم مذہب) فرقوں نے انبیاء بنی اسرائیل اور عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور پھر پادری صاحب نے سُنّیوں کی مشہور کتابوں سے تو اپنے دعویٰ کے استدلال میں، خاک بھی نہ نکالا۔ تو ایسی صورت میں پادری صاحب جیسا عقلمند (قرآن کے بارے میں)، کلی طور پر شک و شبہ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ کوئی دوسرا انصاف پسند عیسائی ایسی بات ہرگز نہیں کہے گا۔ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ انہوں نے قرآن شریف کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خود صحیح کر لیا تھا اور وہ قرآن کے حافظ تھے اور جو صحابہ قرآن کے جمع کرنے میں مصروف تھے وہ خود کاتبان وحی تھے اور ان کے علاوہ بے شمار صحابہ قرآن کے حافظ تھے۔ خصوصاً حضرت مرتضیٰ علی کمم اللہ وجہہ جو ان کے بعد سند خلافت پر متمکن ہوئے اور اسی قرآن کے مطابق احکام نافذ کرتے رہے۔

آٹھویں اعتراض کا جواب | ان کا یہ قول کہ ”اگر محمدی ایسی باتیں الخ (تو اس کے بارے میں) میں کہتا ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی محمدی (مسلمان) اس طرح کے ضعیف دلائل کے ساتھ یہ دعویٰ کرے۔ یہ منصب عالی تو صرف پادری صاحب کو حاصل ہے بلکہ محمدیوں (مسلمانوں) کے پاس تو (بائبل میں) تحریف ثابت کرنے کے لئے انتہائی قوی دلائل موجود ہیں جن میں سے کچھ اسی (ذیر نظر) کتاب میں بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ چند ثبوت یہاں بھی ذکر کئے جاتے ہیں :-

بائبل میں تحریف کا ثبوت

پہلا ثبوت انہی میں سے ایک ثبوت یہ ہے کہ عیسائیوں میں جمہور متقدمین عبرانی نسخہ کے تحریف شدہ ہونے کے قائل تھے اور اس تحریف کا سارا الزام یہودیوں کے سر دھرتے تھے۔ مثلاً طریفون یہودی کے ساتھ مناظرہ کے دوران یوستینوس شہید نے دعویٰ کیا کہ یہودیوں نے عہد عتیق میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موجود کتنی ہی پیشین گوئیوں کو نکال ڈالا تھا۔ اور ہورن لکھتا ہے :-

”طریفون یہودی کے مقابلہ میں جسٹن نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ عید فصح کا یہ کھانا ہمارے خداوند، بخت دہندہ اور پناہ کا کھانا ہے، تو یاد رکھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان یعنی کمانے سے اچھا سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی بے آباد نہ ہوگی۔ اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا دعوئے سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب بن جاؤ گے۔ اور والی ٹیکر اس فقرہ کو سچا قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ فقرہ عزرا کی کتاب کے باب ۲ کی آیت ۲۰ اور ۲۱ کے درمیان تھا۔ ڈاکٹر اے کلاک بھی اس کی صداقت کا قائل ہے۔“

ڈاکٹر برٹ عبرانی نسخہ کے زبردست حامی ہیں اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں :-

”البتہ اس بارے میں مجھے کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ طریفون کے ساتھ مناظرہ کے دوران جسٹن نے یہودیوں پر جن عبادتوں کو (عہد عتیق) سے نکال ڈالنے کا الزام عائد کیا تھا اگرچہ عبرانی اور سہٹوا آجٹ کے نسخوں میں اب موجود نہیں ہیں مگر حقیقت میں جسٹن اور آرمینوس کے زمانہ میں وہ ان دونوں میں موجود تھیں

اور کتاب مقدس کا جزوتھیں، خاص طور پر وہ عبادت جس کے متعلق جسٹن

یہ کہتا ہے کہ وہ یرمیاہ کی کتاب میں تھی۔“

سلیپر جلیس، جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب، آئرنموس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ :-

”پطرس کے غالباً اپنے پہلے خط کے باب کی آیت ۶ لکھتے وقت یہی پیشین گوئی پیش نظر تھی۔“

دوسرا ثبوت | ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے تارینخوں میں تحریف کا الزام یہودیوں پر دھرتا ہے۔“ اور جمہور متقدمین کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔

تیسرا ثبوت | انہی میں سے ایک یہ ہے کہ ان کتابوں میں یقینی طور پر الحاق ہوئے ہیں جیسا کہ مقصد اول فصل دوم، مقصد ثانی فصل دوم اور مقصد سوم فصل دوم میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

چوتھا ثبوت | ان کتابوں سے کچھ آیات بھی غائب ہو چکی ہیں۔ ہم اس کی کیا شکایت کریں اس لئے کہ اہل کتاب نے تو کتنی ہی کتابیں ہضم کر ڈالیں کچھ جلا دیں اور کچھ بھاڑ ڈالیں جیسا کہ اس کی تفصیلات اسی کتاب میں گزر چکی ہیں۔

۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :- ”کیونکہ مردوں کو بھی خوشخبری اسی لئے سنائی گئی تھی کہ جسم کے لحاظ سے تو آدمیوں کے مطابق اُن کا انصاف ہو لیکن روح کے لحاظ سے خدا کے مطابق زندہ ہیں۔“ ۱۲ انجیل

پانچواں ثبوت | یہ ہے کہ صرف عہد جدید کی کتابوں میں عبارتوں کے ڈیڑھ لاکھ ایسے اختلاف ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی حتمی طور پر مہضت کی عبارت نہیں کہہ سکتے۔

اسی طرح کے اور بہت سے دلائل ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اس کتاب میں بھی ذکر کر دیئے ہیں اور یہ باتیں محمدیوں (مسلمانوں) نے صرف معتبر (عیسائی) کتب سے ثابت ہی نہیں کیں بلکہ خود پادری صاحب سے بھی سات آٹھ مقامات پر تحریف کا وقوع اور عبارت میں تیس ہزار اختلافات بھی تسلیم کر والئے ہیں۔ لہذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ پادری صاحب اب یہ کہا کریں کہ کتب مقدسہ میں تحریف کے وقوع کا محمدیوں کا دعویٰ بے جا نہیں ہے اس لئے کہ ثبوت تحریف کے جو وجوہ پادری صاحب طلب کرتے تھے محمدیوں نے ان سے کہیں بڑھ کر پیش کر دیئے۔

کتاب مقدسہ میں تحریف

کے بارے میں مغالطے اور ان کا جواب

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”و اب اگرچہ کچھ لازم نہیں کہ محمدیوں کے اس دعویٰ بلا دلیل پر توجہ کریں پر اس لئے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کی مقدس کتابوں کی تحریف ہونے کا دعویٰ بہت مشہور ہے۔ پس ہم ادن محمدیوں کی خاطر جو حق جو ہیں اس دعویٰ پر غور کر کے معلوم کر ادیں کہ آیا مقدس کتابوں کی تحریف کسی وقت ہوئی ہے یا نہیں؟“

میں کہتا ہوں کہ محمدیوں کے دعویٰ کو بلا دلیل کہنا محض ایک تعصب کی بات ہے اور

اس تعصب کو مد نظر رکھتے ہوئے شاید ہم بھی ان متعصبوں کے اقوال کو درخور اعتناء نہ سمجھتے مگر حق کے طالب عیسائیوں کی خاطر پادری صاحب کی دلیلوں کے تار پود بکھیرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”ہاں ایسی تحریف کے زمانہ کے لئے قرآن کی آیتوں میں کچھ خبر ہے، چنانچہ سورۃ انبیاء میں لکھا ہے :

وَمَا اسَ سَلٰتُكَ قَبْلَ الْاِسْجٰثِ نُوْحًا اِلٰهِيْہِمْ اِلٰہًا اَوْ اٰلَہِ
الْفِرْکَہِ اِنَّا کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ -

یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی کو نہیں بھیجا مگر اون آدمیوں کو جن سے اپنے ارادے بیان کئے، پس اہل ذکر یعنی اہل کتاب سے پوچھو اگر تم اوسے نہیں جانتے۔ اور پھر سورہ یونس میں لکھا ہے :-

فَاِن کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ فَسْاَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ
الْکُتُبَ مِنْ قَبْلَکَ -

یعنی اگر تو اون چیزوں کے حق میں جو ہم نے تیرے لئے نازل کیں شک رکھتا ہے تو اون لوگوں سے پوچھ جنہوں نے تجھ سے پہلے کتاب کو پڑھا ہے) پس قرآن کے ان مقاموں سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد کے زمانہ تک اہل کتاب کی مقدس کتابیں تحریف نہیں ہوئی تھیں، نہیں تو اگر بالفرض قرآن سچا ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا ان آیتوں میں حکم کرے کہ مسیحیوں اور یہودیوں کی کتاب پر متوجہ ہو اور شک کے وقت اون سے پوچھو۔ کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی کو ایسی کتاب کی طرف جو تحریف ہوئی رجوع کرے، مگر اس شرط پر کہ معلوم کیا ہو کہ اس کتاب کے کون کون سے لفظوں میں تحریف

ہوئی ہے حالانکہ قرآن میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کے کون کون مقام اور کون آیتیں تحریف ہوئی ہیں، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ مسیحیوں خصوصاً یہودیوں نے اپنی مقدس کتابیں تحریف کیں چنانچہ سورہ بقرہ میں لکھا ہے کہ :-

يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَتَّبِعُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُرُوا بِالْحَقِّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ -
یعنی اے بنی اسرائیل! سچ کو جھوٹ نہ کرو اور سچ کو نہ چھپاؤ جس حال میں کہ اسے جانتے ہو -

انقطعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منهم لیسمعون کلام
اللہ ثم یحرفونه من بعد ما عقلوا وھم یعلمون -
یعنی کیا چاہتے ہو کہ دے لوگ یعنی یہودی تم پر یقین لادیں اور حال آنکہ ان میں سے ایک فرقہ نے خدا کا کلام سنا بعد اس کے تحریف کی اور یہ بھی سمجھنے اور جاننے کے بعد کیا ہے -

ان دونوں آیتوں میں تحریف بلا تعین وقت ایک عام معنی سے بیان ہوئی ہے اب ہم ان آیتوں کو لاتے ہیں جن میں تحریف زمانہ اور وقت کا اشارہ ہوا ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں لکھا ہے :-

لَرٰیكِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ مُنْكَرِیْنَ حَتّٰی
تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ مِنْ رَبِّهِمْ یَتْلُوْا صُرْحًا مُّطَهَّرًا فِیْهَا
كُتِبَ قِیْمَةٌ وَمَا تَغْشٰقُ الَّذِیْنَ اَوْتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْ
بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَیِّنَةُ -

یعنی اہل کتاب اور مشرکوں نے حتیٰ سے منہ نہ پھیرا جب تک کہ روشن دلیل یعنی قرآن اور پیغمبر یعنی محمد خدا کی طرف سے اُن پاس نہ آئے کہ دے مقدس

کتابوں کو جن میں مضبوط حکم آئے ہیں ان سے بیان کریں اور ان لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی جدائی نہ کی مگر اُس کے بعد کہ انہیں روشن دلیل پہنچی،

پس اگر ہم بالفرض مان لیں کہ قرآن کا یہ دعویٰ سچا ہے تو اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ یہودی اور مسیحیوں نے اپنی مروج کتابوں کو محمدؐ کے ظاہر ہونے اور

تعلیم کے شروع کرنے کے بعد تحریف کیا ہے نہ پہلے۔“

میں کہتا ہوں کہ ان آیتوں کو نقل کر کے پادری صاحب نے اپنے زعم میں قرآن سے تین مطلب ثابت کئے ہیں :-

۱۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظہور تک اہل کتاب کی مقدس کتابیں محرف نہیں ہوئی تھیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ قرآن میں (کتب مقدسہ میں) تحریف کا ذکر ایک عام معنی میں بیان ہوا ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ ان کتابوں میں تحریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہوئی ہے۔

مطلب اوّل اور اُس کا جواب | مطلب اوّل کے ثبوت کے لئے دو آیتیں نقل کی ہیں۔ ذیل میں ہم دونوں آیتوں کو ترجمہ کے ساتھ نقل کر کے اچھی طرح وضاحت پیش کرتے ہیں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔ سورہ انبیاء کی ساتویں آیت اس طرح ہے :-

وَمَا ارْسَنَّا قَبْلَكَ الْاِلٰهَ جَالًا نُوْحٰی اِلَيْهِمْ فَاَسْأَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ رَاٰتِلْمُونَ ۔

(یعنی وہ رب آدمی تھے فرشتے نہیں تھے) لہذا اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے

پوچھو (کہ وہ فرشتے نہیں تھے، آدمی ہوتے تھے)۔“

پادری صاحب کے دعا کے ساتھ اس آیت کو ذرہ بھی مطابقت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ آیت تو مشرکین کے اس قول کا جواب ہے جو سورہ مذکورہ کی تیسری آیت میں یوں ذکر کیا گیا ہے :-

هَلْ هَذَا الْبَشَرِ مِثْلُكُمْ افْتَاتُونَ السَّحَرَاءُ انْتَرَبَصِرُونَ -

”یعنی یہ شخص (یعنی محمدؐ) تمہی جیسا تو ایک آدمی ہے (یعنی کھاتا پیتا بھی ہے اور چلتا پھرتا بھی ہے) پھر جان بوجھ کر اس کے جادو کے چکر میں کیوں پڑتے ہو (یعنی جو خرق عادات اور معجزے تم کو دکھاتا ہے یہ سب کے سب جادو ہیں) مشرکین کو یہ شبہ تھا کہ پیغمبر فرشتے ہی ہوتے ہوں گے آدمی تو ہونہیں سکتے اور محمدؐ تو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ایک آدمی ہے۔ لہذا نہ تو یہ پیغمبر ہی ہوگا اور یہ کہ اس کے تمام معجزے جادو ہی ہوں گے۔ ادھر مشرکین کے خیبر و مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ گہرے روابط قائم تھے۔ محمدؐ کی نبوت کو باطل ثابت کرنے کیلئے اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ایسے معاملے میں اُن کی بات مان لیا کرتے تھے، اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے ساتویں آیت میں الزامی انداز میں ارشاد فرمایا کہ تم اپنے یہودی دوستوں سے معلوم کر لو کہ سابقہ نبی آدمی تھے یا فرشتے؟ یہ تمہیں - اری حقیقت بتا دیں گے اور پھر آٹھویں آیت میں یوں فرمایا کہ :-

وَمَا جَعَلْنَا هَرَجَسَدًا (و) يَا كُلُّونَ الطَّعَامِ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ

”اور نہ ہم نے ان کو (پیغمبروں کو) ایسے جسم بنایا کہ آج کھانا کھاتے ہو، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے (یعنی کھانا بھی کھاتے تھے اور پھر ان کو موت بھی آئی)“

لہذا اس مقام پر اتنی ہی غرض ہے کہ یہ شبہ مت کرنا اور اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ پہلے نبی آدمی تھے یا فرشتے، کھاتے پیتے تھے یا نہیں؟ اور زہا مقدس کتابوں

کا تحریف شدہ؟ ونا تو یہودیوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی۔ چنانچہ پادری صاحب نے اس آیت کو خواہ مخواہ نقل کیا ہے اور اس میں ایک غلطی یہ کی ہے کہ اس سلسلہ کے بعد اپنی طرف سے کاف کا اضافہ کر دیا ہے یہ

سورہ یونس کی آیت ۹۳ اس طرح ہے :-

فان كنت في شك مما انزلنا اليك فاستل الذين يقرءون
الكتب من قبلك -

”یعنی (اے سننے والے) اگر تو اس چیز سے متعلق جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے شک میں ہے تو ان لوگوں سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں“

اس آیت میں شائد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شک کو دفع فرماتے ہیں جو بمقتضائے بشریت قرآن میں مذکور بعض ایسی باتوں کے بارے میں خلجان میں مبتلا ہو جاتے تھے جو ان کو بعید از عقل معلوم ہوتی تھی، جیسا کہ قیامت کے روز مردوں کا زندہ ہو جانا۔ دنیاوی انتظام سے متعلق اسی طرح کی بعض باتیں اور سابقہ لوگوں کے قصے وغیرہ جن سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ قرآن کلام اللہ نہیں ہے بلکہ خدا کا کلام کسی اور انداز

۱۔ کلام اللہ میں اسی طرح کی کمی بیشی تو ان حضرات کی فطرت میں داخل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ زمین و آسمان کے باہرے میں تمہیں معلوم ہو کہ اپنی جگہ سے ٹل گئے ہیں تو یہ ممکن ہے، مگر کسی شخص کی فطرت بدل گئی ہو تو یہ نہیں ہو گا۔ ادکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پادری صاحب سے ایسی غلطی کا صدور اسی فطرت کا غماز ہے جو ان کے پیش روؤں کی بائبل کی کتب مقدسہ کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔ ۱۲۔ نجیب

کا ہوتا ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم کو یہ شک ہے کہ تو تم اہل کتاب سے پوچھو کہ خدا کا کلام جو نبیوں پر اترتا تھا اسی قسم کا ہوتا تھا یا نہیں؟ کتب مقدسہ خواہ تحریف شدہ ہی ہوں بہر حال اس بات کو یہود و نصاریٰ بخوبی جانتے تھے۔ الغرض اس آیت سے بھی سابقہ آیت کی طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ ظہور تک مقدس کتابیں محرف نہیں ہوئی تھیں۔ لہذا :

ان کا یہ کہنا کہ ”پس قرآن کے ان مقاموں سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد کے زمانے تک اہل کتاب کی مقدس کتابیں تحریف نہیں ہوئی تھیں“ (صحیح نہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ صرف پادری صاحب کا نہ غم ہے ورنہ ان آیتوں سے یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ گذشتہ سطور میں ہم نے بیان کیا ہے۔

ان کے اس قول ”نہیں تو اگر بالفرض قرآن سچا ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا ان آیتوں میں حکم کرے کہ مسیحیوں اور یہودیوں کی کتاب پر متوجہ ہو“ کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ان آیتوں میں یہودیوں اور مسیحیوں کی کتاب کی طرف رجوع کا ہرگز حکم نہیں دیا گیا ہے۔

ان کا یہ قول کہ ”اور شک کے وقت ان سے پوچھو“ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے بددیانتی سے اگرچہ مقدس کتابوں میں بہت کچھ تحریف کی ہو مگر (قرآن میں) جن باتوں کے پوچھنے کا حکم ہے وہ سب ان کو معلوم تھیں۔

ان کا یہ کہنا کہ ”کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی کو ایسی کتاب کی طرف جو تحریف ہوئی رجوع کرے“ صحیح نہیں اس لئے کہ میں کہتا ہوں اس مقام پر خدا نے کسی کو تحریف شدہ کتاب کی طرف رجوع کرنے کو نہیں کہا یہ تو محض پادری صاحب کا اپنا دہم ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ جن باتوں کے پوچھنے کا حکم ہوا ہے وہ کتاب کی تحریف و عدم تحریف پر موقوف نہیں بلکہ وہ ان لوگوں کو زبانی روایت سے معلوم ہو سکتی تھیں۔ :-

مطلب دوم اور اُس کا جواب | دوسرے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے سورہ بقرہ کی یہ دو آیتیں نقل کی ہیں۔

پہلی آیت ۴۲ یوں ہے :-

وَلَا تَقْلِبْ سِوَا الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ -

یعنی ”اور صحیح کو غلط میں غلط ملط مت کرو اور یہ کہ صحیح کو چھپاؤ جان بوجھ کر“

اس آیت میں پادری صاحب نے اپنی طرف سے بطور اصلاح کے یبنی اسرائیل کا لفظ جو کہ اس رکوع کے شروع میں تھا بڑھا دیا ہے، کیا کیا جائے؟ پادری صاحب سے ان کی عادت کے موافق ایسا فعل سرزد ہوا ہے کہ ”مس“ حضرات انجیل میں ایسا کچھ بطور عادت ہی کیا کرتے ہیں۔

اور اس آیت میں تحریف شدہ مقام کی اگرچہ نشاندہی نہیں کی گئی مگر تحریف کے سلسلے میں ہی بنی اسرائیل کو ملامت کا ہدف بننا پڑا ہے اور اس آیت میں کوئی ایسا کلمہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے (اہل کتاب کی) مقدس کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی۔

اور دوسری آیت ۵، جو افتطعمون اُن ۱۰۰۰۰۰ ہے (جس میں

مسلمانوں کو یوں خطاب کیا گیا ہے کہ

”اے مسلمانو! کیا تمہیں ابھی تک اس کی توقع ہے کہ وہ (اہل کتاب) تمہاری

بات مان لیں گے، حالانکہ ان میں تو ایسے لوگ تھے جو اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو بدل ڈالتے تھے اور یہ کام انہوں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔“

دیکھ ہم اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور افتراء باندھ رہے ہیں

بجلا جب ان کے اسلاف کا یہ حال ہو تو پھر ان کی طرف سے تحریف کرنا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔)

اس آیت میں بھی اگرچہ کسی متعین تحریف شدہ مقام کی تصریح موجود نہیں ہے تاہم اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اہل کتاب کے سلف میں ایک فرقہ تحریف کیا کرتا تھا لہذا اگر یہ بعد کے لوگ بھی تحریف کرتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہوگی۔ اس صورت میں تو یہ آیت پادری صاحب کے اصل مقصد کے مخالف پڑتی ہے۔ پادری صاحب نے اس کو بھی خواہ مخواہ نقل کیا۔

مطلب سوم اور اس کا جواب تیسرے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے سورہ مطلب سوم اور اس کا جواب بینہ کی آیات نقل کی ہیں۔ ان آیات کا ترجمہ دو طرح سے کیا گیا ہے :-

اول اس طرح سے جس کو اکثر مفسرین نے احتمال اول کے عنوان سے اختیار کیا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس کی دوسرے مذکورہ آیات کا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) ”یعنی نہ حقے وے لوگ جو منکر ہوئے کتاب والے (یعنی یہودی اور مسیحی) اور شرک والے (یعنی بت پرست) باز آنے والے (یعنی اپنے دین اور بری رسموں اور برے عقیدوں سے مثل عدم اعتقاد نبوت جناب مسیح کے جیسا کہ یہود کا عقیدہ تھا اور اعتقاد تثلیث کے جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور اسی طرح کے اعتقادات) جب تک نہ پہنچی ان کو کھلی بات :-“

(۲) ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک

(۳) ان میں لکھی کتابیں (یعنی سورتیں) مضبوط

(۴) اور نہیں چھوٹے وے جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے دین اور رسموں اور عقیدوں سے اس طرح سے کہ بعضوں نے ان کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا اور بعض نے تعصب سے انہی پر قائم رہا ہے) مگر جب کہ آچکی ان کو کھلی بات (یعنی رسول اللہ اور قرآن)

اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے پہلی آیت کے ترجمہ کے آخر میں بطور فائدہ حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ :-

”وہ حضرت سے پہلے سب دین دالے بگڑ گئے تھے، ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور اب چاہیے کہ کسی حکیم یا کسی ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھائے اوپر آویں۔ سو ممکن نہ تھا جب تک ایسا رسول نہ آوے عظیم القدر ساتھ کتاب اللہ کے اور مدد قوی کے کہ کئی برس میں ملک ملک ایمان سے بھر گئے۔“

الغرض ان تینوں آیتوں کا حاصل تو بس اتنا ہے کہ اہل کتاب اور اہل شرک اپنے دین اور بری رسموں سے بغیر اس کے باز آنے والے نہیں تھے کہ ایک زہر دست رسول مبعوث ہوا اور اس کے مبعوث ہونے کے بعد اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی وہ محض ضد کی وجہ سے تھی۔

اس صورت میں ان آیتوں سے پادری صاحب کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اور دوسرے طریقہ پر پہلی اور چوتھی آیت کا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) نہ تھے وہ لوگ جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے منکر ہوئے کہ باز آتے (یعنی اپنے وعدے سے جو وہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبعوث ہونے سے پہلے کیا کرتے تھے کہ جب وہ مبعوث ہوں گے تو ہم ایمان لائیں گے اور ان بری رسموں اور اپنے دین کو چھوڑ دیں گے) جب تک کہ پہنچی ان کو کھلی بات “

(۲) اور نہیں مچوٹے وے جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے اس دعویٰ سے جو کرتے تھے) مگر جب آچکی ان کو کھلی بات “

اس صورت میں ان آیتوں سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل کتاب کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ کا انتظار تھا اور یہ بات

جمعی صادق آتی ہے کہ جب آنحضرت کے بارے میں اکثر بشارتیں تحریف سے محفوظ ہوں اور یہ ہمارے دعویٰ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اہل کتاب نے مقدس کتابوں کی اول سے آخر تک ساری عبارت میں ہی تحریف کر ڈالی ہے اور ان میں کلام نبوت کا کوئی لفظ یا حرف باقی نہیں رہا۔ بلکہ ان کا سچا دعویٰ وہی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

اور ان آیات سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے عہد مبارک) سے پہلے زمانے میں مقدس کتابوں میں کسی مقام پر تحریف نہیں ہوئی۔ اور ان کا یہ قول کہ ”پس اگر بالفرض مان لیں کہ قرآن کا الخ“ محض ایک توہم ہے اور اس آیت سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی جو پادری صاحب نے سمجھا ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”مصنف کتاب استفسار نے بھی آیت مذکورہ کا مضمون ۸۴ صفحہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ”نبی سابق الانتظار کے اعتقاد کھنے سے جدایا اس کے اعتقاد کھنے میں مختلف و متفرق نہیں ہوئے مگر جبکہ یہ نبی آیا۔“

ان معنوں کی راہ سے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی آخر الزمان کی بشارتوں میں اس کے ظہور کے زمانے تک کچھ تحریف و تبدیل نہیں واقع ہوئی، ورنہ ورنہ اس کے منتظر نہ ہوتے، اس طرح پر کہ جب وہ آوے گا تو ہم مانیں گے اور اس پر ایمان لا دیں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس استدلال سے در صورتیکہ صحیح اور درست کیا جاوے اتنا ہی ثابت ہوا کہ صرف نبی کی جو بشارتیں یقیناً ان میں تحریف و تبدیل نہیں واقع ہوئی، مگر بعد ظہور اُس نبی کے، نہ یہ کہ بیبل بھر میں اور کہیں کسی طرح کی خرابی نہیں ڈالی گئی

مگر بظہور اس نبی کے "تم کلامہ

اب ہم کہتے ہیں کہ مصنف استفسارہ کی یہ تقریر علین ہمارا مطلب ہے کیونکہ در حالیکہ اُن آیتوں میں جنہیں محمدی بشاہ تین کہتے ہیں تحریف و تبدل واقع نہ ہوئی تو اور آیات میں کس لئے ہوئی؟

میں کہتا ہوں کہ صاحب "استفسارہ" کا یہ جواب "تنزلی" ہے جیسا کہ اس کا **جواب** یہ قول کہ "استدلال سے در صورتیکہ صحیح اور درست کہا جائے" اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا صاحب "استفسارہ" کے نزدیک یہ استدلال ہی صحیح اور درست نہیں۔ کیونکہ ان آیات کے دو معنی ہیں اور پہلے معنی قوی ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس عبارت کے دو معنی ہوں اور ان میں سے ایک معنی جو استدلال کرنے والے کے مقصود کے مخالف ہو قوی ہے یا دونوں معنی برابر ہیں تو اس سے استدلال پورا نہیں ہوتا۔ اسی لئے صاحب استفسارہ نے معنی اول لکھنے کے بعد کہا تھا :-

رد اور جب معنی اس آیت کے یہ ٹھہرے تو یہ دعویٰ پادری صاحب کا کہ قرآن سے

ان کا مطلب ثابت ہوتا ہے غلط ہو گیا۔

اور اگر بطور تنزل پادری صاحب کے استدلال کو درست مان لیں تو صاحب استفسارہ نے وہ جواب دیا ہے جو پادری صاحب نے اوپر نقل کیا ہے اور وہ جواب کسی طرح بھی پادری صاحب کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔

اور پادری صاحب کا یہ قول کہ "تو اور آیات میں کس لئے ہوتی" محض وہم ہے کیونکہ تحریف یقینی طور پر اور بیشمار آیات میں واقع ہوئی ہے اور بہت سی آیتوں کو تو ہم اسباب تحریف سمیت اپنی اسی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ اب پادری صاحب ان آیتوں میں تحریف کے واقع ہونے کا جو چاہیں عذر تراش لائیں۔ خواہ وہ اہل انصاف کے نزدیک جائز نہ ہو یا ناجائز۔

کتاب مقدسہ کے تحریف سے محفوظ ہونی کا دعویٰ اور اس کی حقیقت

اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”اور یہ بات کہ فی الحقیقت کتاب مقدسہ کی کسی بات میں کسی وقت تحریف واقع نہیں ہوئی آگے چل کر بیان و مدلل ہوگی اور قرآن کے مفسر بھی کہتے ہیں کہ مسیحی اور یہودی محمدؐ کے ظاہر ہونے کے منتظر تھے لیکن ظاہر ہونے کے بعد عداوت کے سبب اسے دو گمراہوں ہو گئے اور اکثر آیتوں کو جن میں محمدؐ کے آنے کا اشارہ تھا اپنی مقدس کتابوں سے نکال ڈالا تاکہ اس طرح اپنی بے ایمانی کے واسطے ایک عذر بناویں۔ لیکن جب قرآن میں اس دعویٰ کی کوئی دلیل مذکور نہیں ہے اور بلحاظ اون سببوں کے جو ہم بعد ذکر کریں گے قرآن کو بے دلیل نہیں قبول کر سکتے تو نہیں ہو سکتا کہ قرآن کے دعویٰ پر اس بات میں ہم سکوت اختیار کریں بلکہ لازم ہے کہ جب قرآن میں اس دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں تو تلاش کریں اور دیکھیں کہ شاید ہم اس طرف سے اس دعوے کے بے جا ہونے کے واسطے کوئی معتبر دلیل پاویں اور اس طرح سے حقیقت کو دریافت کریں۔“

جواب | میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”کسی بات میں کسی وقت تحریف نہیں ہوئی“ محض ایک بیکار دروغ بیانی ہے۔ ان کے اس قول کے جھوٹا ہونے پر ہم بہت سے شواہد گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”اور قرآن کے مفسر.... الخ (مجھے درست نہیں) مفسرین قرآن نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ محمد کے ظہور سے پہلے ساری بائبل میں کسی مقام پر بھی تحریف نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی وہ یہ لکھتے ہیں کہ اُن کے ظہور کے بعد تمام کی تمام آیات یا ان میں سے اکثر آیات جن میں آپ کی بعثت کی طرف اشارہ ملتا تھا مقدس کتابوں کے ان تمام نسخوں سے نکال ڈالا جو پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں (اگر کہیں ایسا لکھا ہے تو) پادری صاحب کو چاہیے کہ ایک دو تفسیروں کی نشاندہی کر دیں۔

پادری صاحب کا قول کہ ”شائد ہم اس طرف سے... الخ“ بحمد اللہ جیسا کہ پادری صاحب یہاں اپنے اس دعویٰ کے سچا ہونے میں تذبذب کا شکار ہیں ویسے ہی نکلے کہ کوئی اچھی دلیل اُن کے ہاتھ نہیں لگی اور اس کی حقیقت عنقریب کھل جائے گی۔

پادری صاحب کی پہلی دلیل | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”آیا مسیحی و یہودی ایسے کام کے لئے کوئی جہت یا سبب رکھتے تھے یا نہیں، کیا مقدس کتابوں کی تحریف کرنے سے انہیں کچھ فائدہ ملا یا محمدؐ اور اس کی امت کے اگے عزت دار ٹھہرتے یا دولت حاصل کرتے تھے یا خلیفوں اور اسلام کے بادشاہوں کے ملکوں میں چین سے گزران کرتے یا اس کام کے باعث خدا کی رضا مندی اور نیکے شامل حال ہوئی، ہرگز نہیں، بلکہ بالقرض اگر مقدس کتابوں کو تحریف کرتے تھے تو کیا اس جہان میں اور کیا اس جہان میں خلاف مطلب حاصل کرتے تھے، چنانچہ اس جہان میں اس سبب سے کہ محمدیوں نے مقدس کتابوں کے تحریف ہونے کا گمان کیا اور اس تحریف کو اونکی بے ایمانی کا باعث سمجھا ہے۔ مسلمانوں کی عملداری کے ہر ایک ملک

میں جس میں سچی اور یہودی رہتے ہیں بہت سا ظلم اور براہی عذاب مسلمانوں سے اٹھایا اور اٹھاتے ہیں اور وہ جو قیامت کا عذاب ہے اوسکی بابت مقدس کتابوں میں صاف خبر دی ہے کہ خدا کے کلام میں کمی و بیشی کرنے والے بڑے عذاب میں پڑیں گے۔ چنانچہ موسیٰ کی پانچویں کتاب کے باب کی آیت ۲ میں لکھا ہے :-

”کہ تم اس بات میں جو میں تمہیں کہتا ہوں نہ کچھ نہ یادہ کیجھو نہ کم تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں نے تم تک پہنچائے حفظ کرو“
پھر مکاشفات کی ۲۲ فصل کی ۱۸، ۱۹ آیت میں لکھا ہے کہ :-

”میں ہر ایک شخص کے لئے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی ان باتوں میں کچھ بڑھا دے تو خدا ان آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اوس پر ڈھا دے گا اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اوسکا حصہ کتاب حیات اور شہر مقدس اور اون باتوں سے جو اس کتاب میں لکھی ہیں نکال ڈالے گا“

۱۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے ”جس بات کا میں تم کو حکم دیتا ہوں اس میں نہ تو کچھ بڑھانا اور نہ کچھ گھٹانا تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے احکام کو جو میں تم کو بتاتا ہوں مان سکو“ (استثناء ۲ : ۲)

۲۔ ۱۹۶۲ء کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں ”میں ہر ایک آدمی کے آگے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی ان میں کچھ بڑھائے تو خدا اس کتاب میں لکھی ہوئی آفتیں اس پر نازل کرے گا۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اس زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے اس کا حصہ نکال ڈالے گا۔ (مکاشفہ : ۲۲ : ۱۹، ۲۰)

پس اس حال میں کس طرح خیال کیا جائے کہ مسیحی اور یہودیوں نے یکبارگی بے سبب و بے جہت ایسا کام کیا ہو، باوجودیکہ خوب جانتے تھے کہ اس طرح کا کام ان کو اس جہان میں مسلمانوں کے ظلم اور اُس جہان میں خدا کے غضب میں گرفتار کرے گا اور اس کے برخلاف اگر محمدؐ سے ضد نہ کرتے اور اُس کا کہا مان لیتے تو محمدیوں کے ظلم سے بچ کر مسلمانوں کی ولایت میں امام سے رہتے اور محمدؐ کے جہاد و غزوات میں عزت و اعتبار حاصل کر کے دشمنوں کی لوٹ کے مال میں سے بھی حصہ پاتے۔

پس اگر فی الحقیقت مسیحی اور یہودیوں کی مقدس کتابوں میں محمدؐ کی خبریں تھیں تو البتہ انہیں کوئی سبب نہ تھا کہ محمدؐ کا انکار کر کے اپنی کتابوں میں تحریف کریں اور یہ جو مسیحی اور یہودیوں نے محمدؐ کو قبول نہ کیا اور اس کے نہ قبول کرنے کے سبب نہایت سختیاں اُس کے اور اُس کے تابعداروں کی اٹھائیں اس کا باعث صرف یہ تھا کہ ان کی کتابوں میں اس کی کچھ خبر نہ تھی اور انہوں نے اُس کی تعلیم کو بھی مقدس کتابوں کے موافق نہ پایا۔“

جواب | میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض میں جن چیزوں کی تردید ذکر کی گئی ہے وہ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ مقدس کتابوں میں تحریف فقط محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہی ظہور میں آئی ہے اور بس! بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بار بار اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقدس کتابوں میں تحریف کا فائدہ عام ہے، خواہ وہ فائدہ واقعہً حاصل ہو رہا ہو یا یہ کہ تحریف کرنے والے کے گمان میں فائدہ کی توقع ہو۔ اور یہ کہ ہرگز وہ کے لئے اپنا دین چھوڑنا مشکل ہوتا ہے خواہ وہ دین صحیح بھی نہ

ہو۔ نیز یہ کہ اکثر انسانوں کی بات خواہ غلط اور ناحق ہی کیوں نہ ہو وہ پھر بھی اس پر اڑے رہتے ہیں۔ ان وجوہ سے بہت سی بے ہودہ حرکتیں بھی کر بیٹھتے ہیں اور ان کو اپنے لئے فائدہ مند بھی خیال کرتے ہیں۔

پادری صاحب کی پہلی دلیل کا تجزیہ | پادری صاحب کے قول ”چنانچہ موسیٰ کی پانچویں کتاب کے چوتھے

باب کی ۲ آیت میں لکھا ہے ”الخ“ کے بارے میں ہم عرض کرتے ہیں کہ جب مقدس کتابوں میں باب کے باب اور فقرے کے فقرے الحاقی ہیں اور ان کے الحاقی ہونے پر عیسائی علماء کا اعتراف موجود ہے جیسا کہ کتاب استثناء کا باب ۳۴ مکمل اور اسی کتاب کے باب ۳ کی آیت ۱۴، کتاب یسوع باب ۲۴ کی آخری پانچ آیات اور ”آج کے دن تک“ کے لفظ جو عہد عتیق کی کتابوں میں بیسیوں مقامات پر مذکور ہیں۔

نحمیاہ باب ۱۲ کی ۲۶ آیات، کتاب امثال کے آخری سات ابواب اور کتاب برمیآہ کا باب ۵۲ وغیرہ جن کی تفصیل گذشتہ صفحہ پر مذکور ہو چکی ہے۔ لہذا اب کون سی ایسی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ آیت الحاقی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہودیوں نے دل کھول کر تحریف کرنے کے بعد عوام کو بہکانے کے لئے اس آیت کا بھی اضافہ کر دیا ہو۔

پادری صاحب کا یہ قول کہ ”پھر مکاشفات کی ۲۲ فصل کی ۱۸، ۱۹ آیت میں لکھا ہے ”الخ“ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ کتاب مکاشفات چوتھی صدی عیسوی کے آخر تک جمہور عیسائیوں کے نزدیک واجب التسليم اور الہامی شمار نہیں ہوتی تھی اور اس کے یوحنا کی تصنیف ہونے میں شبہ پایا جاتا تھا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بیشتر علماء

نے اس کتاب کو جلی اور جھوٹی شمار کیا ہے۔ اور سریانی اور عرب کلیساؤں نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ بعض علماء کے نزدیک یہ سرن تمس لمحد کی تصنیف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمہ کی فصل دوم کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

لہذا اس میں اگر یہ بات درج بھی ہو تو بھی تحریف کرنے والوں کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہ تھا وہ تو اس کو ایک بے ہودہ کلام سمجھتے تھے۔ اور اگر کادیسیج کونسل نے ۳۹۰ء میں تقریباً تین سو سال بعد اس کو الہامی کتاب تسلیم بھی کر لیا تو بھی اس کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ اس کونسل نے تو کتاب یہودیت، کتاب نصاریٰ، کتاب طوبیا، کتاب باروق اور کتاب الکلینز یا سٹیکس کو بھی الہامی کتابوں میں داخل کر کے واجب التسلیم قرار دے دیا تھا اور وہ من کیتھولک اب تک ان کو الہامی کتابیں مانتے ہیں۔ مگر پادری صاحب اور ان کا ساہمہ فرقہ ان کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتا۔ لہذا جس طرح پادری صاحب اور ان کے فرقہ کے نزدیک ان کتابوں کے بارے میں اس کونسل کا حکم ناقابل تسلیم ہے اسی طرح کتاب مشاہدات کے بارے میں بھی اس کونسل کا حکم ہمارے نزدیک ناقابل تسلیم ہوگا۔

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”پس اس حال میں کس طرح آنحضرتؐ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ آیات الہامی تھیں تو بھی تحریف کا وقوع بعید نہیں۔ جیسا کہ جمہور عیسائیوں کی رائے کے مطابق کتاب استثناء باب ۴ کی آیت ۲ کے موجود ہونے کے باوجود سامریوں نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے پانچ سو برس بعد کتاب استثناء کے باب ۲ کی آیت ۴ میں اور بزرگوں کی عمروں کے برسوں کی تعداد اور دیگر مقامات میں تحریف کی ہے اور متقدمین عیسائی علماء کی رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے، برسوں کے شمار اور دوسرے مقامات جن کی تفصیل ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں تحریف کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب بے ایمانی

پر کمر باندھ لے تو اس طرح کے ایک دو اقوال اس کو بھلا کب روک سکتے ہیں۔
 پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”اس کا باعث صرف یہ تھا الخ“ تو یہود بھی حضرت
 عیسیٰ کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ وہ مسیح ہرگز نہیں ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔
 اس نے مسیح ہونے کا محض جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور اس کی تعلیم بھی ہماری مقدس کتابوں
 کے مطابق نہیں ہے۔

دوسری دلیل | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”قطع نظر اس سے کہ مقدس کتابوں کی تحریف ہونے کا کوئی سبب نہ تھا اگر کبھی
 کوئی ایسی نالائق فکر کرتا بھی تو اس کا انجام ممکن نہ تھا کیونکہ محمدؐ کے وقت میں
 بلکہ اس سے کئی برس آگے مسیحی دین اکثر ملکوں میں پھیلا تھا اس طرح پر کہ
 اناطولی اور شام اور مصر اور یونان اور آفریقہ کے اوپر طرف والے سب
 مسیحی تھے اور سوائے اس کے عرب اور عجم اور ہندوستان میں بھی مسیحی
 رہتے تھے۔ ایتلیہ اور فرانس اور ہسپانیہ اور انگلش کے ملک کے رہنے
 والوں اور جرمنی کے ملک کے اکثر حصہ کے لوگوں نے دین مسیحی کو قبول کیا تھا۔
 پس یہ ہزاروں مسیحی جو دور اور نزدیک ملکوں کے چاروں طرف تھے کس طرح
 ہو سکتا تھا کہ ایسے بُرے کام کے لئے متفق ہوں اور اسکے سوائے یہودی
 اور مسیحی ہمیشہ آپس میں ایسی عداوتیں رکھتے تھے کہ کبھی ممکن نہ تھا کہ دے ایسے
 کام میں سب ایک دل ہو جاویں۔ اور بالفرض اگر متفق ہوتے بھی تو دونوں
 طرف ایسے ایسے لوگ بھی تھے جو اس بات کو ظاہر کر کے پردہ فاش کر دیتے۔“

ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ ”اون کا کوئی سبب نہ تھا الخ“ اس کی حقیقت
 جواب | گذشتہ صفحات میں مستند حوالوں سے گزر چکی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ

”تو اوس کا انجام نہ ممکن تھا الخ تو مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور اسباب کے مطابق دسویں صدی تک اس کا وقوع پذیر ہونا بالکل ممکن تھا اور خاص طور پر ساتویں صدی تک تو بہت ہی ممکن اور آسان تھا۔ اور پھر عیسائی مذہب کے محققین علماء کے اعتراف کے مطابق اکثر مقامات پر بلاشبہ تحریف واقع ہوئی ہے۔

تیسری دلیل | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”اور اوس کے سوا محمد کے وقت میں اور اوس کے زمانے سے پیشتر خود مسیحی بھی ایسی غیرت اور آپس کی حجت اور نگہبانی میں پڑے تھے کہ جب کبھی ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کی تعلیم میں کچھ برخلافی پائی اسی وقت بیان و ظاہر کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی کوشش و ہار یک بینی اور اس قدر طرف داری کے ساتھ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وے سب دور و نزدیک کے رہنے والے اپنی اپنی مقدس کتابوں کی تحریف کرنے کے لئے جمع اور متفق ہوئے ہوں اور فرمن کیا کہ اگر بعض مسیحی مثلاً وے جو عرب و شام میں رہتے تھے انجیل کی تحریف میں قدم بڑھاتے بھی تو دوسری ولایت کے مسیحی جلد اس بات کو دریافت کر کے ظاہر کر دیتے۔ لیکن انہوں کی تواریح میں جن میں اگلے مسیحیوں کے سب احوال کی کیفیت اور اون کی آپس کی حجت و تکرار جو بیجا و نامناسب حرکتیں تھیں صاف بیان ہوتی ہیں، ایسی تحریف کی کچھ خبر نہیں۔ ان سے فقط اتنا سمجھا جاتا ہے کہ ان کے جھگڑوں کا سبب اسباب یہ تھا کہ بعض معلموں اور مفسروں نے کتب مقدسہ کی بعض آیات کو اور طرح اور بعض نے اور طرح پر شرح کیا ہے۔ مگر کتب مقدسہ کی تحریف ہونے کی بابت کبھی کچھ حجت اور جھگڑا نہیں پڑا۔ پس ان باتوں سے ظاہر یقین

ہے کہ ممکن نہ تھا کہ کوئی کتب مقدسہ کو تحریف و تبدیل کرے۔ جیسا کہ اب محمدیوں کے لئے غیر ممکن ہے کہ اس سب غیرت و تعصب کو جو ادن کے مختلف فرقوں میں اب واقع ہے چھوڑ کر سارے قرآن کو جو نزدیک اور دور کے ملکوں میں محمدیوں کے پاس ہے تحریف کرنے کے واسطے جمع کرے اور تحریف کر کے اس طرح پھیر بھیجیں کہ معلوم نہ ہو وے اور مسیحی بھی اس بات سے آگاہ نہ ہوں۔ پس جیسے کہ یہ بات ناممکن ہے اسی طرح مسیحیوں کے واسطے بھی محمد کے وقت اور اور ایام میں اپنی مقدس کتابیں تحریف کرنا محال و غیر ممکن تھا۔“

جواب | ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور آپ کے عہد سے پہلے بھی خود مسیحی حضرات با آواز بلند چلاتے تھے کہ یہودیوں نے عہدِ عتیق کی مقدس کتابوں میں تحریف کی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ ”جیسا کہ اب محمدیوں کے لئے غیر ممکن ہے الخ“ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ قرآن کے ہر ہر لفظ کے متواتر ہونے اور اس کی عبارت کے بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہونے کے سبب اس میں کسی کی تحریف چل نہیں سکتی تھی۔ اس کے برعکس مقدس کتابوں کے الفاظ نہ تو تواتر سے منقول ہیں اور نہ ہی ان کی عبارت بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے۔ اس سبب سے ان میں تحریف کی گنجائش تھی اور خصوصاً ان اسباب و حادثات کی بنا پر بھی جو مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور ہو چکے ہیں۔

چوتھی دلیل | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”اور یہ بات کہ نئے اور پرانے عہد کی مقدس کتابیں حقیقت میں تحریف و تبدیل نہیں ہوئیں۔ اگلے نسخوں کی طرف رجوع کرنے سے صاف ظاہر و ثابت

ہوتی ہے۔ کیونکہ اب مقدس کتابوں کے ایسے نسخے موجود ہیں جو محمد کے زمانہ سے بہت پہلے یونانی زبان میں انجیل کی اصل زبان ہے قلم سے پوسٹین کے کاغذ پر مرقوم ہو کہ اب تک برقرار ہیں کہ اون میں سے بعضوں میں پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں لکھی گئیں اور بعضوں میں صرف کئی حصے نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کے لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ ان میں ایک جلد جو ہجرت سے دو سو پچاس برس پہلے لکھی گئی اور ہمارے وقت تک باقی اور اوس کا نام قدس واطیکا نوٹس (ویٹی کن) ہے شہر روم واقع ولایت اطالیہ کے کتب خانہ میں ہے اور ایک جلد جو ہجرت سے دو سو برس پہلے لکھی گئی شہر لندن میں موسسہ ام برطانیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اُسے قدس الکسندرہ لینوس کہتے ہیں۔ پھر ایک جلد کہ اوس کتاب کی مانند پرانی ہے پارس شہر کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے اور اسے قدس افریہ کہتے ہیں اور ان نسخوں کے سوا اس طرح کے اور بہت سے نسخے مسیحیوں کے پاس ہیں کہ محمد سے پہلے اور بعضے اسی وقت میں اور بعضے اوس کے بعد یونانی و عبری زبان میں لکھے گئے تھے اور جو کہ عبری زبان میں لکھے گئے پرانے عہد کی کتابیں ہیں اس لئے کہ وہ دراصل اسی زبان میں لکھی گئیں اور اون سب نوشتوں کا سارا احوال یہاں بیان کرنا ضرور نہ جان کے ہم نے اسی قدر ظاہر کرنے پر کفایت کی اور اگر اون نسخوں کو جو محمد سے پہلے لکھے گئے اور ان نسخوں سے جو بعد لکھے گئے اور کتب مقدسہ کے ان نسخوں

۱۔ کوڈکس واطیکا نوٹس (CODEX VAICUN)

۲۔ کوڈکس الکسندرہ نیوس (CODEX ALEXANDRIA)

سے جواب مسیحیوں میں رائج ہیں ملاویں اور مقابلہ کریں تو ثابت ہوتا ہے کہ
قدیم نسخے باہم موافق اور اس زمانہ کے مروج نسخوں سے مطابق ہیں۔ چنانچہ
اس راہ سے بھی ظاہر اور روشن ہے کہ نئے اور پرانے عہد کی مقدس کتابوں
میں کبھی کچھ تحریف نہیں ہوئی۔“

چوتھی دلیل کا تجزیہ و جواب ہم کہتے ہیں کہ اس جگہ پادری صاحب نے قدیم
نسخوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور عیسائیوں

کے نزدیک اپنی قدامت کے اعتبار سے ان نسخوں میں سے بھی جو کچھ محفوظ رہے بہت
قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں تو یہی تین نسخے کوڈیکس و اٹلیکانوس، کوڈیکس الگڈنڈریانوس
اور کوڈیکس آفرمی ہیں جن کو پادری صاحب نے صراحتہ ذکر کیا ہے۔

پہلے دونوں کا حال تو مقصد دوم آخر میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں
ان دونوں کا تواجمالی تذکرہ ہو گا اور تیسرے کوڈیکس آفرمی کا حال ہم تفصیل سے بیان
کریں گے۔

کوڈیکس و اٹلیکانوس (دو ٹی کن) پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”چنانچہ ان میں سے
ایک جلد جو ہجرت سے دو سو پچاس برس پہلے لکھی گئی ائمہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کسی
اچھی دلیل سے اس نسخہ کی ایسی قدامت اب تک ہرگز ثابت نہیں ہوئی بلکہ عیسائیوں کے
محققین علماء کے درمیان اس میں نہ بردست اختلاف موجود ہے۔ بعض چوتھی صدی کے
اخیر کی تحریر بتاتے ہیں، بعض پانچویں صدی، بعض چھٹی صدی کی اور بعض ساتویں کا لکھا
ہوا بتاتے ہیں اور ہر گروہ کی رائے بھی حتمی نہیں بلکہ کاغذ وغیرہ کا اندازہ کر کے محض
اُسل سے مدت سے تعین کرتے ہیں کہ شاید فلاں صدی کا لکھا ہوا ہو گا۔ اس کے
علاوہ وہ نسخہ پرانا ہونے کے سبب بہت ہی بوسیدہ ہو گیا تھا اور اکثر مقامات کے
حروف بالکل مٹ گئے تھے جن کو از سر نو لکھا گیا اور عبارتیں اس میں داخل ہوئیں

اور بعض مقامات پر لغتوں کو چاقو سے چھیل ڈالا گیا ہے۔

کوڈکس الگزنڈریانوس | پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”اور ایک جلد جو ہجرت سے
دوسو برس الخ بھی سابقہ قول کی طرح ایک دعویٰ بلا دلیل

ہے۔ اس نسخہ کی مدت تحریر میں بھی عیسائی علماء میں شدید اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک
چوتھی صدی کی تحریر ہے اور بعض ساتویں صدی کا لکھا ہوا بتاتے ہیں اور بعض آٹھویں
اور بعض دسویں صدی میں اس کے تحریر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی محض ان کا
اندازہ اور اٹکل ہے یقینی بات کچھ نہیں کہتے۔

ماؤنٹ فاکن کتا ہے کہ چھٹی صدی سے پہلے کا کوئی نسخہ لکھا ہوا نہیں نہ کوڈکس
الگزنڈریانوس اور نہ کوئی دوسرا یونانی نسخہ۔

میکالس کتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا نہیں۔ اوون اس کو
دسویں صدی کا لکھا ہوا بتاتا ہے۔ بہت سے عیسائی علماء نے اس نسخہ کی شدید مذمت
کی ہے۔ اس نسخہ اور کوڈکس واطیکانوس میں باہم ایسے اختلاف ہیں کہ کوئی دوسرے
دو نسخے آپس میں ایسے مختلف نہیں ہیں۔

کوڈکس افریمی | پادری صاحب کہتے ہیں کہ ”پھر ایک اور جلد کہ اوسی کتاب کی مانند
پرانی ہے الخ یہ نسخہ بھی پادری صاحب کے نزدیک تقریباً دو سو
سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مگر یہ بھی پادری صاحب کا محض ایک دعویٰ ہی ہے
اور کچھ نہیں۔

چنانچہ ہو رن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے ص ۹۴، ص ۹۵ پر عہد جدید کے پرانے
نسخوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

”اس نسخہ کے عہد جدید میں بہت ساری کوتاہیاں ہیں جن کا سب سے پہلے
وٹسٹین نے اظہار کیا اور پھر میکالس اور گرہس بیک نے وٹسٹین کے حوالہ سے

ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کوتاہیوں کے علاوہ بہت سے مقامات سے پڑھا بھی نہیں جاسکتا۔ وٹسٹین کا خیال ہے کہ یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ایک ہے جو اسکندریہ میں سریانی ترجمہ کے مقابلہ میں مرتب کئے گئے تھے۔ لیکن اس پر وہ کوئی دلیل پیش نہیں کرتا۔ بلکہ عبرانیوں کے نام خط کے باب ۸ کی آیت پر ایک حاشیہ لکھا ہوا ہے۔ صرف اس سے یہ محقق یہ استدلال کرتا ہے کہ یہ نسخہ ۵۴۲ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے لیکن میکالس اس کے پورے استدلال کو تسلیم نہیں کرتا اور صرف اتنا مانتا ہے کہ یہ نسخہ پرانا ہے۔ بشپ مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا کہتا ہے۔ اس کی عبادت لاطینی ترجمہ سے ملتی ہے۔ لیکن یہ اس کی کوئی دلیل نہیں، ہو سکتا ہے اس میں تحریف کر کے لاطینی ترجمہ کے موافق بنا لیا گیا ہو اور اس نسخہ میں کسی محقق نے تبدیلی کی ہے مگر یہ سبک یہ سمجھتا ہے کہ یہ تبدیلی اس نسخہ کے لکھے جانے کے بہت عرصہ بعد میں ہوئی ہے اور اس نے بہت سی پرانی عبادتوں کو چھپا بھی ہے۔

انتمی ملخصاً۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس نسخہ میں صرف عہد جدید ہے اور اس میں بھی بہت کوتاہیاں ہیں۔ اس کے باوجود وہ بہت سے مقامات سے پڑھا بھی نہیں جاسکتا اور اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ کس صدی کا لکھا ہوا ہے۔ بشپ مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا بتاتا ہے۔ اور ایک عرصہ کے بعد کسی نے اس میں تحریف بھی کی ہے اور بہت سی پرانی عبادتوں کو چھپیل بھی ڈالا ہے۔

لہذا جب کسی قوی اور اچھی دلیل سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ تینوں نسخے کس عہد کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ بعض عیسائی علماء کے بقول پہلا نسخہ ساتویں صدی کا، دوسرا آٹھویں یا دسویں کا اور تیسرا ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے تو اس صورت میں پادری صاحب

کا یہ دعویٰ کہ پہلا نسخہ ہجرت سے اڑھائی سو سال پہلے کا اور دوسرا تیسرا نسخہ دو سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی تک عیسائی حضرات کے ہاں جس مجلس سازی کا بڑا زور رہا ہے اور دوسری صدی سے ایسے جھوٹ کا بولنا اور ایسا فریب دینا جس میں دین عیسوی کی بھلائی کا پہلو نکلتا ہو۔ مسیحی علماء میں دینی استحباب کا درجہ اختیار کر گیا تھا۔ کسی پوپ یا اس کے حاشیہ بردار نے، جن کی دیانت و امانت کا حال پادری صاحب اور ان کے فرقہ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اسلام کی روز بروز ترقی دیکھ کر ایسے جعلی نسخے بنا کر کہہ دیا ہو گا کہ یہ نسخہ ہجرت سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں تاکہ عیسائی عوام ان کے جال میں پھنسے رہیں۔

اس مجلس سازی کی کیا شکایت کریں۔ عیسائیوں نے تو پچھتر انجیلیں اپنی طرف سے وضع کر کے بنا ڈالیں تھیں جیسا کہ مقصد سوم کی فصل اول میں موشیم کی منقول عبارت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

مسیحی مشائخ کی کتابوں صداقت انجیل کی حقیقت

پادری صاحب کہتے ہیں :-

”اور پر کا مطلب ثابت کرنے کے واسطے ایک اور دلیل ان معلموں اور دین کے خادموں کی کتابوں سے جو حوالہ یوں کے بعد حقے حاصل ہوتی ہے اور یہ مسیحیوں کے معلم محمد سے بہت مدت آگے ہوئے اور بہت سی کتابیں لکھیں کہ ان میں سے

اکثر اب تک مسیحیوں کے درمیان موجود ہیں۔ اب اس جگہ ہم ان میں سے کئی ایک اشخاص کا ذکر کر کے ان کے زمانوں کو بھی متعین کرتے ہیں اس طرح پر کہ سنہ مسیحی پہلی اور دوسری صدی میں کلمنس نامی اسقف اور یگناتیوس اور یوسطینوس شہید اور ایرینیوس اور کلمنس الکسندریہ اور تروپولیانوس نے کتنی کتابیں تصنیف کیں کہ اب تک ان میں سے بعض تمام اور بعض کسی قدر موجود ہیں۔ اور ان مسلموں میں سے بعض توحاریوں کے شاگرد اور بعض حواریوں کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ غرض کہ صعود مسیح کے نوہ برس بعد سے دو سو برس تک یعنی سنہ ہجری کے چار یا پانچ سو برس پہلے انہوں نے یہ کتابیں لکھیں اور پھر سنہ مسیحی کے تیسری صدی میں یعنی سنہ ہجری کے تین سو برس پہلے اور کلمنس و کبریانوس نے بعضی کتابیں بنائیں جو اب تک ہیں اور اسی طرح یسے اشخاص یعنی اینتریوس و ایفرم شامی و امبروشیوس و باسیلیوس و کریسوستوموس و ہیرونیوس، و اکوستینوس بھی جو مسیحی قوم میں بڑے مشہور معلم تھے سنہ ۴۰۰ و ۵۰۰ مسیحی میں یعنی سنہ ہجری سے ۲۰۰، ۱۰۰ برس آگے بہت سی کتابیں بنا کر چھوڑ گئے جو اب تک باقی ہیں اور وہ سب کتابیں مسیحی دین کے بیان میں لکھی گئیں اور اکثر ان میں سے نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کی شرح و تفسیر پر شامل ہیں اور اسی سبب پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کے تہیرے مقام ان میں لکھے ہیں اور مقدس کتابوں کے وہ مقام جو ان میں ہیں اگر ہم ان کو کتب مقدمہ کے ان نسخوں سے جواب مسیحیوں میں رائج ہیں مقابلہ کریں تو وہ بہت آیتیں جن کا ذکر ان معلموں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے ٹھیک ویسی ہی ہیں جیسی اب مسیحیوں کے مروج نسخوں میں لکھی ہیں۔ پس اس سے بھی بالیقین

مسلم ہوتا ہے کہ انجیل کسی وقت میں تحریف نہیں ہوئی اور اس انجیل کے سوا جو اب مسیحیوں کے پاس ہے کوئی اور انجیل نہ تھی اور اصل انجیل یہی ہے۔“

اہم کہتے ہیں کہ اس جگہ پادری صاحب نے مشائخ کی کتابوں سے استدلال **جواب** کیا ہے۔ مگر یہ استدلال بھی ضعیف ہے اور اگر اس استدلال کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی مسلمانوں کے مذکورہ بالا دعویٰ کے منافی نہیں۔

پادری صاحب نے پانچویں صدی تک کے علماء میں سے جن کے اقوال میں قوت دیکھی ان کے نام یہاں لکھ دیئے ہیں اور مسیحی حضرات کے ہاں درحقیقت انہی حضرات کا قول مستند سمجھا جاتا ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں ہم پہلی صدی کے صرف دو علماء جو حواریوں کے شاگرد کہلاتے ہیں اور پادری صاحب نے ان کو مستبر سمجھتے ہوئے سب سے پہلے انہی کے نام لکھے ہیں۔ باوجودیکہ دوسری اور تیسری صدی سے دین عیسوی کی بہرور ترقی کے لئے مسیحی حضرات کے ہاں جھوٹ بولنا دینی مستحبات کا درجہ اختیار کر گیا تھا تو اس دور کے علماء کے اقوال کی صداقت بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

کلیمنٹس اور ایگناتس کے حالات لکھتے ہیں :-

کلیمنٹس کے حالات | پادری صاحب کے نزدیک سب سے مستند ترین حیثیت کلیمنٹس کی ہے جو روم کا اسقف تھا۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کا صرف ایک خط ملتا ہے جو کلیسا روم کی طرف سے کرنتینیوں کے کلیہ کے نام لکھا گیا تھا۔ اس کے سن تحریر میں اختلاف ہے۔ مگر اس پر سب کا اختلاف ہے کہ ۹۶ء تک کا لکھا ہوا ہے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری کے نزدیک یہ خط ۹۷ء اور ۹۸ء کے درمیان لکھا گیا۔ لیکارنگ کے نزدیک ۹۹ء

میں اور ڈاڈویل کے نزدیک ۶۴ء میں لکھا گیا ہے۔ ڈیوٹین اور ٹلی منٹ کا کہنا ہے کہ ۹۱ء یا ۹۲ء تک کلیمنٹس بشپ بھی نہیں بنا تھا۔ لارڈ ٹرن نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ خط ۹۶ء میں تحریر ہوا ہے۔

ادل تو اس امر کی کوئی سند نہیں کہ یہ خط کس سنہ میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ اس پر رے خط میں کسی جگہ صراحت کے ساتھ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس جگہ وہ کسی انجیل کا حوالہ ذکر کرتا ہے۔ بلکہ اس کی چند عبارتیں جو اتفاقاً کسی انجیل کی عبارت کے منموں کے ذاتی پڑ گئی ہیں تو ان کے بارے میں عیسائی علماء نے یہ زبردستی کا دعویٰ کیا ہے کہ ان عبارتوں کو اس نے انجیلوں سے لیا ہو گا۔ اگرچہ صریح حوالہ کا ذکر نہیں کیا۔

ہم یہاں پہلے تو بطور نمونہ کے ایک عبارت نقل کر کے ان لوگوں کا شکم ظاہر کر دیتے ہیں اس کے بعد دوسری عبارتیں جن کو کتب اسناد والے انتہائی مستند سمجھتے ہیں نقل کریں گے۔ ان کے علاوہ اس خط میں کوئی عبارت مستند کہلانے کے لائق نہیں۔ اسی لئے پہلی نے اپنی کتاب میں بطور تصریح کے انہی دو عبارتوں کو لیا ہے۔

اب ہم اس کے بارے میں ان کی معتبر کتابوں سے رائے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قول فیصل بھی ذکر کریں گے۔

مسٹر ہونٹس کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیمنٹس نے اس فقرے میں ”جو عیسیٰ کو پیادہ کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اس کے حکم پر عمل کرے“ یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ سے حوالہ لیا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ آیت موجودہ ترجمہ میں یوں ہے :-

”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو“

اس جگہ اگرچہ سب لفظوں میں موافقت نہیں مگر مسٹر ہونٹس نے پھر بھی ”میں“ لفظ

سے کہ دونوں فقروں میں مضمون کے اتحاد کا اعتبار کرتے ہوئے استدلال کیا کہ اس جگہ کلینٹس نے یوحنا کی انجیل سے حوالہ لیا ہے۔ اور اپنے گمان میں اس کو اس دور میں انجیل یوحنا کے وجود کی سند قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کے اس گمان کی وہم سے زیادہ حیثیت نہیں کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ یہ خط ۹۶ء تک کا ہی ہے اور یہی مٹر جونز کہتا ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل ۹۸ء میں لکھی ہے جس کی تصریح ہو رن نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ پر یہ لکھ کر کی ہے کہ :-

دکٹر براٹھم اور اپنی فانیس جیسے متقدمین اور ڈاکٹر مل، فی بری شمش، لیکٹرک اور بشپ ٹاملاٹن جیسے متاخرین علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل ۹۶ء میں لکھی تھی اور مٹر جونز کے نزدیک ۹۸ء میں لکھا ہے۔

لہذا جب اس کے نزدیک وہ انجیل ۹۸ء میں تصنیف ہوئی ہے تو پھر ۹۶ء یا اس سے پہلے کلینٹس نے اس سے کس طرح حوالہ لیا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ کلینٹس حواریوں کا صحبت یافتہ تھا اور اس نے بارہا ان کا وعظ بھی سنا تھا تو یہ بات بھی وعظ میں کئی دفعہ سنی ہوگی اور اسی سنی ہوئی بات کو لکھا ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بات کچھ سننے پر بھی موقوف نہیں بلکہ یہ بدیہی امر ہے کہ محبت وہی ہوتا ہے جو اپنے محبوب کے حکموں پر عمل کرتا ہے اور نہ تو محبت کا دعویٰ ہی غلط ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ کلینٹس نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہو ورنہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس فقرہ کو انجیل یوحنا سے لے کر لکھا ہے۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تھوڑی سی مناسبت سے ہی نقل ثابت ہو جاتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انجیل میں موجود اکثر مسیحی اقوال حکماء اور بت پرستوں کی کتابوں سے منقول ہوئے ہیں اور ملحدین کا یہ طعن کہ انجیل میں جو اخلاق کی تین چار باتیں اچھی پائی جاتی ہیں انہی کتابوں سے منقول ہیں بجا ہو۔

اکیسویں سو کا مصنف لکھتا ہے کہ :-

”عہدِ جدید میں مندرجہ وہ اخلاق جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں مسیح سے تقریباً چھ سو سال پیشتر کی تصنیف کنفیوشس کی کتاب اخلاق سے لفظاً لفظاً منقول ہیں۔ مثلاً خلق ۲۴ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے :

(دوسرے سے وہ کمر جو تم چاہتے ہو کہ وہی تم سے کیا جائے اور وہ نہ کر جو تم اپنے ساتھ کیا جانا پسند نہیں کرتے۔ تمہیں صرف اسی خلق کی حاجت ہے اور یہ سب اخلاق کی اصل ہے“

اور خلق ۵۱ کے ذیل میں مرقوم ہے :-

”اپنے دشمن کی موت کے خواہشمند نہ ہو، اس لئے کہ وہ ایک بے فائدہ

خواہش ہے اور اس کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے“

اور خلق ۵۳ کے ذیل میں ہے :-

”نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو اور کبھی بدی کے بدلے میں بدی نہ کرو“

اور خلق ۶۳ کے تحت درج ہے :-

”ہم دشمن سے بغیر انتقام لئے ہوئے بھی اعراض کر سکتے ہیں اور طبیعت

کے خیال ہمیشہ گناہ گار نہیں“

مگر حق بات یہ ہے کہ محض مناسبت سے نقل ثابت نہیں ہوتی اور ملحدین کا مذکورہ

۱۵ کنفیوشس (CONFUCIUS) اخلاقیات کا مشہور فلسفی جو چین کے مذہب و

اخلاق پر بے حد اثر انداز تھا (پیدائش ۵۵۱ ق م، وفات ۴۷۹ ق م) اس کی نسبت سے چین

کے سابقہ نظریہ حیات کو ”کنفیوشسزم“ کہا جاتا ہے۔ - ۱۷

دعویٰ غلط ہے۔ اس مقام پر لادو نے انصاف سے کام لیا اور مسٹر جنس کی بلا وجہ حمایت کو اچھا نہیں سمجھا۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۴۰ پر لکھتا ہے کہ :-

”میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالہ میں شبہ ہے۔ کیونکہ کلیمنس حواریوں کی صحبت میں رہنے اور ان کے وعظ سننے کی وجہ سے اس بات سے خوب واقف تھا کہ عیسیٰ سے عشق کا اقرار لوگوں سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حکموں پر عمل کریں“

اب دوسری دو انتہائی مستند عبادتوں کا حال سنئے۔ پہلی عبادت اس خط میں اس طرح ہے :-

”اور ہم اسی طرح کہیں جس طرح لکھا ہوا ہے۔ اسی لئے روح القدس نے اس طرح کہا ہے کہ دانا آدمی اپنی داناٹی پر فخر نہ کرے۔ خصوصاً خداوند یسوع کے وہ الفاظ یاد رہیں جو انہوں نے بردباری اور مجاہدہ کی تعلیم دیتے ہوئے یوں فرمائے تھے ”رحم کرو تم پر رحم کیا جائے، معاف کرو تاکہ تمہیں معاف کیا جائے، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا جیسا تم دو گے ویسا ہی تمہیں دیا جائے گا۔ جیسی عیب جوئی تم کرو گے ویسی ہی

۱۔ اور اسی طرح میزان الحق باب فصل سوم میں پادری صاحب کا قرآن شریف کے بعض مضامین کے بارے میں دعوے محض غلط ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پادری صاحب نے ایسا دعویٰ ان ملحدوں سے سیکھا ہے۔ اور اگر بالفرض قرآن کے بارے میں پادری صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو پھر ان ملحدوں نے کون سا گناہ کیا ہے کہ وہ انجیل کے بارے میں اپنے دعویٰ میں جھوٹے قرار دیئے جائیں۔ ۱۲ من المصنف

تمہاری عیب جوئی کی جائے گی۔ جیسی تم مہربانی دکھاؤ گے تمہیں بھی ویسی ہی
مہربانی دکھائی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپو گے اسی پیمانہ سے تمہارے
لئے ناپا جائے گا۔“

اس خط کے مندرجات کے بارے میں عیسائی علماء کا کہنا ہے کہ کلیمنس نے یہ
الفاظ لوقا کے باب ۶ کی آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸ سے اور متی کے باب ۷ کی آیت ۱، ۲
اور ۱۲ سے نقل کئے ہیں اور لوقا باب ۶ کی آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸ کی عبارت ۱۹۵۹ء و
۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

”جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو۔ عیب جوئی نہ کرو، تمہاری بھی
عیب جوئی نہ کی جائے گی، مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے غلامی
دو تم بھی غلامی پاؤ گے، دیا کرو تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب
کرو اور ہلا ہلا کرو اور لبریز کرو کہ تمہارے پلہ میں ڈالا جائے گا کیونکہ جس

پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔“
اور متی باب ۷ آیت ۱، ۲، ۱۲ کی عبارت ۱۹۵۹ء و ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-
”عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ کیونکہ جس طرح تم

۱۸۵۹ء کے اردو ترجمہ میں الفاظ یہ ہیں ”رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، بخشو تاکہ تم بخشے
جاؤ، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، جیسا تم دو گے، ویسا ہی
تمہیں دیا جائے گا، جیسی تم عیب گیری کرو گے ویسی تمہاری عیب گیری کی جائے گی جیسی
تم مہربانی دکھاؤ گے ویسی ہی تم کو مہربانی دکھائی جائے گی۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپو گے اسی
پیمانہ سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔“ ۱۲ بخیب

۱۸۵۹ء کے ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں ”ابن آدم جیسا کہ اوس کے حق میں لکھا ہے چلائیں اوس شخص پر جس کے
ہاتھ سے ابن آدم پکڑوایا جاوے واولا ہے اوس شخص کے لئے بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا۔“ ۱۲ بخیب

عیب جوئی کر۔ تم ہو، اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔ پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو کیونکہ تو دیت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔“

کلیمن کے مذکورہ خط کی دوسری عبارت جو اُس نے اپنے خط کے باب ۴۶ میں نقل کی ہے۔ اس طرح ہے کہ :-

”خداوند یسوع مسیح کے الفاظ یاد رکھو، اس لئے کہ اس نے کہا ہے اس آدمی پر افسوس (جو جرم کا ارتکاب کرتا ہے) اس کے لئے میرے کسی پسندیدہ کو دکھ دینے سے بہتر یہی تھا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا اور میرے کسی ساتھی کو چھوٹے بچوں سے تکلیف پہنچانے کے لئے اس کے لئے یہ کہیں بہتر تھا کہ اس کی گردن میں چکی کا پاٹ باندھ کر اس کو سمندر میں ڈبو دیا جاتا۔“

مسیحی حضرات کہتے ہیں کہ یہ جملے انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴، باب ۱۸ آیت ۶ انجیل مرقس باب ۹ آیت ۴۲ اور لوقا باب ۱۷ کی آیت ۲ سے ماخوذ ہیں۔ ان آیات کی عبارت درج ذیل ہے :-

متی باب ۲۶ کی آیت ۲۴ ۱۹۵۹ء ، ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ

۱۸۴۱ء کے ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں ”نکتہ چینی نہ کرو تاکہ تمہاری نکتہ چینی نہ کی جائے۔ کیونکہ جو نکتہ چینی تم کرو گے ویسی ہی تمہاری نکتہ چینی کی جائے گی اور جس پیمانے سے تم پیمائش کرتے ہو اسی سے تمہارے واسطے بھی پیمائش کی جائے گی۔ پس جو سلوک تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی اُن سے وہی کرو کہ شرع اور انبیاء میں ہیں۔“ ۱۲ انجیل

میں یوں ہے :-

”ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا ہوتا“

متی باب ۸ کی آیت ۶ کی عبارت اس طرح ہے :-

”لیکن جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلاتا ہے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ گرے سمندر میں ڈبو دیا جائے“

مقس باب ۹ کی آیت ۴۲ کی عبارت یہ ہے :-

”اور جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلائے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ سمندر میں پھینک دیا جائے“

۱۸۴۱ء کے ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں: ”ابن آدم جیسا کہ اُس کے حق میں لکھا ہے چلا لیکن اُس شخص پر جس کے ہاتھ سے ابن آدم پکڑوایا جائے واویلا ہے اُس شخص کے لئے یہ بہتر تھا کہ پیدا نہ ہوتا“ ۱۲ نجیب ۱۹۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں ”پر جو کوئی کہ ایک کو ان لڑکوں سے جو میرے معتقد ہیں ٹھوکر کھلاوے یہ اُس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اُس کی گردن میں باندھا جاتا اور وہ دریا میں تہہ تک پہنچایا جاتا“ ۱۲ نجیب ۱۹۴۵ء اردو ترجمہ میں ہے :-

”اور جو کوئی ان چھوٹوں میں جو مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں ایک کو ٹھوکر کھلاوے اُس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وہ دریا میں ڈبو دیا جاتا“ ۱۲ نجیب

عہ ، عہ - قدیم ترجمہ میں سمندر کی بجائے دریا کا لفظ استعمال ہے - ۱۲ ان

لوقا باب ۱۷ کی آیت ۲ کی عبارت یوں ہے :-

”ان چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلانے کی بہ نسبت اس شخص کے لئے یہ مفید ہوتا کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وہ سمندر میں پھینکا جاتا“ ۱۷

لاہڈز اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۷ میں کلیمنس کی اس عبارت کو نقل کر کے اور انجیل کی مذکورہ بالا آیات کا حوالہ درج کر کے لکھتا ہے کہ :-

”میں نے (اس عبارت کے) مقابلہ میں انجیل کے کئی مصنفین کے الفاظ اس لئے دکھ دیئے ہیں تاکہ ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے۔ لیکن عام خیال یہ ہے کہ اس عبارت کا جزا خیر لوقا کے باب ۱۷ کی آیت ۲ سے لیا گیا ہے“

غور سے دیکھئے دونوں مقامات میں کلیمنس کی عبارت کے تمام فقرے انجیلوں کی عبارت سے لفظی موافقت نہیں رکھتے اور بعض فقروں میں تو مضمون میں بھی پورا اتحاد نہیں نکلتا۔ مثلاً کلیمنس کا پہلی عبارت کا ایک فقرہ مسیحی اقوال سے اس طرح لیا گیا ہے ”رحم کرو تم پر رحم کیا جائے“ اور لوقا باب ۶ کی آیت ۳۶ یوں ہے کہ ”جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو“ اور یہ فقرہ کہ ”جیسی مہربانی تم دکھاؤ گے ویسی ہی مہربانی تم کو دکھائی جائے گی“ کلیمنس کی عبارت میں تو موجود ہے لیکن متی اور لوقا میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ جملہ کہ ”مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے“ لوقا میں تو ہے مگر

۱۷ قدیم ترجمہ میں سمندر کی بجائے دریا کا لفظ ہے۔ ۱۲ انجیل

۱۸ ۱۹۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں ”اگر چکی کا پاٹ اس کی گردن میں لٹکایا جاتا اور دریا میں پھینک دیا جاتا تو اس کے لئے اس سے بہتر ہوتا کہ وہ اون چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلاوے“ ۱۲ انجیل

کلینٹنس کی عبارت میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری عبارت کا حال بھی کچھ ایسا ہی خراب ہے۔

پس انجیل سے نقل کا دعویٰ سراسر بے جا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ انجیل سے نقل کرتا تو اس کا نام لیتا اور اگر نام نہ بھی لیتا تب بھی عبارت میں تو موافقت ہوتی اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو کم از کم یہ تو ہوتا کہ اس پورے مضمون میں تو موافقت ہوتی۔ البتہ دونوں مقامات سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ کلینٹنس کے نزدیک یہ دونوں قول جناب مسیح کے ارشادات میں سے تھے اور پھر کلینٹنس حواریوں کا صحبت یافتہ تھا اور ان کی صحبت کے اثر سے حواریوں اور دوسرے مریدوں کی طرح واقف تھا تو یہ کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس نے متی یا لوقا یا مرقس کی انجیل سے دیکھ کر لکھا ہے؟ اسی لئے بشپ پیٹر سن نے اس دعویٰ سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ کلینٹنس نے حوالہ نہیں لیا۔

لارڈ نزان دونوں عبارتوں کے بارے میں اپنی تفسیر کی جلد دوم میں لکھتا ہے کہ :-

”جن لوگوں نے ہمارے خداوند کے حواریوں اور مریدوں کی صحبت پائی تھی اور ہمارے خداوند کے احکام اور تالیف سے ایسے واقف تھے جیسے انجیل نویس ان کے ملفوظات دیکھنے سے ان مقامات میں جہاں ان کے حوالے صریح اور ظاہر نہیں ہوں اکثر ایک مشکل واقع ہوا کرتی ہے اور یہاں وہ مشکل یہ ہے کہ ان مقامات پر کلینٹنس آیا ان عیسوی الفاظ کی طرف رجوع کرتا ہے جو تحریر میں آچکے تھے یا کہ نتیجوں کو وہ الفاظ عیسوی یاد دلاتا ہے جو اُس نے اور انہوں نے خداوند کے حواریوں اور مریدوں سے سنے ہوں گے۔ بیکلرگ نے پہلی توجیہ کو اختیار کیا ہے اور بشپ پیٹر سن نے دوسری کو۔ اور میرا نقطہ نظر یہ ہے

کہ پہلی تینوں انجیلیں اس وقت سے پہلے لکھی گئی تھیں اور کلیمنس کا ان کی طرف رجوع ممکن ہے اگرچہ وہ لفظوں اور عبارت میں صحیح موافقت نہیں رکھتا لیکن یہ بات کہ اُس نے یقیناً رجوع کیا ہے اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو انجیلوں کے لکھے جانے سے پہلے بھی ان چیزوں سے واقف تھا اور ان کے لکھے جانے کے بعد بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق انجیلوں کی طرف رجوع کئے بغیر ان چیزوں کو جن سے وہ اچھی طرح واقف تھا بیان کرتا ہو لیکن دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی خوب مضبوط کرتا ہے اس لئے رجوع کی صورت میں تو مقدمہ صاف ہے اور عدم رجوع کی صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ ان الفاظ کے موافق ہیں جو کمرنتھیوں کے پاس بھی لکھے ہوئے موجود تھے اور ایسے مشہور تھے کہ وہ اور کمرنتھی ان کو جانتے تھے۔ پس کلیمنس نے ہمیں یقین کرایا کہ ہمارے انجیل نویسوں نے ان الفاظ کو جو ہمارے خداوند نے ان کو بردباری اور دیانت کی تعلیم کے وقت ارشاد فرماتے تھے۔ ٹھیک ٹھیک اور سچ سچ لکھا ہے اور یہ الفاظ اس لائق ہیں کہ بڑے ادب سے یاد رکھے جائیں۔ اور اگرچہ یہاں مشکل ہے لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ اکثر فضلاء کی رائے لیکر گے کی رائے کے موافق ہوگی۔ البتہ پولس اعمال باب ۲۰ کی آیت ۳۵ میں بعض کو اس طرح نصیحت کرتا ہے کہ ”اور خداوند یسوع کی باتیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے خود کہا دنیا لینے سے مبارک ہے“ مجھے یقین ہے کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اس جگہ پولس کسی لکھے ہوئے کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ ان الفاظ عیسوی کی طرف رجوع کرتا ہے جن سے یہ اور وہ واقف تھے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مراجعت کے اس طور کو ہمیشہ ایسا ہی سمجھا جائے۔ بلکہ یہ طور تو لکھے ہوئے

اور غیر لکھے ہوئے سب کی طرف مراجعت میں استعمال ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہم پالی کا رب کو دیکھتے ہیں کہ وہ یہی انداز استعمال میں لاتا ہے اور غالباً بلکہ یقیناً لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔“

ہم کہتے ہیں کہ ان کے علماء کے نزدیک یہ امر بطور یقین کے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ کلینٹس نے ان عبارتوں کو انجیلوں سے نقل کیا ہو۔ بشپ پیٹر سن تو اس امر کا صاف انکار کرتا ہے اور حق بات بھی اسی کی ہے۔ کیونکہ :-

- اولاً تو کلینٹس حالات اور اقوال مسیحی سے اچھی طرح واقف تھا۔
- ثانیاً عبارت اور الفاظ میں بھی موافقت نہیں پائی جاتی۔
- ثالثاً اس کے کلام میں کوئی ایسا واضح اشارہ موجود نہیں جس سے یہ یاد رکھا جاسکے کہ اس نے حوالہ لیا ہے۔

مقدس پولس کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ بھی اعمال باب ۲۰ کی آیت ۳۵ میں کلینٹس ہی کی طرح کہتے ہیں۔ اس کے بعد مسیحی علماء کے نزدیک بالاتفاق وہ کسی تحریر کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ پس ایسا ہی کلینٹس کو سمجھنا چاہیئے۔

اور لارڈ نر کا یہ کہنا کہ ”دوسری صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے الخ انتہائی تعجب خیز ہے۔ اس لئے کہ بعض فقروں کے مضمون میں موافقت پیدا ہو جانے سے تمام انجیلوں کی تصدیق کہاں سے نکل سکتی ہے اور بالفرض اگر تصدیق ہو بھی تو صرف اسی قدر ہوگی کہ یہ فقرے ان انجیلوں میں قول عیسوی سے منقول ہوئے ہیں اور اس کا یہ کہنا کہ ”ہم پالی کا رب کو دیکھتے ہیں کہ وہ یہی انداز استعمال میں لاتا ہے الخ ناقابل تسلیم ہے۔ اس لئے پالی کا رب بھی تابعی، یوحنا کا شاگرد اور کلینٹس کی طرح تمام حالات مسیحی سے واقف تھا تو اس کا حال بھی کلینٹس کی ہی طرح ہے۔ اور جس جگہ وہ یہ انداز اختیار کرتا ہے اُس جگہ ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی کلینٹس اور پولس کی طرح لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف

رجوع نہیں کرتا۔

محمد اللہ پادری صاحب کے نزدیک جو بمنزلہ بسم اللہ کے اور مستند ترین شخص تھا اس کے کلام سے انجیلوں کے ثبوت کی کچھ بھی سند نہ نکلی۔

اگنا شس کے حالات | پادری صاحب کے نزدیک دوسری مستند ترین حیثیت اگنا شس کی ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سینتیس سال بعد انطاکیہ کا اسقف مقرر ہوا تھا۔ اور وہ حوالہ یوں کے تابعین میں سے تھا۔

لاڈلہ اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ :-

”دیوسی بیس اور جیروم نے اس کے سات خطوط کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ کچھ اور خط بھی اس کی طرف منسوب ہیں جن کو جمہور علماء جعلی سمجھتے ہیں اور میرے نزدیک بھی ظاہر یہی ہے۔ ان سات خطوط کے دو نسخے ہیں ایک بڑا ہے اور ایک چھوٹا مسطور سن اور اس کے دو، چار متبعین کو چھوڑ کر باقی سب کی رائے یہی ہے کہ بڑے نسخے میں الحاق ہوا ہے۔ البتہ چھوٹا نسخہ اس قابل ہے کہ اس کی طرف منسوب کیا جاسکے۔ میں نے دونوں نسخوں کا بغور موازنہ کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ چھوٹے نسخے میں الحاق کر کے بڑا نسخہ بنایا ہے۔ یہ نہیں کہ بڑے نسخے کو مختصر کر کے چھوٹا نسخہ تیار کیا گیا ہو۔ اور متقدمین کے حوالے بھی بڑے نسخے کی نسبت چھوٹے نسخے سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ باقی یہاں یہ سوال کہ آیا چھوٹے نسخے میں مندرج خطوط بھی حقیقت میں اگنا شس کے ہیں یا نہیں؟ اس میں نہ بردست اختلاف ہے۔ بڑے بڑے محققین نے اس بارے میں خامہ فرسائی کی ہے۔ جانین کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد میں بھی اس سوال کو مشکل سمجھتا ہوں۔ البتہ میرے نزدیک اتنی بات ثابت ہے کہ یہ خطوط

وہی ہیں جن کو یوسی بیس نے پڑھا ہے اور اُن جن کے وقت میں موجود تھے۔ ان خطوط میں بعض فقرے اگناشس کے عہد سے مناسبت نہیں کھتے اس صورت میں معقول بات یہ ہے کہ ان فقروں کو الحاقی قرار دے دیں نہ یہ کہ ان تمام خطوط کو ہی نہ ذکر دیں۔ اور خاص طور سے ایسی صورت میں جیسا کہ ہمیں آج تک نسخوں کی کمیابی کا سامنا ہے۔ بڑے خطوط میں جس طرح کسی ایرین نے الحاق کیا ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ چھوٹے خطوط میں بھی کسی ایرین یا دین دار نے یا دونوں نے ہی دست اندازی کی ہوگی۔ اگرچہ میرے نزدیک اس دست اندازی سے کوئی بڑی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔“ انتہی ملخصاً

کتاب پہلی کا محشی اس کتاب کے حاشیہ میں لکھتا ہے :-

”پچھلے دنوں میں اگناشس کے تین خطوط کا مرینی زبان میں ترجمہ دریافت

ہوا ہے جس کو کیوری ٹن نے طبع کرایا ہے“

اور اس نئے ملفوظ نے اس امر کو اور بھی تحقیقی بنا دیا کہ یونانی زبان میں موجود چھوٹے خطوط جن کو آئرن نے درست کیا ہے ان میں الحاق ہوا ہے۔ اس کے بعد اس الحاق پر چار دلائل ذکر کرتا ہے جس کو منظور ہو اس میں دیکھ لے۔

جب اس کے خطوط کا یہ حال ہے تو ہم اس کے فقرے نقل کر کے ان کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب دو تین علماء کے سوا تمام مسیحی علماء اگناشس کے بڑے خطوط کو بالاتفاق غیر معتبر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایرین فرقہ کے کسی شخص نے اُن میں الحاق کیا ہے تو اس صورت میں مسیحی حضرات کے نزدیک بھی ان کی کوئی مستند حیثیت نہ رہی۔ باقی رہے چھوٹے خطوط تو اُن کے اصلی یا جعلی ہونے میں بڑے بڑے محققین میں زبردست اختلاف ہے۔ لہذا ہمارے

نزدیک ان خطوط کا بھی اگناشس کے ہونا مسلم نہیں۔ بلکہ دوسری تیسری صدی میں جبکہ دین عیسوی کی فلاح و ترقی کی غرض سے جھوٹ بولنا اور فریب دینا بمنزلہ مستحبات کے قرار پا گیا تھا ان کو بھی کسی نے بنایا ہوگا۔ اگناشس کے ان سات خطوط کی تو حقیقت ہی کیا ہے، ان لوگوں نے حضرت مسیح، مریم اور خواہیوں کی طرف منسوب کر کے تقریباً پچھتر انجیلیں گھڑ ڈالی تھیں۔ اور اگر اگناشس کی طرف ان کی نسبت کو بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی عیسائی علماء کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ ان چھوٹے خطوط میں کئی فقرے الحاقی ہیں۔ اور لارڈ ٹرنز نے تو اقرار کیا ہے کہ ان چھوٹے خطوط میں کئی فقرے الحاقی ہیں اور ممکن ہے کہ کسی ایرین یا دیندار عیسائی یا دونوں نے ان میں الحاق کیا ہو۔ جب یہ امر تسلیم کر لیا گیا اور پھر دیندار حضرات بھی اپنی عاقبت سنوارنے کو ایسے کام کے درپے تھے تو پھر ان خطوط کا کیا اعتبار رہا۔ اور ہو سکتا ہے کہ دیندار حضرات نے بعض اس قسم کے فقرے بھی الحاق کر دیئے ہوں۔

بہرحال بحمد اللہ پہلی صدی کے علماء میں سے تو کسی کے کلام سے بھی انجیلوں کی سند نہ نکل سکی۔ اور پادری صاحب کے دو مستند علماء کے کلام سے تو ان انجیلوں کی بھی کچھ سند ثابت نہ ہو سکی اور عہد جدید کے پورے مجموعے کی سند تو بعد کی بات ہے۔

پادری صاحب کا پہلا استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ جب محمد کے وقت میں کتب مقدسہ قدیمہ کو تخریف کیا تو ان مسلمانوں کی کتابوں کو بھی تخریف کر ڈالا۔ سو اس کے واسطے ہمارا یہ جواب ہے کہ پہلے تو اس دعویٰ کے ثابت کرنے کی کوئی دلیل

نہیں محض دعویٰ ہے اور بس۔ دوسرے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ مسیحیوں کو کوئی سبب نہ تھا کہ محمدؐ کے دستِ یں پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کو تحریف کریں اسی طرح ان قدیم کتابوں کے تحریف کرنے کا بھی کوئی سبب نہ تھا۔ تیسرے جس طرح محمدؐ کے وقت میں کتبِ مقدسہ کے سادے نسخوں کا تحریف کرنا غیر ممکن تھا۔ اسی طرح یہ دعویٰ بھی ہرگز واقع نہیں ہو سکتا اور جیسے کہ اب فی زمانہ ان سب کتبِ دینیہ کی جو محمدیوں کے پاس ہیں تحریف کرنا اور ان مقاموں کا جن میں محمدؐ کے واسطے اشارے ہیں نکال ڈالنا غیر ممکن ہے۔ ایسے ہی محمدؐ کے وقت میں مسیحیوں کی بے شمار کتابوں کی تحریف بھی ممکن نہ تھی۔

جواب میں کہتا ہوں کہ اول تو مسلمان اس بات کے قائل نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر مقدس کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی تھی۔ تاکہ پادری صاحب کا یہ کلام قابل التفات ہو۔ لہذا پادری صاحب کے مذکورہ تینوں جواب غلط ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو مسلمانوں کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور نہ یہ بات سچ ہے کہ مسیحیوں کے لئے تحریف کا کوئی سبب موجود نہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں امور کی سچائی اس کتاب کے قاری پر بالکل عیاں ہو چکی ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ کتبِ مقدسہ میں تحریف ناممکن تھی اگنا شمس کے خطوط کے بڑے مجموعہ ہی کو ملاحظہ کیجئے کہ جو عیسائی علماء اور محققین کے نزدیک جعلی اور محرف ہے۔ اور لارڈز اس میں فرقہ ایرین کی تحریف کا قائل ہے اور خطوط کے مجموعہ کی چھوٹی کتاب بھی بعض محققین کے نزدیک جعلی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگرچہ جعلی نہیں مگر لارڈز کی تحریر کے مطابق اس میں بھی الحاق ہوا ہے اور وہ بھی ایرین فرقہ کے دیندار عیسائیوں کی دستِ برد کے شبہ سے محفوظ نہیں اور ان شاخ کی کتابوں کے نسخے بھی بلاشبہ انتہائی قلیل پائے جاتے تھے اس سے

قطع نظر دیونی شمس بشپ آف کوہ تھو، دوسری صدی میں باواز بلند چلاتا ہے کہ میں نے بھائیوں کے لئے خط لکھے تھے لیکن ان شیطان کے خلیفوں نے میرے خطوط کو بگاڑ ڈالا۔ تو ایسی صورت میں بعض لوگوں نے کتب مقدس کو مسخ کر ڈالنے پر کمر باندھ رکھی ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ جب دیونی شمس کی زندگی میں ہی اس کے خطوط کا یہ حال بنا ڈالا تو اس کی موت کے بعد تو خدا ہی جانے ان کی کیا درگت بنائی ہوگی اور دوسرے مشائخ کی کتابوں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ جیسا کہ لارڈ تتر کے قول سے سمجھا جاسکتا ہے۔

پادری صاحب کا دوسرا استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”قطع نظر ان سب باتوں سے محمد کے مرنے کے بعد عمر خلیفہ نے اس وقت کے مسیحیوں کے کئی ایک بڑے بڑے کتب خانے اپنے قبضہ میں کر لئے ان میں سے شام کی ولایت میں قیصریہ کا کتب خانہ اور مصر میں اسکندریہ کا کتب خانہ تھا۔ ان کتب خانوں میں کتب مقدمہ کے قدیم نسخے اور اکثر مسیحی معلموں کی کتابیں تھیں جیسا کہ اگلی تواریح سے معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں محدثوں کو اُسان تھا کہ مقدس کتابوں کے قدیم نسخے اور قدیم معلموں کی کتابیں ظاہر کر کے تحریف کا دعویٰ ثابت کرتے حالانکہ کتب خانوں کے چھین لینے کے بعد عمر نے ان کے جلا دینے کا حکم دیا اور اس وقت کے اودہ محدثوں کا بھی یہ حال تھا کہ جو پرانی کتابیں پاتے تھے برباد کرتے۔ سو اس برباد کرنے میں یا تو پرانی کتابوں کی قدر نہیں جانتے تھے یا یہ سمجھتے تھے کہ ان کا مضمون قرآن کے خلاف ہونے

پر گواہی دیتا ہے اور یہی قدیم کتابوں کا برباد کرنا محمدیوں کی ایسی بے خبری کا باعث ہوا ہے کہ دئے مسیحیوں کے اگلے حالات اور قوموں کی کیفیت و حقیقت سے جو محمد کے پہلے تھے اتنی خبر دلا گیا ہی نہیں کہ ایسے ایسے دعوے کرتے ہیں۔ مثل دعویٰ تحریف کتب مقدسہ وغیر ذلک۔ اور اس لئے کہ محمدی قدیم کتابوں اور مسیحیوں کی تاریخوں سے کچھ اطلاع نہیں رکھتے۔ پھر اون کے واسطے تاریخ سے دلیل لانا مشکل ہے اور سوائے اس کے محمدیوں نے اون کتابوں کی تلاش و جستجو اب تک نہیں کی جو فرنگستان کے مسیحیوں کے پاس ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے محمدی اگر باپ دادوں کے تعصب کو کنارے نہ کھ کر انصاف کی راہ سے ایام گذشتہ کا عوض کیا چاہیں تو فرنگستان میں جا کر وہاں کے کتب خانوں کو دیکھیں کہ اون میں کتب مقدسہ کے دے پرانے نسخے اور مسیحی معلموں کی دے کتابیں جو ہم نے ذکر کیں دیکھ سکتے ہیں اور اگر اون کتابوں کی زبان سیکھ لیں تو اون کا پڑھنا بھی اون پر آسان ہو جائے گا اور اون کتب خانوں میں ایسی کتابیں بہت پاویں گے جن میں یہ مطالب جو ہم نے اس فصل میں لکھے مفصل و مشرح مذکور ہیں اور کتب سابق الذکر کے قدیم ہونے کی اسناد بھی اون میں بتفصیل بیان ہوئی ہے۔“

جواب ہم کہتے ہیں کہ اُس وقت تک سینکڑوں یہودی اور عیسائی فضلا مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی کتابوں کے موافق اسلام کی حقانیت پر گواہی دی تھی۔ اور اُس وقت عیسائیوں میں پوپ کی حکومت کی دھاک تھی۔ اس کے متعلقین خود عہد عتیق کی عبرانی زبان کی کتابوں میں تحریف کے قائل تھے تو مسلمانوں کے لئے ان کتابوں سے کوئی چیز ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

باقی رہا ان کتابوں کو جلا ڈالنے کا معاملہ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان کتب خانوں میں ہر قسم کی کتابیں تھیں۔ لہذا جو علم فلسفہ کی کتابیں تھیں ان کے جلا دینے میں کچھ بھی حرج نہ تھا۔ مقدس پولس کے زمانے میں بھی ان لوگوں نے جو پہلے یہودی یا یونانی تھے تقریباً پچاس ہزار روپے قیمت کی اسی قسم کی کتابیں جلا ڈالی تھیں۔ اُس پر نہ تو مقدس پولس نے ان کو منع کیا تھا اور نہ یہ کہا تھا کہ ان کتابوں کو اس لئے باقی رہنے دیا جائے تاکہ مسیحی مذہب قبول نہ کرنے والوں کے خلاف ان کتابوں سے استدلال کیا جاسکے اور نہ ہی ان کو جلا ڈالنے پر کوئی اعتراض کیا تھا۔ چنانچہ اعمال باب ۱۹ کی آیت ۱۸، ۱۹ میں ۱۹۵۹ء ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں موجود ہے کہ :-

”اور جو ایمان لائے تھے اُن میں سے بہتیروں نے آکر اپنے کاموں کا اقرار اور اظہار کیا۔ اور بہت سے جادوگروں نے اپنی اپنی کتابیں اکٹھی کر کے سب لوگوں کے سامنے جلا دیں اور جب ان کی قیمت کا حساب ہوا تو پچاس ہزار روپے کی نکلیں۔“

لہذا اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کسی طرح کا بھی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اور ان کتب میں جو دینی کتابیں تھیں وہ اکثر ترجمے تھے جو تمام کے تمام بگاڑ سے خالی نہیں تھے۔ ان کا جلا دینا بھی کوئی قابل اعتراض نہ تھا۔ کتاب وائسن مطبوعہ ۱۹۷۱ء کی جلد سوم میں ہے :-

۱۸۴۲ء کے اردو ترجمے کے الفاظ یہ ہیں :-

”اور بہتیروں نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے آگے اپنے کاموں کو قبول دیا اور ظاہر کیا اور بہتوں نے جو جادو کرتے تھے اپنی کتابیں اکٹھی کر کے لوگوں کے آگے جلا دیں اور جب ان کی قیمت کا حساب کیا تو پچاس ہزار روپے ٹھہرے۔“ ۱۲ بجیب :-

”جب وکلفٹ کے ترجمہ کو جلا دینے کا حکم نافذ ہو چکا تو بٹلر نے ۱۵۳۵ء میں ایک کتاب لکھی اور ۱۵۳۸ء میں ایک کونسل قائم ہوئی۔ اس کے حکم سے وکلفٹ کی ہڈیاں نکال کر جلائی اور دریائیں بہائی گئیں۔ ۱۵۳۶ء میں کاروئل ولسی اور بشپ حضرات نے حکم دیا کہ ٹنڈل کا ترجمہ نہ پڑھا جائے۔ اور اس کی ممانعت کے لئے اپنے اپنے علاقوں میں اس مضمون میں اشتہار جاری کیا کہ :-

”لو متقر کے بعض پیروں نے غلط ترجمہ کیا ہے اور خدا کے کلام کو جھوٹے ترجمے اور الحادی حاشیوں سے خراب کیا ہے اس لئے وہ ترجمہ جس کے پاس ہوتیش دن کے اندر اندر واکم جبریل کے سامنے پیش کر دے ورنہ کلیسا سے نکال دیا جائے گا اور اس پر بدعتی ہونے کا جرم عائد ہو جائے گا۔“

اور اسی سال لندن کے بشپ ٹونسل اور تھامس میور نے تقریباً تمام نسخوں کو خرید کر پال کے کمر اس میں جلا دیا۔ ۱۵۲۹ء میں ٹونسل نے آسٹن پبلیکیشن سوداگر کے ذریعہ اس ترجمہ کے نسخے خرید کر چیپ سائڈ کے مقام پر علی الاعلان جلا دیئے اس کے بعد ٹنڈل نے اس ترجمہ پر نظر ثانی کر کے جب دوبارہ ۱۵۳۰ء میں طبع کرایا اور اپنے بھائی جان ٹنڈل اور دیگر لوگوں کے ذریعہ خفیہ طور پر ان کو ہر جگہ پھیلا دیا تو اس پر بشپ لندن نے ان سب پھیلانے والوں کو

۱۔ وکلفٹ Wycliff. متوفی ۱۳۸۴ء، ۷۸۶ھ، کلیسا کی ایجاد کردہ بدعتوں کا دشمن تھا اور نیک و پرہیزگار پاپاؤں کے انتخاب کا داعی، اس نے سب سے پہلے بائبل کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو ۱۳۸۵ء، ۷۸۷ھ میں شائع ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے بائبل کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کے بعد جان ہس (John Huss) اور جیروم (Jerome) اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے۔

(مقدمہ اظہار الحق اردو صفحہ ۹۸) ۱۲ انجیب

طلب کر کے اور ہر جگہ تشہیر کر کے انہی لوگوں کے ہاتھ سے سب نسخوں کو
چپ ساڈ میں جلاڈالا۔ اور ان لوگوں پر اٹھارہ ہزار آٹھ سو چالیس پونڈ
دس پنس کا جرمانہ عائد کیا گیا۔ یہ رقم ہمارے ملک کی کرنسی کے مطابق تقریباً
ایک لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو روپے ساڈھے چھ آنے بنتی ہے۔ ۱۵۴۶ء
میں شاہ ہنری ہشتم نے حکم نافذ کیا کہ ٹیڈل، کورڈیل کے ترجموں کے علاوہ وہ
ترجمے جن کی پابلیشمنٹ نے اجازت نہیں دی اور فرت اور وکلف وغیرہ حضرات
کی کتابیں نہ پڑھی جائیں۔ بلکہ جلاڈالنے کے لئے حکومت اور کلیساؤں کے افسروں
کے حوالہ کر دی جائیں۔ چنانچہ بشپ لندن کے حکم کے مطابق پال کر اس میں جلا
دی گئیں۔ ۱۵۵۴ء میں نماذ کی کتاب انجیل کے ساتھ جلائی گئی۔ ۱۵۵۵ء میں اس
مضمون کا اشتہار شائع ہوا کہ

”بدعتی کتابیں نہ کہیں بھیجی جائیں نہ پڑھی جائیں اور نہ ہی کوئی شخص اپنے
پاس رکھے“

پھر اسی جلد میں آگے چل کر لکھا ہے کہ :-

”ٹیڈیل کی ہارمنی تھیوڈورٹ کے وقت میں موجود تھی اور سب کلیسوں
میں پڑھی جاتی تھی۔ لیکن اس نے اس لئے اس کے تمام نسخے ضائع کر دیئے
تاکہ اس کی جگہ انجیل کو رائج کر سکے“

پروٹسٹنٹ فرقہ والوں نے جس میں پادری صاحب خود داخل ہیں اپنے غلبہ
کے ابتدائی دور میں کیتھولک فرقہ کے بہت سے ایسے کتب خانے جلاڈالے
تھے جن میں بیشتر دینی کتابیں ہی تھیں اور آج تک کیتھولک حضرات ان کے غم

۱۔ اور ہمارے ملک کی کرنسی کے مطابق یہ رقم

۲۔ وکلف WYCLIFF متوفی ۱۳۸۴ء (عیسائیت کیا ہے ص ۶۷) ۱۲ انجیل

میں مبتلا ہیں۔

لہذا اگر مطلقاً کسی کتاب کا جلا دینا قابل الزام ہے تو عیسائی حضرات بدرجہ اولیٰ ملزم قراءہ پائیں گے۔ اور عیسائی حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو تہمت لگاتے ہیں وہی تہمت بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الٹی ان پر آئے گی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے تو تحریف شدہ کتابیں جن کو عیسائی حضرات بھی ایسا ہی سمجھتے تھے جلوائیں۔ بخلاف عیسائیوں کے کہ انہوں نے تو وہ کتابیں ضائع کیں جنہیں وہ لوگ خدا کا کلام تسلیم کرتے تھے۔

پادری صاحب کا یہ قول کہ ”لیکن اس زمانہ کے محمدی اگر باپ دادوں کے الم میں کہتا ہوں کہ غریب مسلمانوں کو انگلستان جانے اور ان نسخوں کو دیکھنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کی کتب اسناد کے مصنفوں نے، ان کے حامی ہونے کے باوجود، ان کے بہت کچھ احوال سے ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ ان حضرات کی تحریروں کے اعتبار سے پادری صاحب کا دعویٰ ایک مغالطہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور پادری صاحب کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ یقینی طور پر یہ بات ثابت کر دیں کہ وہ نسخے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پیشتر کے لکھے ہوئے ہیں۔“

پادری صاحب کا تیسرا استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”جس حال میں ہم دلیل لایچکے کہ مقدس کتابیں نہ محمد کے وقت میں اور نہ اس کے بعد تحریف و تبدیل ہوئیں۔ پس ہم نے محمدیوں کے دعویٰ کے خلاف ہونے کو بجا و شافی ثابت کر دیا اور اب ہو سکتا تھا کہ ہم بے تامل اس مطلب کو چھوڑ کر دوسرے باب کے مطالب بیان کرتے لیکن درحالیہ بعض محمدی کبھی کبھی قرآن کے معنی نہ سمجھنے سے یا تعصب و کج بخشی کی راہ سے کہتے ہیں کہ کتب مقدمہ محمد کے

وقت سے پہلے تحریف ہوئے ہیں اور حال آنکہ ایسی بات قرآن کے بھی برخلاف ہے۔ مگر اب ہم اس حجت کا بھی مختصر جواب دیں گے۔ اس طرح سے اولاً مخفی نہ رہے کہ جو کچھ ہم نے اب تک پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کے تحریف نہ ہونے کی بابت ذکر کیا۔ اس حجت کے رد میں بھی جواب کافی ہے۔ کیونکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مسیحوں میں کتب مقدسہ اور قدیم معلموں کی کتابوں کے ایسے نسخے اب تک موجود ہیں جو محض ہمد کے زمانے سے کچھ مدت آگے اور بعضے ان میں سے خود حواریوں کے زمانے کے نزدیک لکھے گئے اور یہ بھی ہم نے انہیں جگہوں میں بیان کیا ہے کہ کتب مقدسہ کے دے (وہ) قدیم نسخے ان نسخوں سے جواب مسیحوں کے درمیان ہیں خوب ملتے ہیں۔ پس صاف معلوم ہو گیا کہ کتب مقدسہ محمد سے پہلے اور ہر وقت ایسی ہی تھیں جیسے اب ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگلے مسیحوں نے حواریوں کے وقت سے تین سو برس تک مسیح پر ایمان لانے اور انجیل قبول کرنے کے سبب یہودیوں اور بت پرستوں سے بہت ظلم اور دکھ سہے۔ چنانچہ لوگ ان سے دشمنی رکھتے اور دکھ دیتے اور ان کا مال و متاع زبردستی سے چھین لیتے تھے اور ان رہنجنوں اور مصیبتوں سے صرف ایک اتنی تسلی ان کے لئے باقی تھی کہ مسیح پر اعتقاد اور انجیل کے مضمون سے تسلی دلی اور خوشحالی روحانی انہیں حاصل تھی۔ پھول کی خاطر خلش خار کے متحمل ہوتے اور خوش رہتے تھے۔ لہذا اس دنیا میں ان کا بڑا خزانہ یہی انجیل تھی اور بس۔ سو اس سبب اپنی دولت و مال اور ہر چیز خوشی سے دے ڈالتے تھے تاکہ اس خزانے کی نگہبانی کریں۔ یہاں تک کہ بعض ان میں سے اپنا قتل ہونا اس سے بہتر سمجھتے تھے کہ بت پرست ان کی انجیل کو جلا دیوں۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسے مسیحی اپنی کتب مقدسہ

کی تحریف و تبدیلی پر راضی ہوئے ہوں۔ اس صورت میں ایسی حجت اور بحث درمیان میں لانا بڑی بے خبری اور کم عقلی ہے۔ پس بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ محمد سے پہلے بلکہ حواریوں کے زمانے تک بھی کبھی مسیحیوں کی مقدس کتابوں کے تحریف ہونے کا اتفاق نہیں ہوا اور پرانے اور نئے عہد کی کتابیں جیسی اصل میں تھیں اب تک ویسی ہی ہیں ۛ

جواب ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ ”پس ہم محمدیوں کے دعویٰ کو الخ“ صحیح نہیں ہے اور مسلمانوں کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام مقدس کتابوں کے نسخے تحریف سے محفوظ اور پاک تھے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظہور کے بعد ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتوں میں ہی تحریف ہوئی ہے اور بس۔ بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور دسویں صدی عیسوی تک عیسائیوں کے ہاں جھوٹ اور جعل سازی کا بازار بہت ہی گرم تھا، تو اس وقت تک بلاشبہ ان کتابوں میں بہت کچھ خرابیاں ہوئی ہیں۔ پادری صاحب کے قول ”لیکن در حالیکہ بعضے محمدی قرآن کے معنی نہ سمجھنے سے یا تعصب اور کج بحثی کی راہ سے الخ کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ غریب محمدی تو قرآن کے معنی سمجھتے ہیں اور انہوں نے تعجب اور کج بحثی نہیں کی مگر پادری صاحب یا تو عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کے سبب قرآن کے معنی غلط سمجھ گئے ہیں اور اس سبب کی بناء پر وہ قرآن کے معنی سمجھنے میں اکثر غلطی کرتے ہیں جیسے کہ ”ازالۃ الشکوک“ کے مقدمہ میں اور دیگر مقامات میں بھی صراحتہ معلوم ہوا ہے اور تحریف کے بارے

۱۔ ازالۃ الشکوک۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی اردو زبان میں ۲ جلدوں پر مشتمل تصنیف جس میں عیسائیوں کے ۳۹ سوالات کے جواب میں کل صفحات ۱۱۱۶ ہیں۔ مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۲۱۲ -

میں مسلمانوں کا وہی دعوائے عام ہے جو تیجھے مذکور ہوا ہے ۔

پادری صاحب کہتے ہیں ”مگر اب ہم اس حجت کا مختصر جواب دیں گے الخ“ لہذا ہم بھی پادری صاحب کی دونوں وجوہ کا یوں مختصر جواب دیتے ہیں کہ مقدس کتابوں کا کوئی پیرانا نسخہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں یہ یقین کیا جاسکے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے کا ہے اور پادری صاحب کا گمان ہمارے کام کا نہیں ۔ اور پھر قرونِ اولیٰ میں بھی تو تحریف ہوئی ہے ۔

پادری صاحب کا کہنا کہ ”اس صورت میں ایسی حجت اور بحث درمیان میں الخ“ تو مسلمانوں کا دعویٰ تو بفضل اللہ صحیح ہے اور پادری صاحب کی حجت اور بحث بے جا ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ بے خبر اور بے عقل کون ہے ؟ پادری صاحب کا قول ہے کہ ”پس بالیقین معلوم ہوتا ہے الخ“ چنانچہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے بھی تحریف کا ہونا ثابت ہو گیا تو پادری صاحب کا یہ یقین درحقیقت جمل مرکب کے سوا کچھ نہیں ۔

چوتھا استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”خلاصہ ۔ بعضے شخصوں کے اس قول پر بھی ہم متوجہ ہو کر تحقیق کرتے ہیں کہ گویا یہودیوں نے مسیح کے وقت میں دشمنی کے سبب ان مقاموں کو جن میں مسیح کا اشارہ تھا پرانے عہد کی کتابوں سے نکال ڈالا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح محمدیوں کا وہ اگلا دعویٰ بے دلیل تھا اسی طرح یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ صرف ایک خیال ہے بے بنیاد ، کیونکہ اگر یہودی مسیح کی خبریں اپنی مقدس کتابوں سے نکالتے تو پہلے ان آیتوں کو نکالتے جو صریح اور صاف گواہی دیتی ہیں کہ مسیح جس کا وعدہ یہودیوں کو دیا گیا تھا یسوع ہے

مثلاً اشعیاء کی فصل ۷ کی ۱۲ آیت اور اسی کتاب کی تمام فصل اور دانیال کی ۹ فصل کی ۲۴ آیت سے، ۲ تک اور موسیٰ کی پہلی کتاب کی ۹ فصل کی ۹ آیت سے ۱۲ تک

۱۔ ”لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا، دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوئیل رکھے گی“ (اشعیاء ۷: ۱۴) بائبل اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء ص ۶۶۶

۲۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیات یوں ہیں ”تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کا دی اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے اور بڑی ماستبانی قائم ہو رو یا و نبوت پر مہر ہو اور پاک ترین مقام ممسوح کیا جائے۔ پس تو معلوم کر اور سمجھ لے کہ یروشلم کی بجالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہوں گے۔ تب پھر باز تعمیر کئے جائیں گے اور فیصل بنائی جائے گی۔ مگر مصیبت کے ایام میں اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا اور اُس کا کچھ نہ رہے گا اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اُن کا انجام گویا طوفان کے ساتھ ہوگا اور آخر تک لڑائی رہے گی، بربادی مقرر ہو چکی ہے اور وہ ایک ہفتہ کے لئے بہتوں سے عہد قائم کر لے گا اور نصف ہفتہ میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا اور فیصلوں پر اجازت دے والی مکروہات رکھی جائیں گی یہاں تک کہ بربادی کمال کو پہنچ جائے گی اور وہ بلا جو مقرر کی گئی ہے اس اجاڑنے والے پر واقع ہوگی“ ۱۲ بنجیب

۳۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیات یوں ہیں :-

”یہوداہ شیر تبر کا بچہ ہے۔ اے میرے بیٹے! تو شکار مالہ کہ چل دیا ہے وہ شیر ببر بلکہ شیر کی طرح دیک کر بیٹھ گیا کون اسے چھیڑے، یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے اور قوتیں اس کی مطیع ہوں گی وہ اپنا جوان گدھا انگور کے درخت سے اور اپنی گدھی کا بیجہ اعلیٰ درجہ کے انگور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور مینا کی ۵ فصل کی ۲۱ آیت اور ذکر یا کی ۱۲ فصل کی ۱۰ آیت ۲۲ زبور
کی ۱۶، ۱۷، ۱۸ آیت۔ سوائے اس کے درحالیکہ خدا نے یہودیوں کو تاکید

(بقیہ حاشیہ ص سے آگے) کے درخت سے باندھا کرے گا وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک
کو آبِ انگور میں دھویا کرے گا۔ اس کی آنکھیں مے کے سبب سے لال اور اس کے دانت دودھ کے
وجہ سے سفید ہوں گے۔“ (پیدائش ۴۹ - ۱۲: ۹) ۱۲ بنجیب

پیدائش کے اس مذکورہ حوالے سے بعثتِ مسیح کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ
صراحت و صاف گواہی کا دعویٰ کیا جائے۔ ۱۲ بنجیب

۱۱ آیات یہ ہیں :- ”اے بنتِ افواج اب فوجوں میں جمع ہو۔ ہمارا محاصرہ کیا جاتا ہے۔ وہ
امرائیل کے حاکم کے گال پر چھڑی سے مارے جاتے ہیں۔ لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں
میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور امرائیل کا
حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے“ (میگاہ ۵: ۱-۲)

اس جگہ پادری صاحب کا ظہور مسیح پر استدلال تعجب خیز ہے۔ ۱۲ بنجیب

۱۲ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت یوں ہے ”اور میں داؤد کے گھرانے اور یروشلم کے باشندوں
پر فضل اور مناجات کی روح نازل کروں گا اور وہ اُس پر جس کو انہوں نے چھیدا ہے نظر کریں
گے اور اس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے اور اس کے لئے تلخ کام
ہوں گے جیسے کوئی اپنے پہلوٹھے کے لئے ہوتا ہے۔“ ۱۲ بنجیب

۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں یہ آیات یوں ہیں :- ”کیونکہ کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے،
بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے، وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں
میں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں
بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔“ ۱۲ بنجیب

کے ساتھ فرمایا تھا کہ اپنی کتابوں میں کچھ کمی بیشی نہ کریں۔ جیسا کہ موسیٰ کی ۵ کتاب کی ۱۲ فصل کی ۳۲ آیت میں لکھا ہے۔

پس اس حکم کے بموجب یہودی کتب مقدسہ کی محافظت پر ایسے متوجہ ہوئے ہیں کہ انہوں نے پرانے عہد کی ہر ایک کتاب کے تمام لفظ اور حرف گن گن کر جمع کئے ہیں کہ مبادا ایک لفظ یا ایک حرف کم و بیش ہو جائے اور اگر پرانے عہد کی کتابوں کے وے (وہ) نسخے جو مسیحیوں کے پاس موجود ہیں ان نسخوں سے جو یہودیوں میں رائج ہیں مقابلہ کئے جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ بلا کم و بیش ٹھیک ٹھیک آپس میں موافق ہیں۔ پھر پہلے مسیحی اکثر یہودی تھے۔ پس اگر یہود کے معلم مسیح کے زمانے میں یا اُس سے پہلے پرانے عہد کی مقدس کتابوں کو تحریف کرتے تو وے (وہ) البتہ اس بات سے آگاہ ہو کر مسیحی ہونے کے بعد اُس کو ظاہر کرتے حال آنکہ مسیحیوں کی کتابوں میں کچھ خبر نہیں ہے کہ یہودیوں نے مقدس کتابوں کی ان پیشین گوئیوں کو جو مسیح کی طرف اشارہ کرتی تھیں نکال ڈالا ہو۔ ہاں مگر مسیحی دین کے پہلے معلم فقط یہی سچا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہودیوں نے ان آیات کو جن میں یسوع مسیح کا اشارہ ہے نالائق اور نامناسب طور پر تفسیر اور خلاف بیان کیا ہے۔“

۶۶

۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :-
 ”جس جس بات کا میں حکم کرتا ہوں تم احتیاط کر کے اس پر عمل کرنا اور تو اس پر نہ تو
 کچھ بڑھانا اور نہ اس میں سے کچھ گھٹانا۔“

جواب | میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کا ”بعضہ شخصوں کی“ الحز کہنا صحیح نہیں کیونکہ یہ بعض کی نہیں بلکہ متقدمین مسیحیوں کی عام رائے تھی کہ عبرانی نسخے کے بعض مقامات میں یہود نے قصداً تحریف کی ہے۔ اور آپ کے بڑے بڑے مشائخ نے یہودیوں کے اوپر ہی تحریف کا الزام عائد کیا ہے۔

جسٹن شہید نے تو کئی ایسی پیشین گوئیاں پیش کی ہیں جن کو یہودیوں نے مقدس کتابوں سے نکال ڈالا ہے۔ دوسرے مشائخ نے بھی اسی طرح کیا ہے جیسا کہ کریزائیم کہتا ہے کہ ”یہودیوں نے بہت سی کتابیں گم کر دیں، بعض پھاڑ ڈالیں اور بعض جلادیں۔“ آگسٹائن نے الزام عائد کیا ہے کہ یہودیوں نے بزرگوں کی عمر کی تارہ نچوں کو بدلا ہے۔ پس اگر پادری صاحب کے نزدیک یہودی پاک دامن ہیں تو پھر ان کے یہ پیشوا محرف و مفتری تھے کہ اپنی طرف سے پیشین گوئیاں گھڑ کے پیش کرتے اور دعویٰ یہ کرتے کہ یہ مقدس کتابوں میں تھیں مگر یہودیوں نے ان کو نکال ڈالا ہے۔ پادری صاحب اگر ہمیں ارشاد فرمائیں تو ہم یہودیوں کو پاک دامن سمجھ کر تحریف کی نسبت آپ کے مقتداؤں کی طرف کیا کریں۔

پہلی پیشین گوئی | پادری صاحب کے قول ”تو پہلے ان آیتوں کو نکالتے جو صریح ہیں کہ اول تو (ان میں گواہی) صریح اور صاف نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک بھی ایسی صریح نہیں ہے کہ بلا تکلف حضرت عیسیٰ پر چسپاں ہو سکے۔ مثلاً یسعیاہ (اشعیا) کے ساتویں باب کی آیت ۴ کے معنی میں خود علمائے اہل کتاب کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس آیت میں حضرت یسعیاہ نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ لڑکا جنے گی، وہ لڑکا اچھی طرح ہوش سنبھالنے نہ پائے گا کہ احاذ کے دشمن پامال ہو جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر ہنس نے اس بارے میں یہی لکھا ہے اور یہی

معنی قرین قیاس بھی ہیں۔ کیونکہ ربط کلام اسی بات کا مقتضی ہے اور آیت ۱۶ بھی اسی بات کی تصدیق کرتی ہے۔ ورنہ اس آیت کے کچھ معنی ہی نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ حضرت یسعیاہ بادشاہ احاذ کو تسلی دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُس لڑکے کے ہوتے ہی چند روز بعد اس کے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ لہذا یہاں اگر حضرت مسیح مراد لئے جائیں تو احاذ کو اس سے کیا تسلی ہوتی؟ کیونکہ اس کے زمانے سے حضرت عیسیٰ تک سات سو برس سے بھی زیادہ کا عرصہ ہے۔ اس سے قطع نظر اسی باب کی آیت ۸ میں اس کے وقوع کی میعاد ۶۵ برس کے اندر مقرر ہوئی ہے۔ لہذا مذکورہ باتیں اس مدت کے اندر ہونی چاہئیں۔ نہ یہ کہ ان کا وقوع سات آٹھ سو سال کے بعد ہو۔

۱۷ آیت مذکور فارسی ترجمہ ۸۴۵ء میں یوں ہے: ”ذیراکہ پیش آندانکہ آن کودک برو نمودن بدی و برگزیدن بولی را بدانند از مینے کہ ازان ناخوشت می آید اندہر دو پادشاہش متروک خواہند ماند۔ ۱۲ من المصنف

جدید فارسی ترجمہ ۸۴۵ء میں آیت اس طرح ہے ”زیرا قبل از آنکہ پسر ترک خودن بدی و اختیار کردن خویر ابدانند مینیکہ شما اندہر دو پادشاہ آن میترسید متروک خواہد شد“ ۱۲ انجیب
 ۱۸ آیت مذکورہ فارسی ترجمہ ۸۴۵ء میں اس طرح ہے: ”ذیراکہ راس آدم دمشق است و راس دمشق زمین است و در مرور شصت و پنج سال افریم انجناں شکست بیاید کہ دیگر قویے نباشد“ ۱۲ من المصنف

جدید اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے: ”کیونکہ آدم کا دار السلطنت دمشق ہی ہوگا اور دمشق کا سردار زمین اور پینٹھ برس کے اندر افرایم ایسا کٹ جائے گا کہ قوم نہ رہے گا“ (۸: ۶) ۱۲ انجیب

باقی رہا وہ لفظ جس کے معنی ”کنواری“ ترجمہ ہوتے ہیں۔ اور وہ عیسائیوں کے زعم میں گویا بڑی قوی دلیل ہے۔ تو اسی لفظ کا ترجمہ سمیکس، ایکویلا اور تھیوڈوشن نے جو ان عورت کیا ہے۔ اب اس صورت میں یہ پیشین گوئی کسی حالت میں ایسی صریح نہیں کہ بلا تکلف اس کو حضرت عیسیٰ پر چسپاں کیا جاسکے۔

دوسری پیشین گوئی | اور دوسری پیشین گوئی جو یسعیاہ باب ۵۳ میں ہے اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس میں حضرت یسعیاہ حضرت یرمیاہ کے غم کا بیان کرتے ہیں۔

تیسری پیشین گوئی | اور تیسری خبر دانی ایل کے نویں باب کی بھی حضرت مسیح پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس معینہ میعاد کے اندر حضرت عیسیٰ

کا ظہور نہیں ہوا۔ بالفرض یہ بھی مان لیں کہ یہاں دن سے مراد سال ہے جیسا کہ اب عیسائی حضرات توجیہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ان لوگوں کی محض ہٹ دھرمی ہے۔ تو بھی یہ خبر حضرت عیسیٰ پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسی باب کی آیت ۲۵ میں ان کے آنے کی میعاد ۶۹ ہفتے، جس کے ۴۸۳ دن ہوتے ہیں، مقرر ہوئی تھی۔ پس اگر ان دنوں کو سال بھی قرار دیں تب بھی بادشاہ قرش نے جو عزرا کو پہلا فرمان دیا تھا۔ اس وقت سے حضرت مسیح تک مذکورہ ایام کے برابر سال نہیں ہوتے بلکہ اس وقت تک ۵۳۶ سال بنتے ہیں۔ اور مورخ یوسیفس کے نزدیک تو اس فرمان سے حضرت عیسیٰ تک چھ سو برس کے قریب گزرے ہیں۔ علاوہ بریں اس میں ختم نبوت کا بھی ذکر ہے۔ تو اس صورت میں پھر حوالہ یوں کی نبوت کہاں سے ثابت ہوگی۔ لہذا عیسائی حضرات کو چاہیئے کہ اس دعویٰ سے دستبردار ہی اختیار کر لیں۔

۱۔ یہ معینہ مدت ستر ہفتے رکھی گئی تھی۔ ملاحظہ ہو دانی ایل باب ۹ آیت ۲۴ ترجمہ اردو جہد ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۲ء - ۱۲ نجیب :-

ہوتھی پیشین گوئی اور چوتھی پیشین گوئی جو عیسائیوں کے زعم میں بڑی قوی دلیل ہے
یعنی حضرت موسیٰ کی پہلی کتاب کی خبر۔ سو وہ بھی حضرت عیسیٰ پر
مندرجہ ذیل کسی وجہ سے صادق نہیں آتی۔

اول :- یہ کہ سپسٹر یعنی ریاست کی جبریت اور لاگور یعنی حاکم کے لفظ اس بات
کے مقتضی ہیں کہ حضرت مسیح کے آنے تک اُس قوم میں حکومت رہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا
کیونکہ پیدائش مسیح سے چھ سو برس پیشتر وہ پوری قوم قید ہو کر بابل کو گئی۔ اور اسی طرح مصریوں
اور رومیوں کی غلامی کرتی رہی۔ انتھیوکس کے عہد میں تو بڑے مصائب میں مبتلا تھی۔

دوم :- یہ کہ بالفرض اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ لفظ عصا (یعنی جبریت ریاست)
اور حاکم سے شناخت قوم مراد ہے۔ جیسا کہ اب عیسائی لاچار ہو کر تاویل کرتے ہیں۔
تو بھی کچھ بات نہیں بنتی۔ کیونکہ یہ بات تو حضرت عیسیٰ کے بعد تک بھی موجود رہی چنانچہ
تواریخ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک یہود عرب میں ہی
بہت سے علاقوں پر قابض اور خود مختار و آزاد تھے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ان پر ایسی تباہی آئی کہ پھر ان میں کوئی حکمران نہیں ہوا۔ اور جہاں کہیں بھی رہے
دوسری اقوام کے مطیع ہو کر رہے ہیں۔ پس اس پیشین گوئی میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مراد لئے جائیں تو مصادیقہ نہیں ہوگا۔

سوم :- یہ لفظ شیلوح کے معنی میں اختلاف ہے۔ لاطینی میں ”دلگیت مین“
(وہ جو بھیجا جانے کو ہے) ترجمہ ہوا ہے۔ اور سہواً جنت میں ”چیزیں اُس کے لئے
رکھی ہیں“ یا ”وہ جس کے لئے وہ رکھا ہے“ ترجمہ کیا گیا ہے۔ سریانی میں اس لفظ
کا ”وہ جس کا وہ ہے“ ترجمہ ہوا ہے۔ مشہور اور عظیم عیسائی محقق و مفسر لیکلرک اُس
لفظ کا ترجمہ ”اُس کا انجام“ یا ”موقوف ہونا“ کرتا ہے۔

لہذا اس حالت میں تو یہ خبر حضرت عیسیٰ پر ہرگز چسپاں نہیں ہوتی۔ بہر حال یہ پیشین گوئی

بھی ایسی صریح نہیں ہے کہ بلا تکلف حضرت عیسیٰ پر صادق آئے۔

باقی تین پیشین گوئیاں جن کو پادری صاحب نے صریح قرار دے کر یہاں نقل کیا ہے ان کا حال مذکورہ بالا پیشین گوئیوں سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ میکاہ کی عبارت میں وعدہ ہے کہ شخص موعود حاکم ہو گا اور حضرت عیسیٰ حاکم نہیں تھے۔ چنانچہ اسی سبب سے یہود حضرت عیسیٰ کو مسیح برحق تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا گمان تھا کہ مسیح دنیا میں بادشاہت اور داؤدی سلطنت کو قائم کرے گا اور ان کے عہد مبارک میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے سب کے سب جمع ہو کر یکجا رہیں گے۔ حواری بھی حضرت عیسیٰ کی زندگی میں ان کی دنیاوی بادشاہت کے منتظر رہے۔ ذکر کیا کی خبر میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جو کہ حضرت عیسیٰ پر صادق آتا ہو۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے خود متکلم ہے اور زبور ۲۲ میں حضرت داؤد اپنا حال بیان کرتے اور خدا تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں۔ لہذا اس کا حضرت عیسیٰ سے کچھ تعلق نہیں۔ چنانچہ آیت ۱۸۶ کی شرح میں ارچہ یکن لا اندلف نے لا چار ہو کر یوں لکھا ہے کہ اتنا تو سچ ہے کہ داؤد کے دشمنوں نے اُس کا مال لوٹ لیا اور سامان تباہ کر دیا۔ اسی طرح گہرین نے بھی آیت ۱۶ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک معنی کے لحاظ سے تو یہ الفاظ حضرت داؤد پر صادق آتے ہیں لیکن پورے حضرت عیسیٰ پر ہوتے۔

بہر حال ان میں سے بھی کوئی پیشین گوئی ایسی صریح نہیں کہ بلا تکلف حضرت عیسیٰ پر صادق آ سکے۔ اس پر بھی لطف یہ ہے کہ یہودیوں نے ان میں سے بھی بعض میں تحریف کر ڈالی۔ مثلاً زبور ۲۲ جس کا تذکرہ زبور ۲۲ میں صفحہ ۵۱ پر گزرا ہے اور میکاہ کے باب ۵ کی آیت صفحہ ۲۱ میں گزری اور دانی ایل کی پیشین گوئی میں ایک

۱۔ یہ سہ اس سورہ کا ہے اعجازِ عوی کے اصل نسخے میں ص ۱۰ درج ہے۔ ۱۰

۲۔ ص ۱۴۱ ۔ ۱۲ عجیب

اہا دے کر اُس کو ایسا بگاڑ ڈالا کہ اب حضرت عیسیٰ پر ہر گز چسپاں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ڈاکٹر بریٹ اپنے رسالہ میں جو وائٹسن کی تیسری جلد میں شامل ہے یہی لکھتا ہے۔ ثانیاً اگر صریح ہونا ان کا مان بھی لیں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بعض مقامات پر ایسی پیشین گوئیاں سچ رہی ہیں تو دوسرے مقامات میں تحریف نہ ظہور پذیر ہوتی ہو اور ممکن ہے کہ اس سے صریح پیشین گوئیاں نکال ڈالی گئی ہوں جیسا کہ جیٹسن نے واضح کیا ہے اور کچھ محض قدرتِ خداوندی سے ان کی ایسی بے ایمانی کے باوجود ان پر الزام کے لئے باقی رہ گئی ہوں۔ ثالثاً آپ کے متاخرین مفسرین نے مجبور ہو کر بعض مقامات میں تحریف کا برملا اعتراف کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گنر چکا ہے۔

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”یہودی کتب مقدسہ کی محافظت پر الخ“ کے بارے میں ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی محافظت پر کس وقت توجہ دی ہے۔ اگر یہ توجہ ولادتِ مسیح سے قبل یا ابتدائی صدیوں میں کی ہوتی۔ تو پھر ان کتابوں میں کیونکر وہ خرابیاں پیدا ہوئیں جن میں سے کچھ کا اقرار آپ کی مستند ترین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اور اس بگاڑ کے اسباب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ کیونکہ ایسی محافظت کی وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ تمام جہان کے نسخوں میں غلطی واقع ہو جاتی جسکو بعض مقامات پر کاتبوں کے مراد بعض جگہوں میں اوروں کے مرتھوپا جاتا ہے۔ اسی طرح الحاقی فقروں کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ فلاں وقت میں فلاں شخص نے فلاں جگہ میں فلاں لفظ یا فقرہ نہ یاد کیا ہے۔ حالانکہ مستند کتب کے مصنفین میں سے کسی کو بھی ایسی بات معلوم نہ ہو سکی۔ اور ایسی محافظت میں یہ بھی ممکن نہ تھا کہ کسی ایک نسخہ میں مصنف کی اصل عبارت اول سے آخر تک محفوظ نہ رہتی۔ حالانکہ ہورن صاحب اقرار کرتے ہیں کہ کسی ایک نسخہ میں اول سے آخر تک سب کی سب اصل عبارت مصنف کی محفوظ نہیں رہی اور اگر ایسی محافظت اب پچھلے زمانے میں کی ہے تو مسلم۔ مگر

ایسی محافظت کس کام کی۔ کیونکہ چودہ صدی تک تو اس موجودہ طرز کے باب اور آیات متعین نہیں کئے گئے تھے، حروف کی گنتی کا تو ذکر ہی کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسحاق نامتھان یہودی نے پندرہویں صدی میں آیات کے نشان مقرر کئے۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵۶ میں اس کا حال بیان کیا ہے۔ پس اگر اس کے بعد محافظت ہوئی بھی تو کیا فائدہ؟ یہود تو اپنا کام پہلے ہی کر چکے تھے۔

ان کا یہ کہنا کہ ”پھر پہلے مسیحی الخ تو میں کہتا ہوں کہ ان بے چاروں نے تو بہت شور مچایا کہ یہود نے تحریف کی ہے جیسا کہ جسٹن، کمریزاسٹیم اور آگسٹائن اور دیگر قدامد کے بارے میں گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ان کا یہ قول کہ ”حال آنکہ مسیحیوں کی کتابوں میں الخ“ ان کا علم و فضل اور ان کی دیانت و صداقت کو روشن اور ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ یہودیوں کی تحریف کرنے کا حال تو جسٹن، کمریزاسٹیم اور آگسٹائن وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے اور ان سے ہورن، تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین، ڈاکٹر بریٹ، ہمفرڈ اور واٹی ٹیکٹر وغیرہ متاخرین حضرات نے نقل کیا۔

پس میں پوچھتا ہوں کہ پادری صاحب نے ان میں سے کوئی کتاب دیکھی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں تو پادری صاحب کی دیانت و صداقت کا حال آشکارا ہو جاتا ہے کہ حقیقت جاننے کے باوجود حق کو چھپاتے ہیں اور دوسری صورت میں افسوس کی بات یہ ہے کہ پادری صاحب کا حال تو یہ ہے کہ اپنی مشہور کتابوں سے بھی واقفیت نہیں رکھتے اور اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آکر قرآن شریف کی خلاف واقع تفسیر کر کے اس کو مفسترین کے مرتھوپتے ہیں۔ سبحان اللہ! چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔ ایسی صورت میں پادری صاحب مسلمانوں کے

۱۷ میں کتاب لکھنے پر کس برتے پر مستعد ہوئے۔ یہ منہ اور یہ مسالہ۔ دوستو! ڈرنے کا مقام ہے۔ عجب زمانہ آیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں قلم کا غد ہوتا ہے جو جی میں آتا ہے لکھتا چلا جاتا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ مسیح یا حواریوں نے کسی مقام پر ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہودیوں نے مقدس کتابوں میں تحریف کی ہے بلکہ اس کے برعکس اس بات کی گواہی دی ہے کہ عہد عتیق کی مقدس کتابیں خدا کا کلام ہے۔ نیز اس کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر اس طرح کہ یوحنا باب ۵ کی آیت ۳۹ میں مسیح نے فرمایا ہے :-

”تم کتاب مقدس میں ڈھونڈتے ہو کیونکہ سمجھتے ہو کہ اس میں ہمیشہ کی زندگی نہیں

ملتی ہے اور یہ وہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے“ ۱۷

اور ۲۔ تھیٹس باب ۳ کی آیت ۱۶ میں یوں ہے :-

”د ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے تعلیم اور انزام اور اصلاح اور راستبازی

میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے“ ۱۸

متی باب ۵ کی آیت ۱۷، ۱۸ میں مسیح نے یہودیوں سے کہا :-

”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ

کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب

۱۷ ۱۸ کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”کتابوں میں ڈھونڈو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ ان میں

تمہارے لئے ہمیشہ کی زندگی ہے اور یہ وہی ہیں جو میرے لئے گواہی دیتی ہیں“ ۱۲ انجیل

۱۹ ۲۰ کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”ساری کتاب (یعنی عہد عتیق کی ساری کتاب) الہام سے ہے

اور تعلیم اور انزام اور سدھارنے اور راستبازی میں تربیت کے واسطے فائدہ مند ہے“ ۱۲ انجیل

تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ
ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔“ ۱۷

پھر یوحنا باب ۵ کی آیت ۴۶، ۴۷ میں درج ہے ان سے فرمایا :-
”کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے
حق میں لکھا ہے۔ لیکن جب تم اس کے نوشتوں کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں
کا کیونکر یقین کرو گے۔“ ۱۸

متی باب ۲۲ کی آیت ۳۱، ۳۲ میں یوں کہا ہے :-
”مگر مردوں کے جی اٹھنے کی بابت جو خدا نے تمہیں فرمایا تھا کیا تم نے وہ
نہیں پڑھا کہ میں ابراہام کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؟
وہ تو مردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے۔“ ۱۹

۱۷ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی
کتابیں منسوخ کرنے آیا۔ میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے آیا کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ
جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا جب
تک سب کچھ پورا نہ ہو۔“ ۱۲ بحیب

۱۸ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان
لاتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے لیکن جب تم اس کے لکھے ہوئے پر ایمان
نہیں لاتے تو میری باتوں کو کیونکر یقین کرو گے۔“ ۱۲ بحیب

۱۹ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”مردوں کے جی اٹھنے کی بابت خدا نے جو
تمہیں فرمایا کیا وہ تم نے نہیں پڑھا کہ میں ابراہام کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں،
خدا مردوں کا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے۔“ ۱۲ بحیب

پھر یوحنا باب ۱۰ کی آیت ۳۵ میں یہودیوں کے بارے میں فرمایا :-

”جبکہ اُس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا ^{اٹھ}“

اور لوقا باب ۲۴ کی آیت ۲۵ تا ۲۷ میں اپنے شاگردوں سے کہا :-

”..... اے نادانوں اور نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سست اعتقاد!

کیا مسیح کو یہ دکھ اٹھا کہ اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا۔ پھر موسیٰ

سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اُس

کے حق میں لکھی ہوتی ہیں وہ ان کو سمجھا دیں“

اور لوقا باب ۱۶ کی آیت ۲۹، ۳۱ میں مرقوم ہے کہ مسیح نے ایک تمثیل

میں فرمایا :-

”ابراہیم نے اس سے کہا ان کے پاس موسیٰ اور انبیاء تو ہیں ان کی سنیں...

اس نے اس سے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سنتے تو اگر مردوں

میں سے کوئی جی اٹھے تو اس کی بھی نہ مانیں گے“

۱۔ یہ آیت قدیم ترجمہ میں یوں ہے :- ”ان کے پاس خدا کا کلام آیا“

۲۔ یہ آیت قدیم ترجمہ میں یوں ہے :- ”اے نادانوں اور نبیوں کی ساری باتوں

کے ماننے میں سست مزاجو! کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح دکھ اٹھا وے اور اپنے جلال میں داخل

ہو اور موسیٰ اور سب نبیوں کی وے باتیں جو سب کتابوں میں ہیں شروع سے اُن کے

لئے بیان کیں“ ۱۲ انجیل

۳۔ ۱۸۴۲ء کے ترجمہ میں یوں ہے :- ”ابراہیم نے اُس سے (یعنی دولت مند سے) کہا کہ ان کے

پاس موسیٰ اور نبی ہیں چاہیے کہ وے ان کی سنیں“ پھر فرمایا کہ ”جب موسیٰ اور نبیوں کی نہ سنیں

گے تو مردوں میں سے کوئی اٹھے اس کی نہ مانیں گے“ ۱۲ انجیل

ہم کہتے ہیں کہ مسیح اور حواریوں نے تو کہیں یہ بھی نہیں کہا کہ سامریوں نے اپنی توریت کے نسخہ میں تحریف کی۔ لہذا پادری صاحب کے نزدیک وہ بھی غیر محرف ہونا چاہیئے۔ حالانکہ جمہور یہودی اور عیسائی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں نے عیسا کی جگہ گندرم بنالیا ہے اور احکام عشرہ میں ایک حکم اپنی طرف سے گھڑ کے داخل کر دیا۔ پس حضرت مسیح اور حواریوں کا اس امر میں خاموش رہنا اور یہود کو تحریف کا الزام نہ دینا عدم تحریف کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

پادری صاحب کا قول کہ ”بلکہ اوس کے برعکس گواہی دی.... الخ“ ہم کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے پادری صاحب کا استدلال کرنا کٹی و جود سے غلط ٹھہرتا ہے :-
اولاً : یہ کہ عہد جدید کی کتابیں بلا سند اور غیر متواتر ہیں۔ ان میں الحاق ہوا ہے اور وہ محرف بھی ہو گئیں لہذا ان سے سند پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً :- یہ کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ ان خاص آیتوں میں تحریف نہیں ہوئی اور یہ الحاقی بھی نہیں ہیں تب بھی ان سے عہد عتیق کا استناد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں سے ایک آیت میں بھی نہ تو سب کتابوں کے نام مذکور ہیں اور نہ ہی ان کی تعداد بتائی گئی ہے۔ تو کس طرح یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کتابیں جن کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے یہ وہی کتابیں ہیں جو اب عیسائیوں کے ہاں مستعمل ہیں۔ اور اگر پادری صاحب یہ کہیں کہ یہودیوں کے ہاں یہی کتابیں الہامی مانی جاتی تھیں تو یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کے ہم عصر یہود کتاب دانی ایل کو وحی سے لکھی ہوئی نہیں مانتے تھے اور نہ ہی دانی ایل کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح عیسائی متقدمین عیسائی حضرات کے نزدیک کتاب آستر بھی مشتبہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ملیٹو کی قانونی کتابوں کی فہرست میں بھی داخل نہیں۔ اور کتاب حزقی ایل کے بارے میں بھی سند روم کے علماء کو شبہ تھا کہ قانون میں داخل کی جائے یا نہیں؟ چنانچہ ان کتابوں

کا مفصلہ ال متقدمہ کی فصل اول میں گزر چکا ہے ۔
مشہور مورخ یوسفیس جس کی گواہی عہد عتیق کے بارے میں انتہائی معتبر سمجھی جاتی
ہے وہ سن ۱ میں ہوا ہے ۔ وہ صرف اتنا لکھتا ہے :-

”ہمارے یہاں ہزاروں کتابیں نہیں ہیں کہ ایک دوسری کی مخالفت اور متناقض
ہوں بلکہ ہمارے ہاں صرف بائیس کتابیں ہیں اور ان میں تمام گزشتہ زمانوں
کا حال ہے اور وہ الہامی خیال کی جاتی ہیں ۔ ان میں سے پانچ موسیٰ کے
ذریعہ آئی ہیں ۔ ان میں آئین اور عالم کی پیدائش سے موسیٰ کی وفات تک
کا احوال ہے ۔ ان کی وفات کے بعد سے ادیشیر بادشاہ تک پیغمبروں نے
اپنے اپنے وقت کا حال تیرہ کتابوں میں تحریر کیا ہے ۔ باقی چار کتابیں
خدا کی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں “

پس اگر اس گواہی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسفیس
حضرت موسیٰ کی تصنیف پانچ کتابیں بتاتا ہے اور انہیں مانتا بھی ہے ۔ لیکن اس سے
یہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ یہی موجودہ پانچ کتابیں ہیں ۔ یا وہ پانچ کتابیں ان
موجودہ کتب کے لفظاً لفظاً موافق تھیں ۔ بلکہ اس کی تائید سے تو اس کے برخلاف
معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں کی تائیدوں کے احوال میں گزر چکا ہے اور باقی
کتابوں کی نسبت تو اس گواہی سے کچھ سند نہیں نکل سکتی ۔ کیونکہ یوسفیس کہتا ہے کہ
موسیٰ کی موت سے ادیشیر کے زمانہ تک کا سب پیغمبروں نے تیرہ کتابوں میں
حال لکھا ہے ۔ اور باقی چار کتابیں حمد و ثناء پر مشتمل ہیں جن کا مجموعہ سترہ ہوتا ہے ۔ مگر

۱۔ یہ ایک یہودی کاہن تھا اور اپنے عہد کے بادشاہوں کا منظورِ نظر، اس نے یونانی زبان میں
اپنی قوم کی تائید کی تھی ۔ ۲۔ تقی

اب حال یہ ہے کہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کے علاوہ عہد عتیق میں چونتیس کتابیں شامل ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ کتاب ایوب کو بعض علماء حضرت موسیٰؑ سے پہلے کی تصنیف بتاتے ہیں چنانچہ اس کا مفصل تذکرہ مقدمہ کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔

علاوہ بریں اس دور میں اور بھی بہت سی کتابیں تھیں اور انہیں متقدمین عیسائی بھی تسلیم کرتے تھے۔ مثلاً کتاب طوبیا، کتاب یہودست، کتاب دانش، کتاب باروخ اور کلیسائی پند و نصائح وغیرہ۔

مگر اب وہ جعلی قرار پا کر پروٹسٹنٹوں کے نزدیک واجب التسلیم نہیں ہیں۔ پس ممکن ہے کہ یہاں وہ بھی مراد ہوں۔ لہذا دوسرے تھقو لک اور یونانی فرقوں کے لئے ان کتابوں کے مستند ہونے پر بڑی دلیل ہوگی۔ قطع نظر اس سے کہ ان میں بہت سی کتابیں اب بھی گمشدہ ہیں اور مذکورہ گواہی میں ان کتابوں کی طرف اشارہ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ یہی یوسفس جو عیسائیوں کے نزدیک انتہائی معتبر مورخ ہے، حضرت حزقی ایل کی طرف دو اور کتابیں منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حزقی ایل نے یروشلیم کی تباہی اور صد قیامہ کے بابل کو نہ دیکھنے کے بارے میں پیشین گوئی کر کے اس ملفوظ کو یروشلیم میں بھیج دیا۔ پس اب وہ ملفوظ کہاں ہے۔ اسی طرح اور بھی کتابیں گم ہیں۔ چنانچہ ان کا حال مقصد دوم کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔

ثالثاً: یہ کہ بالفرض اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ان آیات میں انہی کتابوں کی طرف اشارہ ہے تو بھی ان سے عہد عتیق کی عدم تحریف کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ گواہی ہمارے دعوے کے مخالف نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ ان آیات سے صرف اتنا ہی ثابت ہو گا کہ یہ کتابیں اس وقت میں مروج اور یہودیوں کے یہاں واجب التسلیم تھیں۔ چنانچہ پہلی جن کی کتاب کو پادری صاحب نے بھی بہت مستند قرار دے کر حل الاشکال کے صفحہ ۱۵۵ میں کتاب اسناد میں ذکر کیا ہے۔ اپنی کتاب میں تیسرے حصہ کے

تیسرے باب میں یوں لکھتا ہے :-

وہ ہمارے شفیع نے بلاشبہ آئین موسیٰ کو من جانب اللہ کہا ہے اور میں اس بات کو مشکل سمجھتا ہوں کہ اس کا آغاز اور وجود اور کی طرف سے ہو خصوصاً اس حال میں کہ یہودی لوگ جو مذہب میں آزادی اور اور چیزوں میں مثل فن لطائی اور صلح کے لڑکے تھے، توحید خدا کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں اور خدا کے بارے میں ان کے مسائل بہتر ہوں اور دوسرے لوگ بہت سے معبودوں کے قائل ہوں اور بلاشبہ ہمارے شفیع نے ان کے اکثر لکھنے والوں کی نبوت کو تسلیم کیا ہے اور اس حد تک ہم عیسائیوں کو جانا واجب ہے اور پورا عہد عتیق، یا ہر ہر فقرہ کی سچائی اور ہر کتاب کے اصل ہونے اور تحقیق کر کے لکھنے والے کے لئے دین عیسوی کو مدعا علیہ کرنا (یعنی اس کی حقانیت کے خلاف دعویٰ کرنا) نہ یادہ تو میں نہیں کہتا لیکن بلا ضرورت تمام سلسلہ کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ یہ کتابیں عام پڑھی جاتی تھیں اور ہمارے شفیع کے ہمعصر یہودی ان کو مانتے تھے۔ اُس نے اور اُس کے حواریوں نے تمام یہودیوں سمیت ان کی طرف رجوع کیا ہے اور شاہد کیا ہے اور استعمال میں لائے ہیں۔ پھر بھی اس استعمال اور رجوع سے سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہاں حضرت عیسیٰ نے کسی پیشین گوئی کے بارے میں صاف کہہ دیا کہ یہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے۔ وگرنہ فقط آنا ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور اور مسلم تھیں۔ اور ہماری مقدس کتابیں یہودی کتابوں کے لئے بہترین گواہی ہیں۔ مگر اس گواہی کی حقیقت بھی سمجھنی چاہیئے کہ وہ یقیناً عام طور پر بیان کی گئی خاصیت سے مختلف ہے۔ یعنی استحکام خصوص ہر معاملہ اور ہر لڑائی کا بلکہ ہر کام کی علت مجہ

اس علت کے قیاس کے بھی ۔

یعقوب اپنے خط میں کہتا ہے کہ تم نے ایوب کا صبر سنا ہے اور خداوند کا مطلب دریافت کیا ہے ۔ اس کے باوجود مذہب عیسائی کے علماء میں ایوب کے حالات کی حقیقت بلکہ ایسے شخص کے وجود پر بھی ہمیشہ نزاع اور گفتگو رہی ہے اور یعقوب کی گواہی اتنی ہی خیال کی گئی ہے کہ اُس وقت میں یہودی اس کتاب کو بھی مانتے تھے اور بس ۔

پولس تیمتھیس کے نام دوسرے خط میں ایسی ہی مناسبت رکھتا ہے اور جس طرح یاناس اور یمبراس نے موسیٰ کی مخالفت کی اسی طرح وہ صدق کے مخالف ہیں اور یہ نام عہد عتیق میں موجود نہیں ہیں ۔ اور معلوم نہیں کہ پولس نے ان کو کسی جھوٹے ملفوظوں سے لیا ہے یا باعتبار روایت کے معلوم کیا ہے ۔ لیکن کسی نے بھی یہاں تحقیق نہیں کی کہ اس جگہ پولس ملفوظ سے سند لیتا ہے ۔ اگر وہ احوال لکھا ہوا تھا جس کو اس نے نقل کیا یا وہ اپنی طرف سے اس روایت کی سچائی کا دعویٰ کرتا ہے ۔ چہ جائیکہ اس نے ان سوالوں کے سبب سے اپنے تئیں مبتلا کیا ہو کہ اس کی تائید اور رسالت اس حال کے تحقیق پر موقوف ہے کہ آیا یاناس اور یمبراس موسیٰ کے مقابلے میں آئے تھے یا نہیں ؟ پھر کس سبب سے چاہیئے کہ اور حالات کی تحقیق کی جائے ۔

میری اس تقریر سے یہ غرض نہیں کہ یہودیوں کی تائید کے اور فقرے بہ نسبت تائید ایوب اور یاناس اور یمبراس کی بہتر گواہی نہیں رکھتے ۔ بلکہ میں دوسری طرح خیال کرتا ہوں ۔ اول میری مراد یہ ہے کہ عہد جدید میں کسی فقرہ کا عہد عتیق کی طرف رجوع ، اس فقرہ کی ایسی صداقت مقرر نہیں کہ دیتا کہ اس کے

باعتبار ہونے یا اس کی دلیل خارجہ جی جو اس کے اعتبار کی بنیاد ہے اس کی تحقیق کی حاجت ہی نہ ہو۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ یہودیوں کی تائیدِ نسخ کی نسبت یہ قاعدہ مقرر کریں کہ یہودیوں کی کتابوں کی ہر بات کو سچ ہونا چاہیئے اور نہ یہ کہ وہ سب کتابیں جھوٹی ہیں کیونکہ یہ قاعدہ کبھی دوسری کتاب کے لئے مقرر نہیں ہوا۔ اس امر کا بیان میں نے اس لئے ضروری سمجھا کہ والٹر اور اس کے شاگردوں نے گزشتہ کچھ دنوں سے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ دینِ عیسوی پر یہود کے ہمنوا بن کر حملہ کرتے ہیں۔ ان کے بعض اعتراضات غلط ترجمہ پر مبنی ہیں اور بعض مبالغہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے اعتراضوں کا مبنی یہی ہے کہ حضرت مسیح اور پہلے معلموں کی گواہی موسیٰ اور دیگر پیغمبروں کی رسالت پر، یہودیوں کی تائیدِ نسخ کی ہر سر بات اور ہر چیز کی تصدیق کرتی ہے اور دینِ عیسوی پر عہدِ عتیق کے ہر حال کی سچائی کی ضمانت

واجب ہے " انتہی

ملاحظہ کیجئے کہ پتلی کے اقرار کے مطابق مسیح اور خواہیوں کی گواہی اور یہودیوں کی کتابوں کی طرف ان کے رجوع سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کسی پیشین گوئی کے حق میں صاف کہہ دیا ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے۔ ورنہ اتنا سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور تھیں۔ اور کسی فقرہ کی طرف رجوع سے اس فقرہ یا اس کی دلیل کی ایسی صداقت ثابت نہیں ہوتی کہ پھر اس میں تحقیق کی حاجت ہی نہ رہے۔ جیسا کہ اس پر یعقوب اور پولس کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اور پتلی سچ کہتا ہے۔ مقدمہ کی پہلی فصل میں ہم اس کی بائیس وجوہات گزر چکی ہیں کہ ایوب کی کتاب میں اختلاف ہے۔ اور اگر یعقوب کی گواہی کافی ہو جاتی تو اس قدر اختلاف

نہیں واقع ہوتا۔

ابعا : یہ کہ اگر بالفرض ہم یہ بھی مان لیں کہ پہلی نے بھی یہاں غلط سمجھا اور پادری صاحب ٹھیک کہتے ہیں تب بھی ہمارے دعوے کو اس گواہی سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حضرت عیسیٰ کے عہد تک وہ کتابیں محرف نہیں ہوتی تھیں اور ان میں یہود نے تصرف نہیں کیا تھا۔ لیکن کہ نیرا سٹیم^{۱۵}، آگسٹائن^{۱۶} اور جیٹن کی جو گواہی گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے اس کو پادری صاحب کیا کریں گے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کے بعد تحریف کی ہے اور ڈاکٹر کنی کاٹ اور بشپ والٹن پرانے نسخوں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی کونسل نے ساتویں آٹھویں صدی سے قبل کے لکھے ہوئے نسخوں پر غلطی کا الزام لگا کر جلا ڈالا۔ پس اس سے یہ گمان کہ یہودیوں نے یقیناً تحریف کی ہے اچھی طرح مضبوط ہوتا ہے۔

بہر حال یہ گواہی جسے پادری صاحب اپنے زعم میں بہت ہی معتبر سمجھے ہوئے تھے ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں نکلی اور اس سے عہد عتیق کی کتابوں کی ذرا بھی سند ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن تعجب کی بات ہے اس بیان کے باوجود پادری صاحب کچھ اور ہی داگ لاپتے ہیں۔ ذرا سنئے وہ کیا خوب اویج لیتے ہیں۔

۱۵ کریزاسٹم (CHRYSOSTOME) نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ ۳۴۷ء میں انطاکیہ میں پیدا ہوا۔ ایک عرصہ تک قسطنطنیہ کا سقف بھی رہا۔ ۴۰۷ء میں انتقال ہوا۔ (المنجد فی العلوم)

۱۶ آگسٹائن (AUGUSTINE) عیسائیوں کا مشہور بشپ اور فلاسفر جو افریقہ میں ۳۵۴ء کو پیدا ہوا ۴۳۰ء میں ہتھو کا بشپ مقرر ہوا اور ۴۳۰ء میں انتقال کر گیا۔ لاطینی زبان میں اس کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ حال ہی میں اس کی اہم تصانیف کا انگریزی ترجمہ نیو یارک سے "بلیک وائٹنگس آف سینٹ آگسٹائن" کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے لیڈروں نے بہت حد تک اس کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے۔ ۱۲ تقی

پانچواں استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”پس ان آیتوں میں مسیح نے کھلا کھلی اقرار کیا اور گواہی دی کہ پرانے عہد کی کتابیں جو ان دنوں یہودیوں میں مستعمل تھیں حق اور صحیح اور خدا کی طرف سے ہیں اگر یہودی ان میں کچھ دخل و تصرف یا تحریف و تبدیل کرتے تو مسیح ایسے امر قبیح کو مشہور کر کے تحریف کی ہوئی آیتیں سب بتا دیتا اور انہیں صحیح بھی کر دیتا اور اس بات سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جب بنی اسرائیل بابل میں قید ہوئے اُس وقت بھی کتب مقدسہ تحریف و تغیر سے بچی رہی ہیں۔ کیونکہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایسا ہوا ہو اور مسیح نے اُس امر کی حقیقت بیان نہ کر کے جھوٹی حامی بھری ہو۔“

الحاصل کتب عہد عتیق کی صحت اور حقیقت کے لئے مسیح کی گواہی ایک بڑی دلیل ہے۔ اس صورت میں ادعا مذکورہ کی کچھ اصل نہیں اور خوب یقین ہے کہ یہودیوں نے اپنی کتب مقدسہ کو نہ مسیح کے عہد میں تغیر و تبدیل کیا، نہ بابل میں قید ہونے کے زمانہ میں بلکہ اب تک ویسی ہی ہیں جیسی خدا کے ہاں سے پیغمبروں کی معرفت انہیں ملی تھیں۔“

اُمیں کہتا ہوں کہ مسیح نے تو کہیں بھی کلمہ کھلا گواہی نہیں دی۔ چنانچہ اس کا جواب | حال ابھی گزر چکا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ ”اگر یہودی اُن میں کچھ دخل و تصرف یا تحریف و تبدیل کرتے تو مسیح“ الخ اس کے جواب میں میں پوچھتا ہوں کہ پھر مسیح نے سامریوں کی طرف سے توریت میں تحریف کرنے کے اس امر قبیح کو مشہور کر کے محرف آیتوں کی نشاندہی کیوں نہ کر دی اور انہیں صحیح کیوں نہ کر دیا۔ لہذا اس صورت میں کہ انہوں نے ایسا

نہیں کیا تو پادری صاحب کی تقریر کے بموجب لازم آتا ہے کہ توریت سامری بھی غیر
محرّف ہو۔ حالانکہ یہ بات جمہور یہودی و عیسائی علماء کے خلاف ہے۔ پس ثابت
ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا اس معاملے میں خاموش رہنا عدم تحریف کی دلیل کسی
طرح نہیں بن سکتا۔

پادری صاحب کا کہنا کہ ”اور اس بات سے یہ بھی نکلتا ہے“ الخ ہم کہتے ہیں
کہ پادری صاحب نتیجہ تو خوب نکالتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان ہی کے علماء
ان کو اس نتیجہ کی بابت جھٹلاتے ہیں عظیم عیسائی فاضل بشپ ہارسل کی کتاب بڑی
مستند سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۵۸۵ پر یوں لکھتا ہے :-
”یہ بات یقیناً بالکل درست ہے کہ بخت نصر کے ہاتھوں ہیکل کی تباہی کے
بعد بلکہ شاید اس سے بھی کچھ نہ مانہ پیشتر عبرانی متن لوگوں کے پاس موجود
نقلوں میں عزرا کی تصحیح کے بعد محرّف ہو جانے کی بہ نسبت بہت بری
تحریف کی حالت میں پایا جاتا تھا“

لہذا جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ لوگوں کے پاس موجود نسخے سب محرّف تھے
اور اصل نسخہ بخت نصر کے عہد میں تباہ ہو گیا۔ چنانچہ بشپ ہارسل نے مذکورہ بالا صفحہ
میں ہی لکھا ہے کہ ”اصل نسخہ کھو گیا“ اور ملز کی کتاب کی عبارت بھی نقل ہو چکی ہے کہ
علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اصل نسخہ بخت نصر کے وقت میں ضائع ہو گیا اور
عزرا کا صحیح کیا ہوا نسخہ انتیوکس کے عہد میں ضائع ہو گیا۔ تو اب بالبداهت یہ بات
ظاہر ہوتی کہ جتنے نسخے باقی رہے ہیں وہ سب کے سب محرّف ہیں۔ اسی لئے ہورن

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ کی ”اصل سوم“ میں ”کتب مقدس میں تحریف
کے اسباب و وجوہ“ ۱۲ بنجیب

صاحب کہتے ہیں کہ ”اب کسی نسخہ میں مصنف کی مکمل عبارت نہیں ہے بلکہ سب نسخوں میں باہم گڈمڈ ہو گئی ہے۔“

پادری صاحب کے قول ”کیونکہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ“ الخ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مسیح نے تو کہیں بھی اس بات کی تصدیق نہیں کی ہے کہ وہ غیر محرف ہیں۔ بلکہ بعض آیتوں سے تو یہودیوں کی بے ایمانی کا برملا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ یوحنا باب ۵ کی آیت ۴۶، ۴۷ اور لوقا باب ۱۶ آیت ۳۱، ۳۲ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ہاں یہ بات مسلم ہے کہ جن کتابوں کا نام عیسائیوں نے ”عہد جدید“ رکھا ان میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو تحریف کا ملزم ٹھہرایا ہو۔ لیکن اس معاملہ میں حضرت عیسیٰ کے خاموش رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کتابیں محرف نہیں ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں تو سامری تو ریت کے لئے بھی یہ بات لازم آئے گی۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ تو اس کے حق میں بھی سامریہ عورت کے سامنے خاموش رہے۔ حالانکہ اس قسم کے تذکرہ کا وہاں بہت بہترین موقع تھا۔ کیونکہ اس سامری عورت اسی گڈرم پہاڑ جس کی بنا پر سامریوں پر تحریف کا الزام لگایا جاتا ہے یوں کہا تھا۔ (یوحنا باب آیت ۲۰) :-

”ہمارے باپ دادا نے اس پہاڑ پر پرستش کی اور تم کہتے ہو کہ وہ جگہ جہاں

پرستش کرنا چاہیے یروشلم میں ہے۔“

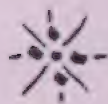
لیکن اس کے جواب میں حضرت مسیح نے ان پر تحریف کا الزام لگائے بغیر آیت ۲۱ کے مطابق صرف اتنا کہا :-

”یسوع نے اُس سے کہا اے عورت! میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ

تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ میرے تسلیم میں۔“
 پس اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اس معاملے میں خاموش رہنا
 چاہتے تھے۔ لہذا سامریہ عورت کی بات پر اعتراض نہیں کیا۔ اور اس سے یہ نہیں کہا
 کہ تم لوگوں نے تحریف کی ہے اور جو یہود کہتے ہیں وہی حق ہے۔ تو اب یہ نجوبی ظاہر
 ہوا کہ حضرت مسیح کا خاموش رہنا اور یہود پر تحریف کا الزام عائد نہ کرنا، عدم تحریف
 کی دلیل نہیں بن سکتا۔ لہذا اس بات سے پادری صاحب کا عدم تحریف پر استدلال
 کرنا اور نتیجہ نکالنا سب غلط ٹھہرا۔

✽

واضح رہے کہ اس کے بعد پادری صاحب نے کتاب ”استفسار“ کے اعتراضات
 کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اس ناکام کوشش میں اپنی کتاب کے بہت سے
 صفحات سیاہ کر ڈالے اور خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ اس جواب میں
 مذکور پادری صاحب کے اعتراضات ہر چند قابل التفات نہ تھے اور نہ ایسی
 لغویات کے جواب میں مصروف ہو کر اپنی تفسیح اوقات کو دل چاہتا تھا۔ لیکن
 اس پہلو کو دیکھتے ہوئے کہ جب تحریف کے متعلق پادری صاحب کی کتاب کی
 پوری فصل کا جواب لکھا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں کا بھی کچھ
 اجمالی جواب لکھ دیا جائے۔ اور درحقیقت صاحب ”استفسار“ نے
 پادری صاحب کی باتوں کا مفصل جواب لکھا ہے اور عنقریب پادری صاحب
 کی نظر سے بھی گزرے گا۔



کتاب "استفسار" پر اعتراضات کے جواب

پہلا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”پوشیدہ نہ رہے کہ کتاب ”استفسار“ کے مصنف نے بڑی جلد و جہد کی تاکہ خواہ مخواہ کتب عمدہ عتیق و جدید کا تحریف ہونا ثابت کرے اور جتنے اعتراض کہ اس بات پر عبارت طول و طویل اپنی کتاب میں اُس نے پیش کئے ہیں اُن سب کا خلاصہ بارہ^{۱۲} دلیل میں ۲۴ صفحہ سے ۴۰ تک لکھا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ان بارہ^{۱۲} دلیلوں میں جنہیں مصنف نے نہایت معتبر جانا اور جا بجا اُن پر رجوع کیا ہے۔ صرف ایک ہی دلیل بجا اور مطلب کے موافق و مناسب ہے باقی کوئی دلیل کتب مقدسہ کی تحریف سے علاقہ نہیں رکھتی چرچائیکہ مثبت تحریف ہو۔ اس تفصیل سے کہ پہلی اور دوسری اور تیسری اور پانچویں دلیل میں تو وہی ایک اعتراض پیش کیا ہے یعنی بیبل (بائبل) نری کلام اللہ نہیں ہے بلکہ اُس میں ادروں کا کلام بھی جا بجا داخل ہے۔ اور ساتویں، اور آٹھویں اور نویں اور دسویں دلیل میں پھر اسی مطلب کا ذکر کیا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ توہمیت و انجیل کی بعض آیتوں کو خلاف بیان کر کے اپنے مطلب کے موافق بنایا۔ پس یہ آٹھ دلیلیں صرف اسی ایک بات پر رجوع کرتی ہیں کہ بیبل میں غیروں کا کلام مل کہ اُس میں خرابیاں ہو گئی ہیں اور بہت جگہ یہ بھی کہا ہے کہ یہ خرابیاں ابتداء سے بلکہ اُن کتابوں کی تالیف کے وقت سے پڑی ہیں جیسا کہ ۲۲۰، ۳۳۰، ۴۳۵، ۴۵۹ وغیرہ صفحوں میں

اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں۔ سو بالفرض اگر مصنف کا دعویٰ درست بھی ہو تب بھی اس سے یہ ثابت نہ ہو گا کہ کتب مقدسہ میں تحریف واقع ہوئی بلکہ یہ پایا جائے گا کہ وہ کتب کلام الہی نہیں ہیں بلکہ کوئی شخص محمدی توحیدیت و انجیل کے کلام اللہ ہونے سے منکر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور تحریف صرف اُس وقت ثابت ہوگی جب معتبر دلیلوں سے مدلل و مبین ہو جائے کہ اب کی کتابیں اگلی کتابوں کے موافق و مطابق نہیں ہیں۔ حال آنکہ اس بات کے اثبات میں اُن دلیلوں کے درمیان ایک حرف بھی نہیں ہے۔ امر واقعی تو یوں ہے کہ کتب مقدسہ ہر وقت ایسی ہی تھیں جیسی اب ہیں اور مصنف نے بھی انہیں اس بات کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ اُس نے مواقع مذکورہ میں اقرار کیا ہے کہ وہی خرابیاں جن کو اُس نے دلیل تحریف بنایا ہے ابتداء سے اور تالیف کے وقت سے ہوئی ہیں لیکن وہ کتابیں اگر ابتداء سے ایسی ہی تھیں جیسی اب ہیں تو ظاہر ہے کہ تحریف و تبدیلی نہیں ہوئیں اور یہ کہنا کہ ابتداء سے کلام غیر داخل ہوا ہے تو یہ وہی بات ہے کہ توحید و انجیل کلام اللہ نہیں، حال آنکہ محمدی اتنا نہیں کہہ سکتے۔“

جواب ہم کہتے ہیں کہ صاحب استفسار سے تمام دلائل بالکل درست ہیں اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اُن میں سے صرف ایک دلیل مطلب کے موافق و مناسب ہے اور باقی دلیلوں کا ثبوت تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے مراسم لغو و باطل ہے کیونکہ تحریف عام ہے خواہ قصداً ہوئی ہو خواہ عدم تواثر کی بنا پر کتابوں کے سہو و نسیان وغیرہ کے ذریعہ وقوع پذیر ہو۔ غرض یہ ہے کہ خواہ کسی طرح بھی ہو مابہ المقصود یہ ہے کہ اس کتاب میں کسی غیر کی عبارت داخل ہو جائے اور صاحب ”استفسار“ کا مطلوب بھی یہی ہے۔ اس صورت میں

مقام تعجب ہے کہ پھر پادری صاحب یہ کیسے کہتے ہیں کہ ان دیلوں کا ثبوت سحریت سے کوئی تعلق نہیں۔

پادری صاحب کا قول ”سو بالفرض الخ“ ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ قرار پاچکا ہے کہ جب کوئی کتاب کسی مصنف کی تصنیف ثابت ہو جائے پھر اس میں ایسے جملہ پائے جائیں جو اس کی تصنیف معلوم نہ دیتے ہوں۔ خواہ باعتبار ابتداء کے ہوں خواہ محاورہ کے نقطہ نظر سے۔ تو ان جملوں کو یقیناً الحاقی تسلیم کیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ جملے بعد میں ملائے گئے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ان جملوں کے باعث اس کتاب کو ہی رد کر کے یہ کہا جائے کہ ساری کتاب اصل مصنف کی تصنیف ہی نہیں ہے۔ چنانچہ ہورن صاحب اپنی کتاب کے ص ۶۸ پر لکھتے ہیں :-

”محققین اور اہل قواعد کے یہ کہنے سے کہ الیڈ اور اڈیسی میں چند آیات الحاقی ہیں

کسی نے ان کتابوں کے ہومر کی تصانیف ہونے سے انکار نہیں کیا۔

لارڈز جلد دوم صفحہ ۶۷ پر اگناشس کے خطوط کے چھوٹے نسخوں کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”جو عبارتیں اگناشس کے عہد کے مطابق مناسب معلوم نہ ہوتی ہوں تو اس

بات سے کہ ان سارے خطوط کو رد کر دیں۔ یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے

کہ ان فقروں کو الحاقی قرار دے دیں۔“

اسی طرح یوسیفس کی تاریخ کا بھی اس کی تصنیف ہونے سے کوئی شخص انکار

نہیں کرتا۔ اگرچہ اس میں بھی الحاق ہوا ہے۔ مثال کے طور پر وہ جملہ جس میں حضرت

عیسیٰ کا ذکر ہے بے شک الحاقی تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ لارڈز نے انتہائی

ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس متقدمین کی تصانیف کا

کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ اگرچہ ان لوگوں کی کتابیں بھی الحاق سے محفوظ نہیں

رہ سکی ہیں ۔

پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کوئی کتاب الحاق ہونے کے باعث مصنف کی تصنیف ہونے سے خارج نہیں ہوتی بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کتاب میں تحریف ہوئی ہے ۔ لہذا صاحب استفسار کی آٹھوں دلیلیں درست ہیں ۔ اور پادری صاحب کا جواب سراسر غلط ۔ لیکن اگر پادری صاحب کے نزدیک یہ بات درست نہیں اور ان کے نزدیک بھی کسی کتاب میں الحاق ہو جانے کے سبب وہ کتاب مصنف کی تصنیف ہی نہیں رہتی تو اس میں ہمارا کچھ نقصان نہیں ۔ پادری صاحب کو ہی بیشتر متقدمین کے کلام سے ہاتھ دھونے پڑیں گے ۔

پادری صاحب نے اگنا شش کے کلام سے استدلال کر کے انتہائی غلطی کی ہے کیونکہ اس کے خطوط میں تو یقینی الحاق ہوا ہے ۔ جیسا کہ لاؤٹر اور پیلی کی کتابوں میں اس کو بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔ علیٰ ہذا القیاس عہدِ عتیق اور عہدِ جدید سے بھی دست بردار ہو جائیں گے ۔ کیونکہ ان میں الحاق ہونے کے بارے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہا ہے ۔ چنانچہ ہم مقصد اول ، دوم اور سوم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ٹھوس ثبوت درج کر چکے ہیں ۔

● پادری صاحب کا قول ”مگر شخص محمدی توریت و انجیل کے کلام اللہ ہونے سے الگ یا تو عدم واقفیت کا نتیجہ ہے اور یا پھر مغالطہ دینے کی کوشش ہے ۔ کیونکہ محمدی تو اس توریت و انجیل کو تسلیم کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہما السلام پر نازل ہوئی تھیں ۔ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے اس مجموعہ کے قائل نہیں ہیں جس میں بہت سی ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن کے مصنفین کی بھی کچھ خبر نہیں کہ کون ہیں ۔

● پادری صاحب کے قول ”تحریف صرف اس وقت ثابت ہوگی“ الگ کے جواب

میں میں کہتا ہوں کہ جب ہر لحاظ سے الحاق ثابت ہو گیا تو ثبوت تحریف کے لئے
اب مزید کسی دلیل کی حاجت ہی نہیں رہی۔ اس لئے کہ سابقہ نسخوں کا موجودہ نسخوں
سے فرق ثابت ہو گیا۔

دوسرا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

دو چوتھی دلیل میں کہا ہے کہ انجیل کی روایتوں میں اختلاف ہے اور گیاہ ہویں
دلیل میں کہا ہے کہ بیبل کے ترجمے جو مختلف بولیوں میں کئے ہیں مطابق
نہیں ہیں لیکن اس سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کتب مقدسہ میں تحریف
و تبدیل ہوئی ہے۔ اگر انجیل کی روایتوں میں فی الحقیقت اختلاف معنوی
نکلتا تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ انجیل حق اور خدا کی طرف سے نہیں ہے،
نہ یہ کہ تحریف ہوئی۔ اور ان اختلافوں سے جو ترجموں میں واقع ہوئے
ہیں صرف مترجمین کا سہو معلوم ہو گا نہ یہ کہ کتب مقدسہ کے اصل نسخوں میں
اختلاف پڑ گیا ہو۔ تحریف جیسا کہ مذکور ہوا صرف اس حالت میں ثابت
ہو گی کہ اصل نسخہ یونانی و عبرانی کے درمیان اختلاف معنوی ہو۔
اور باہ ہویں دلیل میں مصنف نے محمد کے قول کو تحریف کی دلیل
بنایا ہے۔ لیکن اوروں کے نزدیک محمد کا قول دلیل نہ ہو گا جب تک اس
کی رسالت معتبر اور صحیح دلیلوں سے ثابت نہ ہو گی۔ پس یہ دلیل بھی بیجا
اور بے مطلب ہے۔“

ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب کا جواب تب تو درست ہوتا جب کہ
جواب | صرف ترجموں ہی میں کمی بیشی پائی جاتی۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ
اصل یونانی اور عبرانی نسخوں ہی میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر مل نے عہد جدید

کے چند نسخوں کا باہم مقابلہ کر کے عبادتوں کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی ہے اور ڈاکٹر گرہس باخ نے ڈیڑھ لاکھ اختلافات کی۔ ان کا مفصل حال اسی فصل میں گزر چکا ہے۔

بس اب پادری صاحب کو چاہیے کہ اب اپنے ہی قول کے موافق تحریف کا اعتراف کریں۔ کیونکہ اصل عبرانی اور یونانی نسخوں کا باہم مختلف ہونا اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ پادری صاحب نے بھی متعدد نسخوں میں عبادت کے تیس ہزار اختلاف، جسے وہ سوکاتب سے تعبیر کرتے ہیں مجمع عام میں سب کے سامنے قبول کر لئے۔ بلکہ اس کے بعد ۱۸ اپریل کے تحریر کردہ ایک خط میں بصراحت کچھ اس طرح لکھا ہے کہ تحریف کا وقوع اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ دوستو! انصاف کی نظر سے ملاحظہ کیجئے میں ان کی اس عبادت کو جوں کا توں نقل کئے دیتا ہوں۔ عبادت یوں ہے :-

”پھر اذعائے تحریف کے جواب میں ہمارے بات یہ تھی کہ تحریف و تبدیل از سوکاتبان وغیرہ نکتوں اور حروف اور بعض آیتوں میں بھی ہوا ہے۔ اور یہ ہمارے علماء نے قدیم نسخوں سے تیس ہزار غلطیاں اس طرح کی نکالی ہیں“ اور پھر مورخہ ۱۴ اگست کے خط میں لکھتے ہیں :-

”ہاں میں ویریوس ریڈنگ یعنی کاتبوں کے سوکامقر ہوا۔“
 بشپ ہورسلے جلد سوم صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲ میں کتاب ہوسلیع کے متعلق لکھتا ہے :-
 ”مگر اگرچہ بشپ نیوکم اقراء کرتا ہے کہ ان محرف عبادتوں سے جو مطبوعہ متن کو خراب کئے ہوئے ہیں بڑی مشکلات واقع ہوتی ہیں۔“
 بشپ ہورسلے اگرچہ بشپ نیوکم کے اس قول پر اعتراض کرتا ہے لیکن پھر خود ہی یوں لکھتا ہے :-

”اور یہ کہ پاک متن میں تحریف ہوئی ہے یہ بات تو بلاشبہ ہے اور نسخوں

کے باہم اختلاف سے پُر ہے یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مختلف عبادتوں میں سے صرف ایک ہی درست ہو سکتی ہے۔ اور یہ بات بھی غالب بلکہ حقیقین کو پہنچ چکی ہے کہ خراب سے خراب عبادت بھی بعض دفعہ چھپے ہوئے متن میں راہ پاگئی ہے۔ مگر یہ کہ ہوسیع کی کتاب میں عہد عتیق کی دوسری کتابوں سے زیادہ تحریفات ہیں، مجھے اس کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ اور میں اس بات کا انکار کرتا ہوں کہ کسی جگہ اتنی بہت تحریفات ہیں یا وہ ایسی ہیں کہ اس کتاب کی عبارت کے مبہم ہونے کا سبب بنتی ہیں۔“

پس اب پادری صاحب کو عدم تحریف کے دعویٰ کے لئے کون سی دلیل باقی رہی کیونکہ جس آٹھ میں چھپتے تھے وہ آٹھ تو اب ختم ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے پادری صاحب کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ شاید اس وقت پادری صاحب کا یہ خیال ہو گا کہ ہماری کتابوں سے کب کسی کو واقفیت ہوگی جو ہمیں اس کے سامنے اعتراف کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اسی زعم میں مبتلا

تیسرا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

دو باقی رہی چھٹی دلیل سوا ایک وہی مطلب کے موافق اور مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ سرکیس ہارونی نے جو مسیحی معلموں میں سے تھا اور جس نے پوپ اریانوس ثامن کے زمانہ میں بیل کے عربی ترجمہ کو صحیح کیا دیا چہ میں کہا

۱۔ شام کے بڑے پادری۔ اظہار الحق اردو ترجمہ میں (صفحہ ۱۳۱) سرکیس ہارونی درج ہے اور یہی درست ہے۔ یہ شام کے فرقہ مارونیہ کا مشہور عالم تھا۔ ۱۲ نجیب

۲۔ اریانوس ہشتم (Urban VIII) ۱۶۲۳ء سے ۱۶۴۴ء تک پوپ رہا ہے یہ وہی پوپ ہے جس نے مشہور سائنسدان گلیلیو کی مخالفت کی تھی (برطانیکا) ۱۲ تقی

ہے کہ کاتبوں کے سہو سے کتب مقدسہ کے اصل نسخے عبرانی و یونانی میں ایک تھوڑا سا خلل پڑ گیا ہے۔ چنانچہ معلم مذکور کا قول کتاب "استفسار" کے ۳ صفحہ میں نقل ہوا ہے کہ "من سہوا الکاتبین فی اصل العبرانی والیونانی نقصان یسیرا و غلط صغیر الخ" یعنی کاتبوں کے سہو سے اصل کتاب عبرانی و یونانی میں تھوڑا سا نقصان و غلطیاں تھوڑی سی ہیں۔ اب اگرچہ مصنف مذکور نے مبالغہ کی راہ سے تھوڑے خلل کو بہت سا بیان کیا اور کج فہمی سے اس کو فساد و تخریف کی دلیل بنایا اور ۱۷ صفحہ میں کہا ہے کہ "ہر گاہ حمایت کرنے والا اس کتاب کا تھوڑے سے نقصان اور فساد کا اقرار کرتا ہے تو واقع میں نہ معلوم کتنا تھا جس کو وہ تھوڑا لکھتا ہے مگر اس سے بھی تخریف و تبدیل ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر عارف و منصف کو معلوم و یقین ہے کہ کاتبوں کے سہو سے کتاب کی تخریف و تبدیل ثابت نہیں ہوتی۔ سہو کاتب تو قرآن کے نسخوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کوئی یہ نہ کہے گا کہ قرآن تخریف پا گیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اس زمانہ کے مسیحی معلموں نے ہزار طرح سے محنت کر کے قریب و بعید سے کتب مقدسہ کے سارے پرانے نسخے جواب تک موجود رہتے آئے جمع کر کے بڑی دقت سے مقابلہ کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کاتبوں کے سہو سے کتب مقدسہ کے مضمون و مطلب میں خلل پہنچا ہے کہ نہیں۔ سو اس مقابلہ سے ظاہر و ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تیرہ سو چودہ سو برس کے عرصہ میں جو حواریوں کے عہد سے کتب مقدسہ کے چھپتے وقت تک مقتضی ہوا کاتبوں کا سہو از قسم تبدیل اعراب و حروف کے اور بعضی جگہ الفاظ کا بھی مقدم و موخر ہو جانا بہت سا وقوع میں آیا۔ پھر سب نسخے مطالب و مضمون میں موافق و مطابق

ہیں۔ چنانچہ جمیع روایات و احکام و تعلیمات و نصاب میں مطابق و یکساں ہیں۔ پس اس تحقیقات سے بھی ثابت ہوا کہ نئے اور پرانے عہد کی کتب مقدسہ نے کسی وقت تخریف و تبدیل نہیں پائی۔ اب تک وہی ہیں جو قدیم سے تھیں اور ظاہر ہے کہ کتاب کی تخریف صرف اُس وقت ثابت ہوتی ہے کہ اُس کتاب کے معتبر اور مشہور نسخوں میں اختلاف پایا جائے چنانچہ قدیم نسخے کچھ اور ہوں اور اب کے مروج نسخے کچھ اور جیسا کہ بالفرض اگر کوئی کہے کہ در صورتیکہ قرآن میں سہو کاتب پایا جاتا ہے اور بعض اعراب و حروف و الفاظ کی قرأت میں اختلاف ہے مثلاً سورت یوسف کے اوائل میں یرتق و یلعب کی جگہ لفظ مریح و ملعب پایا گیا اور ایسے ہی سورۃ الحج کے وسط میں بعض قرآن میں صوائت کی جگہ لفظ صوافن واقع ہے اور سورۃ الفرقان کے وسط میں لفظ بشری کی جگہ لسرا ہے اور سورۃ قاف کے آخر میں قرآن میں توعدون کی جگہ یوعدون پایا جاتا ہے اور سورۃ تکویر کے آخر بعض قرآن میں لفظین کی جگہ بظنین ملتا ہے۔ خلاصہ۔ قرآن کے دو نسخوں معہ تفسیر کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا کہ سورۃ یوسف سے سورۃ تکویر تک ۳۳ لفظ ہیں جن میں حروف کا ایسا ہی اختلاف پڑ گیا ہے جیسا مذکور ہوا۔ اور شک نہیں اگر قرآن کے سو دو سو نسخے دیا رہ قریبہ و بعیدہ سے جمع کر کے اول سے آخر تک مقابلہ کئے جائیں تو کاتبوں کی صد ہا غلطیاں نکلیں گی۔ ماورائے اُن مشہور اختلافوں کے جو اعراب میں ہیں۔ پس اگر کوئی کہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں تخریف و تبدیل ہوئی ہے تو کیا محمدی نہ کہیں گے کہ درحالیکہ باوجود اختلاف مذکورہ

کے سب قرآن احکام و مطالب میں باہم موافق و مطابق ہیں۔ تو تیرا یہ اعتراض بے جا ہے و بے بنیاد ہے۔ پس جب تک کہ محمدی لوگ ایک ایسا قدیم و معتبر نسخہ جو روایات و احکام اور نصائح و غیرہ میں اب کی مروج کتب مقدسہ کے ماورائے ہو پیش نہ کریں۔ مسیحیوں کا جواب بھی اُن کے سارے اعتراضوں پر جو وہ بیل کی تحریف کی بابت کرتے ہیں وہی اُن کا سا جواب ہو گا۔ اور اگر کوئی شخص تعصب کی راہ سے ویسا کہ جیسا مصنف ”استفسار“ نے ۴۴۹ و ۴۵۹ وغیرہ صفحات میں کہا ہے کہ محال ہے کہ مسیحیوں میں ایسی کتاب اور ایسے قدیم نسخے جن کا ذکر ہوا اب تک موجود ہوں۔ تو ایسی بات کا یہ جواب ہے کہ فرنگستان میں جا کر مذکورہ کتب خانوں کی سیر کرے تاکہ اُن کتابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لے۔ اور اگر ضروری علم اور بولیاں سیکھ لے تو اُن کتب خانوں میں وہ کتابیں بھی اُسے ملیں گی جن میں وہ اسناد بیان ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدیم کتابیں اُسی اگلے زمانے میں لکھی گئی ہیں۔ اور اگر یہ بات اُسے منظور نہ ہو تو واقعہ کاروں کی بات مانے اور بے جا گفتگو نہ کرے۔“

جواب ہم کہتے ہیں سبحان اللہ! پادری صاحب نے کیا چھوٹا نقصان سمجھ لیا ہے۔ اگر یہ نقصان مقوّر، اہی سا ہے تو بڑے نقصان کا خدا حافظ۔ غور کا مقام ہے کہ تین سو پچپن نسخوں میں، جن کو مکمل نسخے بتانے سے تقریباً سو نسخے ہی ہوں گے۔ عبارت کے ڈیڑھ لاکھ اختلاف نکلے۔ جن کو ہر نسخہ پر مساوی تقسیم کیا جائے تو فی نسخہ ڈیڑھ ہزار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھی یقین کے ساتھ مصنف کی اصل عبارت قرار نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اس کا بیان

تفصیل کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے۔ صاحب استفسار، جن کا قیاس بالکل حق اور بجا تھا پادری صاحب کو ان پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ذرا بھی شرم و حیا نہیں آتی۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”مگر اس سے بھی تحریف و تبدیل ثابت نہ ہوگی الخ“ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کیا سمجھتے ہیں جو ایسی لغو باتیں کہتے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر تحریف کا مدار صرف سہو کاتب کو ہی قرار دیا جاتا تو یہ بات کہنے کی گنجائش تھی۔ پھر سہو کاتب تو اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص الف لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا سو ”اب“ لکھ گیا۔ ”یا“ لکھنا چاہتا تھا سو ”م“ لکھ گیا۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ اس طرح کے سہو کاتب قابل اصلاح ہیں اور ممکن ہے کہ درست ہو جائیں۔ بشرطیکہ مصنف کی اصل عبارت کسی نسخہ میں محفوظ ہو یا کسی کو یقینی طور پر معلوم اور یاد ہو۔ یہ ویریوس ریڈنگ جس کو پادری صاحب سہو کاتب کہتے ہیں اور جس کی تعریف بار بار اچکی ہے کہ یہ وہ عبارتیں ہیں جن میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے مصنف کی عبارت کون سی ہے اور من گھڑت کون سی۔ البتہ ان کا صحیح ہونا محال ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ یہ اختلافات صرف کاتبوں کے سہو سے ہی وقوع پذیر نہیں ہوئے بلکہ بدعتیوں اور دینداروں نے بھی قصداً بہت سا تصرف کیا ہے۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے آٹھویں باب میں ویریوس ریڈنگ کے بیان میں لکھا ہے :-

”ان اختلافات کے چار سبب ہیں :

پہلا سبب :- کاتب کی غفلت اور سہو۔ اور یہ کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے

● پہلی وجہ۔ لکھانے والے نے خود کچھ کا کچھ بتلایا، یا لکھنے والے نے

بتانے والے کی بات کو تو سمجھا نہیں لہذا کچھ کا کچھ لکھ دیا۔

● دوسری وجہ۔ عبرانی اور یونانی حروف باہم مشابہ ہیں، لہذا ایک کے

بجائے دوسرا لکھا گیا۔

● تیسری وجہ - کاتب نے اعراب کو لکیر سمجھا، یا لکیر کو جس پر لکھا ہوا تھا اسے حرف کا جزو سمجھا یا اصل مطلب نہ سمجھتے ہوئے عبارت بنا دی اور اس طرح غلطی کردی۔

● چوتھی وجہ : کاتب ایک عبارت کی جگہ دوسری لکھ گیا۔ بعد میں مطلع ہوا تو اس عبارت کو مٹایا نہیں بلکہ جہاں سے عبارت کا تسلسل چھوٹا تھا پھر وہیں سے لکھنا شروع کر دیا اور جو دوسری عبارت لکھ چکا تھا اس کو بھی وہیں جوں کاتوں رہنے دیا۔

● پانچویں وجہ - کاتب درمیان میں کچھ عبارت چھوڑ گیا، کچھ لکھ لکھنے کے بعد خیال آیا تو اسی جگہ چھوٹی ہوئی عبارت درج کر دی۔ اس طرح ایک جگہ کی عبارت دوسری جگہ چلی گئی۔

● چھٹی وجہ - کاتب کی نظر چوک کر ایک سطر سے دوسری سطر پر جا پڑی اس طرح درمیان کی عبارت رہ گئی۔

● ساتویں وجہ - کاتب نے مخفف اور کوتاہ الفاظ کو کچھ کا کچھ سمجھ کر پورا لفظ لکھ دیا۔ اس طرح بھی غلطی ہو گئی۔

● آٹھویں وجہ - کاتبوں کی غفلت یا جہالت بھی دیرپوس ریڈنگ کے وقوع کا بڑا منشاء و منبع ہوتی ہے۔ انہوں نے حاشیہ یا تفسیر کو بھی متن سمجھ کر متن میں داخل کر دیا۔

دوسرا سبب :- اس نسخہ کا ناقص ہونا جس سے وہ نقل کی گئی اس کی بھی کئی صورتیں ہیں :

اول :- حروف سے حرکات اور شوٹے اڑ گئے اور محو ہو گئے۔

ثانی :- دوسرے صفحے کے حرکات و شوشے چھوٹ کر اس صفحہ کے حروف کے ساتھ ایسے مل گئے کہ انہی حروف کا جز و سمجھ لئے گئے ۔

ثالث :- کسی نسخہ میں کوئی فقرہ چھوٹ گیا اور کاتب نے اس کو حاشیہ میں بغیر اشارہ کئے لکھ دیا ۔ چنانچہ اس نسخہ سے دوسرے لکھنے والے کو اشتباہ ہو گیا اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس حاشیہ کی عبارت کو کس جگہ داخل متن کرے ۔

تیسرا سبب :- خیالی تصحیح اور اصلاح ہے ۔ اس کی بھی کئی صورتیں ہوتی ہیں ؛ اول ۔ ایک عبارت حقیقت میں تو ناقص نہیں تھی مگر کاتب نے اس کو ناقص سمجھا اس کے مطلب سمجھنے میں غلطی ہو گئی ۔ یا اس کے خیال میں اس عبارت میں اصول کی غلطی واقع ہوئی حالانکہ وہ خود غلطی پر تھا ۔ یا اصول کی وہ غلطی جس کی وہ تصحیح کرتا ہے حقیقت میں مصنف ہی سے واقع ہوئی تھی ۔

دوم ۔ بعض محقق کاتبوں نے صرف اصول کی غلطی ہی درست نہیں کی بلکہ غیر فصیح کی جگہ فصیح عبارت لکھ دی ۔ یا فضول اور مترادف الفاظ کو جن کا فرق ان کو معلوم نہ ہوا حذف کر دیا اور مٹا ڈالا ۔

سوم ۔ سب سے زیادہ صورت یہ ہوئی کہ مقابل فقروں کو یکساں کر دیا اور انجیلوں میں اس طرح کا تصرف خاص طور پر ہوا ہے ۔ اور اس صورت کے اختیار کرنے کے سبب پوئس کے خطوط میں کثرت سے الحاق ہوا ہے تاکہ اس نے عہد عتیق سے جو حوالے دیئے ہیں وہ سپیٹو آجینٹ کے

۱۰ یعنی جہاں کہیں دو فقرے ایک بیان کے پائے گئے اور ان کے الفاظ میں کچھ فرق نظر آیا ان کو یکساں کر دیا ۔ ۱۲ من المصنف ۔

مطابق ہو جائیں۔

چھاسر۔ بعض محققین نے عہد جدید کو دہلیز (یعنی لاطینی) ترجمہ کے موافق بنادیا۔

چوتھا سبب :- اختلاف عبادت کا قصد و تحریف ہے جو کسی نے اپنے مطلب کے لئے کی ہو۔ خواہ تحریف کرنے والا دیندار ہو یا بدعتی۔ قدیم بدعتیوں میں سے ماریٹون سے زیادہ کسی پر تحریف کا الزام نہیں لگایا گیا ہے اور

لے ماریٹون (Marcion) یا مرقیون، عیسائیوں کے فرقہ ماریٹونہ (یا مرقونہ) کا بانی، یہ نیپٹس کے شہر سنوپ میں پیدا ہوا تھا، شروع میں بت پرست تھا۔ تقریباً سنہ ۱۰۰ء میں عیسائی ہوا اور سنہ ۱۲۰ء کے لگ بھگ اُس نے اپنا الگ فرقہ قائم کیا جس کے نظریات یہ تھے کہ انسان کا خالق ایک بے رحم اور ظالم خدا ہے۔ ایک عرصہ تک نوع انسان پیدا ہو کر اس کے ظلم و ستم کا شکار رہی پھر ایک اور خدا نے جو منصف اور رحم دل تھا اپنے بیٹے یسوع مسیح کو دنیا میں بھیجا تا کہ وہ انسانوں کو نجات دلائے۔ اس کا کہنا تھا کہ ”یسوع مسیح کی تعلیمات کو تواری بھی ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھے، صرف پولس وہ شخص تھا جس نے انہیں صحیح سمجھا اور اُسے درحقیقت یسوع مسیح نے ہی بھیجا تھا۔ لوگوں نے اس کی باتوں کو بھی کما حقہ نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ پھر منصف خدا نے مجھے بول بنا کر بھیجا اور میں لوگوں کو مسیح اور پولس کا سچا پیغام سناتا ہوں“ وہ مروجہ انجیل کو تحریف شدہ مانتا تھا اور اس نے ایک الگ انجیل بنائی تھی جسے وہ سچی انجیل کہتا تھا۔ اس فرقہ کے متبعین زیادہ تر شام اور فلسطین اور کچھ مغرب کے علاقوں میں تھے۔ سنہ ۱۵۰ء سے ۱۷۰ء تک ان کا عروج رہا اور یہ کلیسائے اعظم کے لئے خطرہ بنے رہے۔ پھر ان کا زور ہلکا ہو گیا اور ساتویں صدی میں یہ فرقہ فنا ہو گیا۔

(انسانیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ ”مرقیون“ صفحہ ۸۶۸ ج ۱۴)

نہ ایسی ناشائستہ حرکت کی بنا پر اس سے زیادہ کوئی ملامت کا مستحق تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ بعض قصداً کی گئی تحریفات اُن لوگوں سے وقوع میں آئیں جو دیندار کہلاتے تھے اور ان کے بعد انہی تحریفات کو اس بنا پر رائج قرار دیا گیا تاکہ مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو یا اس اصل مسئلہ پر جو اعتراض وارد ہو سکتا تھا وہ ختم ہو جائے۔ انتہی ملخصاً

واضح رہے کہ ہورن صاحب نے ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کے تمام اسباب کی بہت سی مثالیں بطور نمونہ کے درج کی ہیں مگر ان سب کا بیان موجب تطویل سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی ہورن صاحب نے دینداروں کی تحریف کے جو نمونے اپنی کتاب میں فاف صاحب کی کتاب سے درج کئے ہیں یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ لوقا باب ۲۲ کی آیت ۴۳ (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) اور متی باب ۱ آیت ۱۸ میں یہ الفاظ ”قبل اس کے کہ وہ (وہ) ہم بستر ہوں اور آیت ۲۵ میں لفظ ”اوس کا پہلو ٹا بیٹا“، بعض نسخوں میں قصداً ترک کر دیئے گئے۔ تاکہ حضرت مریم کی ہمیشہ کی دوشیزگی پر شبہ نہ پڑے۔

۲۔ کرماتیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی آیت ۵ میں اس بنا پر بارہ کو گیارہ بنا

۱۔ ہمارے پاس موجود جدید اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء میں بھی یہ جملے نہیں ہیں البتہ متی باب ۱۸ کی آیت ۱۸ میں ”ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے“ کے الفاظ درج ہیں۔ ”ہم بستر“ کا لفظ اٹھادیا گیا ہے۔ ۱۲ بنجیب

۲۔ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں ”بارہ“ مذکور ہے، آیت یوں ہے ”اور کیفا کو اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا۔ ۱۲ بنجیب

دیا۔ تاکہ پولس پر جھوٹ کا الزام عائد نہ کیا جاسکے۔ کیونکہ اس وقت یہود اسکریوتی مر چکا تھا۔

۳۔ مرقس باب ۱۳ کی آیت ۳۲ میں کچھ لفظ چھوڑ دیئے گئے اور بعض مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ الفاظ ایرین فرقہ کے مؤید تھے۔

۴۔ لوقا باب ۱ کی آیت ۳۵ میں سریانی، فارسی، عربی، ایتھوپک اور دوسرے ترجموں کے نسخوں اور بہت سے مرشدوں کے حوالوں میں فرقہ یوسکینس کے مقابلہ میں بڑھائے گئے۔ کیونکہ وہ فرقہ حضرت عیسیٰ کا دو صفتوں کے ساتھ بیک وقت متصف ہونے کا منکر تھا۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ مذکورہ بالا عبادت کی رو سے تحریف کے واقع ہونے میں کوئی دقیقہ باقی رہا یا نہیں؟ اس عبادت سے یہ بات ظاہر و آشکارا ہے کہ وہم و قیاس میں تحریف کی جتنی صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں ہو ورنہ صاحب نے سب کو بیان کر دیا اور ہر ایک کی مثالیں پیش کر کے یہ دکھا دیا کہ کتب مقدسہ میں تمام

۵۔ ایک صفت نبوت اور دوسری صفت الوہیت - ۱۲ انجیل

۱۔ فرقہ ایرین - وہ فرقہ جو ادیوس کا پیرو تھا اور اس کے عقائد توحید کی طرف مائل تھے اور جسے نیقیہ کی کونسل میں رد کیا گیا۔ ادیوس نے اپنے وقت کے کلیسا کے خلاف بڑی زبردست جنگ لڑی اور پولی عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس کے نظریات کا خلاصہ جیمس میک کین کے الفاظ میں یہ تھا :-

”ادیوس اس بات پر زور دیتا تھا کہ صرف خدا ہی قدیم اور جاودانی ہے اور اس کا کوئی سا جھی نہیں، اسی نے بیٹے کو پیدا کیا جب کہ وہ (بقیہ حاشیہ اگلے ص ۷۱ پر)

صورتوں کی تحریف واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ اس صورت میں کہ دینداروں اور بدعتیوں نے قصداً تحریف کی اور کاتبوں کے وہم سے بھی اس طرح تحریف ہو گئی کہ کبھی حاشیہ کی عبارت کو متن میں داخل کر دیا اور کبھی متن سے کچھ عبارت خارج کر دی گئی۔ کبھی محققین نے عبارت کو اصول کے خلاف سمجھ کر کچھ کا کچھ بنادیا اور کبھی غیر فصیح عبارت کو فصیح عبارت میں بدل دیا۔ کبھی دینداروں نے اپنی مطلب برآری کے لئے تحریف کی اور کبھی بدعتیوں نے اپنی منشاء کے مطابق کتاب کو بگاڑا۔ تو بھلا اب تحریف کی کون سی صورت باقی بچی۔

اگر پادری صاحب کو وقوع تحریف کی کوئی صورت معلوم ہے تو وہ بھی ذکر کر دیں۔ نہیں تو ایسی لغو باتیں کر کے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا کیوں موقع دیتے ہیں۔ ذرا تودل میں سوچیں اور خدا کا خوف کر کے خیال کریں کہ وہ دینداروں اور بدعتیوں کی قصداً کی گئی تحریف محققین کی قیاسی اصلاح اور کاتبوں کے وہمی تصرف کو کس وجہ سے اور کون سی دلیل سے سہو کاتب میں داخل کر کے کہتے ہیں کہ سہو کاتب سے تحریف

(بقیہ حاشیہ ص سے آگے) پہلے معدوم تھا، لہذا نہ بیٹا جاودانی ہے اور نہ خدا ہمیشہ

سے باپ ہے، کیونکہ ایک ایسا وقت تھا جس میں بیٹا موجود نہیں تھا بیٹا باپ سے

بالکل الگ ایک حقیقت رکھتا ہے اور اس پر تغیرات واقع ہو سکتے ہیں۔ وہ صحیح

معنی میں خدا نہیں ہے البتہ اس میں مکمل ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ

ایک مکمل مخلوق ہے۔ ایک عقل مجسم جو ایک حقیقی انسانی جسم میں پائی جاتی ہے۔

اس طرح اس کے نزدیک مسیح ایک ثانوی خدائی کا حامل ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ نیم دیوتا

(Demigod) جو خدائی اور انسانیت دونوں کی صفات کے کسی قدر حصہ رکھتا ہے۔ لیکن بلند ترین

معنی میں خدا نہیں ہے۔ From Christ of Constantine London 1936

ثابت نہ ہوگی۔ بھلا بتائیے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب جیسا نام نصف بھی کوئی نہ ہوگا۔ اس سب کے باوجود اگر پادری صاحب ان سب صورتوں کو سہو کاتب ہی کہنے پر مقرر ہیں تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمارے اور پادری صاحب کے درمیان صرف لفظی نزاع ہی رہ جاتا ہے۔ یعنی ہم جس کو تحریف کہتے ہیں پادری صاحب اس کا نام سہو کاتب کہتے ہیں۔ البتہ دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔ لیکن اتنی بڑی بڑی خرابیوں کو تھوڑا سا خلل قرار دے کر پادری صاحب کی طرف سے صاحب "استفسار" پر لے دے کر ناان کی بے جا حرکت کے سوا کچھ نہیں۔

کتابت قرآن میں سہو کاتب کی حقیقت | پادری صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ "سہو کاتب تو قرآن کے نسخوں میں بھی

پایا جاتا ہے" الخ تو خدا جانے ان کو خوفِ خدا بھی ہے یا نہیں؟ جو ایسی ایسی باتیں کہنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ معلوم نہیں پادری صاحب نادانستہ طور پر یا محض مغالطہ دینے کے لئے ایسا کہتے ہیں۔ اگر تو نادانستہ ایسا کہہ رہے ہیں تب تو معذور ہیں لیکن دل نہیں مانتا کہ پادری صاحب جیسا آدمی اس طرح کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے بھی ناواقف ہوگا جن سے بچے تک واقف ہیں۔ اور اگر مغالطہ دینے کی غرض سے ایسی باتیں کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو شرم و حیا دے اور صراطِ مستقیم پر چلائے۔

ناظرین! ذرا سوچئے تو سہی کہ قرآن میں اس طرح کے سہو کاتب کا واقعہ ہونا کیسے ممکن ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف کے نہ صرف الفاظ بلکہ حروف اور حرکات تک سب تواتر کے ساتھ منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کتابیں جن میں قرآن شریف کی آیات اور حروف و حرکات و سکونات وغیرہ کا حال مذکور ہے وہ کتابیں بھی عن فلاں عن فلاں کے ساتھ متواتر ادویوں کے ذریعہ اس زمانہ

تک چلی آئی ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک لاکھوں افراد ہر زمانہ میں قرآن کے حافظ ہوئے ہیں اور قرآن شریف ایک سے دوسرے تک سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ ایسی صورت میں اب اگر کوئی کاتب کسی نسخہ میں بالفرض کچھ غلطی بھی کر جائے تو اس کی تصحیح بہت آسان ہے اور ہم اسے یقیناً صحیح کر سکتے ہیں۔ مگر کتب مقدسہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ ان کی تصحیح کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ وہ نہ تو تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور نہ ہی کسی زمانے میں اہل کتاب ان کے حافظ گزرے ہیں۔ تو اس صورت میں بھلا قرآن شریف میں ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کی کہاں سے گنجائش نکلے گی۔ پادری صاحب اگر ایک جگہ بھی ویریوس ریڈنگ یعنی عبارت کے ایسے اختلاف کی نشان دہی کر دیں جس میں یہ شبہ ہو کہ اس میں کون سی عبارت اصل ہے اور کون سی اپنی طرف سے وضع کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم نے کتب مقدسہ کی نسبت دعویٰ کر کے ثابت کر دیا ہے تو ان کا دعویٰ البتہ درست اور بجا ہے۔ مگر ایسا کرنا ناممکن ہے اور منہ سے ایسی بات نکالنا اور لغویات بکنا پادری صاحب ہی کی دیانتداری ہے۔

● پادری صاحب کا کہنا ہے کہ ”پوشیدہ نہ رہے کہ اس زمانے کے مسیحی معلموں نے... الخ

ہم کہتے ہیں سبحان اللہ! پادری صاحب کتنے سچے ہیں کہ ان کو شرم بھی نہیں کہ ان چار پانچ سطروں میں صریحاً کئی مغالطے دیئے اور جھوٹ بولے ہیں۔

اول مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

”سارے پرانے نسخے جواب تک موجود رہتے آئے جمع کر کے بڑی دقت

سے مقابلہ کیا۔“

حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ ہزاروں نسخے اب بھی ایسے ہیں کہ ان کا آج تک کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ چنانچہ اس کا بیان ص ۵۹۲ میں گزر چکا ہے۔

دوسرا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”کاتبوں کا سہواً قسم تبدیل اعراب اور حروف کے اور بعض جگہ الفاظ کا مقدم و موخر ہو جانا بہت سا وقوع میں آیا۔۔۔“

یہ ایک صریح مغالطہ ہے اور پادری صاحب نے عمداً امر حق کو مخفی رکھا ہے کیونکہ نہ صرف الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہوئی بلکہ بہت سی آیتوں میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ خود پادری صاحب نے بھی ۱۴ اگست ۱۸۵۴ء کے تحریر کردہ اپنے ایک خط میں صرف ”عہد جدید“ میں پندرہ آیتیں مشتبہ بتلائی ہیں۔

تیسرا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”پھر سب نسخے مطالب و مضمون میں موافق و مطابق ہیں چنانچہ جمیع روایات و احکام و تعلیمات و نصائح میں مطابق اور یکساں ہیں“

یہ بھی کھلا دروغ ہے۔ اس لئے کہ نسخوں میں بہت سے احکام اور روایتوں میں فرق ہے۔ چنانچہ اس کا بیان ص ۵۹۲ میں بیان ہو چکا ہے۔

چوتھا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”جیسا کہ بالفرض اگر کوئی کہے ... الخ“

اس جگہ پادری صاحب نے دو طرح کی چالاکی سے کام لیا ہے۔ ایک یہ کہ اختلافِ قرأت کو کاتب کی غلطیوں کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ دوسری یہ کہ قرآن شریف

میں کتب مقدسہ کی طرح ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کے خیال کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ ساتوں قراتیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر منقول ہیں اس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کئی مقامات پر گزر چکا ہے۔

پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کا کہنا کہ :-

”جب تک محمدی لوگ الخ“

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ محمدیوں (مسلمانوں) کے لئے یہ ضروری اور لازم نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا نسخہ پیش کریں جیسا پادری صاحب مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ جب الزاماً و تحقیقاً یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عہد عتیق اور عہد جدید کا یہ مجموعہ بعینہ وہ توریت اور انجیل نہیں ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھیں اس وجہ سے کہ ان میں غیر الہامی کلام بھی ملا ہوا ہے۔ بلکہ عہد جدید کے مجموعہ کا تو مکمل طور پر غیر الہامی ہونا ثابت ہو چکا اور وہ لوگ عیسائی علماء کے اقوال سے سند پیش کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قدیم نسخوں اور اب موجودہ نسخوں میں باہم فرق ہے۔ اس صورت میں تو پادری صاحب کے لئے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ عہد عتیق اور عہد جدید کا یہی موجودہ مجموعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔

اور اس وقت کا کوئی نسخہ پیش کر کے مقابلہ کریں اور دکھلا دیں کہ اس میں اور اب موجودہ نسخہ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ نہ یہ کہ الٹا محمدیوں (مسلمانوں) سے ایسی کتاب کا مطالبہ کریں۔

پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”اگر کوئی شخص تعصب کی راہ سے .. الخ“

صاحب ”استفسار“ کا قول ہی پادری صاحب کو ایسا ناگوار گزرتا ہے یہ بات کوئی بے چارے مصنف استفسار ہی نے نہیں کسی بلکہ عیسائی علماء میں سے کوئی تو ان قدیم نسخوں کو ساتویں صدی کا بتاتا ہے اور کوئی دسویں صدی کا۔ اس کا مفصل بیان گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے یہ مصنف استفسار نے اگر ایسا کہا تو کیا غضب ہو گیا۔

چوتھا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

”وہ جو مصنف موصوف نے کتب عمدتین کی خرابیوں کی بابت بارگاہ دلیل کے ضمن میں اور اپنی کتاب کے اور مقاموں بھی کہا اور ادعا کیا ہے سو اس قسم کے سارے اعتراضوں کے لئے مسیح کی گواہی ایک کافی جواب ہے جو عمدتین کے حق و صحیح ہونے کی بابت انجیل میں مندرج ہے جیسا اوپر بیان ہو چکا۔ پس در حالیکہ مسیح نے تورات کی صحت و حقیقت پر گواہی دی ہے تو ظاہر و ثابت ہو گیا کہ وہ (وہ) خرابیاں جو مصنف موصوف نے ذکر کی ہیں تورات میں نہیں پائی جاتیں بلکہ محض اُس کے فہم میں ہیں اور بس ایسا کہ اُس نے آیات کو یا تو قصداً یا سہواً خلاف تفسیر بیان کیا ہے اور

اسی طرح مصنف نے انجیل کی اُن آیتوں کو بھی جنہیں اپنی دلیل بنا یا خلاف تعبیر و تفسیر کیا ہے۔ چنانچہ کتاب ”حل الاشکال“ میں کہ کتاب استفسار کا جواب ہے تفصیل مسطورہ و مذکور ہے۔ اب اس جگہ اتنی ہی بات پر کفایت کریں گے کہ انجیل کی آیتوں اور روایتوں میں اختلاف معنوی نہیں ہے جیسا کہ کتاب مذکور میں مفصل لکھا گیا اور انجیل و توریت میں کسی جگہ نہیں کہا کہ توریت میں یا انجیل میں تغیر و تبدل یا داخل و تصرف کیا ہے بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے جھوٹے معلموں نے توریت و انجیل کی تعلیم میں دخل و تصرف کر کے اُن کے احکام و تعلیم کو خلاف بیان کیا اور بعض دفعہ فریب کی راہ سے الہام و نبوت کا دعویٰ کیا۔ لہذا ان آیتوں سے بھی مصنف کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔“

جواب ہم کہتے ہیں کہ مسیح نے تو کہیں بھی عہدِ عتیق کے غیر محرف ہونے کی گواہی نہیں دی اور نہ وہ آیتیں جو پادری صاحب نے اوپر نقل کی ہیں عہدِ عتیق کی کتابوں میں عدم تحریف کی دلیل بن سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم وہاں اس کے مقام پر ثابت کر چکے ہیں۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”اب اس جگہ...“ الخ یہ ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ہم اس کا مفصل بیان مقصد سوم کی فصل سوم میں مدلل و مبین طور پر کر چکے ہیں۔

● اپنے قول ”اور انجیل اور توریت میں...“ الخ میں الحمد للہ کہ یہاں پادری صاحب تحریف معنوی کا تو اعتراف کر رہے ہیں۔ باقی رہ گئی تحریف لفظی تو وہ اول تو صاحب استفسار کی نقل کردہ آیات ہی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کافی دلائل و وجوہ سے ان کو ثابت کر چکے ہیں۔ تکرار

کی ضرورت نہیں۔

پانچواں اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

دراودہ جو مصنف نے بیبل کے ترجموں کو اپنے مطالب کے لئے دلیل ٹھہرا کر کہا ہے کہ درحالیکہ ترجمے باہم متفق نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل نسخوں میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہے کہ ترجموں میں تھوڑا بہت فرق ہو گیا۔ کیونکہ ایک مترجم نے دوسرے سے بہتر ترجمہ کیا ہو گا۔ جیسا کہ قرآن کے فارسی اور اردو ترجموں میں بھی فرق ہے اگرچہ قرآن کے ترجمے صرف تحت اللفظ ہیں مگر باوجود اس فرق کے پھر ابواب اور بیبل کا اصل مطلب سب ترجموں میں وہی ہے۔

ثانیاً اگر بالفرض کسی مترجم نے خلاف ترجمہ کیا تو اس سے اصل کو کیا نقصان ہو گا۔ دیکھو اگر محمدی علماء میں سے کوئی قرآن کا ترجمہ کرے یا قرآن کے دو ترجموں میں اختلاف ظاہری واقع ہو اور مسیحیوں میں سے کوئی کہے کہ اس بات سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے تو کیا محمدی نہ کہیں گے کہ جس حالت میں عربی نسخے سب مطابق ہیں تو تیرا اعتراض محض بے جا ہے اور تعصب ہے اور جب تک تو اصل زبان نہ سیکھ لے ترجمہ کے باب میں کچھ مت بول۔ پس یہی جواب ہمارا جواب ہے۔ الحاصل یہ دعوے ابھی مصنف کے مطلب کو مفید نہ ہو گا۔“

جواب | ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب کا جواب اس وقت درست ٹھہرتا کہ

صرف ترجموں ہی میں اختلاف پایا جاتا۔ حالانکہ اصل عبرانی اور یونانی نسخوں ہی میں فرق ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ پادری لوگ انہی لغو ترجموں کو کلام الہی قرار دے کر ہر جگہ تقسیم کرتے پھرتے ہیں اور ان کو اس بات پر بھی شرم نہیں آتی کہ ہر ترجمے کے سرورق پر لکھ دیتے ہیں کہ اصل عبرانی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

چھٹا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

» اور نبی کے حق میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی اور حواری اگرچہ اور امور میں قابلِ سہو و نسیان ہوتے ہیں لیکن پیغام کی تبلیغ و تحریر میں معصوم ہیں اس جہت سے انبیاء و حواریوں کا لکھا سہو و نسیان سے متبرہ ہے اگر ان کی کتاب میں کسی کو کہیں اختلاف یا محال عقل معلوم ہووے تو یہ اس کی عقل و فہم کے نقص کی دلیل ہے نہ کلام کے نقص کی۔ کیونکہ عقل تو کتاب کی محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں ازراہ الہام انبیاء و حواریوں کی معرفت لکھی گئی ہیں۔ انجیل کے ان تین باب کے سوا یعنی مرقس اور لوقا اور اعمال کی کتاب جو مرقس اور لوقا حواریوں کے شاگردوں کی معرفت بموجب حکم و امداد پطرس و پولس حواری کے مرقوم ہوئی ہیں اور اس سبب سے یہ کتابیں بھی کتب الہامی ہیں اور اگرچہ پرانے عہد کی بعض کتاب کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے لیکن مسیحی کی گواہی سے اور ان دلائل سے بھی جو کتب اسناد میں لکھے ہیں معلوم و یقین ہوتا ہے کہ وہ کتب بھی الہام کی راہ سے اگلے نبیوں میں سے کسی کے وسیلہ سے لکھی گئی ہیں اور حق و صحیح ہیں۔

جاننا چاہیے کہ سب نبیوں کا نام بھی نہیں لکھا گیا۔ چہ جائیکہ سب کا کام اور احوال بیان ہوا ہو۔ اور انبیاء و حواریوں نے بعض قول کو قال اللہ کے تحت میں داخل کیا ہے اور بعض کو غائب کے صیغہ سے لکھا ہے اور بعض وحی اور روایہ کی راہ سے اور بعض نصیحت و تعلیم کے طور پر مرقوم کیا ہے اور بعض کو گزارشات کی طرح پر کہ انہوں نے آپ دیکھا یا اوروں سے سنا اور گزارشات کی نسبت الہام کی راہ سے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کون سی گزارش کتاب میں داخل کریں اور حق و باطل میں فرق کریں اور مضمون و عبادت کو کس ترتیب سے لکھیں۔ پس اس مضمون سے گزارشات و روایات بھی کلام الہی ہیں۔ خلاصہ۔ ہم مسیحی لوگوں کا اعتقاد نبی اور الہام کے حق میں یہی ہے جو بیان ہوا ہے۔

جواب میں کہتا ہوں کہ یہ صرف پادری صاحب ہی کا اعتقاد ہے۔ دوسرے عیسائیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی کتب مقدسہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ عہد عتیق کی کتابوں سے تو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مقصد سوم کی چوتھی فصل میں بوڑھے نبی کا قصہ گزر چکا ہے۔ نیز عیسائی علماء نے بھی یہی لکھا ہے کہ حواری حضرات غلطیاں کرتے تھے جیسا کہ اس مذکورہ فصل میں دانی ٹیکر وغیرہ کے اقوال سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

● پادری صاحب کا یہ قول کہ ”اور پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں الخ“ ایک بلا دلیل دعویٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا فصل میں عہد جدید کا حال نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ وہ الہامی نہیں ہے اور یہ کہ لوقا اور مرقس کی انجیلیں پطرس اور پولس کی مدد سے نہیں لکھی گئیں۔ باقی رہا عہد عتیق کا

مجموعہ تو اس کا حال یہ ہے کہ اکہادین، وزن ملر، ڈائمہ، شوتشے اور شوڈر وغیرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچوں کتابیں الہام سے نہیں لکھی گئیں۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۷۹۸ اور ۸۱۸ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ لہذا جب سچی علماء کا حضرت موسیٰ کی کتابوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے تو باقی دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی کیا کیا جائے۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر کے مصنفوں اور ان کے زمانہ تالیف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں۔ باقی رہا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح نے عہد عتیق کی کتابوں کی صداقت کے بارے میں گواہی دی ہے تو اس کا تذکرہ ص ۶۷۸ میں گزر چکا ہے۔

ساتواں اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

دو اگر تو سوال کرے کہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ محمد اور اس کے تابعدار ایسے جھوٹے دعویٰ میں پڑے ہوں کہ گویا پرانے اور نئے عہد کی مقدس کتابیں منسوخ و تحریف ہو گئی ہیں اور ایسے دعویٰ کا سبب کیا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا دعویٰ کرنا ان کو ضرور تھا کیونکہ اگر نہ کرتے تو البتہ محمد کی باتوں سے صاف خلاف ظاہر ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ایک طرف سے اقرار کرتا تھا کہ پرانے اور نئے عہد کی کتابیں خدا کی جانب سے ہیں اور دوسری طرف سے ان کتابوں کی تعلیمات کے برخلاف بیان کرتا۔ پس اس صورت میں تدبیر صرف اسی میں ٹھہری کہ یہ دعویٰ درمیان میں لاوے کہ نئے اور پرانے عہد کی کتابیں تحریف اور قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہو گئی ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ کتابیں قرآن سے موافقت نہیں رکھتیں تاکہ اس طریق سے اپنے تئیں

ظاہری خلاف سے چھوڑا دے اور اپنے کلام کو حق ٹھہرا دے اور اس دعویٰ کو قوت دینا محمد اور اُس کے تابعداروں کو اتنا مشکل نہ تھا کیونکہ عرب کے بت پرست مسیحیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے اور ہر چند کہ شروع میں جیسا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے مسیحی اور یہودی محمد کی دعوت کے جواب میں بہت گفتگو کرتے تھے۔ لیکن جب کہ بہت سے لوگ اس کے مطیع ہو گئے اور بزورِ شمشیر قوت پائی۔ پھر کسی کو مقابلہ میں گفتگو کی طاقت نہ رہی۔ پس محمد کا دعویٰ مشہور و منتشر ہو گیا۔ مگر ظاہر ہے کہ حقیقت ثابت کرنا مادہ اور نہ ور سے نہیں ہو سکتا۔“

جواب | میں کہتا ہوں کہ اس مقام پر پادری صاحب نے ملحدانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے طرزِ استدلال کے ذریعہ ہی اس کا جواب دیا جائے۔

مثلاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پوئس اور اس کے پیروکار آخر کیوں اس جھوٹے دعوے کو لے کر اُٹھے کہ گویا عہدِ عتیق کی کتابیں پرانی اور نکستی ہو گئی ہیں۔ ان کے اس دعوے کا آخر کیا سبب ہوا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے ایسا دعویٰ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرتے تو پوئس کی باتیں عہدِ عتیق کے بالکل منافی نظر آتیں اس لئے کہ ایک طرف تو وہ یہ اقرار کرتا تھا کہ سب کتابیں الہامی ہیں اور دوسری طرف ان کتابوں کی تعلیمات کے خلاف بیان کرتا تھا۔ پس اس صورت میں یہی تدبیر بن پڑی کہ اس دعوے کو درمیان میں لائے کہ پرانے عہد کی کتابیں منسوخ اور نکستی ہیں اور ان میں بجات نہیں۔ اس لئے کہ اگر ان میں بجات ہوتی تو دوسری کی کیا حاجت تھی؟ اور یہ دعوے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح اپنے تمہیں عہدِ عتیق سے ظاہری مخالف کے الزام سے چھٹکارا ملے اور اپنے کلام

کو حق ثابت کر سکے۔ اور یہی بات کوئی حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہہ سکتا ہے۔
اس اعتراض کا جو کچھ جواب پادری صاحب دیں گے وہی جواب ہمارا ہوگا۔

پادری صاحب کا یہ اعتراض کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے تو اس کا جواب یہ
ہے کہ یہ بات تو بالاتفاق ثابت ہے کہ جہاد کا حکم ہجرت کے بعد یعنی نبوت کے تیرہ
چودہ برس بعد ہوا ہے اور اس عرصہ میں ہزاروں لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔
چنانچہ سبیل صاحب لکھتے ہیں :-

”مدینہ میں قبل ہجرت کوئی گھر باقی ہو گا جس میں کوئی مسلمان نہ ہو۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

”یہ بات محض تہمت ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام صرف تلوار ہی کے زور سے
پھیلا۔ کیونکہ بہت سے بلاد ایسے تھے جہاں تلوار کا نام بھی نہیں لیا گیا اور
اسلام پھیل گیا۔“ ۱

اور اگر پادری صاحب کو جہاد پر اعتراض ہے تو وہ حضرت موسیٰؑ، حضرت
یوشعؑ (یشوع)، حضرت داؤدؑ کے فلسطینیوں، امونیوں اور کنعانیوں وغیرہ کے
ساتھ سلوک کو سامنے رکھ کر خدا سے ڈریں اور ایسی لغو باتیں نہ کریں۔ اس
موضوع پر ہم ”ازالۃ الاحیاء“ میں مفصل بحث تحریر کر چکے ہیں۔ اور صاحب
”استفسار“ نے بھی اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

اٹھواں اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

۱۔ ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے، مشہور مسیحی بادشاہ بنجاشی کا اسلام قبول کرنا اس حقیقت

کا بین ثبوت ہے۔ ۱۲ بنجیب

”غرض کہ اس باب کے مطالب جن کا ذکر محمدیوں کے دعوے کے جواب میں ہو چکا اگر ہم مختصر طور پر پھر ان کو بیان کریں تو انہیں دلیلوں سے صاف ثابت و ظاہر ہے کہ محمدیوں کے دعوے بالکل بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ بلکہ یقین کلی ہے کہ پرانے اور نئے عہد کی کتابیں نہ محمد کے عہد میں نہ اُس سے پہلے نہ پیچھے یعنی کسی وقت میں نہ تخریف و تبدیل اور نہ کبھی منسوخ ہوئیں اور نہ ہوں گی۔ کیونکہ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے پر خدا کا کلام نہ ٹلے گا۔

پس وہ محمدی شخص جو حقیقت کا طالب ہے ان مقدس کتابوں میں خدا کا غیر منسوخ اور غیر محرف کلام پائے گا جس کے حکم و امر سارے لوگوں سے اور خود اس سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ ہاں صاف دل محمدی شخص کو لازم ہے کہ اس الہامی کلام کی نقلیں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہیں تو جو شخص خدا کے کلام جاننے اور اُس کے حکموں پر عمل کرنے میں سستی اور غفلت کرے گا خدا کے غضب میں پڑے گا۔ اس لئے ہم نے صاف دل محمدیوں کی رہنمائی کو دوسرے باب کے لکھنے پر توجہ کی۔ اُس میں انجیل اور پرانے عہد کی عمدہ تعلیموں کو مختصر طور پر بیان کر کے ثبوت پہنچائیں گے کہ مقدس کتابیں اُن شرطوں کو جنہیں ہم نے الہام الہی کی پہچان کے واسطے شروع رسالہ میں لکھا ہے پورا کرتی اور آدمی کی روح کی خواہش و تقاضا حاصل کر کے اُسے حقیقی نیک بختی کو پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ ان باتوں سے ہر طرح معلوم و ثابت ہوتا ہے کہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں خدا کا کلام ہیں۔“

جواب میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا دعویٰ تو ہرگز بے اصل نہیں ہے۔ البتہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کا دعویٰ بے اصل ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ چنانچہ آئندہ سطور میں ناظرین پر یہ بات بخوبی واضح اور آشکارا ہو جائے گی۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ”یعنی کسی وقت میں نہ تحریف و تبدیل کی بھی منسوخی ہوئیں غلط ہے۔ کیونکہ تحریف کا ہونا تو یقینی ہے جیسا کہ اس کتاب میں ثابت و بیان ہو چکا ہے۔ باقی رہی احکام کی منسوختی تو پادری صاحب اس کا حال بھی ذرا سن لیں۔

بائبل کے احکام کی منسوخی

دین عیسوی میں توریت کے بہت سے احکام منسوخ ہو گئے۔ مثلاً :-

۱۔ یوم السبت کے عزت و احترام کا حکم

یوم السبت کی تعظیم کا حکم اور اس کو قابل احترام تسلیم کرنے کی تاکید عہد عتیق کی کتابوں میں بہت سے مقامات میں مذکور ہے۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۳ اور ترجمہ ۱۹۲۲ء میں یوں ہے :-

”اور خدا نے ساتویں دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا کیونکہ اُس میں خدا نے ساری کائنات جسے اس نے پیدا کیا اور بنایا فارغ ہوا“

۱۔ قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: ”اور خدا نے ساتویں دن کو مبارک کیا اور مقدس ٹھہرایا اس لئے کہ خدا نے اس دن اپنے سب کام سے جو کیا اور بنایا تھا آرام پایا“ ۱۲ انجیل

خروج باب ۲۰ آیت ۱۱، ۱۰ اور دو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں لے ہے :-

”لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹی نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا چوپایہ نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اُسے مقدس ٹھہرایا“

خروج باب ۳۱ آیت ۱۳ اور دو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں درج ہے :-

”تو بنی اسرائیل سے یہ بھی کہہ دینا کہ تم میرے سبتوں کو ضرور ماننا۔ اس لئے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان تمہاری پشت درپشت ایک نشان ہے گاتا کہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا پاک کرنے والا ہوں“

لے قدیم ترجمہ یوں ہے :- ”لیکن ساتواں دن خدا اپنے خداوند کا ہے اس میں کوئی کچھ کام نہ کرے، نہ تو تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا خدمت کرنے والا، نہ تیری خدمت کرنے والی نہ تیرے مویشی نہ تیرے مسافر جو تیرے دروازے کے اندر ہے۔ اس لئے کہ خداوند نے چھ دن میں آسمان و زمین و سب جو کچھ ان میں ہے بنائے اور ساتویں دن آرام لیا اس واسطے خداوند نے یوم السبت کو مبارک کیا اور اسے مقدس ٹھہرایا“ ۱۲

لے قدیم ترجمہ یوں ہے :- ”تو اسرائیل کو امر کہہ اور اون کو کہہ کہ تم میرے سبت کو مانو اس لئے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان تمہارے قرون میں نشانی ہے“ ۱۲ بخیب

اسی باب کی آیت ۱۶ میں ہے ^۱ :-

”پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور پشت در پشت اُسے دائمی عہد
جان کر اس کا لحاظ رکھیں“

کتاب استثناء باب ۵ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں اس کی تاکید
کی گئی ہے کہ ^۲ :-

”اور یاد رکھنا کہ تو ملک مقرر میں غلام تھا اور وہاں سے خداوند تیرا خدا
اپنے ذور آور ہاتھ اور بلند بازو سے تجھ کو نکال لایا۔ اس لئے خداوند
تیرے خدا نے تجھ کو سبت کے دن کو ماننے کا حکم دیا“

خروج باب ۱۶ کی آیت ۲۹، ۳۰ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں یوں حکم دیا
گیا ہے :- ^۳

”دیکھو چونکہ خداوند نے تم کو سبت کا دن دیا ہے اسی لئے وہ تم کو چھٹے
دن دو دن کا کھانا دیتا ہے۔ سو تم اپنی اپنی جگہ رہو اور ساتویں دن کوئی
اپنی جگہ سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ لوگوں نے ساتویں دن آرام کیا“

^۱ قدیم ترجمہ یہ ہے :- ”پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور اُسے پشت در پشت

عہد ابدی جان کے اوس میں ثبات کریں“ ۱۶

^۲ قدیم ترجمہ یوں ہے :- ”یاد کر یہی کہ تو مصر کی زمین میں غلام تھا اور خداوند تیرا خدا اپنے
ذور آور ہاتھ اور بالادستی سے تجھ کو وہاں سے نکال لایا اس لئے خداوند تیرے خدا نے
تجھ کو فرمایا کہ سبت کے دن کی محافظت کر“ ۱۶

^۳ قدیم ترجمہ اس طرح ہے :- ”دیکھ اندیکھ خداوند نے تم کو سبت دیا اس لئے وہ تمہیں چھٹے
دن دو دن کا روٹیاں دیتا ہے ہر ایک تم سے اپنی جگہ گوشہ گیر ہے ساتویں دن کسی کو خست
نہ دے کہ اپنی جگہ سے باہر جاوے چنانچہ لوگوں نے ساتویں دن آسائش کی“ ۱۶

یوم البست کے احترام کا حکم نہ ماننے والوں کی سزا | خروج باب ۳۱ آیت ۱۴ میں اس روز

کے نہ ماننے والوں کی سزا کے بارے میں یہ حکم ہے :-

”و پس تم سبت کو ماننا اس لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس

کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے جو اس میں کچھ کام کرے وہ

اپنی قوم میں سے کاٹ ڈالا جائے “

اسی کتاب (خروج) کے باب ۳۵ آیت ۲ میں یہ حکم ہے :-

”چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لئے روز مقدس

یعنی خداوند کے آرام کا سبت ہو۔ جو کوئی اس میں کچھ کام کرے وہ

مار ڈالا جائے “

حکم عدولی کی سزا کا اجراء | چنانچہ یہ حکم یعنی قتل کرنے کی سزا جو سبت کے

نہ ماننے والوں کے لئے تجویز ہوئی تھی اس زمانہ

میں جاری بھی ہو گئی۔ چنانچہ کتاب گنتی باب ۱۵ کی آیت ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵،

اور ۳۶ اور ترجمہ ۱۹۶۲ء میں یوں مذکور ہے :-

۱۔ قدیم اردو ترجمہ ۱۹۴۲ء اس آیت کا یوں ہے :- ”پس تم سبت کو مانو اس

لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کو پاک نہ جانے وہ مار ڈالا جائے جو اس

میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم سے کٹ جاوے “

۲۔ قدیم ترجمہ یوں ہے :- ”چھ دن تک کاروبار کیا جاوے اور ساتواں دن تمہارے

لئے روز مقدس خداوند کی راحت کا سبب ہوگا جو کوئی اس میں کام کرے گا مار ڈالا

جائے گا “ ۱۲ بنجیب

”اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے ان دنوں ایک آدمی ان کو سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا اور جن کو وہ لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا وہ اسے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اُسے حوالات میں دکھا کیونکہ ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ شخص ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت لشکر گاہ کے باہر اُسے سنگسار کرے۔ چنانچہ جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق ساری جماعت نے اُسے لشکر گاہ کے باہر لے جا کر سنگسار کیا اور وہ مر گیا۔“ ۱۷

یوم السبت کے بارے میں حکم کا استمرار | حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی ”یوم السبت“ کی فضیلت اسی طرح جاری رہی۔ چنانچہ کتاب نحمیاہ باب ۹ آیت ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں یوں فرماتے ہیں :-

۱۷۔ قدیم ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں :-

”اور جب بنی اسرائیل بیابان میں تھے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا تھا تب وہ اس کو جو لکڑیاں جمع کر رہا تھا پکڑ کے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لائے انہوں نے اسے قید میں ڈالا کیونکہ اُن کو بیان نہیں کیا گیا تھا کہ اسے کیا کیا جاوے۔ تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہ شخص مارا ڈالا جاوے ساری جماعت خیمہ گاہ کے باہر اس پر پتھر اڑ کرے چنانچہ ساری جماعت اسے خیمہ گاہ کے باہر لے گئی اور اسے سنگسار کیا کہ وہ مر گیا جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا۔“ ۱۲ بحیب

”اور ان کو اپنے مقدس سبت سے واقف کیا اور اپنے بندہ موسیٰ کی معرفت ان کو احکام اور آئین اور شریعت دی“

حزقی ایل باب ۲۰ آیت ۱۱، ۱۲ میں یوں حکم دیا گیا ہے :-

”اور میں نے اپنے آئین ان کو دیئے اور اپنے احکام ان کو سکھائے کہ انسان ان پر عمل کرنے سے زندہ رہے اور میں نے اپنے سبت بھی ان کو دیئے تاکہ وہ میرے اور ان کے درمیان نشان ہوں تاکہ وہ جانیں کہ میں خداوند ان کا مقدس کرنے والا ہوں“

یرمیاہ کی معرفت باب ۱ آیت ۲۲ میں یوں فرمایا :-

”اور تم سبت کے دن بوجھ اپنے گھروں سے اٹھا کر باہر نہ لے جاؤ اور کسی طرح کا کام نہ کرو بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو۔ جیسا میں نے تمہارے باپ دادا کو حکم دیا تھا“

۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ اس طرح ہیں :- ”اور اپنا مقدس سبت انہیں سکھلایا

اور اپنے بندہ موسیٰ کے ہاتھ سے انہیں احکام اور حقوق اور فرائض فرمائے“ ۱۲

۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ عبارت یوں ہے :- ”اور میں نے اپنے حقوق انہیں دیئے اور اپنے احکام انہیں بتائے ان چیزوں پر آدمی اگر عمل کرے تو ان سے جڑے گا اور میں نے اپنے سبت بھی انہیں دیئے کہ وہ میرے اور ان کے درمیان نشان ہو دیں تاکہ وہ جانیں کہ میں خداوند ان کا مقدس کرنے والا ہوں“ ۱۲

۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :- ”اور تم سبت کے دن اپنے گھروں سے بوجھ نہ لے جاؤ اور کسی طرح کا کام نہ کرو بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو جیسا میں نے تمہارے باپ دادا کو فرمایا“ ۱۲

آیت ۶۷ میں ہے :-

”وَلٰكِنْ اِذْ تَمْشِيْ مِىْثَ سَنُوْكَىۤهٗ كِهٖ سَبْتِ كِهٖ دِنِ كِهٖ مَقْدَسٍ جَانُو اُو رِبُو جِهٖ اُٹھا كِهٖ
سَبْتِ كِهٖ دِنِ يَرُو شَلِيْمِ كِهٖ پھاٹكُوں ميں داخِلِ هُونِي سِي بَانِي نِي هُو
تُو ميں اِس كِهٖ پھاٹكُوں ميں اُگِ سَلْكَاوُنْ كَا جُو اُس كِهٖ قَمَرُوں كُو بَحْسَمِ
كِهٖ دِي كِي اُو رِبِي رِگَزِي نِي بَحْجِي كِي“ ۱۷

یوم السبت کا حکم حضرت عیسیٰ کے بعد | عہد جدید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت عیسیٰ نے بھی اس کی فضیلت کو

برقرار رکھا۔ چنانچہ متی باب ۱۹ کی آیت ۱۶، ۱۷ میں ہے :-

”اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ
کی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟
نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔“ ۱۷

۱۷۔ قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :- ”لیکن اگر میری نہ سنو گے کہ سبت کے دن کو
مقدس جانو اور سبت کے دن یروشلیم کی پھاٹکوں سے بوجھ لے کر داخل نہ ہو تب میں اس
کے پھاٹکوں میں اُگِ لگاؤں گا جو یروشلیم کے محلوں کو کھا جائے گی اور نہ بچھے گی“ ۱۷

۱۸۔ اردو ترجمہ ۱۸۳۲ء میں یہ آیات اس طرح ہیں :- ”اور دیکھو ایک نے اُگے اوس سے کہا
اے اچھے استاد میں کون سا اچھا کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اوس نے اس سے کہا کہ تو
کیوں مجھے اچھا کہتا ہے کیونکہ اچھا تو کوئی نہیں مگر ایک خدا پھر اگر تو زندگی میں داخل ہوا
چاہے تو حکموں پر عمل کر۔“ ۱۷

۱۹۔ قدیم حوالہ میں یہ الفاظ ہیں :- ”اوس نے اس سے کہا کہ تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے؟“
جدید ترجمہ میں مجھے اچھا کہتا ہے، کے جملہ کو ”مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے“ لکھا ہے
مفہوم کا فرق واضح ہے۔ ۱۷ بخیب

یہاں ”حکموں“ کا لفظ مذکور ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وہی ”احکام عشرہ“ مراد ہیں جو موسیٰ کی معرفت دیئے گئے تھے۔ بلکہ مرقس باب ۱۰ اور لوقا کے باب ۱۸ سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

انجیل متی باب ۲۴ کی آیت ۲۰ میں ہے :-

”دو پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں میں یا سبت میں بھاگنا نہ پڑے“

یوم السبت کی منسوخی | باوجودیکہ عہد عتیق کی کتابوں میں سبت کے ماننے کے لئے اس قدر سخت تاکیدیں درج ہیں اور حضرت عیسیٰ نے بھی

یوم السبت کے ماننے یا نہ ماننے کا حکم صراحت کے ساتھ نہیں دیا مگر مذکورہ بالا آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یوم السبت واجب الاتباع تھا۔ کیونکہ احکام عشرہ میں وہ بھی داخل ہے۔

برعکس اس کے مقدس پولس نے اس کو بھی منسوخ کر ڈالا جیسا کہ کلیتوں کے

نام خط کے باب ۲ کی آیت ۱۴، ۱۶، ۱۷ اور ترجمہ ۱۹۶۲ء میں اس نے لکھا ہے کہ :-

”اور وہ حکموں کی وہ دستاویز مٹا ڈالی جو ہمارے نام پر اور ہمارے خلاف

تھی اور اس کو صلیب پر کیلوں سے جڑ کر سامنے سے ہٹا دیا۔۔۔ پس کھانے پینے

یا عید یا نئے چاند یا سبت کی بابت کوئی تم پر الزام نہ لگائے۔ کیونکہ یہ آنیوالی

چیزوں کا سایہ ہیں مگر اصل چیزیں مسیح کی ہیں“ ۱۷

۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے :- ”سو تم دعا مانگو کہ تمہارا بھاگنا

جاڑے میں یا سبت کے دن نہ ہو“

۱۸ اور حکموں کا دستخط جو ہمارے مخالف تھا مٹا ڈالا اور اس کو بیچ میں اٹھا کر صلیب پر کیلیں جڑیں

پس کوئی کھانے یا پینے یا عید یا نئے چاند یا سبت کے دن کی بابت تمہیں گنہگار نہ ٹھہراوے کہ یہ آنے والی

چیزوں کی سایہ ہیں پر بدن مسیح ہے“ ۱۹

برکٹ اور ڈاکٹر ویٹی آیت ۱۶ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

”یہود کے ہاں تین قسم کے دنوں کی محافظت کی جاتی تھی۔ اپنی ورمیری یعنی سال کا پہلا دن جس کو یہاں آیت میں عید کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرے نو زسی جو ہرمینے کی پہلی تاریخ ہوتا تھا اور یہاں جس کو نیا چاند کہا ہے۔ تیسرا ویکی جو ہفتہ میں ایک بار ساتویں دن ہوا کرتا تھا۔ اور اس کو سبت کا دن کہا ہے۔ یہ تمام منسوخ ہوئے۔ بلکہ یہودیوں کے ساتویں دن کا سبت بھی۔ اور خداوند کا دن یعنی عیسائیوں کا پہلے دن کا سبت اس کی جگہ قائم ہوا۔“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین اسی آیت کی شرح میں لکھتے ہیں :-
 ”چونکہ حضرت عیسیٰ نے رسوماتی آئین کو منسوخ کر دیا لہذا اب کوئی شخص غیر قوموں کو اس کا لحاظ نہ کرنے پر الزام نہ لگائے۔“
 بشپ ہورسلے اس آیت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے :-
 ”لیکن یہودی کلیسا کا سبت موقوف ہوا اور کسی عیسائی کو اپنے سبت کی حفاظت میں فریسیوں کے وہموں کی پیروی کہ نا ضروری نہیں۔“
 بوسوئبر اور لارقان لکھتے ہیں :-

۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ ان کا تعارف یوں پیش کرتے ہیں : بوسوئبر (Beausobre) اور لارقان (L. Enfant) الخ عربی تلفظ باسوبر لیا فان کیا گیا ہے۔ ”اظهار الحق“ کے اردو ترجمہ میں اسے ایک شخص شمار کیا گیا ہے۔ مگر ”اعجاز عیسوی“ میں ”باسوبر اور لیا فان“ ذکر کے تصریح کر دی گئی ہے کہ دو اشخاص ہیں جنہوں نے مل کر بائبل کی تفسیر لکھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان کی کتاب کا نام ”عہد جدید کے مطالعہ کی تمہید“

Introduction A LA Lecture Du nouveau Testament“
 تحریر کیا ہے جو فرانسیسی زبان میں آسٹرم (ہالینڈ) سے چھپی تھی۔ (ضمیمہ بائبل سے قرآن تک ۶۲۵ء مطبوعہ ۱۳۱۵ھ) نمبر

”اور اگر تمام آدمیوں اور دنیا کی تمام قوموں پر یوم السبت کی حفاظت واجب ہوتی تو وہ ہرگز منسوخ نہ ہوتا جیسا اب حقیقت میں منسوخ ہو گیا اور عیسائیوں پر لازم ہوتا کہ پشت در پشت اس کی حفاظت کرتے۔ جیسا کہ شروع میں انہوں نے یہود کی تعظیم و تواضع کے سبب کیا کا۔“

۲ - ختنہ

ختنہ کا حکم اور اس کی منسوخی | ختنہ کے حکم کی شدید تاکید عہد عتیق میں درج ہے اب عیسائیوں نے اس حکم کو بالکل اڑا دیا حالانکہ وہ ایسا دائمی حکم تھا جس کے منسوخ ہونے کے مسلمان بھی ہرگز قائل نہیں ہیں۔ کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۰ تا ۱۴ اور ترجمہ ۱۹۶۲ء میں ختنہ کا حکم لیں مذکور ہے :-

”اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان

۱۔ قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :- ”اور عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان جسے تم یاد رکھو گے یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرد کا ختنہ کیا جاوے اور اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ دن کا ہو ختنہ کیا جائے گا گھر کا پیدا کیا پردیس سے خریدا ہوا جو تیری نسل کا نہیں۔ تیرے خانہ زاد کو تیرے ذریعہ خرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی رہے گا اور وہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔“ ۱۲ بنجیب

ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے خواہ وہ گھر میں پیدا ہو خواہ کسی پر دسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں۔ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زاد خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہو گا اور وہ فرزندِ نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ اُس نے میرا عہد توڑا۔“

یہ حکم حضرت مسیح کے عہد میں بھی جاری رہا اور اپنی پیدائش کے اٹھویں دن خود مسیح کا بھی ختنہ کیا گیا۔ بلکہ پولس کے زمانہ تک بھی اُس پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ خود پولس نے تیمتھس کا ختنہ کرا دیا تھا۔ جیسا کہ اعمال باب ۱۶ آیت ۳، ۴، ۵ اور ترجمہ ۱۹۶۱ء میں اس کی تصریح یوں موجود ہے :-

”دو پھر وہ درجے اور رستہ میں بھی پہنچا تو دیکھو وہاں تیمتھس نام ایک شاگرد تھا اس کی ماں تو یہودی تھی جو ایمان لے آئی تھی مگر اس کا باپ یونانی تھا۔ وہ رستہ اور اکنیم کے بھائیوں میں نیک نام تھا۔ پولس نے چاہا کہ یہ میرے ساتھ چلے۔ پس اس کو لے کر ان یہودیوں کے سبب سے جو اس فواج میں تھے اس کا ختنہ کر دیا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ اس کا باپ یونانی ہے۔“

”لے قدیم ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: ”وہ دربا اور سطورہ میں پہنچا اور دیکھو وہاں طمیطوس نامی ایک شاگرد تھا جسکی ماں یہودن تھی جو ایمان لائی پر اس کا باپ یونانی تھا اور وہ سطورہ اور یغونیم کے بھائیوں کے نزدیک نیک نام تھا پاؤل نے چاہا کہ اسے اپنے ساتھ لے چلے تو اس کو لیجا کے اون یہودیوں کے سبب جو اون جگہوں میں تھے اس کا ختنہ کیا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ اس کا باپ یونانی تھا“ ۱۲ انجیل

۳۔ دیگر احکام شریعت موسوی کی منسوخی

اور پھر معاملہ ان دو حکموں کی منسوخی پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ تورات کے سب احکام اور مکمل رسوماتی آئین حضرت عیسیٰ کے عہد میں اور ان کے بعد حواریوں کے زمانہ میں بھی جاری رہے۔ جیسا کہ کتاب اعمال باب ۲۱ آیت ۱۸ تا ۲۴ اور ۲۶ میں اس طرح مذکور ہے :-

”اور دوسرے دن پولس ہمارے ساتھ یعقوب کے پاس گیا اور سب بزرگ وہاں حاضر تھے۔ اُس نے انہیں سلام کر کے جو کچھ خدا نے اُس کی خدمت سے غیر قوموں میں کیا تھا مفصل بیان کیا۔ انہوں نے یہ سن کر خدا کی تعجید کی، پھر اس سے کہا بھائی تُو دیکھتا ہے کہ یہودیوں میں ہزار ہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں۔ اور ان کو تیرے بارے میں سکھا دیا گیا ہے کہ تو غیر قوموں میں رہنے والے سب یہودیوں کو یہ کہہ کر موسیٰ سے پھر جانے کی تعلیم دیتا ہے کہ نہ اپنے لڑکوں کا ختنہ کرو نہ موسیٰ رسموں پر چلو۔ پس کیا کیا جاوے؟ لوگ ضرور سنیں گے کہ تُو آیا ہے۔ اس لئے جو ہم تجھ سے کہتے ہیں وہ کر، ہمارے ہاں چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے منت مانگی ہے۔ انہیں لے کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاک کر اور ان کی طرف سے کچھ خرچ کر تا کہ وہ سر منڈائیں تو سب جان لیں گے جو باتیں انہیں تیرے بارے میں سکھائی گئی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں بلکہ تو خود بھی شریعت پر عمل کر کے درستی سے چلتا ہے۔ اس پر پولس ان آدمیوں کو لے کر اور دوسرے دن اپنے

آپ کو ان کے ساتھ پاک کر کے، ٹیکل میں داخل ہوا اور خبر دی کہ جب تک ہم میں ہر ایک کی نذر نہ چڑھائی جائے تقدس کے دن پورے کریں گے۔“

پس ان آیات سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شریعت موسوی کے احکام پولس کے زمانہ میں بھی بڑی سختی کے ساتھ رد و عمل تھے۔ یہاں تک کہ مقدس پولس کو بھی ظاہری طور پر ان کا اتباع کرنا پڑا۔ باوجودیکہ وہ دل میں کچھ اور عقیدہ رکھتا تھا جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان ہوگا۔ چنانچہ ”عبرانیوں کا نام کا خط“ باب کی آیت ۱۳ کے اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں مذکور ہے کہ :-

۱۔ ”قدیم ترجمہ ۱۸۴۲ء کی عبارت اس طرح ہے :- ”اور دوسرے دن پاؤل ہمارے ساتھ یعقوب کے ہاں گیا اور سب بزرگ وہاں اکٹھے تھے اور اونہیں سلام کر کے اوس نے جو کچھ خدا نے اوس کی خدمت کے وسیلہ غیر قوموں میں کیا تھا برابر بیان کیا اور اونہوں نے یہ سن کے خدا کی تعریف کی اور اوسے کہا: بھائی تو دیکھتا ہے کہ کتنے ہزار یہودی ہیں جو ایمان لائے اور سب شریعت پر بہت گرم ہیں اور اونہوں نے تیرے حق میں سنا ہے کہ تو غیر قوموں میں سب یہودیوں کو سکھاتا ہے کہ موسیٰ سے پھر جاویں کہ کتا ہے اپنے لڑکوں کا ختنہ نہ کرے اور شریعت کے دستوروں پر نہ چلو۔ اب کیا کیا چاہیے لوگ ہر حال میں جمع ہوں گے کیونکہ سنیں گے کہ تو آیا ہے، سو یہ جو ہم تجھے کہتے ہیں کہ ہمارے چار شخص ہیں جنہوں نے منت مانی ہے اونہیں ساتھ لے کر آپ کو اون کے ساتھ پاک کر اور اون کے لئے خرچ کر کہ اپنا سر منڈاویں تو سب جانیں گے کہ جو تیرے حق میں سنا کچھ نہیں بلکہ تو آپ درست چلتا اور شریعت کو مانتا ہے۔ تب پاؤل نے اون شخصوں کو ساتھ لیا اور دوسرے دن آپ کو اون کے ساتھ پاک کر کے ٹیکل میں داخل ہوا اور خبر دی کہ جب تک اون میں ہر ایک کی نذر نہ چڑھائی جاوے پاک ہونے کے دن پورے کروں گا۔“ ۱۴ بنجیب

”جب اُس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے“

اس آیت کی شرح میں پاؤل صاحب لکھتے ہیں :-

”صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نئی اور بہتر رسالت کے اقرار کرنے سے پرانے اور زیادہ ناقص کو منسوخ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہذا یہودیوں کا یہ سوماتی مذہب موقوف ہوتا اور اس کی جگہ دین عیسوی قائم کیا جاتا ہے۔“
مقدس پولس عبرانیوں کے نام خط کے باب آیت ۹ میں فرماتے ہیں :-
”کیونکہ شریعت جس میں اُنہدہ کی اچھی چیزوں کا عکس ہے اور اُن چیزوں کی اصلی صورت نہیں اُن ایک ہی طرح کی قربانیوں سے جو ہر سال بلاناغہ گزارنی جاتی ہیں پاس آنے والوں کو ہرگز کامل نہیں کر سکتی۔ ورنہ اُن کو گڈرا نہ موقوف نہ ہو جاتا؟ کیونکہ جب عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو جاتے تو پھر ان کا دل انہیں گنہگار نہ ٹھہراتا۔ بلکہ وہ قربانیاں سال بہ سال گناہوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خون گناہوں کو دور کرے۔ اسی لئے وہ دُنیا میں آتے وقت کہتا ہے کہ تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔ پوری مصلحتی قربانیوں سے تُو خوش نہ ہوا۔ اس وقت میں نے کہا کہ دیکھ! میں آیا ہوں (کتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ اے خدا! تیری مرضی پوری کروں۔ اوپر تو وہ فرماتا ہے کہ نہ تو نے

۱۔ قدیم ترجمہ یوں ہے :- ”جب جب اوس نے نیا کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور وہ جو پرانا اور دُنی ہے مٹنے کے نزدیک ہے“ ۱۲ نجیب

قربانیوں اور نذروں اور پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں کو پسند کیا اور نہ ان سے خوش ہوا۔ حالانکہ وہ قربانیاں شریعت کے موافق گزرائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ کہتا ہے کہ دیکھ میں آیا ہوں تاکہ تیری مرضی پوری کروں۔ غرض وہ پہلے کو موقوف کرتا ہے تاکہ دوسرے کو قائم کرے۔“ لے

آیت ۸، ۹ کی شرح میں پاؤل یوں لکھتا ہے :-

”حواری ان دو آیتوں میں اس کی دلیل پیش کرتا ہے کہ ان آیتوں میں یہودیوں کی قربانی کے بالکل غیر کافی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور

لے قدیم اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء کی عبادت اس طرح ہے :- ”شریعت جو آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں ہیں اور ان چیزوں کی حقیقی صورت نہیں اور قربانیوں سے جو دے ہر سال ہمیشہ گزرتے اور ان کو جو وہاں آتے ہیں کبھی کامل نہیں کر سکتے، نہیں تو وہ قربانی گزارنے سے باز آتے کیونکہ عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو کر آگے کو اپنے تئیں گنہگار نہ جانتے، پر قربانیاں برس برس گناہوں کو یاد دلاتی ہیں کیونکہ ہونہیں سکتا کہ بیلوں اور بکریوں کا گوشت گناہ کو مٹا دے۔ اس لئے کہ وہ دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے کہ قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدل تیار کیا، سوختنی قربانی اور ان قربانیوں سے جو بدن کے لئے ہیں تو مرضی نہ ہوا، تب میں نے کہا دیکھ میں آتا ہوں، میری بابت کتاب کے دفتر میں لکھا ہے تاکہ خداوند تیری مرضی بجا لاؤں۔ پہلے جب کہا کہ قربانی اور نذر اور سوختنی قربانی اور گناہ کی قربانی کی خواہش تو نے نہ دکھی نہ ان سے خوش ہوا اور یہی قربانیاں شریعت کے موافق گزرائی جاتی ہیں، تب اس نے کہا کہ دیکھ اے خداوند میں آتا ہوں کہ تیری مرضی بجا لاؤں تو وہ پہلے کو مٹاتا تاکہ دوسرے کو ثابت کرے۔“ ۱۲ بنجیب

اس لئے مسیح نے ان کے نقصانوں کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے اوپر موت کی تکلیف کو گوارہ کیا۔ اس طرح اس نے ایک بات اختیار کر کے دوسری چیز پر عمل کو منسوخ کر دیا۔“

ایسے ہی عبرانیوں کے نام خط باب ۷ کی آیت ۱۱، ۱۲ یوں مذکور ہے :-
 ”پس اگر نبی لاوی کی کہانت سے کاملیت حاصل ہوتی (کیونکہ اسی کی ماتحتی میں امت کو شریعت ملی تھی) تو پھر کیا حاجت تھی کہ دوسرا کاہن ملک صدق کے طریقہ کا پیدا ہوا اور ہادون کے طریقہ کا نہ گنا جائے اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے۔“

بشپ ہال آیت ۱۲ کی تفسیر میں لکھتا ہے :-
 ”جو کہانت احکام الہی اور توریت کا چھوٹا جزو تھی اور اُس کا کام یہ تھا کہ شریعت کی حفاظت اور خبر دہی اس کی دوسرے کی جائے اس لئے یہ ضروری ہوا کہ جب کہانت بدل گئی تو شریعت بھی ضرور ہی بدل دی جائے۔“
 ڈاکٹر میکناٹھ اسی آیت کی شرح یوں کرتا ہے :-

”دوریت کے مطابق کہانت کا کام جانوروں کی قربانی گزارنے اور عابدوں کے بدن کو دھوم ادا کر کے شرعی بنجاستوں سے پاک کرنے پر مشتمل تھا۔ تاکہ وہ لوگ جماعت عام میں خدا کی عبادت کریں۔ لیکن جب ایک کاہن ملک صدق

۱۔ قدیم اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء کی عبادت یوں ہے :- ”اگر بیواقی والی کہانت سے کاملیت ہوتی کہ لوگ شریعت سے اس کے پابند تھے تو کیا احتیاج تھی کہ دوسرا کاہن ملک صدق کے طور پر ظاہر ہو اور ہادون کے طور پر نہ کہلاوے پس اگر کہانت بدل جاوے تو شریعت کا بھی بدل ڈالنا ضرور ہو گا۔“ ۱۲ بنجیب

کے طور پر آیا اور جس کا یہ کام تھا کہ عابدوں کے دلوں کو جانوروں کی قربانی کے بجائے اپنی قربانی سے پاک کرے تب کہانت بدل گئی اور جانوروں کی قربانی اور بنی اسرائیل کے جسم کو غسل وغیرہ کے ذریعہ پاک کرنے کے بارے میں جو احکام شریعت تھے کلیہ طور پر بدل دیئے یعنی بالکل موقوف کر دیئے گئے ہیں۔“

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں آیت ۱۱ تا ۲۵ کی تفسیر میں یوں مرقوم ہے :-
 ”جس کہانت اور شریعت کے ذریعہ تکمیل نہیں ہو سکتی موقوف ہو گئی۔ ایک نیا کاہن اٹھا اور ایک نئی معافی قائم ہوئی جس سے سچے یقین کرنے والے کامل ہوں۔“

”گلتیوں کے نام خط“ باب ۳ آیت ۱۰ تا ۱۴ اور ترجمہ ۱۹۶۲ء میں مقدس پولس یوں فرماتے ہیں :-

”کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت

۱۔ قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :- ”کیونکہ دے سب جو شریعت کے عمل پر بھروسہ رکھتے ہیں لعنتی ہیں کہ لکھا ہے جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر کہ شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں قائم نہیں رہتا لعنتی ہے۔ پر یہ بات کہ کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راست باز نہیں ٹھہرتا موصاف ہر ہے کیونکہ جو ایمان سے راست باز ہوا سو ہی جئے گا۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں بلکہ وہ آدمی جس نے اس کے حکموں پر عمل کیا سو انہیں سے جئے گا۔ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کٹڑی پر لٹکایا گیا لعنتی ہے۔ تاکہ ابراہام کی برکت غیر قوموں تک مسیح سے پہنچے تاکہ ہم ایمان سے اس روح کو جس کا وعدہ ہے

ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکا دیا گیا وہ لعنتی ہے تاکہ مسیح یسوع میں ابراہام کی برکت غیر قوموں تک بھی پہنچے اور ہم ایمان کے وسیلہ سے اُس روز کہ حاصل کریں جس کا وعدہ ہوا ہے۔“

لارڈ کر صاحب ان آیتوں پوسل کر کے جلد ۹ صفحہ ۴۸۷ پر لکھتے ہیں :-

”میرا خیال ہے کہ اس جگہ حواری کی جو مراد اور مطلب ہے وہ یہ ہے اور وہ اس کی تعلیم اکثر کرتا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی موت اور صلیب سے یا تو شریعت منسوخ ہو گئی اور یا بے فائدہ ہو گئی۔“

پھر صفحہ ۴۸۸ پر لکھتے ہیں :-

”ان مقامات پر حواری صراحت کے ساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ شریعت کے اہماتی احکام کا منسوخ ہو جانا عیسیٰ کی موت کا نتیجہ ہے۔“

مقدس پوسل گلیٹون کے نام خط باب ۲ کی آیت ۲۱، ۲۰ اور دو ترجمہ

۱۹۶۲ء میں لکھتے ہیں :-

”میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح

مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اب جسم میں زندگی گزارتا ہوں تو خدا کے

بیٹے پر ایمان لانے سے گزارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی اور

اپنے آپ کو میرے لئے موت کے حوالے کر دیا۔ میں خدا کے فضل کو
بے کار نہیں کرتا۔ کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو
مسیح کا مرنا عبث ہوتا۔“ ۱۷

ڈاکٹر ہامنڈ آیت ۲۰ کی شرح میں یوں لکھتے ہیں :-

”دس نے میرے لئے اپنی جان دے کر موسیٰ کی شریعت سے مجھے چھٹکارا دلایا“
اور آیت ۲۱ کی شرح میں کہتے ہیں :-

”وہ آزاد میں اسی لئے استعمال کرتا ہوں اور نجات کے لئے شریعت
پر بھروسہ نہیں کرتا اور نہ موسیٰ کے احکام کو ضروری سمجھتا ہوں اس لئے
کہ وہ تو گویا مسیح کی انجیل کو بے فائدہ قرار دینا ہے۔“

ڈاکٹر وٹ بی آیت ۲۱ کی شرح میں یوں لکھتا ہے :-

”اگر ایسا ہو تو اس کام کے نجات خریدنا کچھ بھی ضروری نہیں تھا اور نہ اس
کی موت میں کچھ خوبی تھی۔“

پاؤل لکھتا ہے :-

”اگر یہودیوں کی شریعت ہمیں بچاتی اور نجات دیتی تو مسیح کی موت کی
کیا ضرورت تھی اور اگر ہماری نجات کے لئے شریعت ایک جزو ہے تو

۱۷۔ قدیم اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء کی عبارت یوں ہے :- ”میں مسیح کے ساتھ صلیب پر
کھینچا گیا لیکن زندہ ہوں پر تو بھی میں نہیں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو آبِ جسم
میں زندہ ہوں سو خدا کے بیٹے پر ایمان سے زندہ ہوں جس نے مجھ سے محبت کی اور
آپ کو میرے بدلہ دیا۔ میں خدا کے فضل کو بیجا نہیں ٹھہراتا کیونکہ راستبازی اگر شریعت سے
ملتی تو مسیح بے فائدہ ہوتا۔“ ۱۸۔ انجیل

مسیح کی موت اس کے واسطے کافی نہ ٹھہری“

مقدس پولس نے اسی طرح اور بہت سے مقامات پر ایسے ہی لکھا ہے اور عیسائی علماء نے ان کی پیروی کرتے ہوئے ان آیات کی ویسی ہی شرح کی ہے۔ مثلاً پولس عبرانیوں کے نام اپنے خط کے باب ۷ کی آیت ۱۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۴ء میں یوں لکھتا ہے :-

”غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہو گیا“

الغرض پولس کے مذکورہ بالا اقوال اور دوسرے عیسائی علماء کی طرف سے ان کی شروع و تفاسیر سے ہر عاقل اور صحیح فہم رکھنے والے شخص پر یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ تورات کے احکام منسوخ ہو گئے۔ لہذا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ کتب مقدسہ نہ کبھی منسوخ ہوئی ہیں نہ ہوں گی بالکل لغو ہو گیا اور اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ پادری صاحب ان چند اوراق کو جو انہوں نے ”میزان الحق“ کے پہلے باب کی دوسری فصل میں نسخ کے بارے میں سیاہ کئے ہیں بالکل نکال ڈالیں۔ اس لئے کہ اول تو اس فصل کی بنیاد ہی غلط ہے۔ کیونکہ پادری صاحب شروع ہی میں کہتے ہیں کہ :-

”قرآن اور اس کے مفسرین دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے

توریت اور انجیل کے ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوئی الخ“

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں :-

”اس حالت میں محمدیوں کا دعویٰ بے اصل و بے جا ہے جو کہتے ہیں کہ زبور توریت

۱۷ اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء میں یہ آیت یوں ہے :- ”پس اگلا حکم کمزور اور بے فائدہ

ہونے کے سبب منسوخ ہوا“ ۱۲ انجیل

کو اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے۔ الخ
 حالانکہ یہ صریح بہتان ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں کسی جگہ یہ نہیں آیا ہے
 کہ زبور کے سبب سے تورات منسوخ ہوئی اور نہ ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ انجیل کے
 ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوئی اور نہ کوئی مفسر اس بات کا قائل ہے بلکہ اس کے
 برعکس تفسیر عزیزی میں سورہ بقرہ کی آیت ۸۰ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
 الایہ کی تفسیر کے تحت اس طرح لکھا ہے :-

”اور موسیٰ کے پیچھے ہم نے اور رسولوں کو بھیجا جو حضرت یوشع اور حضرت الیاس
 اور حضرت الیسع اور حضرت سموئیل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور
 حضرت شعیا اور حضرت اسمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیز اور حضرت
 حزقیل اور حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ وغیرہم چارہ ہزار آدمی تھے۔ اور
 یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر گزردے ہیں اور ان کے
 بھیجنے سے اُسی شریعت کے احکام کا جاری کرنا مقصود تھا جو بنی اسرائیل
 کی سستی اور کاہلی سے مندرس و متروک اور ان کے علماء بد کی تحریفات
 کے سبب متغیر ہو چلے تھے۔“

اور سورہ نساء کی آیت ۱۶۱ وَآتَيْنَا دَاوُدَ نَبُوءًا کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر
 حسینی میں یوں لکھا ہے :-

”اور ہم نے داؤد کو کتاب دی جس کا نام زبور تھا۔ وہ کتاب جناب الہی کی حمد و ثنا پر مشتمل اور
 اوامرو نواہی سے خالی تھی بلکہ داؤد کی شریعت وہی تورات کی شریعت تھی۔“

یہ سب مباحثہ دینی کے پہلے حصہ میں مفصل لکھا گیا ہے اور پادری صاحب

لے حضرت مولانا رحمت اللہ کیلوی اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب مرحوم کی پادری فائڈر سے مدعیانیت پر خط و کتابت
 پر مشتمل کتاب جو پہلی مرتبہ مطبعہ منعمیہ اکبر آباد سے ۱۳۷۵ھ میں طبع ہوئی (از مقدمہ بائبل سے قرآن یک ص ۱۹) ۱۶ جنیب

سے بھی جلسہ عام میں سب کے سامنے عرض کیا گیا۔

دوم۔ پادری صاحب جو کچھ عقلی اعتراض کر کے مسئلہ نسخ کے بارے میں قباحتیں نکالتے ہیں تو وہ سب کی سب مقدس پولس کے سر پڑتی ہیں۔

الحاصل جس طرح پادری صاحب کا دعویٰ عدم تحریف کے بارے میں لغو نکلا اسی طرح نسخ کے بارے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے غلط ثابت ہوا۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا :-

”کیونکہ آسمان و زمین ٹل جائیں گے پر خدا کا کلام نہیں ٹلے گا“

جو متی باب ۲۴ آیت ۳۵ یا لوقا باب ۲۱ آیت ۳۳ کی طرف اشارہ ہے۔ مگر اس کو ان کے دعویٰ سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ کیونکہ وہ آیت خاص اسی پیشین گوئی سے متعلق ہے جو اسی باب میں بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ بیشپ پیرس کا کہنا ہے کہ :-

”اُس کی مراد یہ ہے کہ میری یہ پیشین گوئیاں یقیناً پوری ہوں گی“

دین اسٹان ہوپ یہ کہتا ہے کہ :-

”اگرچہ آسمان اور زمین اور سب چیزوں کی نسبت تبدیل کے قابل نہیں ہیں مگر پھر بھی اتنی مستحکم نہیں ہیں جتنی کہ میری پیشین گوئیاں ان چیزوں کی نسبت مستحکم ہیں۔ وہ چیزیں سب مٹ جائیں گی مگر ان پیشین گوئیوں سے متعلق میری باتیں ہرگز نہ بدلیں گی اور جو بات کہ میں نے اب بیان کی ہے

۱۔ پادری فائڈر کے ساتھ حضرت مولانا دھمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر وزیر خاں مرحوم کا وہ مناظرہ جو ۱۱ رجب ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو اکبر آباد آگرہ میں ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”البحث الشریف فی مسئلتی النسخ والتحریف علی ہامش الظہار الحق ص ۴۴“ (از مقدمہ بائبل سے قرآن تک صفحہ ۱۸۶ ج ۱) ۱۲ انجیب

اس کا ایک شوشہ مطلب سے متجاوز نہ ہو گا۔“

اس کے علاوہ توریت کے بارے میں بھی حضرت مسیح کا قول متی باب

آیت ۱۷، ۱۸ میں یوں منقول ہے :-

”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔“

حالانکہ توریت کے احکام بلاشبہ منسوخ ہو گئے جیسا کہ مقدس پولس اور دوسرے علماء کے اقوال اوپر گزر چکے ہیں۔ اس کے جواب میں پادری صاحب شاید اپنی عادت کے مطابق عوام الناس کو مغالطہ دینے کی غرض سے یہ کہیں گے کہ وہ احکام منسوخ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کے آنے سے ان کی تکمیل ہوئی۔ تو اس صورت میں ہم کہتے ہیں :-

• اولاً :- یہ عذر مسئلہ نسخ کے منافی نہیں۔

• ثانیاً :- یہ کہ جو احکام حضرت مسیح کے آنے سے پہلے منسوخ ہوئے

ان کا کیا جواب ہو گا۔ جیسا کہ کتاب سموئیل اول باب ۲ آیت ۳۰ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں عیسیٰ کے متعلق یوں حکم ہوا ہے :-

”اس لئے خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ

تیرا گھرانا اور تیرے باپ کا گھرانا ہمیشہ میرے حضور چلے گا۔

پر اب خداوند فرماتا ہے کہ یہ بات مجھ سے دور ہو کیونکہ وہ جو میری

عزت کرتے ہیں میں ان کی عزت کروں گا پر وہ جو میری تحقیر کرتے ہیں
بے قدر ہوں گے۔“

بشپ پٹرک اس آیت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے :-
”خدا کے وہ حکم جو اُس کے لئے اور اس کے کہنے کے لئے پشت در
پشت مردار کا ہن ہونے کے لئے دیا تھا منسوخ کر دیا۔ یہ عہدہ
حضرت ہارون کے بڑے بیٹے الیعزر کے لئے مقرر ہوا تھا۔ ان
سے ان کے بڑے بیٹے قیناس کو منتقل ہوا۔ اس کے بعد ہارون
کے چھوٹے بیٹے الیسامار کی اولاد بنی عیسیٰ کو منتقل ہوا۔ جیسے
اب پھر بنی عیسیٰ کے گناہ کے سبب الیعزر کے خاندان میں
منتقل ہوا ہے۔“

اسی طرح کتاب اجبار باب ۱۷ میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے
کوئی شخص خیمہ اجتماع کے دروازے کے سوا اور کہیں ذبح نہ کرے اور
اگر کوئی کہیں اور بھی ذبح کرے گا تو اُس پر خون کا الزام ہوگا اور اُسے
مار ڈالا جائے گا۔ لیکن کتاب استثناء باب ۱۲ کے بموجب یہ حکم
منسوخ ہو گیا۔

ہورن صاحب جلد اول صفحہ ۶۱۹ پر ان دونوں آیتوں کا ذکر

(بقیہ حاشیہ ص سے آگے) اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا
تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ میرے آگے کام کرے گا پر اب خداوند بولا کہ
کبھی مجھ کو گوارا نہ ہوگا کیونکہ وہ مجھے تعظیم کرتے ہیں میں اُن کو بزرگی دوں گا اور وہ جو
میری تحقیر کرتے ہیں بے قدر ہوں گے۔“ ۱۲ بنجیب

کر کے لکھتے ہیں کہ :-

”ان دونوں فقروں میں ظاہراً تناقض واقع ہے لکن خیال کرنے سے کہ آئین موسوی میں بنی اسرائیل کے حالات کے موافق کمرہ کر دی جاتی تھی اور پھر وہ آئین ایسے نہ تھے کہ کبھی بدلے نہ جائیں۔“
کی توجیہ بڑی آسانی سے ہو سکتی ہے :-

پھر لکھتا ہے :-

”ان کی (یعنی بنی اسرائیل کی) ہجرت کے چالیسویں سال فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے استثناء کے باب ۱۲ کی آیت ۱۵، ۲۰ تا ۲۲ میں جو حکم (کتاب احبار میں) دیا گیا تھا موسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور اجازت دے دی کہ فلسطین میں داخل ہوتے ہی گائے بیل، بھینٹ وغیرہ جہاں چاہیں وہاں ذبح کریں اور کھالیں“ (ملخصاً)

اس کے علاوہ اور بہت سے احکام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے منسوخ ہو گئے ہیں۔ یہاں طوالت کے خوف سے ان کا بیان چھوڑ دیا۔ البتہ کتاب ”ازالۃ الشکوک“ میں ان میں سے بیشتر کا تذکرہ ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس صورت حال میں پادری صاحب کا یہ قول کہ

”پس وہ محمدی شخص جو حقیقت کا طالب ہے ان مقدس کتابوں میں خدا کا

غیر منسوخ اور غیر محرف کلام پائے گا۔“

بالکل مہمل ہو کر رہ جاتا ہے۔

الحاصل اگر ہم کتب مقدسہ کے محرف و منسوخ ہونے کے بارے میں اب

ایک مذکور ہونے والے وجوہ و دلائل کو اختصار کے ساتھ پھر بیان کریں تو انہیں دلیلوں سے صریح طور پر ثابت اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ محمدیوں کا دعویٰ ٹھیک اور بجا ہے اور عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ کتب مقدسہ نہ کبھی منسوخ ہوئیں اور نہ محرف، سراسر مہمل اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابیں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی اور بعد میں بھی ہمیشہ تحریف و تبدیل کا شکار ہوتی رہیں۔ لہذا حقیقت کا طالب عیسائی ان کتابوں کو تحریف کا شکار اور منسوخ پاٹے گا۔ اس لئے اس پر لازم ہے کہ ان کتابوں سے ہاتھ کھینچ کر اپنی نجات کی راہ ڈھونڈے اور سچے دل سے قرآن کریم پر ایمان لا کر نجات حاصل کرے۔

چنانچہ ہم اس فصل کو یہیں پر ختم کر کے صاف دل عیسائیوں کی ہدایت کے لئے ”خاتمہ“ کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں دین عیسوی کے احوال کے بارے میں مختصر بیان کریں گے۔ کیونکہ تفصیلات لکھنے کے لئے تو ضخیم کتاب چاہیئے۔ ہاں اگر وقت نے اجازت دی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جائے گا۔



خاتمہ

عیسائی مذہب

تبرئیس قیصر کی حکومت کے پندرہویں برس جب پنطیس پلاطس یہودیہ کا حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اس کا بھائی فلپس اٹوریہ اور ترخونی تیس کا اور سائیاں اپنے کا حاکم تھا اور حناہ اور کائفا سردار کاہن تھے اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا پر نازل ہوا۔ اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بتسمہ کی منادی کرنے لگا۔ کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے اور لوگوں کو بتسمہ دینا شروع کیا۔ اسی عرصہ میں حضرت مسیح بھی ان کے پاس گئے اور بتسمہ لیا۔ لیکن جب یحییٰ (یوحنا) کی شہرت زیادہ ہو گئی اور انہوں نے ہیرودیس کو کچھ ملامت کی تو اس نے ان کو قید میں ڈال دیا۔ حضرت مسیح نے جب ان کے قید ہونے کی خبر سنی تو گلیل کو روانہ ہوئے اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرناحوم میں جا بسے۔ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے اور

۱۔ قدیم حوالہ میں ”یحییٰ بن زکریا“ مذکور ہے۔ غالباً یحییٰ اور یوحنا میں تلفظ کا

مشرق ہے۔ ۱۲ انجیل

۲۔ لوقا باب ۳ آیت ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

۳۔ متی باب ۳ آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

وہ یہودیوں کو ہی مخاطب کرتے اور انہی کو وعظ و نصیحت کر کے دینِ عیسوی کی ترغیب دیتے رہے۔ کیونکہ وہ خاص انہی کی طرف بھیجے گئے تھے جیسا کہ خود مسیح نے ایک کنعانی عورت کو جس نے آکر اپنی بیٹی کو تندرست کرنے کی استدعا کی تھی صاف جواب دیا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور ایسا ہی حکم حواریوں کو بھی دے کر روانہ کیا کہ تم غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔^۱

چنانچہ حضرت مسیح اس طرح یہودیوں کی ہدایت میں مصروف رہے اور بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے۔ مگر اکثر یہودی ان کے درپے آزار دہنے لگے۔ آخر کار یہود آہ اسکر یوقی کو ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے سردار کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے (سردار کاہن) عدالت کا ڈھونگ رچایا اور فیصلہ دیا کہ عیسیٰ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں اس لئے پینٹیس پیلطس کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس کے قتل کا حکم دے۔ اب تک مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب بالکل نہیں سمجھا تھا اور ان کا کمزور ایمان ذہنی نعمتوں اور فائدوں کا حرص تھا۔ اس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے اور (ذہنی نعمتوں اور فائدوں کی) اسی امید پر یوحنا کی ماں نے مسیح سے یہ

۱۔ متی باب ۱۵ آیت ۲۲ - ۲۴ - ۱۲ انجیل

۲۔ متی باب ۱۰ آیت ۶، ۵ - ۱۲ انجیل

۳۔ "تاریخ کلیسا" مؤلف ولیم میور صفحہ ۶

۴۔ "تاریخ کلیسا" مؤلف ولیم میور ص ۷

درخواست کی تھی کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری داہنی اور بائیں
طرف بیٹھیں۔ اسی نیت سے پطرس نے حضرت مسیح سے کہا تھا کہ ہم تو سب کچھ
چھوڑ کر تیرے پیچھے ہوئے ہیں۔ پس ہم کو کیا ملے گا۔

اگر وہ بات سچی ہو جو مسیح کا قول قرار دی گئی تو مسیح نے بھی ایسا کچھ ہی
کہا ہے کہ تم وہ ہو جو میری آزمائشوں میں برابر میرے ساتھ رہے اور جیسے
میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہی مقرر کی ہے میں بھی تمہارے لئے مقرر کرتا
ہوں تاکہ میری بادشاہی میں میری میز پر کھاؤ پئو۔ بلکہ تم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے
بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔

الغرض کوئی بھی صورت ہو بہر حال ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات
کہ مسیح دنیاوی سلطنت قائم کرے گا اور ہم بھی حکومت کریں گے، ایسی جی
ہوئی تھی کہ جب حضرت مسیح دنیا سے سدھارے تو وہ افسوس کرنے لگے اور کہتے
تھے کہ ہم کو امید تھی کہ اسرائیل کو مخلصی یہی دے گا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ
سے دوبارہ ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا کہ کیا تو اسی وقت اسرائیل کو
بادشاہی پھر عطا کرے گا۔

پس اس صورت میں ضروری تھا کہ روح القدس ان پر دوبارہ نازل ہوتا تاکہ
ان کی بے ایمانی اور سخت دلی دور ہو جائے۔ یہ کیونکہ حضرت مسیح کا ان کو
روح القدس سے بھر دینا اور معجزوں کی طاقت عطا کرنا کچھ کام نہ آیا۔ لیکن

۱۔ متی باب ۲۰ آیت ۲۱ ۲۔ متی باب ۱۹ آیت ۲۷ ۳۔ لوقا باب ۲۲

آیت ۲۸، ۲۹، ۳۰ ۴۔ لوقا باب ۲۲ آیت ۲۱ ۵۔ اعمال باب ۱ آیت ۶

اور تاریخ ولیم میور ص ۱ ۶۔ مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴

جب روح القدس اترتا تو عجب انداز میں ان پر اترتا کہ بڑی آندھی جیسی آواز آئی۔ شاید ایسا ہوا ہو گا جیسے آج کل بگولے آیا کرتے ہیں یہ

الحاصل جب وہ روح القدس سے بھر گئے تو یہودیوں کی ہدایت کے کام میں مصروف ہو گئے۔ البتہ شریعت موسوی کے مطابق عمل کرتے رہے۔ نماز پڑھنا کلیسا میں جانا اور کھانا پینا سب تو ریت کے احکام کے مطابق جاری رہا لیکن تھوڑے دنوں بعد ساؤل نامی ایک یہودی جو حضرت مسیح کا کٹر دشمن راہ چلتے ہوئے عیسائی ہو گیا اور عیسائی ہونے کے بعد پوٹس مقدس بن گیا۔ لیکن اس وقت تک غیر قوم میں سے کسی شخص کو عیسائی نہیں بنایا گیا تھا اس لئے کہ حواریوں کے ذہن میں تو وہی بات راسخ تھی جو حضرت مسیح نے فرمائی تھی کہ تم غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ یہاں تک کہ گر نیلیس کو جو کہ غیر قوم میں سے تھا۔ عیسائی کرنے کے لئے پطرس کو مشاہدہ کرایا گیا۔ چنانچہ اس پر وہ شبہ میں پڑ گیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اتنے میں گر نیلیس کے آدمی آئے اور اس کو قیصر یہ کو لے گئے اور جب وہاں کے لوگوں نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔ پطرس ان سے باتیں کر رہا تھا کہ روح القدس ان سب پر نازل ہوا۔ مختون سب حیران ہوئے کہ غیر قوموں پر بھی روح القدس کی بخشش جاری ہوئی۔ یہ دیکھ کر پطرس نے حکم دیا کہ انہیں یسوع مسیح کے نام سے بتسمہ دیا جائے یہ

غرض اس مشاہدہ کے باعث غیر قوم بھی عیسائی ہونے لگی۔ مگر اب یہ گل کھلا کہ مختون، جو کہ شریعت موسوی پر عمل پیرا ہونے کے مدعی تھے۔ اس سے متفق

نہیں تھے کہ یہودیوں کے علاوہ غیر قومیں بھی احکام شریعت بجالائیں۔ اور غیر قوموں کو ان کی یہ بات ناگوار لگی۔ چنانچہ پوکس اور برنباؤس کی ان مختونوں سے بہت تکرار اور بحث ہوئی تو تجویز یہ ہوا کہ اس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں۔ پھر وہ سب اکٹھے ہو کر یروشلیم میں پہنچے۔ وہاں کونسل کا جلسہ منعقد ہوا۔ پطرس، برنباؤس اور پوکس نے مختونوں کے نقطہ نظر کے خلاف بیان کیا۔ یعقوب نے درمیانی راہ اختیار کی اور یہ مشورہ دیا کہ غیر قوموں کی گردن پر سارا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بعض احکام کا اتباع ان پر لازم کیا جائے۔ اور نام نہاد روح القدس کے نام سے ایک سرکولر جاری ہو کہ روح القدس اور ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کالہی سے پرہیز کرو اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے۔ والسلام

چنانچہ اس سرکولر کے مطابق غیر قوموں پر تو شریعت کی پابندی لازم نہ رہی مگر مختون حضرات اسی شریعت موسوی کے متبع رہے۔ لیکن مقدس پوکس نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ شریعت موسوی کو بالکل مٹا دینے کا کام نہ انجام دیا اور کہا کہ اگلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہو چکا ہے۔ اور پاک لوگوں کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ لہذا جب شرعی احکام پر عمل اور ان کا اتباع ختم ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس دین میں ہر طرح کی آسائش اور آرام پایا تو

۱۵ خلاصہ اعمال باب ۱۵ ۱۶ عبرانیوں کے نام خط باب ۱۶ آیت ۱۱ اور باب ۱۳ کی طرف اشارہ ہے۔

غیر قوم کے لوگ بڑی رغبت کے عیسائی ہونے لگے۔ کیونکہ یہ بات بدیہی طور پر واضح اور آشکارا ہے کہ انسان جو کہ ابتدائے خلقت سے گناہوں میں مبتلا ہے۔ اس قسم کی باتوں کی طرف بہت جلد متوجہ ہوتا ہے اور اچھی باتوں کی طرف اس کا دل بہت کم مائل ہوتا ہے۔

لیکن پولس مقدس نے اگرچہ احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا حکم دے دیا تھا اس کے باوجود بھی مختون لوگ جو کہ نئے عیسائی ہوئے تھے اس کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ یروشلم میں آیا تو بزرگوں کو خوف ہوا کہ یہودیوں میں ہزار ہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں اور پولس کے حال سے بھی واقف ہیں۔ یقیناً جمع ہو کر فساد کریں گے۔ پھر پولس کو سمجھایا کہ ہمارے جن آدمیوں نے منت مانی ہے ان کے ساتھ داخل ہو کر منت ادا کرتا کہ وہ سب لوگ جان لیں کہ جو باتیں انہیں تیرے بارے میں سکھائی گئی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں اور پولس نے بھی ان کی بات تسلیم کر کے ایسا ہی کیا۔

الغرض وادیان کے عہد تک سب لوگ اسی طرح تورات کے احکام کی تعمیل میں سرگرم رہے۔ لیکن جب بادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ جو کوئی ختنہ کرے گا قتل کر دیا جائے گا تو اس وقت فلسطین کے عیسائیوں نے اس خون سے کہ کہیں انہیں بھی یہودیوں میں شمار نہ کر لیا جائے۔ موسوی رسومات کو بالکل چھوڑ دیا اور مرق کو اپنا پیشوا قرار دیا۔ مگر ان لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری جو یہودی رسوم ادا کرنے پر دلی طور پر راغب اور شدت سے عمل پیرا تھے اور مغربی

فلسطین میں اپنی جماعتیں قائم کیں اور ان میں موسوی رسوم کو اس درجہ ادا کر دیا کہ
 کے ساتھ بحال رکھا۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو سند
 میں برابر سمجھتے تھے یہ

چنانچہ جب دو فرقے ہو گئے تو پہلا فرقہ جو حقیقتاً عیسائی تھا اور تورات
 کی حمایت میں مصروف رہتا تھا بدعتی قرار دیا گیا اور ان کا نام ایونہ رکھا
 گیا۔ دوسرا فرقہ جو تورات سے برگشتہ ہو گیا تھا اور جس کی بنیاد پولس پہلے ہی مضبوط
 کر چکے تھے روز بروز ترقی کرتا گیا۔ اس طرح دین عیسوی تو دنیا سے مفقود ہوتا چلا
 گیا اور دین پولس کی ترقی ہونے لگی۔

دوسری صدی میں ایک اور بات ایسی ہوئی جس کے سبب دین پولس کے
 پھیلنے میں بہت بڑی مدد ملی اور وہ یہ تھی کہ افلاطون اور فیثاغورث کے پیروؤں
 میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کی ترقی کے لئے جھوٹ بولنا اور
 فریب دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ قابل تحسین ہے۔ حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری
 سے پہلے یہ مقولہ ان سے یہودیوں نے بھی سیکھ لیا۔ اور ان دونوں سے یہ وبا
 عیسائیوں کو بھی لگ گئی۔ چنانچہ وہ جھوٹی کتابیں جو بڑے معزز ناموں کے ساتھ
 منسوب کہہ کے دوسری اور تیسری صدی میں دنیا میں پھیلائی گئیں۔ ان سے یہ بات
 وضاحت کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے اور یہ بات کوئی تعجب خیز نہیں تھی اور نہ
 عیسائی حضرات اس کے محتاج تھے کہ انہی لوگوں سے یہ بات سیکھ کر اس پر عمل
 کریں۔ کیونکہ اس صدی کا جو حال تھا اس کو ایک بڑا مورخ اس طرح بیان کرتا
 ہے کہ :-

دو اگر اخلاق کے بدرہما سے ایسا شخص مراد ہے جو ان کاموں کی حد و خاصیت سے واقف نہ ہو جو عیسائیوں پر لازم تھے اولہ نیکی اور بدی کی بھی صاف صاف تمیز نہ رکھتا ہو اور کتب مقدسہ کے اصل مطلب کو سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسی سبب سے اکثر بے تحقیق ڈاواں ڈول ہوں۔
یا احکام الہی کے بیان کرنے میں بھی غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ بسا اوقات اچھی بات بھی کہتا ہو۔

اگر بدرہما سے ایسا شخص جو مذکورہ بالا تعریف سے متصف ہو مراد لیا جائے تو تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تو بلاشبہ بہت سے مرشدوں پر بھی صادق آتا ہے۔“

تیسری صدی میں دین پولستی نے ایک نیا رنگ اختیار کیا کہ اس وقت کے علماء نے تو اول تو کتب مقدسہ کی تمام عبارتوں کو تمثیلی معانی سے تعبیر کرنا شروع کیا۔ دوسرے جن عیسائی علماء نے منطق و فلسفہ کی تحصیل کی اپنے استادوں کا اتباع کرتے ہوئے بت پرستوں اور یہودیوں کے ساتھ مباحثہ کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس طرح بھی ہو، اگرچہ فریب ہی سے کیوں نہ ہو، فتح حاصل ہو جائے۔

فریبی تقریروں کے ذریعہ مخالفین کو مغلوب کرنے کے اس طریقہ سے بہت سی قباحتوں نے جنم لیا۔ مثلاً مشہور لوگوں کی طرف منسوب کر کے اس لئے بہت سی کتابیں شائع ہو گئیں کہ ان کا درجہ استناد بڑھ جائے۔ چنانچہ کنٹیس یعنی کتاب اصول ایمانیہ تصنیف ہو کر حواریوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ اپاسٹالیگل کانسیٹیوٹیشن یعنی حواریوں کے قواعد جس کی تالیف کلینٹس کی طرف منسوب ہے۔ ریلیگ نیشن اور کلینٹا جو کلینٹس کی تصنیف قرار دی جاتی ہیں اور اسی طرح بہت سی دوسری

کتابیں شائع ہوئیں جن کو مہولے بھالے لوگ ایک عرصہ تک قدر و منزلت کے ساتھ معتبر سمجھتے رہے۔ مگر و فریب کا یہ انداز نہ صرف مباحثہ و مناظرہ کرنے والوں نے اپنا دکھاتھا بلکہ راہب حضرات نے بھی اپنے گروہ کی تائید کے لئے فریب کاری اختیار کر رکھی تھی اور اپنے گروہ کو دیونی شمس کی طرف منسوب کرنے لگے۔ اس شخص کو پوئس نے پہلی صدی میں عیسائی کیا تھا۔ چنانچہ اس جھوٹ کو اور مستحکم کرنے کی غرض سے علم اسرارہ اور مجاہدات کی کئی کتابیں اس کی طرف منسوب کی گئیں۔

اس صدی میں اگرچہ ہر درجہ کے آدمیوں کے لئے شادی کرنا روا تھا لیکن جو لوگ بن بیاہے رہتے عفت اور پارسائی میں زیادہ تر نام پیدا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس صدی میں لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جو لوگ عورتوں سے شادی کرتے ہیں انہی پر شیطانوں کا اثر رہتا ہے۔ اور جو یہ بات بڑی فائدہ کی معلوم ہوتی تھی کہ جو لوگ کلیسا کے حاکم ہوں ان پر شیاطین کا اثر نہ ہونے پائے۔ لہذا یہ تجویز ہوا تھا کہ پادری حضرات اس مزہ سے محروم رہیں۔ اسی بنا پر کلیسا کے بہت سے لوگ اور خاص طور پر افریقہ میں لوگوں کی یہ خواہش پوری کرنے پر راضی ہو گئے۔ لیکن اس بات کی کوشش کی کہ اپنی نفسانی خواہشات پر بھی جبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عقیقہ رہنے کی منت کر بیٹھی تھیں اور یہ بات بحسب عادت رائج ہو رہی تھی کہ پادری لوگ رات کو اپنے بستر پر ان عورتوں میں سے ایک عورت کو شریک کر لیتے تھے مگر ظاہر میں یہی اظہار ہوتا تھا کہ اس معاملہ میں ایسا کوئی امر نہیں ہے جس سے عفت و پارسائی میں فتور آئے۔

چوتھی صدی میں ہر بات کی ترقی ہوئی اور اس صدی میں بے شمار واہیات اور خرافات کا پھیلاؤ رہا۔ اور دین عیسوی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب شاہ قسطنطین نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور طبیعت میں کچھ گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اس کے کاہن نے اس کا قصور معاف نہ کیا تو اس نے مجبوراً عیسائی پادریوں کو بلایا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم ابھی تمہارا قصور معاف کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ عیسائی ہو گیا اور ایسا سعادت مند عیسائی ہوا کہ سب سے پہلے تو اس کاہن کو مروا ڈالا جس نے اُس کے گناہ معاف کرنے سے انکار کیا تھا۔ پھر اپنی بیوی فاسٹہ اور بیٹے کرسپیوس اور دونوں بہنوئیوں، چھوٹے بھانجے اور بے شمار دوست آشناؤں کو قتل کر ڈالا۔

اسی بادشاہ کے عہد میں ۳۲۵ء میں کونسل نائس منعقد ہوئی اور اس میں الوہیت مسیح جیسے مدت سے زیر بحث چلے آنے والے مسئلے کا تصفیہ ہوا۔ اس کونسل کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ آریوس نے جو کہ الوہیت مسیح کا منکر تھا۔ دونوں یوسی بیسوں اور دیگر علماء کی مدد سے اپنے عقیدہ کو خوب پھیلا نا شروع کیا۔ اور اتھانیشیس اس کا مد مقابل ہوا تو قسطنطین نے اس نزاع کو دیکھ کر اس کونسل کے انعقاد کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کونسل میں تیرہ بشپ حضرات اور بہت سے پادریوں نے عقیدہ تثلیث سے انکار کیا۔ بعض لوگ تثلیث کے تو قائل ہوئے مگر

۱۔ ان ہاگس صاحب کا دورات کا مباحثہ - ۱۲ من المصنف

۲۔ اعجاز عیسوی میں یہی نام ہے۔ اظہار الحق کے اردو ترجمہ میں اسی کو "نیقاوی کونسل" تحریر کیا ہے۔ ۳۲۵ء میں یہ مجلس نیقیانائیس (Nicaea) میں منعقد ہوئی۔

(بائبل سے قرآن تک ج ۲ ص ۹۳) وجہ امت ۶۴ (۱۲) نجیب

روح القدس کے بجائے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے یہ لیکن جب بادشاہ نے اعلانیہ حکم دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال ضبط کر لیا جائے گا اور اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ تب اکثر لوگوں نے بادشاہ کے خوف سے عقیدہ تثلیث پر دستخط کر دیئے۔ چنانچہ اس وقت سے تثلیث قائم ہوئی اور اتھانیسٹس کے عقیدہ کو شہرت حاصل ہو گئی۔ قسطنطین کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے دین عیسوی کے رواج دینے میں بڑی کدوکاوش کی اور یہ حکم دے دیا کہ جو شخص کسی دوسرے مذہب کا اتباع کرے گا سزا پائے گا۔ چنانچہ اس طریقہ سے عیسائی دین روز بروز ترقی پانے لگا۔ لیکن جوں جوں اس دین کی ترقی ہوئی صورتیں بھی نئی نئی پیدا ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ پوپ حضرات کے زمانے میں جو جو باتیں اور عجیب وارداتیں وقوع میں آئیں پروٹسٹنٹ کی تاریخ کی کتابیں ان سے مالا مال ہیں کہ ہم کو وہ سارا حال لکھتے ایک تو ثمرم آتی ہے دوسرے تطویل کا خوف مانع ہے۔

غرض پندرہویں صدی تک پوپ حضرات کا خوب زور شور رہا۔ چنانچہ فرقہ پروٹسٹنٹ کا ایک بڑا مستند شخص لکھتا ہے کہ تحریک اصلاح کے ابتداء میں جب دجال یعنی پوپ (۱۲ منہ) اپنی سلطنت پر قابض اور امن سے بیٹھا تھا تب لوٹھرا مٹھا۔

۱۷۔ اسی سبب سے ان لوگوں کا نام میریا مایٹ رکھا گیا تھا اور عرب میں ایک فرقہ تھا جس کو کولیزوئیتس کہتے تھے وہ بھی حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے اور ان کے لئے ایک قسم کی روٹی تیار کرتے تھے (سیل صاحب) ۱۲ من المصنف

۱۷۔ بشپ ٹٹس وعظ ۴۹ جلد اول صفحہ ۵۸۸ - ۱۲ من المصنف

ایک دوسرا پروٹسٹنٹ عالم لکھتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ بہت صدیوں تک تمام روئے زمین پر عموماً اتنا دھچکا ہوا تھا اور اس وقت ہمارا کلیسا ظاہر نہ تھا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی ایک بڑی مستند کتاب میں یوں مرقوم ہے کہ آٹھ سو برس سے زیادہ تک دنیا دار اور پادری لوگ، فاضل اور جاہل اور دین عیسوی کے سارے قرن اور فرقے اور سب درجہ کے مرد و عورت اور بچے بڑی بت پرستی میں ڈوب چکے تھے۔ ایک اور پروٹسٹنٹ یوں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے تین سو سالہ برس بعد دجالی اور پوپ سلطنت شروع ہوئی اور ۱۲۶۰ برس تک بلا حجت و تکرار قائم رہی۔

الحاصل یہی سلطنت جس کو پروٹسٹنٹ لوگ دجالی قرار دیتے ہیں پندرہویں صدی کے آخر تک برقرار رہی اور معاملات دینی کے مسائل کا تصفیہ اور کونسلوں وغیرہ کا انعقاد سب کچھ انہیں پوپ حضرات کے زمانہ تسلط میں وقوع میں آتا رہا۔ سولہویں صدی میں پولسی دین پر ایک عجیب انقلاب آیا یعنی جب لیو دہم پوپ کی گدی پر بیٹھا تو اس نے انڈلجنس کا قدیم دستور جاری کر دیا اور اپنے متبعین کو

۱۔ پرنس کرید، یعنی عقیدوں کی شرح میں ص ۴۰ ۱۲ من المصنف

۲۔ ہوملی تب پر کی برائی کے خلاف میں حصہ سوم ص ۲۵۱ - ۱۲ من المصنف

۳۔ ناپیر صاحب اپنی کتاب میں مشاہدات کی بابت ص ۶۸ - ۱۲ من المصنف

۴۔ Indulgence ۱۔ انڈلجنس گناہوں کی معافی کی ایک سند ہوا کرتی تھی جس کا مضمون یہ ہوتا تھا :-

”اے فلاں! ہمارا رب مسیح یسوع تجھ پر رحم کرے گا اور تجھ کو اپنی رحمت کاملہ سے

معاف کرے گا۔ اما بعد مجھ کو سلطان الرسل پطرس و پولس اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۷۵۹ پر)

حکم دیا کہ گناہوں کی معافی کی سندیں بیجا کریں۔ سیکسنی میں اکثر آگسٹائن کے گروہ اس
 (بقیہ حاشیہ ص ۷۵۸ سے آگے) اس علاقہ کے بڑے بڑے پوپ کی جانب سے جو اختیار
 دیئے گئے ہیں ان کی بنا پر میں سب سے پہلے تیری خطاؤں کو بخشا ہوں۔ خواہ کسی جگہ ان کو
 کیا گیا ہو۔ پھر دوسرے تیرے قصوروں اور کوتاہیوں کو اگرچہ وہ شمار سے زیادہ ہوں، بلکہ
 آئندہ کی لغزشوں کو جنہیں پوپ نے حلال کیا ہے اور جب تک کبھیاں رومی کلیسا کے ہاتھ ہی
 میں ان تمام عذابوں کو بخشا ہوں، جن کا تو مطہر (جہنم) میں مستحق ہونے والا ہے اور میں
 مقدس کلیسا کے امراء اس کے اتحاد اور خلوص کی طرف سے تیری رہنمائی کروں گا اور ہتیسرے کے
 بعد تو معصوم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب تو مرے گا تو تجھ پر عذابوں کے دروازے بند
 کر دیئے جائیں گے اور فردوس کے دروازے تیرے لئے کھول دیئے جائیں گے اور اگر
 تجھ کو فی الحال موت نہ آئی تو یہ بخشش آخری دم تک اپنے پورے اثر کے ساتھ تیرے
 لئے باقی اور قائم رہے گی، باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے آمین یہ لکھا گیا ہے
 بھائی یوحنا کے ہاتھ جو وکیل دوم کا قائم مقام ہے۔“

مغفرت ناموں کی اسی طرح بہت سی تحریریں تادیخ میں ملتی ہیں، پوپ کو پیسے دے کر
 گناہ معاف کرانے کی یہ رسم سالہا سال سے بغیر کسی روک ٹوک کے جاری رہی ہے۔ اس کی
 دلچسپ تادیخ کے لئے ملاحظہ فرمائیے ”انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا“ صفحہ ۲۷۵ ج ۱۲ مقالہ
 (Indulgence) اس رسم کے ذریعے کیسے کیسے گناہوں نے کاموں کا لائسنس
 دے دیا گیا تھا؟ تادیخ میں اس کے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں۔ کیلبرگ نے تادیخ
 کلیسا میں کڈ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ”۱۵۱۷ء میں ایک پادری جان ٹیٹزل
 (tatzel) نے عام اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی عیسائی نے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری
 کی ہو اور وہ کچھ رقم پوپ کے مغفرت کے صندوق میں ڈال دے تو پوپ کو دنیا اور
 آخرت دونوں میں یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے گناہ معاف کر دے اور اگر پوپ نے
 گناہ معاف کر دیا تو خدا کو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔“ (شاٹ ہسٹری آف دی چرچ ص ۲۷۰)

کام کے لئے مامور ہوا کرتے تھے۔ اور اس اعتبار پر ان کو فائدہ بھی ہوتا تھا اور قدر و منزلت بھی بڑھتی تھی۔ لیکن آدم بولڈی نے یہ عہدہ ڈومیشان کے گروہ کو دے دیا۔ اس پر مارٹن لو تھمر نے جو کہ آگسٹائن کے گروہ میں سے تھا۔ اپنے گروہ کی ذلت دیکھ کر انڈلجنس کی خرید و فروخت کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور جب لوگوں نے اس کا ساتھ وہ مقابلہ کیا تو وہ انڈلجنس (مغفرت ناموں) ہی کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ اس پر فساد برپا ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی خبر پوپ تک پہنچی۔ پہلے تو پوپ نے خط وغیرہ بھیج کر اس کو فہمائش کی۔ مگر جب وہ انحراف سے باز نہ آیا تو بل یعنی اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ اگر لو تھمر اپنی خطاؤں سے توبہ نہ کرے تو اسے کلیسا سے خارج کر دیا جائے۔ مگر لو تھمر اس کو بھی خاطر میں نہ لایا اور اس بل کو جلا ڈالا اور پوپ کی اطاعت سے خارج ہو کر معلم ملکوت کی صلاح اور مشورہ سے اپنے نئے دین کی بنا ڈالی۔ یہ سارا قصہ خود مصلح دین عیسوی اپنی کتاب ”ڈیمسا پر ٹوٹیا“ میں یوں بیان کیا ہے کہ یکایک آدمی رات کو میں جاگ اٹھا تو شیطان نے مجھ سے یہ گفتگو شروع کی کہ اے فاضل شخص سن تو نے پندرہ برس تک جو خلوت میں ماس کو ادا کیا ہے۔ شاید یہ بت پرستی ہو اور حضرت عیسیٰ کا خون اور بدن اس میں نہ ہو اور صرف روٹی اور شراب ہی کی عبادت خود تو نے بھی کی ہو اور دوسروں سے بھی کرائی ہو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ میں مسیح کیا ہوا ہوں پادری ہوں اور مجھ کو بشپ نے مقرر کیا ہے اور میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے بڑوں کی اطاعت اور حکم سے کرتا ہوں۔ شیطان نے جواب دیا

۱۔ ہنری ہشتم کی تاریخ مصنف میور صاحب

۲۔ والسنکھام صاحب کی ”دین کی تلاش“ ۱۲ من المصنف

یہ سچ ہے مگر ترک اور دوسری قومیں بھی جو کچھ کرتی ہیں اپنے بزرگوں ہی کی اطاعت سے کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح یورپیوں کے کاہن بھی گرجاؤں سے اپنے کام کیا کرتے تھے۔ تو کیا تیری تقرری بھی ایسی ہی جھوٹی نہیں ہو سکتی جیسے ترک اور سامریوں کے کاہن اور ان کی عبادت جھوٹی ہے۔

لوتھر کہتا ہے کہ یہ باتیں سن کر مجھ کو پسینہ آگیا اور دل کانپنے لگا۔ شیطان نے میرے دہن میں اپنے موقع و محل کے لحاظ سے بہت معقول دلیلیں پیش کی تھیں۔ الغرض اس مباحثہ میں اس نے مجھے مغلوب کر لیا اور میں خاموش کھڑا اس کی بات دلیلوں کو سنتا رہا جو اس نے میرے تقرری اور پادری گری کے بطلان میں پیش کیں۔ چنانچہ اس نے پانچ دلیلیں پیش کیں۔

لوتھر کہتا ہے کہ اس ضرورت اور مشکل میں شیطان کو اس پرانی ڈھال سے یعنی ایمان اور راہِ اودہ کلیسا کی نیکی پر ہے ہٹا دیتا۔ لیکن شیطان نے کہا کہ یہ بتلاؤ تو سہی یہ کہاں لکھا ہے کہ بے ایمان اور شریر آدمی دوسرے شخص کو مسیح کر سکتا ہے۔ لوتھر کہتا ہے کہ شیطان کی دلیلوں اور اعتراضوں کا میں کچھ جواب نہ دے سکا البتہ سکرامنٹ میں مسیح کی حضوری کا میں قائل رہا۔

القصد کچھ تو اندازاً (مغفرت نامے) کے نہ ملنے کے سبب اور کچھ معلم الملکوت کی تعلیم کے باعث لوتھر صاحب نے دین پولسی میں اصلاح کی۔ لیکن افسوس اس کی زندگی میں اس کے شاگردوں نے اس اصلاح میں ترمیم نہ کرنا شروع کر دی۔ ادھر زونگلی (Zwingli) اور کارلا اسٹولین سکرامنٹ میں مسیح کی حضوری کا انکار کر کے الگ ہو گئے اور ادھر اسٹامک وغیرہ نے فرقہ انا بابتسٹ کی بنیاد

ڈالی۔ کالتون اور بیزا نے اپنا کلیسا الگ بنالیا۔ ناکس نے اپنی تعلیم الگ کی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے درپے آزاد ہو گئے اور بہت سے فسادات ہوئے۔ کشت و خون تک نوبت پہنچی اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ ان لوگوں کے حالات لکھتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے اور پھر کتاب کا حجم بھی بڑھ رہا ہے۔ کالتون اور بیزا کے حالات کی تفصیل جاننے کے خواہشمند ڈاکٹر یولساک کی کتاب دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ کتاب بیزا کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھی۔ اور ناکس کے حالات ٹلرین کی تالیف اسکاٹ لینڈ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں اور فرقہ انا بائیست کے بزرگوں کا کچا چٹھا فاکس کی کتاب ”الشہداء“ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اسی صدی کے وسط میں علماء کے درجہ اختلافات اور باہم دست و گریبان ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے پیروکاروں کے عقائد الحاد کی طرف رخ کرنے لگے۔ سب سے پہلے ایسے لوگ فرانس اور اٹلی میں ظاہر ہوئے۔ یہ لوگ ایک خدا کو مانتے تھے اور حضرت عیسیٰ کا کچھ لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ حوالہ یوں اور انجیل نویسوں کے مسائل کو قصے کہانیاں اور خواب قرار دیتے تھے۔ تمام دنیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ البتہ جن کی طاقت سے خوف محسوس کرتے ان کے دین پر کبھی بظاہر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض کا عقیدہ یہ تھا کہ جسم کے ساتھ روح نہیں مرقی اور کچھ کی رائے اس مسئلہ اور خدا کی ربوبیت کے بارے میں اپنی کیورین کے موافق تھی۔ یعنی بندوں کو پیدا کر دینے کے بعد خدا کو ان کے معاملات سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ ان میں سے بہت سے لوگ فلسفہ اور دوسرے بہت سے علوم میں ماہر تھے اور بلا کے ذہین تھے۔ الحاد کی اس بلا میں خود بھی گرفتار تھے اور سخت محنت اور کوشش سے

دوسروں میں بھی اس کو پھیلانے لگے۔

سترہویں صدی میں ایسے لوگوں کی اور ترقی ہوئی۔ جرمنی اور انگلستان میں بھی ان کے خیالات پھیلنے لگے۔ لارڈ ہربٹ $\frac{1583}{1891}$ تا $\frac{1928}{1958}$ مسٹر بلاؤنٹ، تھامس ہولیس $\frac{1588}{1892}$ ، $\frac{1961}{1982}$ ، ایل شافٹسٹ بری اور ٹولینڈ جیسے بڑے بڑے فضلاء ملحد ہو گئے۔ چنانچہ اپنے نقطہ نظر کی تائید میں ان لوگوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

اٹھارہویں صدی میں اس قسم کے ملحدانہ عقائد کی ترقی اپنے عروج پر پہنچ گئی امریکہ و ہسپانیہ وغیرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حتیٰ کہ یہ بلا عالمگیر صورت اختیار کر گئی اور اس زمانہ میں تو ان سب مقامات میں الحاد کا بڑا ہی زور شور ہے۔ ڈوآیٹ اپنی کتاب ”سفر جرمنی“ کے صفحہ ۲۰۹ اور ۲۱۰ پر لکھتا ہے کہ :-

”علم کلام کے جھگڑے میں عہد عتیق کی سچائی اور اہلیت پر حملہ ہوا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے الہامی ہونے کا یقین جرمنی میں سے نکل گیا۔ بعد ازاں عہد جدید کے خطوط پر نزاع شروع ہوئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ کسی ایک مصنف کے غیر الہامی قرار پا جانے کے بعد دوسرے کو بھی ویسا ہی قرار دے دیا گیا۔ یہاں تک کہ بہت سے متکلمین نے ان خطوط کو بے کار سمجھ کر اور ان کو صرف دین عیسوی کے اشاعت کا آلہ اور تاریخ کی کتاب قرار دیا۔ اس کے بعد انجیلوں کے بارے میں ایسا ہی حملہ ہوا۔ یہاں تک کہ پادریوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا مقام ارسطو

اور افلاطون سے زیادہ نہ رہا۔ اس تمام الحاد کا اثر اٹھا رہوین صدی کے وسط کے فرانسیسی فلاسفہ سے بھی سبقت لے گیا۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہو گئے تو انہوں نے بھی اسی طریقہ کو اپنا لیا۔ جرمنی سے دین عیسوی کی بیخ کنی کی قوی ترین وجہ یہی ہوئی۔“

مسٹر ہوٹ اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۸۴۳ء) میں لکھتا ہے :-
 دو تقریباً پورے جرمنی کے مدرسوں میں الحاد کا غلبہ ہے۔ کینٹ کے عقائد کو معطل اور دیگر لوگوں نے ترمیم کر کے دین عیسوی کو ایک کہانی قرار دے دیا۔ فلاسفہ نے جرمنی میں دین عیسوی کے باندہ توڑ ڈالے۔ عہد جدید کی معجزانہ باتوں کو کہانیاں قرار دے دیا۔

حضرت عیسیٰ کے معجزات اور یہودیوں کو قوت دینے کے بارے میں خدا کی تعجب انگیز باتوں کو دیگر قوتوں کی سی گپ سمجھ لیا۔ اس فلسفی کے عقیدے میں اکثر جرمن نوجوان بری طرح گمراہ ہیں۔ ہر طرف فلاسفہ کی مسندوں پر الحاد کا مکمل قبضہ ہے (یعنی اساتذہ بھی ویسے ہی ہیں) جرمن طلباء میں سے جن کو میں جانتا ہوں ان میں سے بارہ ایسے آدمی چھانٹنا مشکل ہو گا جو پکے ملحد نہ ہوں۔ جو لوگ اس دہاد کے پھیلنے میں ذرا سا شبہ رکھتے ہوں وہاں جا کر یہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اگر جو لوگ چاہتے ہیں کہ لڑکے عقلمند، عالم بنیں اور

۱۔ افلاطون (Plato) مشہور یونانی فلسفی جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو

کا استاد تھا۔ اس کی کتابیں جمہوریت اور سیاست پر مشہور ہیں۔

(پ ۳۳۴ ق م ۳۴۷ ق م) ۱۲ اتقی

دین عیسوی کے پکے فکر مند ہو کر نہ آئیں تو وہ ان کو جرمنی پڑھنے
کے لئے نہ بھیجیں۔“

آرڈی اوون کہتا ہے :-

”ہر سیاح کو یہ بات معلوم ہے کہ زمانہ حال میں فرانس میں بیس ملحدوں
کے مقابلہ میں ایک ایماندار کا تلاش کرنا دشوار ہے۔“
پادری گلیگ صاحب جرمنی، بوہیمیہ اور ہنگری کے حالات میں
لکھتا ہے کہ :-

”اگر کوئی شخص گزشتہ اسی نوے برس کے جرمنی کے پروٹسٹنٹ مذہب
کے حالات کی تاریخ دیکھے تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا کہ
اس میں عیسائی آنکھ کو غم و اندوہ کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس
دوہ کے پادری حضرات نے دین عیسوی کے خدا کی طرف سے ہونے
کا انکار کر کے بڑی سرگرمی سے محنت کی ہے کہ اپنے عقائد باطلہ
لوگوں کے دلوں میں بھی ڈالیں۔ علم کلام کے مدرسوں کے تالیقوں
اور مذہبی و علمی جرنل کے رہنماؤں میں ایک ایسا گروہ ظہور میں
آیا جو اپنے کو راشنلسٹ (عقلیت پسند Rationalist) کہتے ہیں اور ان لوگوں کا جو الہام کے قائل ہیں مذاق اڑاتے ہیں،
صرف یہی نہیں بلکہ وعظ کے سارے منبروں پر ان کا اور ان کے
مریدوں کا قبضہ ہے اور یہ گویا ایک ایسا چشمہ جاری ہوا کہ اس کا
پانی جدھر سے گذرتا، وہی پھیلتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ اس ناپاک
کام کی تائید میں ان لوگوں نے جو علم ایجاد کیا وہ بلاشبہ ایسا بڑا
تھا جیسی ان کی دیلیں ہر درجہ کے لوگوں کے مزاج اور سمجھ کے موافق

تعب انگیز تھیں۔ پس اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ ہر طرف کفر پھیل جائے۔“

پریشیہ کے حالات میں بھی گلیگ صاحب اس طرح لکھتے ہیں :-
 ”پریشیہ میں بھی سا لہا سال سے اب تک بائبل کا مذہب نہیں ہے۔“

ہاکنس نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ جرمنی میں الحاد پھیل جانے کا حال لکھا ہے۔ اخبار ٹابلٹ اکتوبر ۱۸۵۳ء کی اپنی ایک اشاعت میں لکھتا ہے :-

”صرف انگلینڈ میں انچاس ایسی خانقاہیں ہیں جن میں کفر کی تعلیم ہوتی ہے اور تین لاکھ آدمی ایسے ہیں جو کچھ مذہب نہیں رکھتے۔“

تطویل کے خوف سے ہم بس اسی قدر امثال پر اکتفا کرتے ہیں اور اہل عقل و خرد کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔

پس اب اے عیسائیو ذرا انصاف سے دیکھو کہ :-

● جب کتب مقدسہ میں اس طرح تحریف و تبدیل ہوتی ہو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور تمہارے علماء کے لئے بھی ایسے تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔

● دنیا سے دین عیسوی کا نام و نشان مٹ چکا اور اس کی جگہ دین پولسی نے لے لی اور دین پولسی بھی کئی سو برس تک دجالوں اور بت پرستوں کے زیر اثر رہا۔

● اور یہ کتب جن کو تم کتب مقدسہ کہتے ہو اس مدت دراز تک ان ہی دجالوں کے پاس رہیں۔

● اور پندرہ سو برس بعد اس دینِ پولسی میں کچھ اصلاح کی گئی تو وہ بھی ایک ایسے شخص کے طفیل جس نے معلم الملکوت سے تعلیم پائی ہو۔

تو

بھلا تم اب کس لئے اپنے دین اور ایسی کُتب کے حامی بنے ہوئے ہو
کیوں نہیں تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ابدی نجات
حاصل کر لیتے ؟

اے عیسائی بھائیو ! یہ وہ نبی ہے کہ اسپان ہمپس جیسا دشمن جس
کو تم بھی عمدہ سچی تسلیم کرتے ہو اور اس نے ازراہ شقاوت ازلی سرورِ
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسے درشت اور نازیبا الفاظ استعمال
کئے ہیں۔ آپ کی شان میں صاف صاف گواہی دیتا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ
علیہ وسلم) حسین اور ذہین تھے۔ آپ کا چال چلن پسندیدہ تھا۔ مساکین کی
نگہداشت آپ کا شیوہ تھا۔ ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے
اور دشمنوں پر شجاع تھے۔

ان سب باتوں کے علاوہ خدا کے نام کا بڑا ادب کرتے تھے۔ جعل سازوں
زانیوں، قاتلوں، تہمت لگانے والوں، دہوکے باز لالچیوں، جھوٹی گواہی
دینے والوں وغیرہ کے ساتھ کمال سخت گیری کرتے تھے۔ صبر، سخاوت،
رحم دلی، نیکی و احسان، والدین اور بزرگوں کی تعظیم و توقیر کرنے اور ان کی
بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے بارے میں بہت وعظ و نصیحت کرتے
تھے اور بڑے عابد و مرتاض تھے۔

اے پیارو! اب دیکھو جس شخص میں ایسے ایسے وصف ہوں اور ان اوصاف کا ثبوت اس کے دشمنوں کے اقوال میں بھی پایا جائے۔ پھر اس کی شان میں بے ادبی کرنا اور اپنی عاقبت کی خرابی سے نہ ڈرنا سراسر تعصب اور اپنے باپ دادا کی رسم کا اتباع ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے نبی آخر الزمان کے وسیلہ سے ہمیں اور آپ کو تعصب اور بے جا طرفداری سے نجات دلائے۔

اے عزیزو! یہ وہ نبی ہے کہ تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریقات کے باوجود اب تک اس کی بے شمار بشاراتیں موجود ہیں اور مسلمانوں نے اپنی اکثر کتابوں میں ان کو درج بھی کر دیا ہے اور وہ ایسی ہیں کہ ان بشارات کا مصداق سوائے نبی آخر الزمان اور کوئی قراہ نہیں پاسکتا۔ تم لوگ بھی اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ان کی طرف توجہ دو تو یقین ہے کہ پھر ایسے وساوس اور شکوک میں مبتلا نہ ہو۔

اے عزیز عیسا ئیو! یہ نبی وہ آخر الزمان ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ نے اپنے مصلوب ہونے کے واقعہ کے ذکر میں کھلے الفاظ میں تقریباً یوں فرمایا تھا :-

”اے برتباہ یقین جان کہ کیسا ہی چھوٹا گناہ کیوں نہ ہو خدا اس کی سزا دیتا ہے کیونکہ خدا نے تعالیٰ گناہ سے ناراض ہے اور کسی گناہ کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ میری ماں اور میرے شاگردوں نے جو دینوی غرض سے میرے ساتھ محبت کی خدا اس سے ناخوش ہوا اور مبتلا ہوا۔“

۱۔ برتباہ اس حواری مراد ہے۔ ان کی طرف منسوب انجیل برتباہ اس کے متعلق مفصل تعارف کے لئے یاہیل سے قرآن تک ص ۱۵۰ تا ص ۱۵۳ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ انجیل

عدالت یہ چاہا کہ ان کی اس نامناسب عقیدت کی سزا اسی دنیا میں ان کو دیوے تاکہ وہ دوزخ کے عذاب سے بچیں اور وہاں ان کو اذیت نہ ہو ورنہ ان میں اگرچہ دنیا میں بے قصور تھا پر اس لئے کہ بعض آدمیوں نے مجھ کو خدا اور ابن اللہ کہا۔ خداوند متعال کو یہ بات خوش نہ آئی اور اس کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین مجھ پر نہ ہنسیں اور مجھ کو ٹھٹھوں میں نہ اڑادیں۔ سو اس نے اپنی مہربانی اور عنایت سے ایسا بہتر جانا کہ دنیا ہی میں یہود کی موت کے سبب میری تضحیک اور ہنسائی ہو جاوے اور ہر شخص یہ گمان کرے کہ میں صلیب پر کھینچا گیا۔ پھر یہ ساری ہنسائی اور ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے ہی تک رہے گی جب وہ دنیا میں آوے گا تو ہر ایک ایمان دار کو اس غلطی سے آگاہ کرے گا اور یہ دھوکہ لوگوں کے دلوں سے اٹھا دے گا۔

پس اے بھائیو! جس کی نبوت کی خبر اس صراحت کے ساتھ تحریر ہوئی ہو پھر اس کا انکار کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یا نہیں؟ اگر تمہارے دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو پھر ہرگز شکوک و شبہات میں مبتلا نہ رہو۔ اگر شیطان لعین جو بنی آدم کا دشمن ہے تمہیں اس دھوکے میں ڈالے کہ برنا باس کی انجیل جعلی ہے اور اس کو تمہاری کونسل اور کمیٹی نے خدا کا کلام تسلیم نہیں کیا تو تم لا حول پڑھو اور خدا سے دعا مانگو کہ تمہیں شیطانی وساوس سے نجات دے کر عقل سلیم عطا فرماتے۔ اور (انجیل برنا باس کے بارے میں) یہ شک و شبہ جو یقیناً

بے اصل و بے بنیاد ہے تمہارے دل سے نکال دے۔

دیکھئے برنا باس کی انجیل ایک پرانی کتاب ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے سینکڑوں برس پیشتر کی ہے۔ چنانچہ دوسری تیسری صدی عیسوی کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ تو بھلا غور فرمائیے کہ اتنی مدت پہلے اس میں کس طرح جعل سازی ہو گئی اور جعل سازی بھی ایسی کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے اور بغیر الہام خداوندی کے یہ جعل سازی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس صورت میں ایسی جعل سازی سے بھی کچھ قباحہ نہ ہوئی۔

اور اگر تم لوگ یہ کہو کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی مسلمان نے اس میں یہ جملے بڑھا دیئے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کرو کہ کس شخص نے کس زمانے میں یہ تحریف کی اور برنا باس کی انجیل کا کوئی پرانا نسخہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے کا لکھا ہوا ہو اور جس میں یہ فقرہ موجود نہ ہو پیش کرو اور اگر پیش نہیں کر سکتے تو ایسے شیطانی وسوسوں سے توبہ کر کے ایمان لاؤ اور نجات ابدی مفت میں حاصل کر لو۔

اور جب تک تم اس امر کو ثابت نہ کرو اور اپنے تعصب سے بلا دلیل دعوے لے کئے جاؤ تو مسلمانوں پر تمہارے ان واہی تباہی اعتراضات پر توجہ دینا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی گواہی تمہاری

۱۷ ”انجیل برنا باس“ کا مفصل تعارف کتاب ”عیسائیت کیا ہے؟“ صفحہ ۱۱۱

تا صفحہ ۱۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ انجیل

سب لغو باتوں سے افضل ہے۔ اور تمام اعتراضات کا ایک کافی و دافی جواب ہے۔

اب میں بلا تعصب و طرف داری سچے دل سے تمہارے لئے دُعا مانگتا ہوں۔ خدائے مجیب الدعوات اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے اس کو قبول فرمائے۔

مُنَاجَاثُ

اے رب العالمین! تُو جو ساری چیزوں پر قادر ہے اور بنی آدم کے دلوں کو شیطان کے وساوس سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے، اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں، راہِ راست پر لا اور اُن کو جو تعصب کی راہ سے دینِ محمدی کے دشمن ہو رہے ہیں تعصب سے چھڑا اور اُن کو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ تلاش کریں اور تیرے نبی آخر الزمان پر ایمان لا کر نجاتِ ابدی اور حیاتِ سرمدی پائیں۔

اے خداوندِ متعال! ان کو توفیق دے کہ اس کتاب کو بلا تعصب اور بلا طرف داری دیکھیں اور ضلالت و گمراہی کے ورطے سے نکل کر ساحلِ نجات پر پہنچیں۔

اوسرا اس کتاب کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما اور اس میں جو کچھ سہو و نصیان ہوا ہو تو معاف کر اور ہمارا اور سب بھائی مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کر اور قیامت کے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت نصیب کر۔ آمین ! یا رب العالمین ۔

سربنا تو اخذنا ان نسینا او اخطانا سربنا ولا تحمل
علینا اصرًا کما حملته علی الذین من قبلنا سربنا و
لا تحملنا مالا طاقه لنا به واعف عنا و اغفر لنا و
ارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔
صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ
اجمعین ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

تمت بالخیر

تکمیل تعجاز عیسوی
تسہیل

۲ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۱۴ مئی ۱۹۸۰ء

بروز ہفتہ بعد نماز عصر

از قلم حسین احمد نجیب

بحمد اللہ تکمیل نظر ثانی

۴ رذی الحجہ ۱۴۰۶ھ

۱۱ اگست ۱۹۸۶ء

بروز پیر صبح ۱۰ بجے

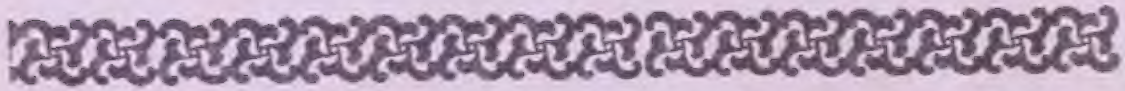
از قلم حسین احمد نجیب



انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسانوں کی سرگزشتِ حیات

سیر الصحابہ

تاریخ اسلام، اَسماء الرجال اور ذخیرہ احادیث کی گرانقدر کتابوں سے ماخوذ
مستند حوالہ جات پر مبنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیز مشہور تابعین و تبع تابعین اور
ائمہ کرام رحمہم اللہ کے فضائل حالات زندگی پر اردو میں سب سے جامع کتاب



جلد اول	جلد پنجم
خلفائے راشدین	احوۃ صحابہ کامل ۲ حصے
جلد دوم	جلد ششم
سیر مشاہیر بن کامل ۲ حصے	سیر الصحابہ (سورۃ صحابہ) اہل کتاب صحابہ
جلد سوم	جلد ہفتم
سیر انصار کامل ۲ حصے	تابعین کرام
جلد چہارم	جلد ہشتم
چار کبار صحابہ ۵۰ اصغار صحابہ	تبع تابعین

مکمل چودہ حصے آٹھ جلدوں میں مجلد، پانچ ہزار کے قریب صفحات، عمدہ کتابت و طبع
و نیز عمدہ کاغذ مضبوط ڈائی وار جلد، کامل سیٹ ۸ جلد مجلد قیمت / ۶۵۰

طلب فرمائیے، ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور۔
(فون۔ ۶۳۲۵۳)

سائنس سے متعلق

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی

کی شہرہ آفاق کتاب "اظہار الحق" عربی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں کے بعد پہلی بار اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ مولانا اکبر علی صاحب شرح و تحقیق :- مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

شروع میں مدیر البلاغ کے قلم سے دو سو سے زائد صفحات پر تحقیقی مقدمہ جس میں عیسائی مذہب کا مکمل تعارف اور اس کے تحریف شدہ مذہب ہونے پر معرکتہ الارسال بحثیں شامل ہیں۔

برصغیر کے تمام ممتاز علماء اہل فکر اور صحافیوں نے اس کتاب کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

کتاب تین جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ ہر جلد کی علیحدہ قیمت / مکمل سیٹ / ۲۲۰

ادارۃ اسلامیت لاہور

۱۹۰ - انارکلی

مسیحیت

علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں

ایک اہم عربی کتاب کاشفۃ اردو ترجمہ جس میں مسیحیت کا معروضی مطالعہ اور بے لاک جائزہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن حکیم کی روشنی میں مسیحیت کی تاریخ اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علمی انداز میں نشان دہی کی گئی ہے۔

تألیف

متولی یوسف جلبی

ترجمہ

مولانا شمس تبریز خان لکھنوی



ادارۃ اسلامیات ۵ انارکلی، لاہور ۲

۲۴/-

عیسائیت کیا ہے؟

اس کتاب میں عیسائی مذہب کے بنیادی افکار و نظریات اور عیسائیت کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عیسائیت کا بانی کون ہے؟ اور کیا عیسائیت فی الواقع حضرت عیسیٰ کے تعلیم فرمودہ عقائد پیش کرتی ہے؟

اثر: مولانا محمد تقی عثمانی

استاذ دارالعلوم کراچی ۱۳۱۰

ادارۃ اسلامیات

۱۹۰-۱۹۱ انارکلی ۵ لاہور

۲۲/-

e-Book by:

umarkairanvi@gmail.com

islaminhindi.blogspot.in & islamhindimen.wordpress.com

With thanks: **Abdur Rehman 'Adeeb' Kairanvi**

e-Book by:

umarkairanvi@gmail.com

islaminhindi.blogspot.in & islamhindimen.wordpress.com

With thanks: **Abdur Rehman 'Adeeb'** Kairanvi

